

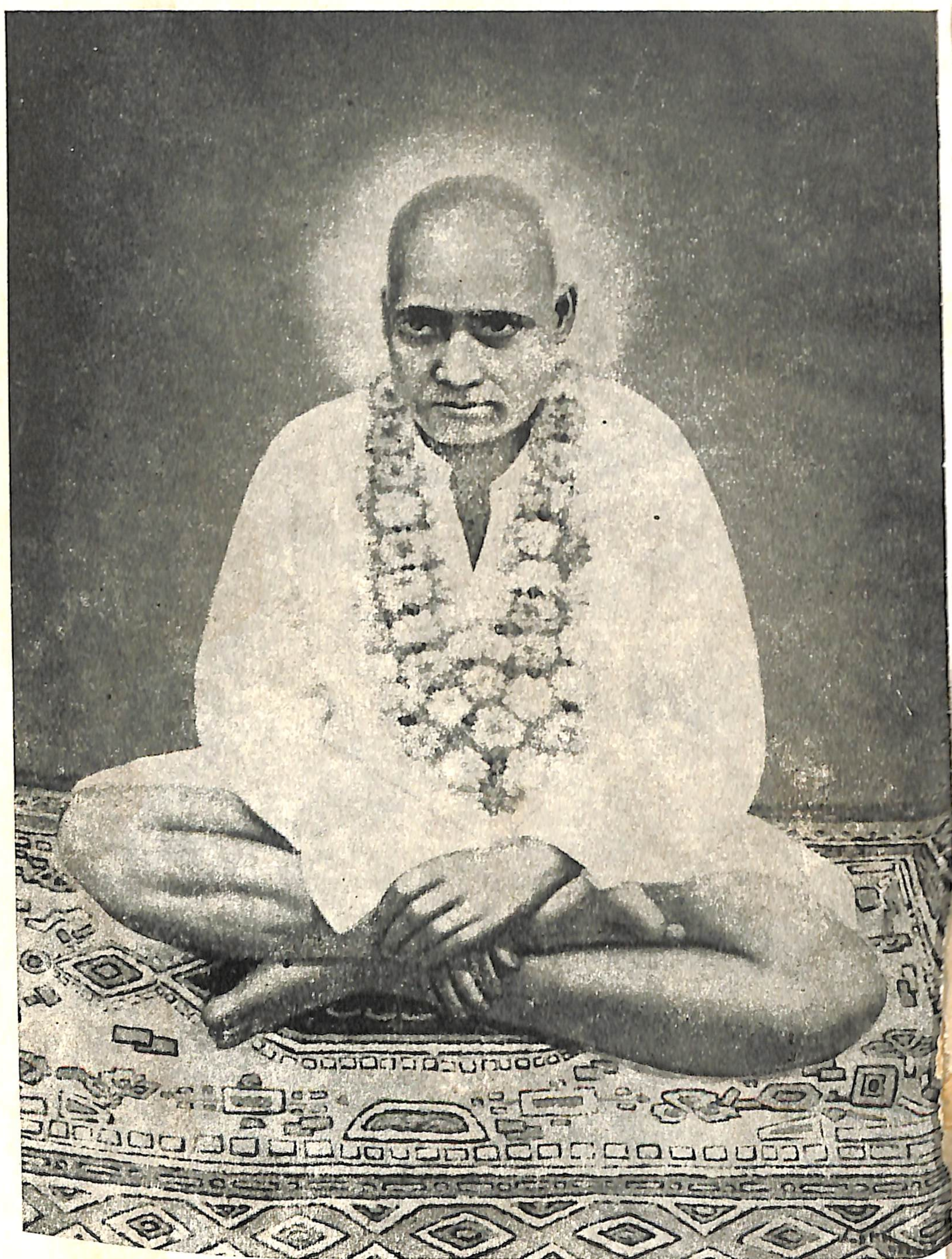
شری سچدانندائے نمہ

ادّویت آنند

یا

سچّدانند پرکاش





شری سچدانندائے نمہ

جب سدھ آوت میت کی، اٹھ بیرہ تن جاگ
جیوں چونا کی کانکری، جب چھڑکو تب آگ

ادّویت آنند

یا

سچدّانند پرکاش

حصّہ اوّل

شری شری ۱۰۰۸ شری سوامی ادّویت آنندجی مہاراج پرم ہنس کا جیون چرتر

کتاب ملنے کے پتے :-

۱	گلشن رائے پرتی ۲- A/۲۴، راجوری گارڈن۔ نئی دلی ۔ ۲۷
۲	شری سوامی وویک سکھانندجی مہاراج ڈاک خانہ ستگرونگر۔ براستہ کھتولی (یو۔پی)
۳	گلشن رائے پرتی ریلائنس میٹل انڈسٹریز ڈاک خانہ ستگرونگر۔ براستہ کھتولی (یو۔پی)

اشاعت: جنوری ۱۹۷۳ء

ناشر: گلشن رائے پرتی
۲- A/۲۴ راجوری گارڈن
نئی دلی ۲۷

پرنٹر: اینگل پرنٹرس
۲۷۲ چک، الہ آباد

عرضِ ناشر

شری شری ۱۰۰۸ شری سوامی اَدویت آنند جی مہاراج پرم ہنس کے ارشادات گرامی پر مشتمل یہ کتاب آج سے کوئی پچاس برس پیشتر شری بھورے سنگھ خلف ٹھاکر پنچم سنگھ چوہان مقیم نولکھا آگرہ نے کانگریس پریس دہلی سے طبع کرائی تھی۔ شری پرم ہنس جی مہاراج کے روحانی جانشین شری شری ۱۰۰۸ شری سوامی سروپانند جی مہاراج کے اُپدیشی شری شری ۱۰۰۸ شری سوامی وویک سُکھانند جی مہاراج سے ورس نے اُپدیش پراپت کیا۔ اور اسی ناطے سے اس کتاب کی ایک جلد اس ورس تک پہنچی۔ چونکہ یہ کتاب اب نایاب ہے اس لیئے میں نے اس کا دوسرا ایڈیشن اس غرض سے شائع کرایا ہے کہ اُپدیشی سجن خصوصاً اور روحانی ست سنگ سے رغبت رکھنے والے حضرات عموماً اس کے مطالعے سے فیض حاصل کریں۔ اور شری پرم ہنس جی مہاراج کے ارشادات کی روشنی میں اپنے جیون کو ڈھال سکیں۔ خواہش مند حضرات کی خدمت میں یہ کتاب مُفت نذر کی جارہی ہے۔

گلشن رائے پری

فہرست مضامین کتاب ادویت آنند یا سچدانند پرکاش حصہ اول

اوم تت ست

سچد انند چیتن گھن پورن برہم نربکار نراکار الکھ ابناشی جنم مرن سے رہت پرماتما پرشوتم کو بارم بارم نمسکار ہے جس کی قدرت کے ایک کرشمہ سے کل موجودات کو قیام ہے اور کل امورات حکم ایزدی سے ہو رہے ہیں لیکن جائے غور ہے کہ یہ کل امورات کس جگہ ہو رہے ہیں اور کس واسطے ہو رہے ہیں اور جو کچھ نظر آرہا ہے یہ کیا ہے اگر کہا جاوے کہ جگت میں ہو رہے ہیں۔ تو سوال اٹھتا ہے کہ جگت کہاں ہے۔ جگت ذات پرماتما میں قائم ہے بلکہ عین پرماتما ہے۔ جس طرح سمندر میں حباب۔ اگر کہا جائے کہ زمین و آفتاب و ماہتاب معدوم ہو جائیں گے۔ سوچنا چاہیے کہ کس میں معدوم ہو جائیں گے۔ یہی کہنا ہوگا کہ برہم میں لین ہو جائیں گے۔ اب کہاں ہیں۔ اب بھی برہم میں ہیں۔ پس کیا ہوا برہم ہی برہم ہوا۔ نہ کوئی زمین ہے نہ آفتاب اور نہ ماہتاب۔ صرف اسم سے تفاوت ہے کہ کئی لوگ جگت کہتے ہیں اور کئی برہم۔ درحقیقت ایک شے کے یہ دو نام ہیں۔ جس طرح تخم اور درخت۔ دراصل تخم میں درخت مندرج اور درخت کے اندر تخم موجود۔ خفا میں ظہور، ظہور میں خفا۔ غیب میں شہادت، شہادت میں غیب۔ ظاہر میں باطن، باطن میں ظاہر۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ کچھ پیدا ہوا ہے اور نہ کچھ فنا ہوتا ہے۔ پرماتما ہی جگت روپ ہے۔ قدرت کے نظارہ میں قادر کا ظہور ہے تو شکر کیا ضرور ہے اور اگر صفات کے غیوب میں ذات کا حصول ہے تو خوف فضول ہے۔ اگر کوئی ابتداء مقرر کروگے تو اس سے پیشتر بھی کچھ ہوگا۔ اور اگر کوئی انتہا کہوگے تو اس سے پیچھے بھی کچھ رہے گا پس وہی ذات لاانتہا ہے اور انسان کو عشق خالص اسی ذات کل محیط کی طرف شایان و واجب ہے۔ اسی ذات کو صرف قرار ہے وہ ذات نفی اثبات سے مبرّا ہے اور جو ذات میں صفات کہئے یہ کہنا بھی جب ہے کہ جب انسان کو ایسی نظر ہو کہ ایک خالق اور دوسرا مخلوق۔ مگر جب

انسان میں سے خودی جاتی رہتی ہے تو ذات وصفات ہر دو ایک ہی ہیں اور یہ سب تماشا اسی وقت تک نظر آتا ہے جب تک دوئی ہے حالت جاگنے میں دو نظر پڑتے ہیں اور جب انسان سوتا ہے یعنی بے خود ہو جاتا ہے اس وقت نہ ایک ہے نہ دو۔ اسی طرح بے خودی کے کمال میں ایک دو سب ہی غائب بلکہ نابود ہے اور چونکہ صرف ذات کو بقا ہے اس لئے کونسی ایسی دوسری چیز ہے جس سے ذات کو بنظر تشریح تشبیہ دی جاوے۔ مگر اصل میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ بھی اس سے خالی نہیں ہے۔

جس طرح شروع سے یہ طرح طرح کی رنگ آمیزیاں ہیں۔ مثلاً کسی کو خوف دوزخ ہے کسی کو طلب بہشت ہے کوئی نرک کے دکھ یاد کر کے حیران و پریشان ہے تو کوئی بیکنٹھ کی آرزو میں سرگرداں ہے۔ جمادات پر نباتات کو بزرگی۔ نباتات پر حیوانات کو فضیلت۔ ان میں انسان کو اشرف المخلوقات ٹھہرایا۔ کسی کو کسی آرزو میں پھنسایا کسی کو کسی خواہش میں بھرمایا۔ اصلیت میں نہ کوئی مقامی دوزخ نہ بہشت نہ کوئی سُرگ نہ کوئی نرک اور ایک خیال سے دیکھا جائے تو ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ سُرگ اور جدا جدا نرک ہے۔ اسی طرح پر انسانوں میں بھی خاص خاص کو بہ اعتبار ان کے علم اور گیان کے جو انھوں نے مشاہدۂ ذات میں حاصل کیا ہے عوام النّاس پر فوقیت اور شرف بخشا ہے اور ایسی نادر شخصیتیں بوجہ اپنے خیالات رحم و دیا کے وقتاً فوقتاً اس وجود ناوجود کو اختیار کر کے اپنے اس علم اور گیان کو نوع انسان پر آشکارا کرتے ہیں۔ اس کتاب میں بھی ایک ایسے ہی برہمہ سروپ مہاتما پرم ہنس پر براج کاچاریہ شری ۱۰۸ سوامی اَدوَیتانند جی رام یاد کے مختصر حالات زندگی و نیز واقعات و ارشادات جو بوقتِ ست سنگ برائے تعلیم و تلقین اصحاب زبان فیض ترجمان سے اظہار و بیان میں آئے مختصراً درج ہیں۔

اس میں چند شغل اور یوگ ابھیاس کے طریقے بھی جن کی خاص خاص مریدوں کو تعلیم دی گئی مندرج ہیں لیکن انکی تحریر میں اگر کچھ غلطی رہ گئی ہو تو اس کو میری

نقل کا فرق سمجھنا چاہیے کیونکہ اکثر ارشاد کو صرف بطور اشارہ لکھ لیا تھا بعض صرف زبانی یاد کر لئے تھے اور وقتِ فرصت انکو قلمبند کیا گیا ایسی صورت میں غلطی اور سہو کا ہو جانا ممکن ہے لہذا ناظرین انکو میری تحریر کا قصور سمجھ کر نظر انداز کریں گے۔

بغرضِ سہولت ان ارشادات کو چھ بابوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

۱۔ جیون چرِتر ۲۔ بھجن و ذکر

۳۔ ویدانت ۴۔ پند و نصائح

۵۔ مختلف ارشادات ۶۔ حالات مرض و وصال

ان حالات کے قلمبند کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ باوجود عرصۂ دراز کے ست سنگ اور ساتھ رہنے کے بھی شری مہاراج کے اسم شریف اور جنم بھوم تک سے عوام کو ناواقفیت تھی اور عام ست سنگ میں کبھی ان امورات کے دریافت کا موقع بھی نہ ملتا تھا۔ اکثر مریدوں اور ارادت مندوں نے جب کبھی ان باتوں کے معلوم کرنے کی آرزو ظاہر کی تو آپ نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ؎

آدمی را بہ چشم حال نگر ازخیالِ پری و دی بگذر

جب اس طرح سے امید برآری نہ ہوئی تو چند اصحاب نے راقم الحروف سے بھی کہا کہ اگر اس معاملے میں تم کچھ کوشش اور عرض کرو تو شری مہاراج ضرور قبول فرما دینگے۔ ایک دو دفعہ تو میں نے ان کو سمجھا دیا کہ جو بات فقیروں کے اصول کے خلاف ہو یا انکی مرضی کے موافق نہ ہو اس میں زیادہ زور نہیں دینا چاہیئے۔ مگر ان کے مکرر سکرر کہنے اور ان کے اشتیاق کو دیکھ کر ایک مناسب موقعہ پر بالکل تنہائی میں بندہ نے عرض کی کہ اس خاکسار کے حال پر جو توجہ ہے اور جو کچھ آپکا ر اس کا کیا ہے اسکا ہزار زبان سے بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتا ؎

ہر چند بال بال ہے شکلِ زباں مگر
جس سے ادا لئے شکر کروں وہ زباں کہاں

مگر چونکہ ہمیشہ سے اس کمترین کے حال پر شفقت رہی ہے اس بھروسہ پر کچھ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ یہ سنکر فرمایا کہ ہاں کہو۔ بندہ نے سب کی آرزو اور اپنی عرض ظاہر کر دی کہ سب کا خیال حالات زندگی شری مہاراج کے معلوم کرنے کا ہو رہا ہے اگر آنحضور تکلیف گوارہ کر کے اپنے جیون چرتر کے متعلق کچھ حالات بیان فرمائیں تو عین بندہ نوازی ہوگی۔ یہ سنکر فرمایا کہ شاید تمہارا خیال ان کو لکھنے کا ہے۔ دیکھو کسی قسم کی یادگار قائم کرنا راجہ مہاراجہ اور بادشاہوں کا کام ہے۔ جب اودھوت ہو گئے تو پھر سوانح عمری وغیرہ سے کیا تعلق۔ تمام سنسار کے چرتروں کو ہمارے چرتر سمجھو۔ جب سے ہم نے بھیس دھارن کیا ہے ہمارا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے کہ نہ تو کسی کو چیلا بنائیں گے اور نہ کسی قسم کی یادگار قائم کریں گے۔ نہ سمادھی اور مٹھ بنوانیکا خیال ہے بس پرماتما کا نام سنانا اور ست مارگ کے اپدیش دینے کی خدمت جو ہمارے سپرد ہوئی ہے وہ اسی طرح سے پوری ہو جائے اور فروعات پسند نہیں۔ اسی وجہ سے آج تک ہم نے اپنا نام تک بھی نہ بتایا اور دراصل جب اودھوت ہو گئے تو پھر نام وگاؤں کیسا بلکہ یہ بھی ایک طرح کا اہنسکار ہے کہ ہمارا یہ نام ہے اور ہم پرسدھ ہو کر پجیں اور ہمارے حالات لوگوں پر روشن ہوں اور ہمارے اقوال مقبول عام ہوں اور واقعی بات یہ ہے کہ ہم اپدیش وغیرہ کچھ نہیں کرتے بلکہ پورن برہم ہی سب طرف سے کام کر رہا ہے کہیں گرو بنکر اپدیش کرتا ہے کہیں چیلہ بنکر مانتا ہے۔ پھر خاموشی کے بعد فرمایا کہ ہم نے بہت آدمیوں کو ٹال بتادی لیکن تم نے ٹیڑھی کھیر آن کا دی۔ اب تمہارے خیال کو کس طرح رد کریں۔ شاید قدرت کو یہ کام منظور ہوگا جو تم نے بھی سب لوگوں سے اتفاق کر لیا۔ خیر اگر تمہارا ابھی خیال اس طرف ہے تو دیکھا جاوے گا مگر ابھی بہت وقت ہے۔ یہ بات سنکر تو امید بر آری کی سی صورت ہو گئی اور میں نے عرض کیا کہ دراصل آپ کا فرمانا درست ہے مگر آپ جیسے برہم نیٔ مہاتماؤں کے نزدیک دیش اور کال کی درازی واقعی کچھ حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ آپ ان پر قادر ہیں مگر ہم

جیسے آدمیوں کو جو نت کال کے گال میں پڑے ہیں بہت وقت ہونے کا کیا بھروسہ ہے مثل مشہور ہے کہ کال کرے سو آج کر آج کرے سو اب۔ چھن میں پرلے ہوئے گی تو پھیر کرے گا کب۔ یہ سنکر کچھ خاموشی کے بعد فرمایا کہ اچھا اگر تمھاری مرضی ایسی ہے تو جب سے چاہو ہم بیان کردیں گے صرف یونہی رواروی طور پر جو واقعات یاد آجائیں گے کیونکہ واقعات بہت زیادہ ہیں اور فروعات۔ اور طوالت سے کچھ فائدہ نہیں لیکن یہ خیال رہے کہ ہمارا چولا رہنے تک یہ کل باتیں اپنے تک ہی محدود رکھنا اس کے بعد تم کو اختیار ہے جو چاہو سو کرنا۔ وہ مبارک روز اتوار پوس بدی دوج سمت ۱۹۶۳ء تاریخ ۲ر دسمبر ۱۹۰۶ء کا تھا کہ زبانِ مبارک سے :-

ارشاد ہوا کہ بزرگوں کی قدیم سکونت شہر چھپرا تھی جو ضلع سارن صوبۂ بہار میں دریائے گوگرا کے نزدیک واقع ہے ہمارے دادا بزرگوار پنڈت خیالی رام جی پاٹھک قوم برہمن سرویہ ساندیل کوچہ نیا بازار میں رہتے تھے۔ برہمنوں کے اس وقت کے دھرم اور آچار کے مطابق سنسکرت ودیا خوب حاصل کی تھی اور جیویکا کا ذریعہ پروھتائی تھا۔ آپ کو کولا دھرم کا اُپدیش خاندانی تھا۔ پرماتما نے پیرانہ سالی میں آپ کو ایک فرزند سعادتمند عطا فرمایا اُنکا نام پنڈت تلشی رام جی پاٹھک تھا آپ کے حسن اخلاق و پر اُپکار اور اُپدیش سے گرد و نواح کے ہزاروں آدمیوں کو فیض پہنچا راقم سے اتنا حال فرما کر کہنے لگے کہ بس آج اتنا ہی رہنے دو۔ بعدہٗ اکثر آنحضور بہت تھوڑا سا حال فرما کر ہی دل برداشتہ ہوجاتے تھے اس وجہ سے میں بھی اسکا ذکر کرنا اور اس سلسلے کو چھیڑنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔ اس وجہ سے مختصر حالاتِ زندگی بھی ایک عرصۂ دراز میں بیان فرمائے۔ اس کتاب کو شائع کرانے کا بھی کوئی ذاتی خیال نہ تھا لیکن شری مہاراج کے نج دھام کو پدھارنے کے بعد ستسنگی اصحاب کے تقاضے آنے لگے۔ جلدی میں خاطر خواہ ترتیب بھی اس کے مضامین کی نہ ہوسکی اور ایسی حالت میں اس کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہوئے مجھ کو بہت ہی پس و پیش تھا لیکن چند احباب کی خاطراً جلدی میں ایسا کرنا پڑا۔ اس میں سے کوئی بات بھی مریدانِ شری مہاراج

یا دیگر شائقین کے لئے مفید مطلب ثابت ہوئی تو اس محنت کا یہ کافی صلہ ہوگا۔ لہٰذا التماس ہے کہ جہاں کہیں سہو و خطا دیکھیں قصور عبارت سمجھ کر عفو و اصلاح سے زیب بخشیں۔

گر کار آمد ثابت شود و قبول افتد زہے عزو شرف

جے سچدانند

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہمارے والد بزرگوار کی عمر پانچ برس کی ہوئی تو حسب دستور انکی پٹی پجوائی گئی اور سنسکرت ودیا کا آرمبھ ہوا۔ تھوڑے عرصے ہی میں خوب ودیا حاصل کرلی۔ آپ کی شادی رام دھن پانڈے چندر اترمے گوت سکنہ ماجھی علاقہ نندپور ضلع سارن کی لڑکی سے ہوئی تھی یہ اپنے پتی کی بڑی آگیا کاری تھیں یہاں تک کہ باوجود ملازموں کی موجودگی کے ہمارے والد صاحب کی کل سیوا ٹہل اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ جب ہمارے دادا صاحب کا شریر پرت گیا تو جناب والد بزرگوار اپنے پتاجی کے جانشین ہوئے اور پیشۂ آبائی یعنی پُروہتائی کا کام ہی جاری رکھا۔ چونکہ سنسکرت ودیا خوب حاصل کرلی تھی اور سبھاؤ بہت ہی شانت مستقل تھا اور بڑے ہنس مکھ آدمی تھے اس لئے شہر بھر میں آپ کی بڑی پرتشٹھا تھی اور لوگ بڑے معتقد تھے۔ آپ کو بھی کولا دھرم کا اپدیش خاندانی تھا اور اکثر مریدوں کو بھی آپ اسی دھرم کا اُپدیش کرتے تھے مگر آپ کو برہم ودیا کا اُپدیش بھی ایک مہاتما پرم ہنس جی مقام کیدار گھاٹ کاشی سے ہوا تھا مگر آپ کی طرف سے اس کا اُپدیش صرف خاص خاص مریدوں کو تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارا جنم سمت ۱۹۰۳ء بکرمی مطابق ۱۸۴۶ء کو ہوا تھا۔ روز اتوار تتھی رام نومی نکشترا اور شوکر یا یوگ تھا۔ رام نومی کے جنم دن ہونے سے ہمارا نام رام روپ رکھا گیا۔ ہم سے پیشتر ہمارے والد بزرگوار کی دو اولادیں ضائع ہو چکی تھیں اس لئے انھوں نے جنم اُتسو جنم کے دن نہ کیا بلکہ یہ ارادہ کیا کہ بالک کے بڑا ہونے پر کریں گے۔ جب عزیز و اقارب نے اس بات پر زور دیا کہ جنم اُتسو

ضرور آج ہی ہونا چاہیئے تو ہمارے والد بزرگوار نے فرمایا کہ ہمارے گھر اُتسو کی ایسی کیا خصوصیت ہے کہ آج کے دن تو تقریباً کل ہندوستان میں ہی جنم اُتسو کا آنند منایا جائے گا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہماری عمر قریب آٹھ یا نو مہینہ کی تھی کہ ہماری والدہ ماجدہ کا دفعتاً شریر برت گیا ؎

خدا جہاں عیش دیتا ہے وہاں پر غم بھی ہوتا ہے
جہاں نقّارے بجتے ہیں وہاں ماتم بھی ہوتا ہے

اب ہمارے والد بزرگوار کو ہماری پرورش کی فکر ہوئی۔ حالانکہ ہمارے والد بزرگوار کے ہزاروں ہی مرید و سیوک تھے مگر ان کی خاص محبّت و توجہ ایک صاحب لالہ نرہر پرشاد قوم کایستھ شری واستو پر تھی۔ یہ صاحب بھی نئے بازار میں رہتے تھے اور پیشہ وکالت و مختاری کرتے تھے انکو بھی کولا دھرم کا اُپدیش خاندانی تھا۔ لالہ گلزاری لال سکنہ شینی پٹی بکسر کی لڑکی کے ساتھ انکی شادی ہوئی تھی استری و پرش دونوں بڑے بھگت اور سادھو سیوی تھے اور اپنے گرو یعنی ہمارے والد ماجد کے بڑے معتقد تھے۔ لالہ صاحب کے بڑے بھائی لالہ کرشن موہن لعل جی مہاراجہ بیتیا کے مختار تھے انکا بھی پاٹھک جی پر بڑا اعتقاد تھا۔ لالہ نرہر پرشاد کے صرف ایک لڑکا ہم سے قریب چھ ماہ بڑا تھا۔ قضا کار ہماری والدہ صاحبہ کے انتقال سے ایک ماہ پیشتر وہ فوت ہو گیا اس لئے ہمارے والد صاحب نے ہماری والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد ہم کو لالہ صاحب کے سپرد کر دیا تاکہ ہماری پرورش بھی بخوبی ہو جائے اور انکا بھی غم غلط ہو جائے اور لالہ صاحب اور انکی شیل وان استری نے بھی ہماری پرورش بسر و چشم قبول کر لی۔ الغرض ہم نے کایستھی مائی کا دودھ پی کر ہی پرورش پائی اور وہ دونوں ہم کو اپنے حقیقی بچے سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ایسا لاڈ چاؤ کرتے تھے کہ ہم کو کبھی اپنے ماتا پتا کا اکشن مات بھی چیتون نہ ہوا۔ لالہ صاحب نے ایک باندی مسماۃ مرچیا اور اس کے لڑکے دل سنگار کو ہماری داشت کے

واسطے مقرر کر دیا تھا۔ ان دونوں نے بھی ہماری بہت سیوا ٹہل کی۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے والد بزرگوار کے رشتیوں میں جیسے پریمی اور بھگت لالہ نرہر پرشاد تھے ویسے ہی ان کے ست سنگیوں اور رفیقوں میں سے لالہ دیبی پرشاد قوم کایستھ آشٹھ کول دھرمی سررشتہ دار فوجداری تھے اور جس طرح لالہ صاحب مذکور الصدر نے ہماری پرورش کی تھی اسی طرح سے سررشتہ دار صاحب نے ہم کو تعلیم و تلقین کی۔ چونکہ لالہ صاحب و سررشتہ دار صاحب ہر دو اصحاب کایستھ تھے اور ان لوگوں میں بجائے ہندی اور سنسکرت کے فارسی و عربی کا زیادہ رواج تھا اس لئے جب ہماری عمر ۴ برس اور ۴ مہینے کی ہوئی اس وقت ہماری فارسی و عربی تعلیم شروع ہوئی اور جناب سررشتہ دار صاحب کی توجہ اور کوشش سے بہت جلد حصولِ مدّعا کے بعد سلسلۂ تحصیلِ علم ختم ہوا دیگر لالہ صاحب کے وہاں شب و روز معاملہ مقدمہ کا چرچا رہتا تھا یا موکلوں کا ہجوم یا کھانا بنانے اور تیار کرنے کی گفتگو ہوا کرتی تھی کیونکہ لالہ صاحب کو عمدہ و نئے کھانوں کا بہت شوق تھا ہمیشہ نئے نئے کھانے بنانے کی ترکیبیں معلوم کرنا اور پھر ان کے مطابق کھانے تیار ہوتے اور چونکہ لالہ صاحب خود ست سنگی اور معزز اور بڑے رسوخ کے آدمی تھے اس لئے اکثر بڑے بڑے رئیس اور معزز ست سنگی پرش ملنے کو آیا کرتے تھے اور سجن پرشوں کی گفتگو اور صحبت سے ہم کو بہت لابھ ہوتا تھا۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ سمت ۱۹۰۸ میں جب ہماری عمر پانچ برس تھی تب ہمارے والد بزرگوار نے بھی چولا تیاگ دیا۔ والدہ صاحبہ کی وفات کا تو ہم کو ہوش ہی کیا تھا البتہ والد بزرگوار کی وفات کا ضرور خیال ہے مگر لالہ صاحب اور انکی دھرم پتنی نے اس ناز و محبّت سے پرورش کی کہ بھول کر بھی والدین کی یاد آنے کا موقع نہ دیا۔ لالہ صاحب کو خیال تھا کہ جو حسرت و ارمان ہمارے والدین ہماری طرف سے اپنے دل میں لے گئے ہیں انکو بخوبی انجام دے کر انکی روح کو تسلی بخشیں گے مگر قدرت کو یہ بات منظور نہ تھی اس نے ہم کو اپنے کام کے واسطے ہی پیدا کیا تھا اس لئے سب کی سرپرستی

اور سایہ سے نکال کر اپنے ہی سایہ میں لے لیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک صاحب مسمی پنڈت بھیروں شکل سکنہ کہل پورہ ضلع سارن ہمارے والد بزرگوار کے پاس رسوئیے تھے۔ بعدہٗ انھوں نے جناب والد صاحب سے ودّیا بھی پڑھی اور دیگر اشغال کی بابت بھی انکو اُپدیش ہوا۔ گویا شششیہ کا سمبندھ ہو گیا تھا اور کچھ رشتہ داری بھی تھی اسکی وجہ سے ہمارے پتاجی کو ماما کہہ کر پکارتے تھے۔ گوریکشا کی کارروائی اور ہمارا یگوپویت سنسکار انھوں نے ہی کرایا تھا۔ یہ ہمارا دوِج سنسکار قریباً ۹ برس کی عمر میں ہوا تھا۔ یہ ہم کو رام نرائن کے نام سے پکارتے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سمت ۱۹۱۷ میں جب ہماری عمر ۱۴ برس کی تھی اس وقت ہمارے پدر رضاعی جناب لالہ نرہرپرشاد صاحب کا بھی سُرگ باس ہو گیا انکی وفات کا ہم کو بہت رنج ہوا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے والد صاحب کو پرم ہنس کیدار گھاٹ کاشی والوں سے برہم ودیا کا اُپدیش ملا تھا اس لئے پرم ہنس جی اکثر انکے پاس آیا کرتے تھے اور چونکہ لالہ صاحب نے پاٹھک جی سے اُپدیش لیا تھا اس لئے پرم ہنس جی کی لالہ صاحب کے ہاں بھی آمدورفت تھی۔ بعد وفات لالہ صاحب جب تک انکی استری زندہ رہیں اس وقت تک پرم ہنس جی مہاراج کی آمدورفت برابر جاری رہی۔ ان مہاتما کی نسبت زیادہ حالات تو ہم کو معلوم نہ ہو سکے مگر یہ بڑے کامل بزرگ تھے اور ہم سے بڑی محبت کرتے تھے اور ہاپو بابا کے نام سے بلایا کرتے تھے سب سے بیشتر برہم ودّیا اور برہم گیان کا اُپدیش اور فیض باطنی ہم کو ان بزرگ سے ہی ہوا تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جناب لالہ نرہرپرشاد جی کی وفات کے بعد ایک مرتبہ پرم ہنس جی مہاراج تشریف لائے تو ہم نے اپنا مدعائے دلی ان پر ظاہر کر دیا اور ایسی خواہش ظاہر کی کہ میرا ارادہ گرہست آشرم نہ کر کے سادھو ہونے کا ہے، آپکی

کیا آگیا ہے۔ یہ سنکر فرمایا کہ بھائی ہاپو دیکھو دنیا میں جو کام سلسلہ اور قاعدے سے کیا جاتا ہے وہ ہی عمدگی اور خوبی کے ساتھ ہوتا ہے۔ تمھارا برہم چریہ اب قریب قریب پورا ہو چکا ہے۔ پہلے گرہست آشرم میں داخل ہو اس کے بعد بان پرستھ پھر سنیاس کا مضائقہ نہیں۔ یہ سادھو ہونے کی تم کو ابھی سے کیا سوجھی۔ دیکھو گرہست بندھن نہیں ہے جو دل سے اس کو جھوٹا سمجھ کر انصاف اور محنت سے دھن پیدا کرتا ہے اور مناسب طور پر اخراجات اور حاجتمندوں کی حاجت رفع کرتا ہے۔ اپنے متعلقین کی خدمت مشیتِ ایزدی سمجھ کر بطور فرض ادا کرتا ہے وہ بھی آزاد ہی ہے گرہست آشرم کے برابر ہم نے کوئی آشرم و دھرم دیکھا نہ سنا۔ جوانی میں استری گرہن کر کے پتر پیدا کر کے کام دیو کی اگن کو بجھا کے تیسرے درجے میں بان پرستھ اور بعدہٗ سنیاس اختیار کرے۔ جو ایسا نہیں کرتے وہ اکثر ناجائز فعل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بغیر گرہست کئے جو سنیاسی ہو جاتے ہیں اور آخر میں سنسار کے آنند دیکھ کر استقلال پر نہیں رہتے انکا سنیاس بھی خراب ہو جاتا ہے اور دنیا کا لطف بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور ان پر مثل صادق آتی ہے کہ دھوبی کا کتّا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ یا۔ ازیں سو راندہ و ازاں سو درماندہ۔ جو شروع سے سنیاس اختیار کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ قانون قدرت کے خلاف کرتے ہیں۔ جو ڈنڈا پہلا نگیگا وہ ضرور گرے گا۔ کام بڑا بلوان ہے۔ دیکھو بسوامترجی نے پہلے تین ہزار برس تک نِراہار عبادت کی اور بڑے جیتندری تھے مگر مینکا اپسرا کو دیکھ کر عاشق ہو گئے جس سے شکنتلا لڑکی پیدا ہوئی۔ پاراشرجی نے مچھودری نامی ملاّح کی لڑکی سے بھوگ کیا۔ برھماجی اپنی لڑکی کے پیچھے بھاگے۔ حالانکہ یہ دراصل استعارات ہیں مگر ان تمثیلوں سے تم اس نتیجہ کو حاصل کرو کہ اول گرہست آشرم ہی درست ہے۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کا فرمانا درست اور بجا ہے اور مجھ کو بھی گرہستی سے کوئی نفرت نہیں ہے مگر جہاں تک میں نے دیکھا اور بچار کیا اس میں کچھ سار نہیں معلوم ہوتا ہے موہ میں پھنسکر دین دکھی رہنا اور بھگوت بھجن سے بمکھ رہ کر جنم ویرتھ

گنوانا ہے سو

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　　این خیال است و محال است و جنوں

جب لوں سمرے ناہری جو سنتن کے میت

وہ دن گنتی میں نہیں گئے بر تھا سب بیت

یہ زنجیر الفت نہایت ہی سخت ہے اس میں پیر نہ پڑے جب تک ہی خیر ہے۔ ورنہ پھر اسکا کاٹنا محال بلکہ ناممکن سا ہو جاتا ہے तद् हरेव विरजेत यद् हरेव प्रव्रजेत یعنی جس دن ویراگ ہو اسی دن سنیاسی ہو جائے کیونکہ نہ جانے پھر کیا الجھن ہو جائے۔ دیگر رشیوں کے پاس رہنے سے جتنا وے اگرشن کرتے ہیں اتنا دور سے نہیں کرتے اس لئے نر وید دشا میں گرہستی تیاگ کر دینا ہی اتم ہے کیونکہ شادی بیاہ کر کے بڑھاپے میں استری وغیرہ کا سنتوشن کر کے سنیاسی ہونا بڑی درلبھ بات ہے اور دوسرے استری کے سنتوش کا بھی کیا ٹھکانا ہے کیونکہ پتنی کے نکٹ پتی سدا یُووا (جوان) ہنے چاہے وہ کتنا ہی بوڑھا ہو گیا ہو مگر اسکی استری اس کا علٰحدہ ہونا ہرگز منظور نہ کرے گی۔ گرہست آشرم میں رہ کر ریشم کے کیڑے کی سی مثال ہو جاتی ہے جیسے وہ اپنے اندر سے ایک تار نکالتا ہے اور اس کی گولی اپنے اوپر بنا کر اس میں مقید ہو کر ہلاک ہوتا ہے اسی طرح انسان اپنے دل سے خواہشات اور ابھی لاشا کا تار نکال کر اپنے کو مقید کر دیتا ہے اور بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے اور گرہست آشرم میں یہ باتیں لازم و ملزوم ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ آزادی اور گرفتاری کا باعث انسان ہی کا دل ہے آشرم پر اسکا کوئی انحصار نہیں سو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ویراگ اور ابھیّاس سے جب تک دل اچھی طرح قابو میں نہ کر لیا جاوے اس وقت تک ممکن نہیں کہ گرہست میں پھنس کر مبتلا نہ ہو۔ ضرور بالضرور ہو البتہ جب پورا گیان ہو جائے اور ابھیّاس سے اسکو قابو میں کر لے اس وقت کچھ مضائقہ نہیں خواہ گرہست آشرم میں رہے خواہ سنیاسی ہو جائے اس لئے اس ظالم کو قابو میں کئے بغیر گرہست ہونے میں مجھ کو اندیشہ ہے۔ ع

ایک دل میں الفتیں دو دو سما سکتی نہیں

دوہا
کبیر من تو ایک ہے بھاوے تہاں لگائے
چاہیں ہر کی بھگت کر چاہیں بشئے کمائے

اور پھر زندگی کا بھی کون قیام ہے وہ کسی نے کہا ہے سے

اس دم کا کرے بھروسہ کون بسے — جب کہ دم بھر نہ خود ہے صبر اسے
فکرِ معاش ذکرِ خدا یادِ رفتگاں — دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے

اس لئے ایک وقت میں ایک کام ہی درست ہو سکتا ہے۔ دبدھا میں دونوں گئے مایا ملی نہ رام۔ دونوں طرف دیکھنے میں یہ حالت ہوتی ہے سے

ہے بہارِ باغِ دنیا چند روز — دیکھ لے اس کا تماشا چند روز
پوچھا لقماں سے جیا تو کتنے دن — دستِ حسرت ملکے بولا چند روز
قبر میں رکھ کر کے یوں بولی قضا — اب یہاں تم سوتے رہنا چند روز
غافلو یادِ الٰہی چاہیے — اس جہاں میں ہے بسیرا چند روز

یہ سنکر پرم ہنس جی نے فرمایا کہ بھائی سادھو ہونا گویا دنیا بھر کی ذمہ داری سر پر لینا ہے اور جو تمھارا یہ خیال ہے کہ سادھو ہونے میں کوئی چنتا نہ رہے گی یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ علاوہ اور باتوں کے دکھ چنتا کھانے پہرنے کی ہوا کرتی ہے اور اس سے نہ گرہستی بری ہیں نہ سادھو آزاد۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک۔ یہ امر دونوں آشرموں کے واسطے ہے تو لازمی مگر سادھوؤں کو اس کی چنتا کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ سے

کارسازِ ما بہ فکرِ کارِ ما — فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما
چنتا نہ کرا چنت رہ توری چنتا میں کین
نیا روز روزی نئی کب تک تو ہے نہ دین

کیونکہ گرہست آشرم میں علاوہ اپنے شریر کے اپنے متعلقین کی پرورش وغیرہ لازم ہی نہیں بلکہ فرض ہے اور اس میں تو صرف اپنا ہی شریر ہے جس طرح سے چاہا

مکھا، مل گیا تو کھالیا۔ ورنہ ہرا چھا۔ یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ فقیر ہو کر بھیک ہی مانگے اور گرہستیوں کی کمائی میں اپنا ساجھا سمجھے۔ پرم ہنس جی نے فرمایا کہ آپ تو کچھ اُدیوگ کرے نہیں اور بھیک مانگے نہیں پھر کھائے کیا۔ میں نے عرض کیا کہ کند مول پھل پھول علاوہ اس کے پرماتما نے سینکڑوں طرح کی نباتات اور اس میں غلّہ قسم کی چیزیں خودرو انسان کے واسطے پیدا کیئے ہیں۔ کچھ بھی کھالیا۔ یہ بھی کوئی ضروری بات ہے کہ حلوہ قلاقند اور مزیدار کھانے ہی ہوں تب ہی زندگی بسر ہو۔ کیا انکو کھا کر آدمی زندہ نہیں رہ سکتا۔ جس طرح سے اس شریر کو رکھنا چاہو رہ سکتا ہے۔ دوسرے کھانا پینا آب و دانہ کے متعلق ہوتا ہے جہاں اس شریر کے نمت ہوتا ہے وہاں سے خود بخود پہنچ جاتا ہے۔

چناں پہن خوان کرم گسترد   کہ سیمرغ درقاف روزی خورد

پرم ہنس جی بولے کہ نشچے ہو جانا آسان بات نہیں ہے اور پھر سب سے بڑھکر سنسکار ہوتا ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ میں نے تو اپنا نشچے ہی ظاہر کیا ہے، اب رہی سنسکار کی بات سو ان سے بھی میری ہی بات پختہ ہوتی ہے والدین اور استری اور نابالغ اولاد کی موجودگی میں سادھو ہونا ممنوعہ ہے کیونکہ اول تو ان لوگوں کی پرورش واجب و فرض ہوتی ہے دوئیم انکی امیدیں منقطع ہو جانے سے ان کی دل آزاری کا خیال ہے۔ ع

کسی کو کلپا کر آپ کب کل پا سکتا ہے

اس لئے جب تک ان کا سنتوش نہ ہو منشیہ کو سنیاسی ہونا اُچت نہیں مگر میں ان کل باتوں سے بری الذمہ ہوں کیونکہ ماتا اور پتا کا تو بیشتر ہی شریر برت گیا اور استری اور پتر کا ابھاؤ ہی ہے۔ اب سنسکاروں میں باقی کیا رہ گیا دیگر آپ خود روشن ضمیر ہیں باقی معاملہ کو آپ خود غور فرمالیں کیونکہ مجھ کو اس کی کوئی ضد نہیں ہے بلکہ قدرت نے جو صورتیں پیدا کیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کسی خاص کام کے لئے ہی اس شریر کو پیدا کیا ہے۔

جیسی ہو بھوتبتا ویسی اپجے بدھ   ہونہار ہردے بسے بسر جائے سب سدھ

یہ سن کر پرم ہنس جی بڑی دیر تک خاموش بیٹھے کچھ سوچتے رہے جب بہت دیر تک عالم سلوک رہا تو حافظؒ کا یہ شعر پڑھ دیا ؎

دست از طلب نہ دارم تا کام من بر آید
یا جاں رسد بہ جاناں یا جاں ز تن بر آید

یہ سنکر کہا کہ خیر بھائی ہاں اگر تمہارا ایسا خیال ہے تو ایسا ہی سہی مگر ایک امر تم کو ابھی مانع ہے وہ یہ ہے کہ لالہ نرہر پرشاد اور انکی استری نے تم کو بطور فرزند پالا ہے اور تمہاری ہر طرح سے ناز برداری کی ہے اب چونکہ لالہ صاحب کا شریر برت گیا ہے اور اُن کی استری کا سہارا اور بھروسہ تمہارے اوپر ہی ہے بلکہ اب باہر بھیتر سب جگہ کا انتظام اور انکی سیوا ٹہل تمہارا فرض ہے ؎

جو بزرگوں کے خدمتی ہوں گے ۔۔۔ بے تردد وہ جنّتی ہوں گے

تات مات سے پران دھن کپٹ کرے جو کوئے
تا کو تینوں لوک میں کبھی بھلو نہیں ہوئے

البتہ انکا شریر برتنے کے بعد تم کو اختیار ہے جس طرح چاہو زندگی بسر کرو۔ اُپدیش کے مطابق باطنی کل کاروائی کرتے رہو مگر ظاہرا طور پر علحدگی درست نہیں ہے بلکہ اپنا یہ خیال بھی ان پر ظاہر نہ ہونے دینا ورنہ اس پیرانہ سالی میں ان کی مفت دل آزاری ہوگی ؎

مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن
کہ در طریقتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

اس کے بعد ہم کو پرم ہنس جی نے کچھ خاص اُپدیش کیا اور فرمایا کہ ہم نے تو دل مونڈکر صاف کر دیا ہے ماتھا حجام سے منڈا لینا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہماری عمر قریب ۹ برس کی تھی اس وقت ایک روز ست سنگ میں یہ تذکرہ ہوا کہ اکثر سادھو مہاتما کو ایسی سدھی ہو جاتی ہے کہ گٹکا منہ میں لے کر اس استھول شریر سہت آکاش میں اڑنے لگتے ہیں۔ ایک صاحب

نے فرمایا کہ گنڈا کا ڈنکا کچھ نہیں ہے صرف خیالی طاقت سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے
البتہ پرانوں کو کچھ قابو میں ضرور کرنا پڑتا ہے۔ یہ سنکر ہم کو خیال پیدا ہوا کہ تم کو بھی ایسی
ہی کوشش کرنی چاہئے کہ اڑنے لگو اور جی چاہے جہاں دم کی دم میں چلے جاؤ۔ قدم
قدم پر اس بھاری شریر کا بوجھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اس کا کوئی قاعدہ
اور کاروائی ہم کو معلوم نہ تھی اور نہ کسی سے ہم نے دریافت کی۔ خود بخود سانس روک کر
اور بدن کو سنبھال کر یہ خیال کرکے بیٹھ جاتے کہ اب میں اڑوں۔ کچھ عرصے کی مزاولت
سے تھوڑی سی دیر میں شریر ہلکا سا معلوم ہونے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ اوپر کی طرف
اڑتا ہے چند روز کی مشق سے تو زمین سے اوپر اٹھنے لگا تھوڑے روز اور کوشش کی تو
پھر کیا تھا ایک منزل مکان تک جانے لگا۔ ایک دن میں یہ کاروائی کر رہا تھا کہ لالہ صاحب
اور چند اشخاص نے دیکھ لیا کہ میں اڑا جاتا ہوں وہ سب مجھ کو پکڑنے کو دوڑے مگر
میں قریب ایک منزل اونچا اٹھ گیا جب انھوں نے بہت واویلا مچایا تو میں اتر آیا۔
انھوں نے مجھ کو بہت ڈرایا اور دھمکایا کہ تم یہ کیا کاروائی کر رہے ہو اس کا نتیجہ بہت
خراب ہوگا کسی دن تم بہت اونچے سے گر پڑو گے اور ہاتھ پیر ٹوٹ جائے گا اور عجب
نہیں مر بھی جاؤ۔ الغرض میں نے اس کاروائی کو چھوڑ دیا بعدہٗ معلوم ہوا کہ وہ کاروائی
پرانوں کے روکنے کی تھی جو اس وقت کی تھی بالکل باقاعدہ تھی اور اس کے طریق اور عمل
کا اُپدیش مجھ کو گویا باطنی طور پر ہوا تھا۔ میری آتما ہی نے گرو بنکر مجھ کو اُپدیش
کیا تھا۔ اور بھی ایسی کئی باتیں اس وقت ظہور میں آئی تھیں مگر ان کا اظہار فضول
ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جناب لالہ صاحب کی حین حیات میں ہماری ہم قوم اور رشتہ داروں
نے ہماری شادی کی بات چیت چلائی اور کچھ جماؤڑا جم بھی گیا تھا مگر لالہ صاحب کی
وفات سے وہ معاملہ کچھ ٹھنڈا ہو گیا جب انکی وفات کو کچھ عرصہ گزر گیا تو لوگوں نے
پھر زور مارا اور لالہ صاحب کی استری نے بھی سرگرمی سے کوشش شروع کی۔ جب
بات چیت ٹھہرنے کی نوبت پہونچی تو ہم نے حیلہ بہانہ شروع کیا کیونکہ ہم تو پرم ہنس جی

سے بیشتر ہی اس امر کا فیصلہ کر چکے تھے اور ہم نے ان لوگوں کو یہ ٹال تباتی کہ صغیر سنی میں شادی درست نہیں ہوتی ہے کم از کم بیس سال کی عمر ضرور ہونی چاہیئے اس سے معاملہ ملتوی ہو گیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ماہِ ساون سمنت ۱۹۲۰ میں لالہ صاحب کی وفات کے قریب تین سال بعد جب ہماری عمر سترہ سال کی تھی لالہ صاحب کی دھرم پتنی کا بھی شریر برت گیا۔ انکی وفات کا ہم کو بہت رنج ہوا۔ ان کا اگن سنسکار وغیرہ کل کرم کانڈ ہمارے ہی ہاتھ سے ہوا۔ حسب دستور عزیز و رشتہ دار پگڑی وغیرہ لے کر آن موجود ہوئے اور پرانے مضمونوں کی بھی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی مگر ہم نے دل میں سوچا کہ پرماتما نے تم کو آزاد کیا ہے اب اس طرف تمہارا سنسکار نظر نہیں آتا۔ چونکہ دل میں تو کچھ اور لگی ہوئی تھی ؎

بیڑیوں سے اے جنوں رشتہ مرا جاتا رہا
جب سے زلفوں میں پھنسایا سلسلہ جاتا رہا
کس کا غم چھایا ہے دل پر ہے مجھے کس کی تلاش
کس کو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں ہائے کیا جاتا رہا

اس لئے سب کو ادھر اُدھر کی باتوں میں ٹال دیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ پرم ہنس جی کے اُپدیش کے مطابق ہماری باطنی کل کارروائی ہو چکی تھی صرف لالہ صاحب کی استری کے زندہ ہونے کی وجہ سے ظاہرا طور پر علیحدگی نہ ہو سکی۔ جب ہم نے انکے کرم کانڈ سے فراغت پائی اور سب طرف سے قطع تعلق ہو چکا تو پھر آزادی ہو گئی اور گرو کا بھیک جو اندرونی تھا سو پرگٹ کر لیا اپنے والدین اور لالہ صاحب کی کل جائداد و مال و اسباب کا سوائے ہمارے اور کوئی دعویدار نہ تھا۔ مگر اس سب کو مالک کے سپرد کر کے ہم چھپرا سے روانہ ہو گئے اور بکسر کی طرف چل دیئے۔ ؎

واعظو دیکھ چکا ہو جو کسی کا جلوہ
حوریں نظروں میں بھلا اسکے سمائیں کیونکر
اب گھر بن ول در بنو اور آذیا ست لو مرج
تلسی جو نج من ہے تو آوے کونے کاج

درمیان میں بڑا گھنا جنگل تھا اور کئی ندیاں واقع ہوئیں۔ بکسر میں پہونچ کر ہم نے شری بھاگیرتھی کا اشنان کیا اور دھوتی وغیرہ جو کچھ کپڑے پہنے ہوئے تھے سب وہیں چھوڑ دیئے صرف ایک لنگوٹ دھارن کر لیا گنگا جی کے گمبھیر پرچاہ کو دیکھ کر ہم کو مہاتما کنھر داس جی کا یہ بھجن یاد آگیا۔ بھجن

جے گنگا جے جے جگ جننی جے سنتن سکھ دائے
بھگت بھوپ بھاگیرتھ ہٹ پرگٹ اون پرائے
جرن کمل انراگ بھاگ کرلے برہما اُر لائے
پربل پرتاپ کہاں لگ برنوں شنکر شیش پرچڑھائے
چار کہاں جگ جیو اُدھارن وید دمل لیش گائے
ترل ترنگ پاپ کھل کھنڈن ہیما برن نہ جائے
گن گندھر و اُمر کنیر من رہت سدا لولائے
گھور دھار گمبھیر بمل جل چھوٹ اُدھم تر جائے
کنک شکھر سرلت منوہر اُر جے مال سہائے
جا کی کانت دیکھ یم کنکر رونا کر پھر جائے
رام نام گنگا کل کیول اور نہ کچھوا وپائے
کانھر داس دھنیہ جے جگ میں بست سدا امر جائے

جس گنگا کی تعریف مہاتما کانھر داس نے کی ہے اس سے مراد وہی "ونحن اقرب الیہ من حبل الورید" ہے۔ یہ گنگا تو صرف اس کا نمونہ ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بکسر سے اکبر پور کے جنگل کی طرف ارادہ کیا برسات کا موسم اور ماہِ ساون کا اخیر تھا مگر اس وقت بارش نہ تھی اثناء راہ میں بکسر سے قریب ڈیڑھ کوس نکلنے پر بارش شروع ہوئی اور اس قدر پانی برسا کہ دھان کے کھیتوں میں قریب کمر کمر کے پانی ہوگیا وہاں سے قریب ایک گاؤں نوہٹہ تھا بمشکل تمام شام تک وہاں پہونچ سکے۔ چونکہ طبیعت میں ویراگ تھا اس لیے کسی کے مکان پر

جانا مناسب نہ سمجھا۔ ایک زمیندار بھوئیں ہار برہمن کے دروازے پر پختہ کنواں تھا اس کے متصل جا کر بیٹھ گئے قریب تھوڑے ہی فاصلے پر بارش ہو رہی تھی۔ اس برہمن نے ہماری طرف ذرا بھی توجہ نہ کی اور نہ کسی کی بابت دریافت کیا آدمی ست سنگی نہ معلوم ہوتا تھا اور طبیعت بھی ذرا سخت تھی۔ جب بارش بند ہو گئی تو مرد اور عورتیں پانی بھرنے کنوئیں پر آئے۔ مگر کسی نے توجہ نہ کی۔ ہم وہی بھیگی لنگوٹ باندھے بیٹھے رہے۔ اتفاقیہ ایک سپاہی ملازم سرکاری اس زمیندار کے نام پروانہ لایا اور اس کو خوب دھمکایا اور ڈرایا اور زمیندار کو پکڑ کر لیجانے پر آمادہ ہو گیا کہ تم کو عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اس نے ہر چند خوشامد درآمد کی اور بہت کچھ طمع دلائی یہاں تک کہ پندرہ روپے نقد دینے چاہے مگر سپاہی نے مطلق پرواہ نہ کی اور کشاں کشاں لیجانا چاہا۔ اس گاؤں میں کوئی فارسی خواں نہ تھا جو اس پروانہ کو پڑھتا۔

جب ہم نے دیکھا کہ باوجود اس قدر انکساری عاجزی اور طمع کے سپاہی کسی طرح سے باز نہیں آتا تو زمیندار کی حالت پر رحم آیا اور سپاہی سے کہا کہ ایسا کیا حکم ہے ذرا مجھ کو تو دکھلاؤ۔ اس نے سمجھا کہ یہ محض ناخواندہ شخص ہے کیا سمجھے گا اسلئے طعن سے پروانہ نکال کر دے دیا۔ اس میں درج تھا کہ بابت فلاں جرم تمہارا حاضر ہونا ضروری ہے اگر عرصہ ۲ یوم میں حاضر نہ ہو گے تو تم پر جرمانہ کیا جائے گا وہ مضمون ان سب کو پڑھ کر سنا دیا اور کہا کہ دو روز کی میعاد تو حاضری کی ہی ہے اور اگر حاضر نہ ہو گا تو جرمانہ بھگتے گا تم کو پکڑ کر لے جانے کا کوئی حکم نہیں ہے صرف اطلاع یابی کرا لیجاؤ۔ یہ حال معلوم کر کے تو زمیندار کی باچھیں کھل گئیں اور پھر تو ہماری ایسی خاطر کی جیسے ششیہ گرو کی یا فرزند بزرگ کی کرتے ہیں تاپنے کے لئے فوراً آگ سلگا دی، لنگوٹے دھو کر سکھا دیا۔ بڑے تکلّف سے بچھونا بچھایا، مالینا وغیرہ اوڑھنے کو لایا اور اس سپاہی کی طرف سے ایسی عدم توجہی کی کہ کھانے تک کو نہ پوچھا۔ اب ہم کو خیال ہوا کہ تم کو تو عافیت ہو گئی مگر اس بے چارے سپاہی پر ظلم ہوا۔ یہ کارروائی تو بہت بے جا ہے۔ اس کا مفت دل دکھے گا۔ ہم نے زمیندار کو سمجھایا کہ بھائی ان لوگوں کا یہ ہی

پیشہ ہے - بہت کہنے سننے سے کچھ پانی تمباکو کی پوچھی مگر اس کے ظلم سے بہت پریشان تھا - آخر ہم نے اپنے کھانے میں سے سپاہی کو کھانا اور بستر وغیرہ اوڑھنے بچھانے کو دیا -

ایک روز ارشاد ہوا کہ نوہٹہ گاؤں میں برہمن کے بہت اصرار سے دو روز قیام کیا جب روانہ ہونے لگے تو گاؤں والوں نے ہم کو پالکی میں روانہ کیا کچھ دور جاکر ہم نے پالکی واپس کر دی اور قریب ۲ کوس چل کر ہم نے لنگوٹ وغیرہ بھی پھینک دیا اور بالکل نگن ہو گئے -

تن عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس
یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا الٹا
ماٹی اوڑھنا ماٹی بچھونا ماٹی کا سرہانا ہے
ماٹی کا کل بوت بنایا ماٹی میں مل جانا ہے

بعد ازاں ڈیری گھاٹ ہوتے ہوئے جانب دلشن مقام تلوتھو گئے - تلوتھو میں تھانہ کے متصل قیام رہا - وہاں سے جنگل بہت قریب تھا - ایک شب قریب ۱۲ بجے اٹھ کر جنگل کی طرف چلے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ چاند کی طرح پر ایک روشنی زمین میں نظر آرہی ہے اور ایک فرلانگ تک پھیلی ہوئی ہے - اس کا قطر قریب دس گز کے تھا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ پرکاش کہاں سے اور کس چیز سے نمودار ہوتا ہے - ۲ چار برس کے بعد ذکر مذکور ہوا تو معلوم ہوا کہ سانپ کی منی کا پرکاش ہوگا - اور کئی مہاتماؤں سے ذکر کرنے پر بھی یہ ہی بات ثابت ہوئی مگر اس قسم کی کیفیت پھر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی -

ایک روز ارشاد ہوا کہ مقام تلوتھو سے اکبر پور گئے - اس جگہ جنگل اور پہاڑ بہت ہیں اور بڑی فضا کا مقام ہے - یہ جگہ ہم کو بہت پسند آئی اور قریب چھ سال یہاں قیام رہا مگر کوئی مٹھ یا جھونپڑی بنا کر یا کسی گرہستی کے مکان پر نہیں بلکہ اسی طرح سے نگن اور آزادانہ طور یہاں تک کہ کوئی چیز یعنی کرپاتر بھی اپنے پاس نہ تھا - اس عرصے میں ہم نے مون دھارن کر رکھا تھا، کسی سے گفتگو نہ کرتے تھے - اس جگہ مہاراجہ ہریش چندر کا بنوایا ہوا قلعہ ہے اس لئے اس جگہ کو ہریش چندر گڑھی

بھی کہتے ہیں۔ اور ایسی بھی روایت ہے کہ مہاراجہ ہریش چندر کے لڑکے روہتاس نے بھی اس جگہ راج کیا تھا اس لئے اس مقام کو روہتاس گڑھ بھی کہتے ہیں۔ اس جگہ صحرائی جانور مثلاً۔ شیر، چیتا، ریچھ، بھیڑیا بہت کثرت سے تھے اور دن میں پانچ چھ مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہو جاتا تھا اور ہرن وغیرہ تو بالکل پاس ہی پھرا کرتے تھے۔ مگر ویراگ کی وجہ سے ہم کو ان سے کچھ خوف نہیں معلوم ہوتا تھا اور نہ ان سے کبھی کسی طرح کا گزند پہنچا۔

مردِ عارف کیست بیباک از ہمہ　　　آب صافی چیست او پاک از ہمہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ اکبرپور میں قیام کی حالت میں ہم صرف پھل آہار کرتے تھے۔ وہاں پر ایک بابو بالمکند سنگھ انسپکٹر پولیس تھے ان کو ہماری خدمت کا بہت خیال تھا اور چونکہ وہ افسر ہو کر خدمت کرتے تھے اس لئے ان کے ماتحت سب انسپکٹر جمعدار اور کانسٹیبل سب ہی خدمت کرتے تھے۔ ان کے علاوہ چھ ہندو اور چھ مسلمان سب کو ہماری خدمت کا خیال تھا۔ البتہ جب تک انسپکٹر صاحب سے ملاقات نہ ہوئی تھی اس وقت تک اکثر فاقہ ہو جاتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم کسی سے سوال نہیں کرتے تھے۔ ویراگ کی دلیری سے جا کر مانگنا طبیعت کو گوارہ نہ تھا اور اس شعر پر دل کو وثوق تھا۔

چناں پہن خوانِ کرم گسترد　　　کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اکبرپور میں ہم کو بہت عرصہ گزر گیا تو ایک روز خواب میں گرو مہاراج کے درشن ہوئے انھوں نے ہنس کر فرمایا کہ بیٹھنے سے سیاحی ٹھیک ہے۔ اس ارشاد کو سنکر پھر سیاحی کا خیال ہوا۔ ع

"رمتا جوگی بہتا پانی ٹھہرے گدلا ہوئے"

صبح ہی وہاں سے روانہ ہوئے اور چوگائیں۔ توانگر۔ تلوتھو۔ ڈیڑی گھاٹ گھومتے ہوئے ڈمراؤں میں قیام کیا۔ یہ سب مواضعات قصبہ کے طور پر ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی فقیر کا گزر مسرولیا گاؤں میں ہوا۔ گاؤں سے باہر کھیت

میں ایک برہمن ملا اس نے فقیر کو اچار وستو وغیرہ جو اس کے پاس وہاں موجود تھے کھلائے
اس وقت فقیر ۲ روز کے فاقے سے تھا اس دعوت کو غنیمت سمجھا اور بہت خوش ہو کر
اس سے پوچھا کہ تمھارے بال بچے واستری خوش ہیں۔ اس برہمن نے کچھ غمگین ہو کر کہا
کہ مہاراج نہ تو کوئی بال بچہ ہے اور نہ استری ہے یہاں تو نقد دم کا معاملہ ہے۔ ع

جورو نہ جاتا اللہ میاں سے ناتا

اس فقیر نے دریافت کیا کہ کچھ بال بچہ کی چاہنا اور ابھلاشا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ
مہاراج ایک بھتیجا ہے اسی کو لڑکے کی طرح پرمانتا ہوں اگر اپنے کوئی اولاد ہو تو کیا ہی بات
ہے نہیں تو ہمارے کو یہی لڑکے کے برابر ہے۔ فقیر نے کہا کہ تم اپنی شادی کر لو اگر پرماتما
نے چاہا تو تمھارے ۲ لڑکے ہوں گے ایک کا نام بدری ناتھ اور دوسرے کا کیدارناتھ
رکھنا۔ یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ برہمن عمر سے ڈھلا ہوا تھا مگر اس کو کچھ ایسا اعتقاد
ہو گیا کہ فوراً شادی کر لی اور اس کے ۲ لڑکے بھی ہو گئے۔ اتفاق سے پانچ یا چھ سال
بعد اس فقیر کا پھر اسی گاؤں میں گزر ہوا اس وقت کل کھیت پکے کھڑے تھے۔
بڑے زور کا ابر ہو رہا تھا اور بارش شروع ہو گئی ایک دو بوچھار اولوں کی بھی آئی سب
لوگ تراہ تراہ پکارنے لگے۔ اس برہمن کا سادھو مہاتماؤں میں بہت نشچے ہو گیا تھا اسلئے
کل گاؤں والوں کو اکٹھا کر کے فوراً اس فقیر کے پاس لے آیا۔ سب نے پرارتھنا کی کہ
مہاراج کوئی ایسا اُپائے کیجئے کہ یہ اولا بند ہو جائے نہیں تو ہم سب لوگ بے موت
مر جائیں گے۔ فقیر نے کہا کہ اُپائے تو میں کچھ جانتا نہیں البتہ تم سب بیٹھ کر رام رام
کہو اگر مالک کو منظور ہے تو اولا بند ہو جائے گا۔ ان سب لوگوں نے رام رام کہنا شروع
کیا پرماتما کی کرپا سے فوراً اولا بند ہو گیا سب لوگ اس کے بہت مشکور ہوئے اور
اسکی بڑی آؤ بھگت کری۔ فقیر نے کہا کہ اس میں میرا کیا کرتبیہ ہے جو بات ہونہار
تھی سو ہو گئی اور اگر کچھ سمجھو بھی تو اُس رام کی کرپا ہے جسکا تم نے نام لیا۔ اس
برہمن نے فقیر کی دعوت کی۔ اس کی استری نے کھانا پروس کر کھلایا اور دونوں لڑکے
بھی موجود تھے اور انکا نام بھی برہمن نے فقیر کے کہنے کے مطابق ہی رکھا تھا ان دونوں

لڑکوں کو فقیر کے قدموں میں ڈال کر کہا کہ آپ جیسے ایک مہاتما کی دعا اور کرپا سے ہی ان کا منہ دیکھنا نصیب ہوا ہے اور کل ماجرا بیان کیا مگر فقیر نے نہ تو خود اپنے تئیں اس پر ظاہر کیا اور نہ وہ اسکو پہچان سکا۔ یہ بیان کر کے فرمایا کہ یہ معاملات کشف و کرامت کے متعلق ہیں مگر آتم گیان اور برہم آنند یعنی فقیری اور ہی چیز ہے۔

ہر کشف براں چہرہ نقابے دگر است

ہر بحر دریں راہ سرابے دگر است

از رفع حجاب خویش مغرور مباش!

کایں رفع حجاب۔ ہم حجابے دگراست

بلکہ ممکشو سادھک کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سار و اسار کے بچار اور گرہ و کٹمب کے تیاگ کرنے سے من نرمل ہو کر بھگوت سروپ کا پرکاس جس جس بھانت پر گٹ و ساکشات ہوتا جاتا ہے اسی اسی بھانت پر دوکش و آبھوت بات کا جاننا اور ست ہو جانا۔ یعنی اشیر باد و شراپ۔ اور پراپت ہو جانا من بانچھت پھل۔ جو کہ آتما آدک اشٹ سدھی پر سدھ کی سمبندھی ہیں۔ یہ سب ادھک ہو جاتا ہے جو کہیں اس برکت ہو گی کا چت ان سدھیوں کی اور لگ گیا تو سب جاتا رہا۔ پھر ٹھکانا لگنا کٹھن ہے سواس نسئے من کو ایسا سنبھالے کہ تنک بھی من ان سدھیوں میں نہ لگے۔ ایسا تیاگ کرے جیسا بانت وبھشٹا کو گھناؤنا جان کر چھوڑ دیتے ہیں جو اس سمے سنبھل گیا تو ترنت من بانچھت پد کو پہونچ گیا جو ان بٹ ماروں نے لوٹ لیا تو پھر پتا لگنا مشکل ہے مگر یہ مقام بڑا دشوار گزار ہے بڑے بڑے ہوشیار اور عقلمند مراتب میں رہ جاتے ہیں اور جب تک انکو ترک نہ کرے فقر محال ہے۔

چرھ گجراج چتر نگنی سماج سنگ جیت چھت پال سرپال سوں سجت ہیں
بدّیا اپار پڑھ تیر تھ انیک کر جگ اور دان بھ بھانت سوں کرت ہیں
تین کال میں نہائے اندریوں کو بس لائے کرین باس بھجے باسنا تجت ہیں
جوگ اور جگ جپ تپ انیک کری بنا بھگونت بھگت بھونا نرت ہیں

جلیں گرہ ھیں پڈیں اڑجائیں　　پر کاپا پرویش کرائیں
اور پرائے من کی جانے　　چل کر جائیں تہاں من مانے
بھولیں جہاں چتر اور گیانی　　ان کو تجے بھگت ترن جانی

سرمدِ غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند　　ے
سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار
ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

چاشنیٔ دردِ عشق قابل ہر سفلہ نیست
زہر خوان شہاں نامورے را دہند
اسرارِ محبّت را ہر دل نہ بود قابل!
در نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

راقم۔ وہ فقیر صاحب خود ذات اقدس ہی تھے مگر ایسی باتوں کو کبھی اپنی ذات سے منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ انکو ہیچ اور پوچ سمجھتے تھے۔ ے

خود شناسی کار باشد اے فلاں　　کارِ دیگر ہیچ و پوچ و ہیچ داں

اکثر کی تو یہ خواہش ہوتی ہے۔ رباعی

یارب چہ خوش است بے دہاں خندیدن
بے واسطہ چشم جہاں را دیدن!
بنشیں وسفر کن کہ بغایت خوب است
بے منّتِ پا گردِ جہاں گردیدن!

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم ڈمراؤں میں پہونچے تو ہم نے کیلے کے بکل کی کوپین دھارن کر لی۔ یہاں قریب دو تین ماہ تک قیام رہا مہاراجہ صاحب کے تالاب پر ٹھاکر جی کا مندر تھا وہیں بیٹھے رہتے تھے اور اکثر نندن بن کی طرف جو وہاں سے

قریب تھا بطور سیاحی کے چلے جاتے تھے اور بالکل آزادانہ طور پر رہتے تھے اُجین نگری کے پرتاپی مہاراجہ ویر وکرمادت کے خاندان میں سے راؤ مہاراجہ رادھا پرساد سنگھ جی اس وقت راج کرتے تھے انھوں نے ایام غدر میں سرکار کی بڑی مدد کی تھی اس لئے سرکار انکی بڑی قدر کرتی تھی مہاراجہ صاحب کے اتالیق بابو جے پرکاش لعل کی استری اور بھاوج بڑی ہر بھگت تھیں۔ اور ان کا سالہ مسمی شیو دت لعل جو انکے پاس ہی رہتا تھا ہماری بڑی خدمت کرتا تھا اکثر ہمارے کھانے پینے کی فکر یہ ہی رکھتے تھے اور مستورات انکے ہاتھ یا اپنی باندی کی معرفت کھانے پینے کی چیزیں ہمارے واسطے بھیجتی تھیں۔ دوسرے تیسرے روز کبھی ہم بھی ان کے گھر چلے جاتے۔ بذاتِ خود ماسٹر صاحب زیادہ بھگت نہ تھے انکے سالے صاحب کہا کرتے تھے کہ ماسٹر صاحب سے ملنے پر وہ آپکی بڑی خاطر کریں گے اور مہاراجہ صاحب سے بھی ملاقات کرا دیں گے مگر ہم کو اس امر کی مطلق پرواہ نہ تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ڈمراؤں میں ایک مہاتما کے درشن ہوئے شکل وشباہت میں انکی عمر ۹۵ برس کی معلوم ہوتی تھی اور شکل وقوا میں ہمارے گرو شری پرم ہنس جی مہاراج کیدار گھاٹ والوں سے مشابہ تھے۔ کسی سے گفتگو حتی کہ اُپدیش تک کی بات چیت نہ کرتے تھے مگر مون بھی نہ تھے اپنی خوشی کچھ بولا کرتے تھے اگر کوئی بات چیت کرنا چاہتا تو کانوں پر ہاتھ دھر کر کان ملتے ہوئے بھاگ جاتے تھے۔ ان کو کھانے پینے میں قومیت اور مذہب کا کچھ خیال نہ تھا۔ چہ ہندو چہ مسلمان جو کوئی بغرض لے جا کر اور اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر کھلاتا تو ایک دو لقمہ کھا لیتے اور پھر چل دیتے۔ پوشش کی طرف سے صرف ایک لنگوٹ تھا اس کی بھی سدھ نہ تھی کبھی لانگ لگی ہے تو کبھی کھلی ہے۔ چاہئے جسم دیکھا کرو۔ اگر کسی نے لانگ لگا دی تو واہ واہ اور کھلی رہے تو واہ واہ۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ انکو ذاتی طور پر اس کا بھی خیال نہ تھا۔ انکا معمول تھا کہ باغ یا تالاب یا نندن بن کی طرف سے آتے اور سیدھے بازار میں ہو کر نکل جاتے ہم سے اکثر ملتے تھے مگر زبانی بات چیت کبھی نہ کرتے تھے ورنہ ہم نے

کبھی کوئی امر زبانی دریافت کیا۔ شناخت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مہاتماؤں کی آخری منزل میں ان کا قیام تھا یعنی کل راستے طے کر چکے تھے۔ انکی مجذوبی برت ہتی مگر بکنا یا شور و غل کی حالت نہ تھی کسی کو سخت و سست بھی نہ کہتے تھے صرف اپنے کو بچاتے تھے ایسی مجذوبی سلک میں ہی داخل ہے۔ وہاں کے لوگ ذکر کرتے تھے کہ ان مہاتما کی عرصہ ۳۶ سال سے اسی بازار میں آمد و رفت ہے اس کل عرصہ میں انھوں نے دو مرتبہ دو اشخاص سے مخاطب ہو کر کلام کیا ہے یعنی ایک شخص کو دعا دی اور ایک کو بد دعا۔ وہ دونوں کلام ان کے پورے ہو گئے۔ انکا بیان اس طرح پر ہے :۔

جس شخص کو دعا دی تھی انکا نام لالہ ایشری پرساد تھا اور یہ مہاراجہ صاحب کے موروثی و خاندانی منشی تھے اور تیرہ روپیہ ماہوار مشاہرہ تھا ان کے ۲ لڑکے مسمیان رندھیر پرساد و متھرا پرساد تھے۔ انکی تنخواہ اس قدر قلیل تھی کہ بمشکل تمام گھر کا خرچ چلتا تھا مگر بڑے ہی دیانت دار اور ست سنگی تھے ان کے مکان کی ڈیوڑھی میں ایک چوبی تخت بچھا ہوا تھا اور یہ مہاتما اکثر وقت بے وقت وہاں جا کر لیٹ رہتے اور لالہ صاحب کا یہ دستور تھا کہ کچھ روٹی اور دال وغیرہ جو گھر میں تیار ہوتا وہ اس تخت پر ان مہاتما کے واسطے رکھ دیتے۔ وہ جب کبھی آتے اور موج ہوتی تو کھا لیتے تھے۔

مستورات اکثر لالہ صاحب سے کہتی تھیں کہ تم ان فقیر صاحب سے دعا کی درخواست کرو مگر وہ ٹال دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میرے بڑے بھاگ ہیں جو کبھی کبھی درشن دے کر پرساد پا جاتے ہیں کہیں درخواست کرنے سے ناخوش ہو گئے تو آنا بھی بند کر دیں گے۔ لیکن جب ان لڑکوں وغیرہ کی شادی کا وقت آیا تو مستورات نے بہت کہا سنا۔ اس روز ہمت کی کہ اچھا آج کچھ کہیں اور کھانا لے کر نیچے اترے اتفاق سے مہاتما وہاں موجود تھے لالہ صاحب کو دیکھ کر بلا درخواست کئے خود بخود فرمایا کہ "تم کو تیرہ لاکھ کا آدمی کیا" یہ فقرہ کہہ کر خاموش ہو گئے لالہ صاحب نے بھی زیادہ کچھ نہ دریافت کیا مگر بڑے تعجب میں تھے کہ کہاں ہیں اور کہاں تیرہ لاکھ لیکن انکی بات پر پورا یقین تھا۔ انھیں ایام میں راؤ مہاراجہ ہرشیر سنگھ راج پاٹ کا کام چھوڑ کر

اکاشی جی تپ کرنے کو چلے گئے اور انکے لڑکے راؤ مہاراجہ راو مہا پرشاد سنگھ گدی نشین تھے انھوں نے دیوانِ وقت سے کہا کہ فلاں فلاں تعلقدار نے عرصے سے سرکاری لگان نہیں داخل کیا اور نہ آپ نے انکے حساب کتاب کی پڑتال کرائی اب اس کا فوراً انتظام ہونا چاہئے۔ دیوان صاحب نے عرض کیا کہ ان تعلقداروں سے ہمارا خاندانی پرانا تعلق ہے اس لئے میں خود تو انکے حساب کا معائنہ کر نہیں کرسکتا کیونکہ انکا حساب ضرور خراب ہے مفت رنجش ہوگی اور دوسرا کوئی معتبر شخص ملا نہیں البتہ ایک شخص منشی ایشر پرشاد اعتبار کا آدمی ہے اس کو کل روانہ کروں گا۔ دوسرے روز لالہ صاحب کو اہیریا گاؤں کی پڑتال کا حکم ملا۔ جاکر حساب دیکھا تو لاکھوں روپیہ کا غبن تھا۔ پانڈے تعلقدار نے بڑی منت سماجت کی اور کہا کہ اگر آپ اس معاملے کو دبا دیں تو آپکو چار لاکھ روپیہ دونگا۔ یہ وہاں سے آئے اور دیوان صاحب سے کل حال کہہ سنایا۔ دیوان صاحب نے کہا کہ مہاراجہ صاحب سے تم خود جاکر کل ماجرا بیان کرو۔ غرض انھوں نے مہاراجہ صاحب سے کل حال کہا۔ انھوں نے دیوان صاحب کو بلا کر کہا کہ دیکھو یہ شخص کیسا ایماندار ہے کہ اس نے چار لاکھ کی رقم کو بھی منظور نہ کیا۔ اب میرا یہ خیال ہے کہ ان لوگوں سے سرکاری روپیہ کی وصول یابی کی تو کوئی امید ہے نہیں اگر اِس غریب کا بھلا ہو جاوے تو کیا ہرج ہے اس لئے ان کو بلاکر کہہ دیا کہ تم جاکر وہ چار لاکھ روپیہ لے لو۔ غرض لالہ صاحب نے وہ چار لاکھ روپیہ لے لیا۔

اس کے چین پور اور بھوان گاؤں کی پڑتال کا حکم ملا اور مہاراجہ صاحب نے یہ بھی کہہ دیا کہ یہ لوگ ہمارے بھائی بند ہیں ان پر ہم کچھ سختی نہیں کرسکتے۔ سرکاری روپیہ کی وصول یابی کی تو امید نہیں ہے جو کچھ تم کو دیں اسکو ضرور لے لینا۔ غرض ان دونوں گاؤں کے تعلقداروں نے بھی قریب آٹھ لاکھ روپے دیے اور ایک لاکھ کے قریب راج سے انعام ملا اور وہ تیرہ لاکھ کی رقم پوری ہوگئی۔ بعدہٗ مہاراجہ صاحب کو ان سے ایسی محبت ہو گئی اور خانگی طور پر یہاں تک کہہ دیا کہ اگر راج کے کھمبے تک بک جاویں اس وقت تک بھی پرماتما نے چاہا تو ہماری تمہاری محبت میں فرق نہ آوے گا اور

ان کے وسیلے سے لالہ صاحب کو اور بہت کچھ پراپتی ہوئی۔

اور بددعا کا حال اس طرح ہے کہ جب لالہ ایشر پرشاد کو یہ دعا ملی تو اور لوگوں کو بھی خبط ہوا اور مہاتما کا پیچھا پکڑا۔ ایک صاحب واصل الدین انسپکٹر پولیس نے تو یہ حال کر دیا کہ ہر وقت دعا کے خواستگار ہوتے۔ ایک روز یہ تھانے میں کرسی پر بیٹھے تھے کہ وہ مہاتما بھی تھانے میں چلے آئے اور انکے مقابل ایک کرسی پر بیٹھ کر کہا کہ "واصل الدین تم برخاست"، اور یہ کہہ کر چلدیے۔ اب کیا تھا انسپکٹر صاحب کا خون خشک ہو گیا۔ شام کی ڈاک کھولی تو حکم ملا کہ فلاں قتل کے مقدمے میں تم نے اصلیت کو چھپایا اس لئے تم برخاست کئے گئے۔ اب انسپکٹر صاحب نے اپنے عیال اور کل سامان کو تو وطن روانہ کر دیا اور مہاتما کے پیچھے ہو لئے کہ اب اس پیرانہ سالی میں ایسا روزگار تو ملنے سے رہا اب جائیں تو کہاں جائیں اگر کچھ امید برآری کی صورت ہے تو انھیں مہاتما سے ہے۔ جب انسپکٹر صاحب کو بہت عرصہ گھومتے ہو گیا تو ایک روز کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ "چلا جا رانچی"، اور پھر بھاگ پڑے۔ بس انسپکٹر صاحب اسی روز رانچی روانہ ہو گئے۔ وہاں افیون کی کوٹھی میں ہیڈ کلرک کی جگہ خالی تھی۔ صاحب بہادر نے ایک بکس رکھوا دیا کہ کل امیدوار صبح اپنی عرضیاں اس میں ڈالیں اور حکم کے منتظر رہیں۔ انھوں نے بھی اپنی عرضی ڈالی۔ افسر نے انکی عرضی تو لے لی اور کل امیدواروں کی عرضیاں واپس کر دیں اور پھر باہر آکر ان سے دریافت کیا کہ واصل الدین تم نے ہم کو پہچانا۔ انھوں نے کہا کہ حضور میں نے تو آپ کو نہیں پہچانا۔ پھر صاحب بہادر نے اپنا نام لیا تو انھوں نے کہا کہ ہاں حضور فلاں مقام میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور میں وہاں انسپکٹر تھا۔ پھر صاحب نے کل حال دریافت کر کے وہ جگہ انکو دیدی اور کل امیدواروں کو کہا کہ آپ لوگ جاویں یہ ہمارا پرانا ماتحت ہے ہم نے اس کو پسند کیا اور اسی روپیہ ماہوار مشاہرہ اور تین ہزار روپیہ کمیشن کی گماشتگیری کی جگہ عطا فرمائی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ڈمراؤں سے روانگی کے وقت خود بخود ایسا خیال پیدا ہوا کہ کوئی کتنی بھی خدمت اور اصرار کرے مگر تین روز سے زیادہ قیام کسی جگہ درست نہیں ہے۔

الغرض پٹنہ کی طرف روانہ ہوئے اور جس قدر گاؤں وغیرہ راہ میں پڑے ۲ دو شب سے زیادہ کسی میں قیام نہ کیا اور اکثر صبح سے ۸ یا ۹ بجے دن تک چلتے تھے اور جنگل یا دریا یا تالاب کے کنارے یا برگد یا پیپل کے درخت کے نیچے قیام کرتے تھے۔ راہ میں مہاراج گنج۔ بڑھ پور بیسور پور۔ بلوئی ٹی۔ آراہ۔ بیٹا۔ گہگول۔ دینا پور بارہ بنکی وغیرہ مقامات میں سے گزر ہوا یہاں سے لودی کٹرہ وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے پٹنہ پہنچے۔ یہاں پر ایک لالہ جے پرکاش لعل سکنہ پٹنہ محرّر محکمہ افیون بڑے ہر بھگت اور ست سنگی تھے۔ انھوں نے ہماری بڑی سیوا کی۔ ۲ دو ۴ چار برس جب تک اس نواح میں سیّاحی کی گھومتے پھرتے انھیں کے ہاں قیام کرتے تھے۔ حالت سیّاحی میں دس پانچ روز اور کبھی ماہ دو ماہ کے واسطے مون دھارن کر لیتے تھے اور صرف چنے یا سوکھی روٹی کھاتے تھے۔ اس نواح میں زیادہ قیام کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ مقام دریا گنگا کے کنارے پر ہے۔ پانی وغیرہ کا ہر طرح سے آرام تھا اور جا بجا تالاب یا دریا تھے کیونکہ بستر گستر اور لوٹا جھولی تو کچھ تھی نہیں۔ کسی نے پانی پلا دیا تو خیر ورنہ اسی طرح پر گزر تھی۔ موسم جاڑے و گرمی کا بھی زیادہ خیال نہ تھا صرف دشا شوچ کے آرام کا خیال تھا۔ اگر کسی کے مکان پر بھی جانے کا اتفاق ہوتا تو بیشتر تالاب وغیرہ پر ضروریات سے فارغ ہو کر جاتے تھے اس لیے جہاں پانی کا آرام ہوتا تھا وہ جگہ پسند تھی۔ یہاں سے روانہ ہو کر موتی ہاری۔ سون پر۔ ہری ہر چھیتر گنگا جل وغیرہ میں گھومتے ہوئے سون پور میں بابو بہاری سنگھ چھتری اور گنگا جل میں ٹھاکر گوبند راج سنگھ چھتری و مقام بگھی میں بابو نند لال بڑے بھگت تھے۔ ایام گشت میں ایک دو روز کے لئے کبھی کبھی ان صاحبوں کے ہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہوتا تو بڑی سیوا کرتے تھے۔ اس سے زیادہ ٹھہرنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم موتی ہاری وغیرہ اضلاع میں سیّاحی کرتے رہے تو ایک روز ایک گاؤں میں جسکا نام ہم کو ٹھیک یاد نہیں ہے ۲ دو ۳ تین روز ٹھہرنا ہوا۔ ایک دن شام کو اس گاؤں کے ۱۰ دس ۱۲ بارہ آدمی ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس گاؤں کے دکشن جانب ایک برساتی ندی ہے اس کے پرلے پار ایک باغ اور تالاب بہت بہت عمدہ ہے ہم سب لوگ وہیں جاتے ہیں آپ بھی ہمراہ چلئے وہ مقام بھی سادھو مہاتماؤں کے دیکھنے اور ٹھہرنے کے

لائق ہے اور عجب نہیں وہاں کسی سادھو کے درشن ہو جاویں تو ایک پنتھ دو کاج کی مثل ہو۔ ہم بھی انکے ہمراہ ہو لیئے۔ وہ کل آدمی قریبًا ہم عمر تھے اور نہ تو بہت ست سنگی تھے اور نہ بالکل واہی بلکہ معمولی لیاقت کے آدمی تھے اس لیئے وہ سب کھیلتے کودتے وہاں پہونچے ٹھنڈائی وغیرہ تیار ہوئی چونکہ چاندنی رات تھی اس لیئے سیر سپاٹا کرنے دیر ہو گئی وہ استھان واقعی بڑی فضاء کا تھا اور گاؤں سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ وہاں سے آٹھ نو بجے واپس ہوئے راستہ میں جو ندی پڑتی تھی اس میں بہتا ہوا پانی تو نہ تھا مگر جابجا گڈھوں میں پانی بھرا ہوا تھا اور گاؤں کے مردے وہیں جلا کرتے تھے۔ وہ سب لوگ چاندنی رات کی وجہ سے اور کچھ بھانگ کے نشے میں خوب ہنستے کھیلتے اور گاتے ہوئے چلے آرہے تھے جب ندی کے قریب پہونچے تو دیکھا ایک ایک بہت ہی لانبا اور کالا آدمی قریب پچاس گز کے فاصلے پر دکھائی پڑا۔ وہ کبھی تو اس قدر لانبا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے قد کی انتہا ہی نظر نہ آتی تھی اور کبھی اس کے قد کا اندازہ معلوم ہو جاتا تھا۔ بدن اسکا پتلا تھا اور تمام جسم کے اندازے سے سر بہت ہی بڑا اور بے ڈول تھا ندی کے کنارے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر بڑے زور سے دوڑتا تھا مگر کچھ بولتا نہ تھا اور اسی جگہ پر ایک قد آدم صورت جسکی پوشاک بہت ہی سفید تھی اور لانبی سفید داڑھی تھی ایک ہاتھ میں لکڑی لیئے ندی کے کنارے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا:-

"مجھے جانا ہے بڑی دور بتیس ۳۲ کہار چاہیئیں ضرور"

اس وقت چاندنی اس قدر صاف تھی کہ انکی صورت شکل ہم کو اچھی طرح دکھائی دیتی تھی۔ ان دونوں صورتوں کو دیکھ کر ان سب کا نشہ ہرن ہو گیا ہنسنا گانا سب بھول گئے بالکل سٹی گم ہو گئی ہوش و حواس بگڑ گئے اور ایسے خوفزدہ ہو گئے کہ منہ سے بات تک نہ نکلتی تھی صرف اتنا کہا کہ یہ بھوت ہیں انکی بابت گاؤں کے لوگوں سے بھی ہم نے سنا ہے اب آپ ہم کو بچایئے اور سب ہمارے گلے سے چمٹ گئے۔ ہم نے کہا کہ ڈرو مت اور مجھ کو چھوڑ دو اگر تم اس طرح سے پکڑو گے تو ہم اور تم سب یہیں رہ جاوینگے میں آگے آگے چلتا ہوں اور تم سب میرے پیچھے چلے آؤ اور ان کی تسلّی کے لیئے کہہ دیا کہ میں کچھ منتر پڑھتا ہوں ڈرنا مت۔ تم سب لوگ رام رام کہو۔ یہ کہہ کر ہم آگے ہو گئے اور وہ سب ہمارے پیچھے ہو لیئے۔ ہم لوگوں کا راستہ

تو وہی تھا جہاں یہ دونوں صورتیں پھر رہی تھیں مگر میں نے ذرا کترا کر اور انکے راستے سے ہٹ کر چلنا شروع کیا جب ہم لوگوں نے ندّی اتر لی تو وہ سب ہمارے آگے ہو لئے اور ہم ان کے پیچھے رہے اور قریب آدھے میل تک وہ آواز سنائی دی اور وہ صورت دکھائی دی۔ جب ہم لوگ گاؤں میں پہونچے تو سب لوگوں سے اسکا تذکرہ ہوا انھوں نے بیان کیا کہ عرصۂ دراز سے یہاں یہ معاملہ نظر آتا ہے اور بزرگوں سے ایسا سننے میں آیا ہے کہ کوئی امیر یا سوداگر اپنے نوکر چاکروں کے ساتھ سفر میں جا رہا تھا اور اس کو اس مقام پر قزاقوں نے لوٹا اسکا کل سامان لے گئے اور اسکو بھی قتل کیا اسی کی روح اپنے دور دراز سفر اور کہاروں کی ضرورت کو بیان کرتی ہے اور یہ سیاہ فام صورت یا تو اس امیر کے کسی خادم کی روح ہے یا اُن قزاقوں میں سے کسی کی ہے جو اس کے نوکر چاکروں کے ہاتھ مارا گیا ہو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ گنگا کے دکشن کی جانب کے علاقوں میں سیّاحی کرنے کے بعد پھر بلیا۔ غازی پور۔ سارن۔ چمپارن وغیرہ مقامات میں جو دریائے گنگا کے اُتّر جانب ہیں گشت رہا یہ کل دیار دریائے گنگا و سون بھدرا و دیوہا و گنڈگ کے قریب وجوار میں آباد ہیں۔ یہاں سے روانہ ہو کر اتر کی جانب ریاست بیتیا میں چلے گئے ایّام سیاحی میں کئی اچھے اچھے مہاتما اور شاغل یوگ ابھیاسی فقیروں سے اتفاقِ ملاقات ہوا۔ ان لوگوں نے ہم پر جو کرپا کی اس کے اظہار کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ ایک مہاتما نے اس کے اظہار سے تاکیداً منع کیا تھا مگر ہم نے مروّت میں آکر ایک شخص سے ظاہر کر دیا اس بات پر ان بزرگ نے بہت افسوس کیا اور کہا کہ خیر جو کچھ تم نے کیا سو کیا آئندہ احتیاط رکھنا۔ اس راز کے ہویدا کرنے کا ہم کو بہت افسوس رہا اور ہماری حالت میں کچھ فرق آگیا مگر وہ فرق صرف برائے چندے تھا تاہم اس کی وجہ سے خیالاتِ سابقہ میں بہت تبدیلی واقع ہو گئی جسکی وجہ سے اب تک لوگوں کے مکان پر قیام کی صورت ہو جاتی ہے اور لحاظ و مروت آجاتی ہے۔ اس کے قبل کسی کا لحاظ یا مروّت پسند نہ تھا اور دنیا داری یا سنسار کے متعلق جو کوئی بات چیت کرتا تھا تو بالکل ناپسند معلوم ہوتی تھی البتہ ست سنگ کی بات چیت مرغوب خاطر تھی حالتِ ویراگ میں یہ بھجن بہت اچھا معلوم ہوتا تھا۔ بھجن

ہم سے کو کر کومت نیکو۔ ٹیک۔ جا جا تو رسنا رام کے بھجن ہیں جو بویو سو پھیکو!
ہم سے کُو کر کو مت نیکو
کُو کر رہت کسان کے دوارے جو دیوے سو پاوے میرو منوا ایسو ہوبھی در در موکھ ماوے
ہسم سے کُو کر کومت نیکو
کُو کر رہت ہے نیم دھرم سے برکھ برکھ گنٹھ کھولے میر و منواں ایسو لاچی پلک پلک چت ڈولے
ہسم سے کُو کُر کومت نیکو
کُو کُر اپنو کاج سنوارے ہم ایسو کاج بگاڑے کہے گرونانک نام دیوکو کرن سرن پر نستارے
ہسم سے کو کر کومت نیکو

ایک روز ارشاد ہوا کہ بیتیا میں رانی جی کے تالاب پر استھتی تھی مہاراجہ صاحب و مہارانی جی صاحبہ دونوں بڑے سادھو سیوی اور ہری بھگت تھےان کی ڈیوڑھی یعنی پھاٹک کے اوپر ایک گوسائیں جی رہتے تھے بہت ہی خوب صورت شکیل۔ طاقتور و بلشٹھ جوان تھے۔ وہ ہماری بڑی فکر رکھتے تھے اور دودھ وغیرہ لایا کرتے تھے اِن گوسائیں جی مہاراج و مہاراجہ و مہارانی جی کی سیوا اور خبر گیری سے وہاں پر اکثر سادھو مہاتماؤں کا نواس تھا۔ گوسائیں جی جیسے دھنوٹ جوان و صورت شکل میں اچھے تھے ویسے ہی سیرت و خصلت میں بھی بے نظیر تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سمت ۱۹۲۰ سے سمت ۱۹۳۶ بکرمی تک یعنی پندرہ یا سولہ برس متواتر سیاحی کے بعد جب ریاست بیتیا میں تھے اس وقت ایک روز دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی مقام شہر کے باہر ملتا جہاں جنگل و پانی وغیرہ کا آرام ہوتا تو بے اختیار خود وہاں قیام کرتے ان خیالات کے جواب میں مرشد کی طرف سے حکم ہوا کہ اس اطراف کی سیاحی چھوڑ ملک کاٹھیاواڑ و دوارکا جی وغیرہ کی سیاحی کرو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مرشد کا یہ حکم پاتے ہی ہم نے روانگی کا قصد کر دیا اور شری ایودھیا جی کی طرف روانہ ہو گئے اثنائے راہ میں گھر سے دو تین سادھو ساتھ ہو لئے اور اسی طرح پر ملتے ملتے قریب ۶ مورتی ہو گئے ان سب نے ہم کو اپنا سر دھرا یعنی منڈلی کا مہنت

قرار دے کر سیوا ٹہل کرنی شروع کی ہم ان کو ہر چند سمجھاتے اور منع کرتے تھے مگر یہ خدمت کرنے سے باز نہیں آتے تھے ہم کو خالی زمین پر نہیں سونے دیتے تھے بلکہ کھوریا مرگ چرم جو کچھ موجود ہوتا بطور گدی کے بچھا دیتے تھے۔ گاؤں سے باہر کسی درخت کے نیچے خوب آسن لگا دیں اور گھی چاول وغیرہ مانگ کر لا دیں اور رسوئی تیار کر کے ہمارے ہاتھ دھلانا وغیرہ جو سیوا مہنت کی ہونی چاہیئے کرتے تھے اور گاؤں کے دیگر لوگ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اثنائے راہ میں جو سادھو ملتے گئے ساتھ ہو لیئے یہاں تک کہ ایودھیا جی پہونچتے پہونچتے قریب ۱۲ مورتی ہو گئے پیشتر تو ہمارا ارادہ دوارکا جی تک کا ہی تھا مگر اثنائے راہ میں جو سادھو ملتے گئے ان کی وجہ سے فی الحال متھرا بندرابن تک کا ہوا۔ جب تعداد بہت بڑھ گئی تو ہماری طبیعت گھبرائی کچھ تو ہم ان لوگوں کے تکلف سے پریشان تھے ہی اب ہم نے علحدگی کی ایک ترکیب سوچی یعنی کبھی میل کبھی دو میل چلکر قیام کرنا شروع کیا کیونکہ ہمارا مطلب یہاں واپس آنے سے تو تھا ہی نہیں صرف دن گزران تھی مگر ان لوگوں کو یاترا کر کے اپنے استھانوں کو واپس آنا تھا اسلئے انکا ہرج ہونے لگا پھر تو ان لوگوں نے ایک ایک کر کے علیحدہ ہونا شروع کیا۔ کوئی راہ میں پیچھے رہ گیا کوئی ٹکنے کی جگہ سے چلا گیا غرض پانچ سات روز میں سب سادھو کنارہ کر گئے صرف ایک شخص ہمراہ رہ گیا ہم نے بہت چاہا کہ کسی طرح سے یہ بھی روانہ ہو جائے تو پھر تن تنہا ہی رہیں مگر اس نے ساتھ نہ چھوڑا البتہ بطور ذکر مذکور اکثر یہ کہا کرتا کہ وہ لوگ جو چلے گئے ہیں اب متھرا جی پہونچ گئے ہوں گے اور برج کی سیر کرتے ہوں گے دیکھو ہم کب پہونچتے ہیں ہم کو اسکی حالت پر بہت خیال ہوا کہ دیکھو ساتھ چھوڑنا بھی منظور نہیں اور ان لوگوں کے پیشتر پہونچنے کا افسوس اور پچھتاوا ہے۔ آخرش اسکی حالت پر ایسا رحم آیا اور سوچا کہ کسی اسٹیشن ماسٹر سے جا کر اس کی سفارش کر کے ٹکٹ دلوا دیں۔ ہم کو گھر چھوڑے عرصہ ۱۶ یا ۱۷ برس کا ہو گیا تھا مگر اس عرصہ میں خواہ اپنے واسطے خواہ سفارشی طور پر کبھی کسی شخص سے چونکہ سائل نہ ہوئے تھے اس لئے کچھ پس و پیش تھا مگر اسکی حالت نے مجبور کر دیا اور ہم نے سوچا کہ اب سنگ چھوٹنا ہی بہتر ہے کیونکہ ساتھ رہنے سے آرام و آزادی نہیں ہے بلکہ اس کے موہ اور سنگ سے آج سوال کرنے تک کی نوبت آ گئی۔ سادھوؤں کو سنگ

بالکل تپا گیہ ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اس سادھو کی حالت نے مجبور کر دیا تو وہاں سے نزدیک تر جو ریل کا اسٹیشن تھا وہاں جا کر بیٹھ گئے اور یہ ارادہ کر لیا کہ اگر کوئی بھگت یا ست سنگی آکر متوجہ ہوگا تو اس کا تذکرہ کر دیں گے ورنہ خود بات چلا کر کسی سے نہ کہیں گے، دیو اچھا سے اسٹیشن والوں نے ہم سے دریافت کیا تو ہم نے اسکی نسبت مذکور تذکرہ کر دیا انھوں نے مشورہ کرکے کانپور تک کا ٹکٹ اس کے واسطے کٹوا دیا اور میری نسبت بھی پوچھا تو میں نے انکار کر دیا کہ میں تو پاپیادہ جاؤں گا مجھ کو تنہائی پسند ہے جب گاڑی آکر ٹھہری تو اس سادھو کو جدائی کا بہت افسوس ہوا یہاں تک کہ زار قطار رونے لگا باوجودیکہ اسٹیشن والوں نے ہم کو اپنے پاس ٹھہرانے کا منصوبہ کر لیا تھا مگر اس کی حالت دیکھ کر مجھ کو بھی کہہ سنکر عین گاڑی کی روانگی کے وقت بٹھا لیا اور ریلوے گارڈ سے میری نسبت بہت کچھ کہہ دیا۔ جس وقت اسکا علاقہ ختم ہوا تو اس نے دوسرے گارڈ سے سفارش کر دی۔ ہم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ آیا گارڈ مجھ کو بطور خود لایا یا ان لوگوں نے آپس میں کچھ حساب کتاب کر لیا تھا۔ کیونکہ میرے پاس کوئی ٹکٹ نہ تھا البتہ گارڈ ہر اسٹیشن پر آکر پانی وغیرہ کے لئے پوچھ لیتا تھا اور کچھ بات چیت بھی کرتا جاتا تھا ہمراہی سادھو کا ٹکٹ کانپور تک کا تھا اس لئے وہاں پر گاڑی سے اتر پڑے مگر ہم کو اس امر کا بہت خیال رہا کہ دیکھو سنگ دوش سے یہاں تک نوبت آگئی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ کانپور سے روانگی کے وقت واپسی کا عزم نہ تھا صرف دن گزرنے سے مطلب تھا۔ ؎

برنگ آسیا سنگ ست حالِ ہسم زادمن ... بدست دیگرے افتادہ ام ناچار می گردم

عنانِ اختیارِ خویشتن دارم بدستِ او ... برفتاریکہ خواہد بر ہماں رفتار می گردم

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

غرض کبھی مشرق کبھی مغرب اسی طرح سے رمتے ہوئے پاپیادہ متھراجی پہونچے یہاں پر ایک مہاپرش کے درشن ہوئے بہت ہی شفقت اور مہربانی سے پیش آئے اور شکل دیکھتے ہی کہنے لگے "پرم ہنس جی رام یاد آؤ ملو" اور بڑے تپاک اور محبت سے ملے ان سے ملتے وقت قسم قسم کے شاہانہ باجے کی سماعت اور قلب میں ایسی بشاشت اور پرکاش معلوم ہوتا تھا کہ جسکا برنن نہیں ہوسکتا۔ پرکاش میں نہ گرمی معلوم ہوتی تھی نہ سردی ایک عجیب آنند تھا۔ صبح چار بجے کی چاندنی کے موافق سہاؤنا تھا۔

دکھلا رہی ہے دل کی صفائی جہاں کی سیر کیا آئینہ لگا ہوا اپنے مکاں میں ہے

جدھر توجہ کریں اُدھر پرکاش ہی معلوم ہووے اور راگ اور باجے سنائی دیں کبھی بند نہ ہوں۔ خوشی خوشی آنند میں پھرتے رہے گھنٹہ آدھ گھنٹہ کسی جگہ گھاٹ وغیرہ پر بیٹھنے کا اتفاق ہو تو خوب مٹھائی، پھل پھول اور پیسہ بطور بھینٹ کے لوگ چڑھاویں اور چاہیں کہ توجہ سے ان سے بات چیت کریں مگر ہماری طبیعت بولنے چالنے اور بات چیت کرنے کو نہیں چاہتی تھی اور نہ کچھ انکی طرف توجہ کرتے تھے بلکہ اٹھ کر چل کھڑے ہوتے تھے اس چڑھاوے وغیرہ کو ہمراہی سادھو لے لیتا تھا۔ اس وقت نند گاؤں گوکل۔ متھرا۔ بندرابن وغیرہ یعنی برج کی سیر خوب بھلی معلوم ہوتی تھی اور جو نظارہ اس وقت دیکھنے میں آیا وہ بیان سے باہر اور چشم ظاہری سے جو نظر آتا ہے اس سے بہت مختلف تھا۔ یہاں پر کئی مہینے ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔

ہر بھگتن کے درس کی مہما کہی نہ جائے جنم جنم کے پاپ سب چھن میں جات نسائے

ایک روز ارشاد ہوا کہ متھراجی سے روانہ ہو کر پاپیادہ جے پور پہونچے چونکہ یہاں کے والیانِ ریاست اکثر فیاض اور ہری بھگت ہوتے رہے ہیں یہاں تک کہ کل ریاست کی آمدنی کا تہائی حصہ پن دھرم کے واسطے نکل جاتا ہے اور دیگر شہر کے نواح میں پہاڑ، جنگل جھرنے بند اور تالاب باغ وغیرہ پسندیدہ مقامات ہیں اس لئے یہاں سادھو مہاتماؤں کا اکثر زیادہ قیام رہتا ہے علاوہ کھانے پینے و دھونی پانی کے اور ہر طرح سے فقیروں کی خبر گیری ہوتی ہے۔ یہاں صرف چند یوم قیام کر کے سانبھر چلے گئے۔ وہاں پر

ایک بھگت بابو شیو نرائن ناظم ریاست جے پور تھے ان کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ یہاں پر دیو دانی بڑا تیرتھ کا مقام ہے اس کی تعریف میں ایسا کہا گیا ہے کہ "دیو دانی اور سب تیرتھوں کی رانی"۔ اس کے پاس ہی سرسٹھا کا تالاب ہے اس کی کتھا پرانوں میں مشرح ہے یہاں برائے چند قیام کر کے اجمیر چلے گئے۔ پشکر جی وغیرہ تیرتھوں کی سیر کرتے ہوئے اُن برج والے مہاپرش سے ملنے کو جی چاہا اس لئے پھر متھرا جی واپس چلے آئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ متھرا جی میں ان مہاپرش کو ہر چند تلاش کیا مگر انکا کہیں پتہ نہ چلا۔ ایک دن ان کی تلاش میں بہت ہی گھومے آخر تھک کر کالی دہہ کے قریب ایک درخت کے نیچے انہیں کے خیال میں پڑ کر سو گئے تو خواب میں انکا درشن ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ "مجھکو کیوں ڈھونڈتے پھرتے ہو، اپنے آپ کو دیکھو۔ کیا میں اور تم علیحدہ علیحدہ ہیں۔ پھر مجھ کو تلاش کرنے سے کیا حاصل" میں نے اسی حالت میں عرض کیا کہ "ابھی مجھ کو خود اپنے تئیں دیکھنے کی طاقت نہیں ہے اس لئے آپ بزرگوں مہاتماؤں کی درشنوں کی ابھلاشا ہے"۔ یہ سنکر ہنسے اور فرمایا کہ "اگر تم کسی مہاتما سے ملو تو جس طرح مجھ سے ہاتھ ملاکر ملنا ہوا ہے اس طرح سے ہاتھ ملاکر ہرگز نہ ملنا بلکہ علیحدہ سے ڈھوک نمسکار کر لینا۔ میں نے عرض کیا کہ حکم کی تعمیل کی جائے گی مگر یہ فرمایئے کہ اسطرح ملنے سے کیا ہرج ہوتا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ بعض اشخاص کی ایسی عادت ہوتی ہے کہ اگر کسی دوسرے کی عطا کی ہوئی چیز دکھ پاویں تو اسکو چھین لیتے ہیں کیونکہ اس شخص کو تو اس نعمت کی قدر معلوم نہیں ہوتی البتہ اگر اپنی کمائی اور محنت ہو تو اس میں ایسے شخصوں کا کچھ بس نہیں چلتا کیونکہ قابض کو اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ انتر دھیان ہو گئے۔ اس حالت میں برج کی سیر ایسی بھلی معلوم ہوتی تھی کہ اسکا اندازہ انبھو پر ہی ہے۔ بھگتی بھاؤ اور پریم سے پہ چھاتی امنڈتی تھی۔ یہ بھجن اکثر گاتے تھے۔

کروں میں بھگتی سنگار ناتھ مہارانی ہو یوں ٹیک

ست کے سیندور ابنگر سکرت مندرا کاجل دیہوں

مانگ ٹیکا ترکٹی تو لاگے درشن ہری جی کے پیہوں

کرہوں میں بھگتی سنگار ناتھ مہارانی ہو یوں

باز و بندگیان ڈڑھ تلری نتھیا بدھ جمپکیوں
من کر بندھی سنتوش کی چوڑی پیہ پہا ہری چھن رہیوں
او ہو مہارانی ہویوں
دیا کے کنگن اگر دودھ پچھیلی دھرم کی ہنسلی پہنیوں
کنک پھول انہد ثابت بیسر بشے جھلیوں
ناتھ مہارانی ہویوں
سار سُرت کی انگیا ساج کے سُمت کی ساڑھی اوڑھیوں
سہج سمادھ بدھی چت لہنگا پل ہی میں پیا کے رجھیوں
ناتھ مہارانی ہویوں
رام یاد پیاری پیا ہو کے سوتی مایا تمکیوں
سوہاگن ہوئی کے پیا کے رجھائی رج تم میل دوریوں
کرہوں میں بھگتی سنگار او ہو مہارانی ہویوں

در دو آدر پن پھٹے جت دیکھوں تنت تو ٹے
کانکر پاتھر ٹھیکری بھئے آرسی مو ئے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم اسی طرح پر برج کی سیاحی کرتے تھے کہ ایک اور مہاتما کے درشن ہوئے۔ ہم کو دیکھتے ہی وہ بھی ایسی ہی محبّت سے ملے جیسے پیشتر والے مہاتما ملے تھے۔ انکی خندہ پیشانی اور محبت پر ہم کو مہاتما اوّلین کی امتناع کا بالکل خیال اور یاد نہ رہی۔ جب وہ ہم سے ہاتھ ملا کر چلے گئے تو ہم کو ایسا معلوم ہوا کہ پیشتر والے مہاتما سے ملنے پر جو کچھ حاصل ہوا تھا اس میں سے ایک حبّہ بھی باقی نہ رہا بلکہ ویراگ کی خوشی اور آنند سے بھی بدتر حالت ہوگئی اور ایسا معلوم ہوا کہ جو کچھ ہمارے پاس تھا سو سب لٹ گیا جس طرح دھن دان کے پاس سے کبھی لٹ جاتی ہے مگر ہم کو اس کی کچھ زیادہ پروا نہ تھی اور نہ

ہم نے کسی سے اسکا تذکرہ کیا ؎

غم نہ کیجیے غم کا اور شادی نہ کیجیے عیش کی
دونوں حالت دیکھئے منہ سے نہ کچھ فرمائیے

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم برج سے روانہ ہوکر متھرا صدر بازار میں گئے راستہ سے چلے جاتے تھے کہ ایک شخص مسمّی سالگرام کھتری اپنے دروازے پر بیٹھے تھے انھوں نے اُٹھ کر بہت انکساری اور عاجزی سے پیروں پر گر کر ہم کو اور ہمراہی سادھو کو اپنے گھر بلا لیا اور کھانے پینے کی بڑے تکلف کے ساتھ تیاری کرائی اور اپنی بھگتی بھاؤ سے ایک روز ٹھیرنے کے لئے مجبور کر دیا۔ اس نے منتر وغیرہ اور ست سنگ کی بابت بہت کچھ بات چیت کی اور حالات دریافت کئے مگر خیالات دنیاداری کی طرف زیادہ تھے۔ کسی خاص قسم کی عبادت کی طرف زیادہ توجّہ نہ تھی اس لئے دنیا کی رفع حاجات وغیرہ کے جو منتر تھے وہ انکو بتلا دیئے یہاں صرف ایک روز قیام رہا اور روانگی کا ارادہ کرتے تھے کہ اسی روز خواب میں یہ معلوم ہوا کہ " تمھارے خیالات ایک مرتبہ ایک جگہ بیٹھ کر بھجن کرنے کے ہوئے تھے مگر چونکہ تم دوارکاجی کا بچار کر چکے ہو اس لئے جے پور ہوتے ہوئے دوارکاجی جانا"۔ غرض سمت ۱۹۴۷ میں پھر جے پور گئے شہر سے باہر فتح سنگھ کی سرائے میں قیام کیا۔ وہاں ہمراہی سادھو نے دال باٹی بنائی اور بعد فراغتِ طعام شہر میں داخل ہوئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب شہر جے پور میں پہونچے تو اوّل محلۂ دریبہ پان میں جانا ہوا یہاں ایک شخص قوم گوجر بیٹھا تھا اس سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی سادھو سنت کا استھان ہے۔ اس نے قریب ہی پر ایک استھان کا پتہ بتایا۔ ہم دریافت کرتے جاتے تھے کہ ایک گبیسر کنھیالال ہم کو ساتھ لے کر رادھا کشن کے کنڈ کے پاس شری جگنّاتھ جی کا مندر ہے وہاں پہنچا آیا۔ وہاں جو ویشنو سادھو تھے ان کا نام ہنومان جی تھا اور ایک عورت مسماۃ میراں بائی بڑی بھگت بھی وہاں رہتی تھیں۔ ان دونوں نے ہر طرح سے خاطر کی۔ ان مہاتما کے مزاج میں از حد انکساری اور فروتنی تھی یہاں تک کہ خود ہمارے پیر دبانے کو بیٹھ گئے مگر ہم نے دست لبستہ التجا کی کہ آپ مہاتما ہیں معاف کیجئے مگر بائی جی نے بصد الکار بھی نہ مانا۔ وہ سادھو رامائن خوب جانتے تھے

اس کی کتھا ہم کو بھی سنائی واقعی ان کے لب ولہجہ اور ارتھ وغیرہ میں ایک خاص بات تھی جو پیشتر کبھی ہم کو نہ معلوم تھی۔ شری جگنّاتھ جی کے مندر میں دن میں کئی بار بھوگ لگتا تھا اور ہر دفعہ وہ ہم کو کھانے پر مجبور کرتے تھے اور انھوں نے ہم کو دو روز ٹھیرنے پر مجبور کر دیا اور دن دن انکی بھگتی بڑھتی جاتی تھی اور انکا یہ منشا تھا کہ ہم وہیں قیام کریں مگر چونکہ دو روز ہم کو ہو گئے تھے اس لئے زیادہ قیام پسند نہ کیا اور ان سے شہر میں گھومنے کی اجازت لے کر روانہ ہو گئے ایک روز ارشاد ہوا کہ شری جگنّاتھ جی کے مندر سے روانہ ہو کر جب ہم محلّہ میں داخل ہوئے تو اوّل جواریوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ چند اشخاص جو کھیل رہے تھے ان سے دریافت کیا کہ یہاں پر کسی ست سنگی کا مکان ہے تو ایک ضعیف العمر شخص مسمی گوری شنکر نے بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا اور بڑی کریہہ گفتگو کی۔ ایک شخص مسمّی شنکر لعل بھی وہاں موجود تھا اس کی والدہ بہت ہی ست سنگی اور ہر بھگت تھی لیکن بری سنگت سے ان کو جوئے کی لت لگ گئی تھی مگر ماں باپ کا اثر بچے میں آئے بغیر کب رہتا ہے۔

ماں پر پوت پتا پر گھوڑا

اور بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا

ہم کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑی نمرتا کے ساتھ ڈنڈوت کر کے کہا کہ ایک شخص بابو مہابیر پرساد ہیں آیئے میں آپ کو بتاؤں یہ کہہ کر ہم کو ان کے مکان کے قریب تک پہنچا کر ایک شخص منگو لعل سے کہہ آیا کہ انکو بابو صاحب سے ملا دو۔ وہ ہم کو مکان کے صحن میں پہنچا آیا۔ ہمراہی سادھو نے "بھگت مہابیر پرشاد" کہہ کر آواز دی۔ انکا برادر خورد جو انگریزی کتاب یاد کر رہا تھا آٹا وغیرہ لایا۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہم کو آٹا درکار نہیں صرف بابو صاحب سے ملنا ہے۔ بابو صاحب چھاپہ خانے میں ملازم تھے اور وہاں جانے کے واسطے کپڑے پہن کر تیار تھے فوراً نیچے اتر آئے اور باقاعدہ نمو نارائن کر کے صحن میں ایک چوکی پر بیٹھ کر کچھ ست سنگ کی بات چیت کی۔ وہاں سے ہم کو حکیم شیام سندر لعل کے مکان پر لے گیا۔ اثناء راہ میں دوارکا جی جانے اور دیگر حالات کا مختصر طور پر بیان ہو گیا تھا اس لئے انھوں نے حکیم صاحب سے کہا کہ ان کے واسطے ٹکٹ وغیرہ کا بندوبست کر دینا چاہئے اور وہ خود چھاپہ خانے چلے گئے

اسی اثنا میں ایک شخص لالہ پربھودیال جی اہل مند بخشی خانہ فوج بھی وہاں تشریف لے آئے ان سے ست سنگ کی بات چیت ہوتی رہی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لالہ پربھودیال جی ہم کو ایک مہاتما کے پاس لے گئے انکا نام کرپال سرن جی اور ان کے گرو کا نام مہابیر سرن جی تھا۔ شری ایودھیا جی سے وشنو کا بھیکہ دھارن کیا تھا اور شری ایودھیا جی میں جو گلاسرن جی کی گدّی میں سے تھے ان کے ساتھ ایک جانکی داس جی ان کی گروبہن بھی وہاں موجود تھیں دونوں نے بھیکہ میں بہت کچھ دریافت کیا اور جوابات سے مطمئن ہو گئے۔ ہم کو انھوں نے کچی رسوئی کھلوائی اور ہمراہی سادھو نے کچی رسوئی میں شامل ہونے سے انکار کیا اس لئے اُس کے واسطے بازار سے پکوان منگوا دیا اور ہم کو اپنے پاس ٹھیرانے کے لئے بہت اصرار کیا اور جب لالہ مہابیر پرساد جی شام کو چھاپہ خانے سے واپس آئے تو ہم کو یہاں سے ایک اور مہاتما کے پاس لیجانے کے واسطے کہا تو انھوں نے بڑی عاجزی کے ساتھ ہم کو روکا مگر لالہ صاحب واپس پہونچانے کا وعدہ کرکے ہم کو لے گئے اور ایک مہادیوی کے مندر پر لیجا کر کہا کہ یہاں پانی وغیرہ کا پورا بندوبست ہے جب تک مزاج چاہے قیام کیجئے۔ ہم لوگ بھی کچہری سے واپس آکر ست سنگ کا لابھ اٹھایا کریں گے۔ اس استھان پر ایک سادھو چندر ناتھ جی رہتے تھے انھوں نے بڑی انکساری سے کہا کہ ہم آپ کے داس اور بالکا ہیں آپ یہاں ہی قیام کیجئے ہم حتی الامکان آپکی سیوا کریں گے اور لالہ صاحب نے جس جس خدمت اور بات کے واسطے ان سے کہا انھوں نے سب تسلیم کرلیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمراہی سادھو کو چندر ناتھ جی کے پاس چھوڑ کر ہم اور لالہ مہابیر پرساد جی ایک اور مہاتما سے ملنے گئے وہ مہاتما گھاٹ دروازہ دھابھائی داروغہ رام چندر جی کی حویلی پر رہتے تھے اور داروغہ صاحب کے گرو تھے ان کا نام سوامی آنند پوری تھا انکے ساتھ ست سنگ اور وارتالاپ ہونے پر انھوں نے کہا کہ تمھاری گفتگو اور ست سنگ سے تمھارا کایستھ ہونا معلوم ہوتا ہے یا تمھاری صحبت ان لوگوں سے بہت رہی ہے۔ اس پر ہم نے لالہ نرہر پرساد جی و لالہ دیبی پرساد جی سے پرورش و تعلیم پانے کا کل حال بیان

کیا۔ یہ بات معلوم کر کے بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لالہ نرہر پرساد پورب جنم (گرہست آشرم) میں میری بھانجی سے منسوب تھے اس رشتہ سے وہ میرے بھانجے داماد تھے، اور ہنسکر کہا کہ اس طرح پر تم میرے نواسے ہوئے۔ پھر انھوں نے شغل اشغال کی بابت دریافت کیا مگر ہم کو جو مرشد نے بتلایا تھا وہ قاعدہ ہم نے ان سے ظاہر نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ میں ابھی یہ چاہتا ہوں اور اس بات کا متلاشی ہوں کہ آپ جیسے کسی بزرگ سے کچھ سیکھوں اس وقت تک مجھ کو برہم چاری کے طور پر طالبعلم سمجھئے ؎

ماکھن پربھ گوپال سے یا بدھ راکھو ہیت
جیوں نردھن دھن پائے کے بھید نہ کاہو دیت

غرض بہت محبت سے پیش آکر کہا کہ میں تلقین کروں گا۔ پھر ہم کو اپنے سامنے بٹھا کر بڑی توجہ کے ساتھ پرانا یام اور اس کی کوچی یعنی ضرب بتلائی اور دل پرشش کی اور توجہ بھی دی ہم کو اس وقت ایسا معلوم ہوا جیسے آفتاب کی شعاع کسی جگہ پر پڑتی ہیں اسی طرح ہمارے قلب پر انکی توجہ سے شعاع معلوم ہوئیں لیکن یہ شغل کوئی جدید امر نہ تھا بلکہ اس کا اپدیش ہم پیشتر اپنے گرو سے پا چکے تھے اور دیگر اور مہاتماؤں سے بھی ست سنگ میں پراپت ہو چکا تھا لیکن چونکہ مرشد کا حکم اظہار کا نہ تھا اس لئے ہم نے اس بات کو ان سے پوشیدہ رکھا۔ جب یہ کارروائی ہو چکی تو لالہ مہابیر پرساد نے کہا کہ جو لوگ موجود ہیں انکو کچھ پرساد ملنا چاہیئے اور مہاتما کا اشارہ پاکر کوٹھے میں سے قلاقند و بتاشے وغیرہ جو موجود تھے لے کر سب کو بطور پرساد تقسیم کر دیئے اور سب لوگوں پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ ہمارے گروبھائی ہوئے اس وقت قریب پانچ بجے کا وقت تھا اور وہاں پر علاوہ ہم تین شخصوں کے ایک سناڈ برہمن پجاری اور ایک مسماۃ بدھ ناتھ جو مہاتما سے اپدیش لینے آئی تھی، اور بھی کئی سادھو موجود تھے۔ ان سب کو اس بات کی بڑی خوشی ہوئی کیونکہ یہ سب ان مہاتماؤں کے شِشیہ تھے اور ان کے دل

میں یہ خیال رہتا تھا کہ ہمارے گرو مہاراج ضعیف ہوگئے ہیں مگر کوئی ایسا لائق آدمی نہیں ہے جس کو ہم انکا جانشین مانیں گے اس لئے لالہ صاحب نے مہاتما سے عرض کیا کہ ہمارا منشا یہ ہے کہ آپ کے بعد ہم انکو مانیں اس پر مہاتما جی نے ہماری بہت کچھ تعریف کی اور کہا بہت ہی لائق مہاتما ہیں۔ مگر جانشین ہونے کی اور ہم کو پاس رکھنے کی بابت میں کچھ بحث وخیال دل پر نہ تھا اور ہونے میں کچھ ناخوشی بھی نہ تھی۔ اس بارے میں انکے خیالات اوسط درجے کے تھے۔ پھر لالہ صاحب نے مہاتما جی سے ہمارے قیام کے بارے میں دریافت کیا کہ انکو اپنے پاس ٹھہرائیے گا یا موتی دروازہ گنیش جی کے مندر کے متعلق جہاں آپ کا استھان ہے یا میں اپنے ساتھ لیجاؤں تو انھوں نے فرمایا کہ جہاں انکی اور تمھاری خوشی ہو وہیں ٹھہریں ہم کو منظور ہے۔ اس وشنو سادھو کا ذکر آنے پر دریافت کیا تو کہدیا کہ وہ کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں ہے صرف ہندی کا حروف شناس ہے اس کو کہاں قیام کرایا جائے تو کہا جہاں اب ٹھہرے ہیں وہیں رہنے دو یا ایک وشنو سادھو رنگ راما داس جی ہیں ان سے کہہ کر وہاں ٹھہراتے ہیں بہت آرام ہوگا ٹھاکر جی کا بھوگ ملا کرے گا اس کا پرشاد پایا کرے گا۔ مگر جب ہم سے قیام کے بارے میں دریافت کیا تو ہم نے کہہ دیا کہ جہاں وہ ہمراہی سادھو ٹھہرے گا وہیں ہم ٹھہریں گے اس کو علیحدہ نہیں کر سکتے۔ غرض وہاں سے روانہ ہو کر ایک صاحب لالہ کرشن بلّبھ جی کے مکان پر گئے۔ یہ بڑے ست سنگی آدمی تھے۔ وہاں اور بھی ست سنگی جمع تھے۔ وہاں سے آٹھ بجے رات کو مہا دیوی کے مندر سے ہمراہی سادھو کو ساتھ لے کر لالہ مہابیرپرساد جی کے مکان پر آئے۔ لالہ صاحب کی والدہ بھی سوامی آنند پوری جی کی رشششیا تھیں۔ وہ بھی ہم سے بہت محبّت سے پیش آئیں۔ ہم سب نے ساتھ کھانا کھایا۔ رات کو ست سنگ ہوتا رہا اور حافظ کی غزل پڑھتے رہے اور پھر سوئے بھی وہیں سو

چلا تھا کعبہ کی سمت کو تو مے کدے میں سے ہو کے گزرا
کھلا یہ اس وقت راز مجھ پر کسی کے میں اختیار میں ہوں

اور فرمانے لگے کہ دیکھو آب و دانہ بھی عجیب چیز ہے دوارکا جی کا خیال تھا مگر جے پور میں ہی پڑاؤ ہو گیا۔ ہم صحرا نوردوں کو شہر میں قیام کرنا ایک وبال جان تھا خصوصاً ٹٹی وغیرہ کی طرف سے طبیعت بڑی پریشان تھی اس لئے ہم نے لالہ مہابیر پرساد سے کہا کہ ہم کو باہر ٹٹی جانا پسند ہے اگر اس کا بندوبست ہو جائے تو بہتر ہو۔ انھوں نے ہم کو موتی دروازے پر گنیش جی کا استھان دکھلایا وہ ہم کو بھی پسند آیا۔ ایک پوجاری قوم پاریک رہتا تھا۔ بھیک دھاری تو نہ تھا مگر اس نے سوامی آنند پوری جی سے اُپدیش لیا تھا اور اس کے ایسے خیالات تھے کہ سوامی جی کے بعد وہ اس مقام پر قابض ہو جائے گا کیونکہ انکے اور کوئی چیلہ وغیرہ تو تھا ہی نہیں۔ لالہ صاحب نے اس سے کہا کہ یہ مہاتما بہت لائق ہیں تم ان سے پڑھنا لکھنا اور انکی خدمت کرنا۔ اس نے ظاہرا تو قبول کر لیا مگر باطن سے قلب پر ملال آیا کہ اگر یہ یہاں رہیں گے تو میرا اس جگہ کب استحاق ہو سکتا ہے ہم نے یہ معلوم کر کے سوچا کہ کسی کا دل دکھا کر قیام کرنا درست نہیں ہے اور ہم نے لالہ صاحب سے کہہ دیا کہ خیر دیکھا جائے گا اوّل ہمراہی سادھو کے قیام کا بندوبست کر لیں۔ یہ کہہ کر چندر ناتھ جی کے پاس چلے آئے شام کو لالہ صاحب ہم کو اپنے مکان پر بھیج لے گئے اور اپنی والدہ صاحبہ سے کہا کہ "اس ہمراہی سادھو کو بھی یہیں رہنے دو تاکہ یہ بھی رہیں ورنہ یہ آزاد آدمی ہیں اگر چلے جائیں گے تو ہمارا منورتھ پورا نہ ہوگا" انھوں نے بھی اس بات کو قبول کر لیا اور ہم وہیں رہے۔ پھر وہ ہم کو چھاپہ خانے لے گئے۔ مہتمم چھاپہ خانہ کا نام بھی لالہ مہابیر پرساد تھا بہت ہی ذی لیاقت اور کم سخن آدمی تھے۔ بڑی بھگتی بھاؤ سے پیش آئے اور ہم کو بھی گھر لے جانے کے واسطے اصرار کیا۔ ہم نے کہدیا کہ ہم آپ کی عدم موجودگی میں حاضری دے آئے ہیں۔ آپ کے بھائی کرشن بلبھ جی موجود تھے۔ پھر بہت ست سنگ کے بعد انھوں نے قومیت و دودھ

وغیرہ کے بارے میں دریافت کیا تو ہم نے کہا کہ یہاں قومیت کا ذکر نہیں ہے بھیک کے بارے میں جو چاہیں دریافت کریں۔ وہ میں کہہ سکتا ہوں پورب جنم کی گفتگو سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ حال کی بات کرنی چاہیئے ماضی و مستقبل کا ذکر فضول ہے۔ شعر

آدمی را بہ چشم حال نگر

از خیال پری و دی بگذر

ایک روز یہ اشلوک پڑھا:۔

सङ्गः सर्वात्मना त्यज्यः स चेत् त्यक्तुं न शक्यते

ससद्भिः सह कर्त्तव्यः सतां सङ्गो हि भेषजम् ॥

कामः सर्वात्मना हेयो हातुञ्चेच्छक्यते न सः ।

मुमुक्षां प्रति तत् कार्य्यं सैव तस्यापि भेषजम् ॥

ترجمہ۔ سادھو کو سنگ بالکل تیاگ دینا ہے بدی وہ تیاگ نہ کیا جاوے تو سجنوں کے ساتھ کرنا چاہیئے کیونکہ ست پرشوں کا سنگ اوشدھ روپ ہے۔ کامنا کا بالکل تیاگ کر دینا چاہیئے۔ بدی یہ نہ ہو سکے تو مکتی کی کامنا کرنی ہوگیہ ہے وہ بھی اسکی اوشدھ گننے ہیں سو تران سنگ کرنا تو سجنوں کا کرنا کامنا کرنی تو مکتی کی کرنی اسکے انترکت جو سنگت کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا ہے۔

اور فرمایا کہ لالہ مہابیر پرشاد کے جتنے ست سنگی بھائی تھے انکے وہاں کسی کے صبح اور کسی کے شام کو ہماری دعوت ہونی شروع ہوئی تو ہر محلہ میں اور ہر جگہ چہ عورت اور چہ مرد ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ سب ہم کو کھانا کھلادیں خواہ دعوت کے طور پر خواہ معمولی طور پر۔ اور جہاں ہماری دعوت ہوتی تھی وہیں لالہ صاحب بھی بھوجن کرتے تھے انکے گھر پر صرف ہمراہی سادھو بھوجن کرتے تھے اس عرصہ میں ہمراہی سادھو سے صرف رات کو ملنا ہوتا تھا اس مہلت میں لالہ صاحب کی والدہ اور انکی خالہ وغیرہ کو اس ہمراہی سادھو سے بات چیت کرنے کا خوب موقع ملا۔ وہ دن بھر اس سے استفسار حال کرتی تھیں جب اس کی قومیت اور والدین کا

حال اور اس کی شادی وغیرہ کی نسبت دریافت کیا تو اس نے سب حال بیان کر دیا کہ میں مقام گیاجی کا باشندہ ہوں اور میرے وہاں پیشہ کاشتکاری ہوتا ہے کھیتی باڑی کے کام میں سخت محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے۔ پیشتر تو بالک سمجھ کر کچھ کام میں رعایت بھی کر دی جاتی تھی مگر جب میری شادی ہوگئی تو کام کی طرف زیادہ توجہ دلائی گئی اور میری طرف سے سستی ہونے پر کچھ تشدد و سختی بھی کی گئی۔ میرے ہم عمر اور ہم خیال تین چار اور لڑکے بھی تھے ہم سب نے ایک روز مشورہ کیا یہ کام تو انتہائی درجے کا سخت ہے اس پر بھی کسی طرح کا عیش و آرام نہیں پھر گھر والوں کی سختی اور بھی مصیبت ہے کیا کرنا چاہئے۔ یہاں سے کہیں بھاگ چلیں تو اس عذاب سے رہائی ہو اور کھانے پینے کی فکر کیا ہے کہیں محنت مزدوری یا نوکری کر لیں گے" پرمیشر نے چونچ دی ہے تو چوگا ضرور دے گا"، ایسی صلاح کر کے ہم پانچ لڑکے وہاں سے بھاگے۔ زر و زیور کی قسم سے جو چیز جس کے ہاتھ لگی اس نے اپنے قبضہ میں کی اور وہاں سے چلکر منزلیں طے کرتے ہوئے مقام کاشی میں آئے۔ دو چار روپیہ یا چاندی کی ہلکی چیزیں جو ہمارے پاس تھیں وہ راستے میں کھانے پینے میں صرف ہوگئیں جب کاشی پہونچے تو فاقہ کشی کی نوبت آگئی۔ نوکری ہر چند تلاش مگر اجنبی آدمی کو جسکا کوئی حامی ہو نہ ضامن کون نوکر رکھتا ہے۔ آخر بھوک سے تنگ آکر بھیک مانگنے پر کمر باندھی ایک جگہ مہنت کے ہاں سادھوؤں کے بھوجن ہو رہے تھے ہم سب وہیں جا ڈٹے اور انکا ٹھاٹ باٹ دیکھ کر دل میں آیا کہ سب جھگڑے سے تو سادھو ہی ہو جاؤ۔ دیکھو یہ کسی کے نوکر نہ چاکر اور کیسے مزیدار کھانے کھاتے اور موج اڑاتے ہیں ؎

کرے نوکری آوے چوٹ

سب سے بھلے بھیک کے روٹ

جب وہ لوگ کھانے بیٹھے تو ہم کو بھی مفلس و غریب سمجھ کر کھانا کھلا دیا۔ مگر کھانے کے بعد بھی جب ہم وہیں بیٹھے رہے تو آدمیوں نے استفسار حال کیا اور کہا کہ اب تم کیا چاہتے ہو۔ ہم سب نے ایک زبان ہو کر کہدیا کہ مہاراج ہم سب سادھو ہونا چاہتے ہیں۔

ہم کو اپنا چیلا بنا لیجئے۔ انھوں نے ہمارے دیگر حالات و شادی بیاہ کی بابت دریافت کیا تو ہم نے الٹا سیدھا جواب دے دیا اور شادی ہونے سے انکار کر دیا اور بھجن کرنے کی غرض سے سادھو ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بھجن کا نام سنکر وہاں کیا دیر تھی فوراً جامت ہونے لگی۔ کچھ عرصے تو بڑے چین سے گزری حلوا پوری کھانا اور موج اڑانا مگر جب مہنت جی نے پوجن بھجن کی تاکید کی اور دیگر مہاتماؤں نے بھی تشدد کیا تب تو وہاں سے پیر اکھڑے اور ہم سب نکل بھاگے اور دوارکا جی کی ٹھانی۔ ایودھیا جی کے قریب ان سوامی جی سے ملاقات ہو گئی انکو ہم مہنت جی مانتے تھے مگر بھیڑ بھاڑ سے ان کی طبیعت اکتا گئی اور تھوڑی دور چل کر قیام کرنا شروع کیا اس لئے وہ سب سادھو تو ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ انھوں نے مجھ سے بھی کئی مرتبہ جانے کو کہا مگر میں نے منظور نہ کیا۔ جب سے انکے ہمراہ ساتھ ہوں اور مجھ کو انکے ساتھ ایسا آرام اور سکھ ملا ہے اور یہ ایسی محبّت کرتے ہیں کہ انکو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ کتھا سن کر سب مستورات رونے لگیں اور کہا کہ تمھارا سب جوگ بھرشٹ ہو جائے گا۔ تم نے اپنی ماں اور جوان استری کی آتما کلپائی تم بھی کبھی کل نہ پاؤ گے انکی کلپنا تم پر پڑے گی اور جسقدر آنسو انکے گریں گے اتنے ہی برس تم کو نرک میں رہنا ہوگا۔ اگر تم کو ایسا ہی کرنا تھا تو شادی کیوں کری۔ تمھارا ہردیہ کٹھور ہے تم بھجن کیا خاک کروگے۔ تم ابھی پریم کی قدر نہیں جانتے۔ پریم کی برابر دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر استری کا پریم دیکھنا چاہئے ؎

پریم سگا سوئی سگا باڑا سگا نہ جان

مات کھڑی تریا جلے یہی پریم کو بان

غرض اسکو بالکل موہ کے پھندے میں پھنسا لیا۔ سادھو بھی انکی حالت دیکھ کر رونے لگا اور کہا کہ اب میں کیا کروں۔ گھر بھی تو نہیں جا سکتا۔ سوامی جی مہاراج سے علیحدہ ہونے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ اتفاق سے اس روز سوامی آنند پوری جی بھی وہاں تشریف لے گئے۔ مستورات نے ان سے ہمراہی سادھو کا کل تذکرہ کیا اور سفارش کی کہ مہاراج

آپ بھی انکو ایسی صلاح دیجئے کہ یہ گھر واپس چلے جائیں کیونکہ یہ استری وغیرہ چھوڑ کر آئے ہیں۔ شوامی جی نے بھی ان کے کہنے کے مطابق سادھو سے کہا کہ اگر واقعی تمھاری حالت ایسی ہی ہے اور تم کو انکا خیال ہے اور موہ دور نہیں ہوا ہے تو واپس جانے میں کیا مضائقہ ہے۔ برہم چریہ میں بھی تو گھر سے علیحدہ گرو کے پاس رہ کر پھر گرہستی آشرم میں پرویش کرتے ہیں، تم بھی اس حالت کو ایسا ہی سمجھنا۔ اونگھنے کو ٹھیلنے کا بہانہ کافی ہے۔

دوارکا جی جانے کے ٹکٹ وغیرہ کے لئے لالہ صاحب نے جو چندہ کیا تھا وہ سب اس سادھو کے پاس ہی تھا علاوہ اس کے اور روپیہ بھی تھا بس بستر گستر لے کر وہ تو گھر واپس جانے کا ارادہ کرکے سیدھے اسٹیشن کو روانہ ہوئے۔ یہ کل ماجرا ہماری عدم موجودگی میں ہوا جب ہم شام کو وہاں آئے اور سادھو کو گھر پر نہ پایا تو مہادیو جی کے مندر پر گئے وہاں چندر ناتھ جی کی زبانی معلوم ہوا کہ لالہ صاحب کی والدہ وغیرہ نے اس کو سمجھا دیا ہے اس لئے وہ اسباب لے کر اسٹیشن پر گیا ہے وہ اب کاشی جی یا دوارکا جی نہ جائے گا بلکہ اپنے مکان پر گیا جی جائے گا۔ یہ سنکر ہم نے پھر لالہ صاحب کی والدہ وغیرہ سے کچھ دریافت نہ کیا۔ ہمراہی سادھو کے خانگی معاملات کا حال ہم کو مطلق معلوم نہ تھا۔ کیونکہ ان امورات کا دریافت کرنا قاعدۂ فقیری کے خلاف ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم جے پور میں ایک لالہ صاحب کے مکان پر گئے وہاں ایک فقیر کمبل پوش بھی ٹھہرے ہوئے تھے اتفاق سے اس روز لالہ صاحب کے صاحبزادے کو قے ہونے لگیں بہت علاج معالجہ کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ لالہ صاحب نے کمبل پوش سے عرض کیا تو انھوں نے اسی جگہ زمین سے کچھ چیز اٹھا کر پانی میں گھول کر لالہ صاحب کو دیدی کہ بچہ کو پلادو۔ اس کے پلاتے ہی فوراً قے بند ہو گئیں۔ بعدہٗ لالہ صاحب نے جیسا کہ اکثر معمول ہے فقیر صاحب سے دریافت کیا کہ مہاراج اب تو اسکو قے نہ ہوگی تو انھوں نے جواب دیا اب قے نہ ہوگی اور آئندہ جب کبھی قے ہو پھر اسکی زندگی کی امید نہیں ہے۔ اس روز سے اب تک پھر انکو کبھی قے نہ ہوئی۔ ایک روز ایک کشمیری پنڈت نے اسکا تجربہ کرنے کے واسطے ایک گلاس میں پانی بھر کر اور بہت سی مکھیاں مار کر

اس میں ڈال دیں اور پھر کچل کر انکی آلائش گلاس میں نکال لی۔ ہم نے دریافت کیا کہ پنڈت صاحب آج یہ کیا کارروائی کر رہے ہو تو جواب دیا کہ ایک دوا کے واسطے درکار ہیں اور اپنے نوکر سے کہہ دیا کہ اگر آج وہ لالہ صاحب آکر پانی مانگیں تو تم مت لانا ہم خود انکو پلائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد لالہ صاحب آئے اور نوکر سے پانی مانگا تو پنڈت صاحب خود اٹھ کر اسی گلاس کے پانی میں شربت بنا کر لائے اور انکو پلا دیا اور اس بات کے منتظر رہے کہ اب قے ہوتی ہے یا نہیں حالانکہ لالہ صاحب تین چار گھنٹے متواتر بیٹھے رہے مگر انکو قے نہیں ہوئی۔ بعدہٗ میں نے پنڈت صاحب سے کہا کہ آپ نے بڑا غضب کیا اگر بالفرض قے ہو جاتی تو ان کے واسطے تو موت کا سامنا تھا۔ ایسی آزمائش درست نہیں ہے۔ وہ بھی اپنے دل میں بڑے پشیمان ہوئے

جب شری مہاراج یہ فرما چکے تو ایک صاحب نے دریافت کیا کہ یہ فقیر کون تھے تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہی کمبل پوش تھے جنکا اکثر دہلی میں قیام رہتا تھا۔ یہ مہاتماؤں کی اخیر منزل تک پہونچے ہوئے تھے یہاں تک کہ دنیا بھر کے خزانے اور ہر ایک جڑی بوٹی کا خواص اور ان کا کل علم ان پر آشکارا تھا کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہ تھی۔ یہ وہ درجہ ہے کہ جہاں بلا کوشش اور محنت کے تعصب مذہبی وغیرہ خود بخود نیست و نابود ہو جاتے ہیں لہٰذا انکا بھی یہی حال تھا۔ چونکہ شرع ظاہری کی پابندی سے آزاد تھے اس لئے اہل اسلام کا تو ان پر عقیدہ کم تھا مگر اہل ہنود دہلوی ان کے بڑے معتقد تھے۔ حالانکہ اپنے تن پر سوائے کمبل دوسری چیز نہ تھی مگر یہ حال تھا کہ اگر راہ چلتے کسی ہندو دوکاندار سے کہہ دیتے کہ فلاں شخص کو دس سیر مٹھائی دیدے تو بسر و چشم اس کی تعمیل کر دیتا مگر یہ بھی اس کو فائدہ پہنچائے بغیر نہ رہتے تھے۔ کسی نہ کسی طرح سے اس کو دس گنا فائدہ پہنچا دیتے تھے۔ گویا ہر طرح سے کامل و پورے فقیر تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سوامی دیانند سرسوتی جس وقت جے پور پدھارے اور مہاراجہ رام سنگھ جی سے ملنا چاہا تو کل برہمنوں نے جمع ہو کر اس بات کی کوشش کی کہ مہاراجہ صاحب ان سے نہ ملیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ برہمنوں میں کسی کا حوصلہ نہیں ہے کہ

جو سوامی جی سے تقریر کر سکے اور مہاراجہ صاحب ایسے حق پسند ہیں کہ سوامی جی سے ملنے پر اگر مورتی پوجن کے کھنڈن کا انکو نشچے ہوگیا تو کل مندروں کی اینٹ سے اینٹ بجوادیں گے اس لئے کل برہمن جمع ہو کر بڑی مہارانی صاحبہ کے پاس گئے اور عرض حال کیا کہ ہم لوگوں میں سے کسی میں سوامی جی کے ساتھ وارتالاپ کرنے کی سمرتھ نہیں ہے اگر آپ مہاراجہ صاحب کو ملنے سے نہ روکیں گی تو مورتی پوجن کا نام مٹادیں گے۔ غرض بڑی مہارانی صاحبہ یعنی مہاراجہ رام سنگھ کی والدہ نے مہاراجہ صاحب کو بلا کر سخت تاکید کردی کہ سوامی جی سے نہ ملیں۔ کچھ عرصہ قیام کرکے سوامی جی وہاں سے روانہ ہوگئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ گوسائیں گوکل پوری جی مہاراجہ مادھو سنگھ والئ جےپور کے گرو سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا بڑی خاطر سے پیش آئے انکے حالات بھی عجیب ہیں۔ جب یہ چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والدین کا شریر برت گیا یہ اپنے بڑے بھائی کے پاس رہتے تھے انکی بھاوج کا سلوک ان کے ساتھ بہت خراب تھا ایک روز وہ بہت ہی بری طرح پیش آئی اور شام کو جب انکے بڑے بھائی آئے تو ان سے بھی شکایت کی انھوں نے بھی اس کی طرفداری کرکے انکو سخت وسست کہا اس برتاؤ سے انکے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ خودکشی پر آمادہ ہوگئے اور مکان کے اوپر جاکر وہاں سے نیچے گر پڑے۔ وہاں پر ایک عجیب وقوعہ پیش آیا۔ زمین پر گرنے سے پیشتر انکو ایسا معلوم ہوا کہ کسی شخص نے ہاتھوں پر روک کر انکو زمین پر کھڑا کردیا۔ جب آنکھ کھول کر انھوں نے اس کی طرف دیکھا تو ایک شخص جسکا سدا شو جی کا سا نہیں ہے سامنے کھڑا ہے۔ اس نے ان سے کہا کہ بچہ ایسی ہراسانی کی کیا بات ہے کہ تم نے پران ہون کرنے کی ٹھان لی۔ جس بات کی تم فکر کرتے ہو اس کی تکلیف تم کو آئندہ سے نہ ہوگی اور کسی کے محتاج نہ ہوگے اور ایک یہ اجازت بھی ہماری طرف سے ہے کہ ۲ دو باتیں تمھاری پوری ہوں گی یعنی ۲ دو باتوں کے واسطے تم جس سے جو کچھ کہدوگے وہ بچن تمھارا خالی نہ جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ صورت انتردھیان ہوگئی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ گوسائیں گوکل پوری جی کو ۲ دو بچنوں کا ور دان ملا تھا اس میں سے ایک تو انہوں نے مہاراجہ صاحب گوالیار سے کہا تھا کہ تمھارے گھر میں لڑکا ہوگا

وہ پورا ہوا - اور دوسرا مہاراجہ مادھو سنگھ جی کو جب وہ جے پور کی ریاست سے نکل کر بندرابن میں رہتے تھے اس وقت انھوں نے فرمایا تھا کہ تم کو راج ملے گا - وہ بھی سدھ ہوا -

ایک روز یہ شعر پڑھا ؎

ایکن کو دیت پھرلٹے کے ایکن کو بیٹھے دیت ہے

ایکن کو مانگے نہ دیت ایکن کو دیت نہ لیت ہے

اور فرمایا کہ مہاراجہ رام سنگھ جی والئ جے پور نے اصلیت کی تلاش میں ہزار طرح سے کوشش کی اور لاکھوں روپیہ صرف کیا - انکا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک دن خصوصاً ہر مذہب و ملت کے آدمیوں کا دربار عام ہوتا تھا اور اس میں ہر شخص اپنے اصولوں کو بیان کرتا اور اس پر بحث مباحثہ ہونے کے بعد جو بات درست معلوم ہوتی تھی اس کو بلا تعصب منظور اور اختیار کرتے تھے - اور بھی اسی طرح کی کارروائیاں جاری تھیں تاہم پھر بھی راہ راست کا پتہ نہ ملا پر نہ ملا - اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جو لوگ دولت و روپیہ کے لالچی ملے وہ خود اس راہ سے ناواقف تھے انکو کیا فیض و فائدہ پہنچاتے اور مردان خدا میں انھوں نے اسکو تلاش نہ کیا - آخری وقت پر انھوں نے بی بی نوازن کو جو ایک بڑی مہاتما تھیں یاد کیا - لوگ باگ انکو بلانے گئے بھی مگر وہ اس وقت تک نہیں آئیں جب سب لوگ بہت درپے ہوئے تو انھوں نے یہ الفاظ کہے کہ "بدبو آتی ہے بدبو آتی ہے" اور وہاں سے اٹھ کر چلدیں اور مہاراجہ صاحب سے ملنے نہ آئیں -

ایک روز ارشاد ہوا کہ جے پور میں حافظ جی تیاگی بڑے اعلیٰ درجے کے مہاتما تھے انکو آنکھ کی قوت بہت زیادہ تھی یعنی اگر کسی پر ناراض یا خوش ہو کر دیکھ لیا تو بس رنگ دیا - پھر وہ دنیا کے کام کا مطلق نہ رہتا تھا مجذوب ہو کر کپڑے پھاڑ کر نکل جاتا تھا -

ایک روز ارشاد ہوا کہ جے پور میں حکیم محمد شاہ جی گرہستی بھی بڑے اچھے بزرگ تھے - جس کسی کو اُپدیش کرتے تھے باسلسلہ کارروائی کرتے تھے آنکھ کی جو قوت حافظ جی کو میسر تھی وہ انکو بھی حاصل تھی مگر اس کا استعمال کرنا اور کسی کے دنیا کے کام بالکل تباہ کر دینے یہ انکو مناسب معلوم نہ ہوتا تھا انکی کل کارروائی سلوک کی تھی اس وجہ سے

حافظ جی کی نسبت انکا درجہ کسی قدر بڑھا ہوا تھا۔ ان کو مہاراجہ صاحب جے پور کی سے چار روپیہ روزانہ کی جاگیر ملی ہوئی تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم جے پور میں تھے اس وقت وہاں تین شخص اہل اسلام ۱۔ حکیم محمد شاہ جی گرہستی۔ ۲۔ حافظ جی تیاگی۔ ۳۔ بی بی نوازن اور پانچ شخص اہل ہنود اچھے مہاتما تھے۔ ۱۔ سوامی آنند پوری جی۔ ۲۔ سوامی گنیش پوری جی۔ ۳۔ بھگوان داس جی مست و آزاد۔ ۴۔ سانولداس جی ساکن سٹروا۔ ۵۔ بھارتی جی۔ آخر الذکر دو اصحاب تو معمولی درجہ میں تھے۔ بھگوان داس جی۔ سوامی آنند پوری جی و گنیش پوری جی سے کچھ درجے میں کم تھے۔ ان سب میں سوامی آنند پوری جی اعلیٰ درجے کے آدمی تھے۔ ان کو اس بات کا شوق تھا کہ اوروں کو کچھ بتا دیں اور اُپدیش کریں مگر مان اپمان کا خیال بالکل مر گیا تھا یہاں تک کہ اگر یہ زمین میں بیٹھے ہوں اور کوئی اور شخص آکر چارپائی وغیرہ پر بیٹھ جائے تو انکو مطلق کچھ خیال نہ تھا دیگر کسی اشخاص میں یہ بات نہ تھی مگر ان سب کی نسبت اہل اسلام کچھ بڑھے ہوئے درجے کے فقیر تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سوامی آنند پوری جی کی عمر جب نوے سال سے تجاوز کر گئی اور مرض موت لاحق ہوا تو داروغہ دھابھائی اور انکے دیگر شیشوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا جس کو ہم آپ کے بعد مانیں تو انھوں نے ہماری بابت کہا کہ میرا جانشین اس ہی شخص کو کرنا کیونکہ وہ میرا نواسہ ہے اور اس لائق ہے اور اگر وہ منظور نہ کرے (کیونکہ وہ آزاد آدمی ہے) تو پھر میرا جانشین کسی کو مت کرنا ہم کو جانشین کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ وہ آزاد آدمی ہے ہماری طرح اس جگہ پر ان کے قیام کی امید نہ رکھنا۔ جب یہ معاملہ ہوا ہم سانبھر میں تھے۔ خط بھیجکر ہم کو طلب کیا جب ہم پہونچے تو حالت بہت نازک تھی اور بہت کمزور تھے مگر بڑی محبت سے پیش آئے قلاقند وغیرہ منگوا کر کھلوایا اور جانشینی کے بارے میں لالہ چھوٹے لعل کے تذکرہ کرنے پر کاغذ قلم طلب کیا اور اُردو میں یہ الفاظ لکھے "رام یاد کو مانو" لالہ مہابیر پرساد نے یہ تحریر پڑھ کر سب کو سنائی اور ہم کو بھی دکھلائی۔ اس وقت نتیا نند اور راگھو داس

نے عرض کی کہ ہمارے واسطے کیا حکم ہے تو ایک کو گیارہ روپیہ اور دوسرے کو پانچ روپیہ دینے کا حکم دیا - داروغہ جی کے نوکر رام پرتاب نے جو دو سو روپیہ داروغہ جی کی طرف سے لیکر آیا تھا یہ رقم انکو دیدی - شب کو گیارہ بجے داروغہ رام چندر جی آئے اور عرض کیا کہ میرے واسطے کیا حکم ہے تو مہاتما نے جواب دیا " اپنی کرنی پار اترنی " اور کہا کہ " تین برس تک ہمارا خیال تمہارے گھر پر اور رہے گا اس کے بعد تم جانو تمہارا کام جانے " دوسرے روز دس بجے دن کے مہاتما نے شریر تیاگ دیا - اس خبر کو سنکر دم کے دم میں ہزاروں آدمی جمع ہو گئے اور لوگوں نے کہا کہ مہاتما کے شریر کو بہت عرصہ تک مکان پر نہ رکھنا چاہیئے اس لئے فوراً ومان بنا کر موتی دروازہ لال ڈونگری گنیش جی کے استھان پر لے گئے اور وہیں انکو سمادھی دی -

ایک روز ارشاد ہوا کہ راج پوتانہ کی رسم کے مطابق سوامی آنند پوری جی کی جین حیات میں ہی داروغہ رام چندر جی نے انکا تکیہ اور بھنڈارہ بڑی دھوم دھام سے سمت ۱۹۴۴ میں کیا تھا مگر ان کے سمادھی لینے کے بعد بھی انھوں نے پھر بھنڈارا کیا بھنڈارے کے دن مہابیر پرشاد ہمارے پاس بھی گئے اور کہا کہ آج کچھ بھنڈارا وغیرہ ہے اور گنیش جی کے استھان پر بڑے بڑے سادھو جمع ہیں آپ بھی چل کر درشن کیجئے - غرض ہم کو وہاں لیجا کر ایک آسن پر بٹھا دیا چند ست سنگی مہاتماؤں سے وارتالاپ ہوتی رہی -

جب جیون ہو چکا تو ان کے ششیوں نے چادر اڑھانے کی تیاری کی مگر پیشتر ہم کو اس کا کچھ حال معلوم نہ تھا - مہاراجہ جے پور کی ماجی بڑی راٹھور جی سوامی آنند پوری جی کو بہت مانتی تھیں اور انکی دھوائیں سوامی جی کی ششیا تھیں اسلئے نوہرے کی طرف سے انھوں نے بڑی بیش قیمت چادر بھیجی تھی - اول چند مہاتماؤں نے وہ چادر ہمارے اوپر ڈالی اور بعدہٗ داروغہ رام چندر جی نے اپنی لائی ہوئی چادر ڈلوائی - نیتیانند موتی جو کہ برہم چاری دیوانند جی کا چیلہ تھا مگر اس کے گرو نے اس کو نکال دیا تھا اور وہ سوامی آنند پوری جی کے پاس رہا کرتا تھا

اس لئے اس کو درپردہ چند لوگوں نے بہکا دیا کہ تو بھی اس وقت چادر اوڑھ
لے تو اس استھان کا مالک ہو جائے گا اور سب تیرے مُرید کہلائیں گے ۔
سوامی جی نے وفات کے وقت جو روپیہ اس کو دلوائے تھے اس سے اس نے
گڑ کا حلوا تیار کرا کر دس، بیس سنجوگی سوامیوں کو جمایا اور اسی روز اسی استھان
کے نیچے مہادیو جی کے مندر پر ان لوگوں کے ہاتھ سے چادر اوڑھی ۔ بعدہٗ اس
نے بشراکت گھاسی رام ٹھلو سارٹیفکٹ کی درخواست کر دی ۔ یہ بات سوامی جی
کے مریدوں کو بہت ناگوار گزری اور انھوں نے اس کی غداری کی اور عدالت دیوانی
سے حکم ہوا کہ گھاسی رام گرہستی ہے نہنگ مہاتما کا جانشین نہیں ہو سکتا اور
نتیانند کو حکم ہوا کہ تمھارے گواہ کل سنجوگی ہیں کوئی نہنگ مہاتما یا معزز آدمی
ان کے مریدوں میں سے گواہ نہیں اس لئے تمھاری درخواست بھی نامنظور ہے ۔
نتیانند تو چپ ہو بیٹھا مگر گھاسی رام نے محکمۂ اپیل یعنی عدالت جج اور محکمہ عالی کونسل
یعنی ہائی کورٹ میں اپیل ٹھونکی مگر ہر جگہ سے اپیل خارج ہوئی جب نوبت یہاں تک
پہنچی تو انکے کل مرید جمع ہو کر ہمارے پاس آئے اور کہا کہ گھاسی رام نے گرو مہاراج
کی حکم عدولی کی ہے یہ سیوا ٹہل کے لائق نہیں آپ اس کو علٰحدہ کر دیجئے کیونکہ
یہ جانشینی کا دعویٰ کرتا ہے اور ہم اسکو اپنے گرو کا جانشین نہیں مان سکتے اور
انھوں نے ملکر برائے چندے اسکو علیحدہ بھی کر دیا اور ان کا خیال تھا کہ قطعی طور
پر اسکو علیحدہ کر دیں مگر ہم نے سب کو بلا کر سمجھایا کہ بوجہ گرہستی ہونے کے نہنگ
کی گدّی پر نہیں بیٹھ سکتا مگر سوامی جی سے اُپدیش تو اسکو ضرور ملا ہے اور
بیس۲۰ پچیس۲۵ برس سے استھان پر رہتا اور سیوا ٹہل کرتا ہے اب بھی سمادھی پر
چراغ وغیرہ جلایا کرے گا کیونکہ ہمارے قیام کا کیا ٹھکانہ آج یہاں کل وہاں ان مکانوں
کی ہمارے کون دیکھ بھال کرے گا ۔ ہم بھجن پوجن اور عبادت کی غرض سے فقیر ہوئے
ہیں اگر مٹھ و گدّی پانے کی خواہش ہوتی تو ہم اپنی ملکیت اور گھر بار چھوڑ کر ہی کیوں
آتے ۔ ہم خود ایک چھوڑ دو۲ دو۲ جگہ کے مالک تھے اور جب سوامی جی ہی ان استھانوں

کو چھوڑ گئے تو ہم کیا چھاتی پر دھر کر لیجا دیں گے اور ہم کو اس جانشینی کی بھی ضرورت نہ تھی صرف تم لوگوں نے اپنے پریم اور محبّت سے ایسا کیا ہے تو اپنی طبیعت اور محبّت تک رہنے دو۔ ظاہری سامان دنیاداری سے کیا تعلق ہے۔ غرض اس طرح سے سمجھا بجھا کر گھاسی رام کو بحال کرایا اور اپنا پیچھا چھڑایا۔ وہ لوگ بھی مجبور ہو کر چلے گئے۔ حالانکہ موتی دروازہ کا مقام بڑی فضا اور بہار کا تھا مگر ان لوگوں کی دل شکنی وغیرہ کے لحاظ سے ہم کبھی وہاں جا کر بھی نہ رہے اب تک کل ملکیت اسی طرح پڑی ہے۔ حالانکہ اب بھی لوگ ہمارے پیچھے پڑے ہیں کہ ہم وہاں جا کر قیام کریں مگر ہم کو پابند ہو کر رہنا پسند نہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سوامی آنند پوری جی پشینتر شاکت دھرم کا اُپدیش ملا تھا اور اس میں انھوں نے کمال پیدا کر لیا۔ آمیر میں دیوی جی کے مندر میں بارہ برس تک تپ کیا اور دیوی اور بھیروں کی اُپاسنا کی جب پوجن ختم ہوا تو اپنی زبان کاٹ کر چڑھا دی اور پھر دیوی جی کی کرپا سے زبان پشینتر کے موافق درست ہو گئی۔ پھر ایک فقیر کامل کی توجہ سے پرانا یام اور اجپا کا اُپدیش پایا۔ اس میں بھی بہت ہی اعلیٰ درجے کے تھے یعنی کمال کو پہنچا دیا جب ہمارا ان سے ملنا ہوا تو اس وقت انکی عمر قریب ۹۴ یا ۹۵ برس کی تھی۔ مگر اس وقت بھی شریر لیشٹ اور پراکرم درست تھے۔ تیز رفتار اس قدر تھے کہ اچھے خاصے جوان بھی پیچھے بھاگتے ہی دکھائی دیتے تھے۔ یہ ایک بڑے امیر کبیر کمسریٹ کے گماشتہ کے لڑکے تھے جب ویراگ ہوا اور گرہستیاگ کیا تو ایک لاکھ روپیہ از قسم زیور و جواہر اپنے ہمراہ لیا اور یہ عہد کیا کہ کبھی کسی سے بھیک نہ مانگیں گے اور ان کو کبھی اس کی ضرورت نہ پڑی سینکڑوں بڑے بڑے رئیس و مہاراجہ ان کے شِشیہ تھے مہاراجہ شیو ناتھ سنگھ والی کھیتری تو انکے بہت ہی معتقد تھے۔ جب کبھی انکا وہاں جانے کا اتفاق ہوتا تو ہزاروں روپیہ ان کی بھینٹ کرتے اور انکی کل سیوا ٹہل اپنے ہاتھ سے کرتے یہاں تک کہ انکو اپنے ہاتھ سے چلم تک بھر کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ سوامی جی کھیتری گئے تو ان کے پوتے مہاراجہ اجیت سنگھ

نے جو آگرہ میں باغ سکندرہ کی صحری سے گر کر مر گئے بجائے نقد بھینٹ کے ایک چٹھی لکھ کر دی اور عرض کیا کہ اس کا روپیہ خزانچی جی سے لے لینا۔ سوامی جی نے ہنس کر چٹھی واپس کر دی اور کہا کہ ہم کو روپے کی بالکل ضرورت نہیں ہے صرف تمھاری محبت سے چلے آتے ہیں یہ سنکر وہ بہت شرمندہ ہوئے اور معافی مانگی اور نقد روپے بھینٹ کئے۔ جو کچھ روپیہ ان کے پاس تھا کل غریبوں اور محتاجوں کو دیدیتے تھے اپنی رقم میں سے قریب پچیس ۲۵ ہزار کے اسی طرح پر صرف کر دیا تھا۔ باقی پچھتر ہزار جو بچا تھا اس کے بارے میں داروغہ جی نے دریافت کیا تو ہماری نسبت کہا کہ انکو اختیار ہے۔ بعدہٗ داروغہ جی وہ کل رقم ہمارے پاس لائے اور کہا کہ آپ انکے جانشین ہیں اور انھوں نے ایسا فرمایا ہے کہ آپ کو اس کا اختیار ہے اس لئے آپ خود لے لیجئے یا بطور خیر خیرات جس طرح چاہیں صرف کر دیجئے۔ ہم نے کہا کہ تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ میں روپیہ پیسے کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگاتا پھر اس رقم کا کیا کروں گا۔ وہ تمھارے بھی گرو تھے تم ہی جس طرح سے چاہو اس کو کام میں لاؤ۔ انھوں نے کہا اس کا اختیار آپ کو ہی ہے ہم تو جیسے انکے سیوک تھے ویسے ہی آپ کے بھی ہیں، اور بہت اصرار کرنے لگے مگر ہم نے اس رقم کو نہیں لیا وہ انھیں کے پاس رہی اور انکی بھگتن اور دیگر اہلکار ملکر اس کو خورد برد کر گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سوامی آنند پوری جی کی طبیعت حد درجہ کی پراوپکاری تھی سفارش وغیرہ کے واسطے اگر کوئی آ کر کہے تو خواہ واقفیت ہو یا نہ ہو فوراً تیار ہو جاتے تھے۔ انکا مقولہ تھا کہ جسم و مال و رسوخ جس سے بھی کسی کی خدمت ہو سکے کرنی چاہیئے۔ ایک دفعہ رات کے وقت ایک بڑھیا روتی ہوئی آئی اور بہت عاجزی کے ساتھ کہا کہ میں آپ کی شرن آئی ہوں میرے صرف ایک جوان لڑکا ہے اس کو اہلکاران راج نے قتل کا جرم لگا کر گرفتار کر لیا ہے اور مجسٹریٹ نے پھانسی کا حکم دیدیا ہے کل ہائیکورٹ میں اس کی اپیل ہو گی میرے بڑھاپے کا سہارا اور آنکھوں کا تارا ہے۔ میں نے سینکڑوں حکام سے فریاد کی کسی نے داد نہ دی آپ کا نام سنکر آئی ہوں۔ انھوں نے

کہا کہ دھیرج رکھو اور کہو تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ آپ ہائی کورٹ کے جج سے کچھ سفارش کر دیں تو اس کی بریت کی صورت ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو جج کو جانتا بھی نہیں ہوں مگر خیر گرو مہاراج مالک ہیں یہ کہہ کر اسی وقت رات کو بڑھیا کو ساتھ لے کر جج صاحب کے مکان پر پہونچے اطلاع کرانے پر جج صاحب خود باہر نکل آئے اور بڑی بھگتی سے درشن دینے کا باعث دریافت کیا تو آپ نے بڑھیا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس سے دریافت کر لو۔ اس کا کام ہی ہمارا کام ہے۔ جج صاحب نے بڑھیا کو سمجھا بجھا کر روانہ کر دیا اور لڑکے کی بریت کی بھی کچھ ترکیب بتا دی۔ دوسرے روز اپیل میں اس ترکیب کی وجہ سے قاعدے کے ساتھ رہائی ہو گئی۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ مہاتما بلا غرض صرف اُپکار کی وجہ سے سفارش کرنے چلے آتے ہیں اور سوائے اس کام کے کبھی بلانے سے بھی نہیں آتے تو انکے آنے کو بھی غنیمت سمجھتے اور اپنے بھاگ سراہتے اور جی توڑ کر انکے کام میں کوشش کرتے اور انکے فرمانے کو بجا لاتے۔ انکی طرف سے جوگ ابھیاس کا اُپدیش صرف دو شخصوں کو تھا۔ ایک مہا بھائی داروغہ رام چندر جی اور دوسرے بابو شیو نارائن سیکریٹری حضور محتشم عالی کونسل یہ دونوں اصحاب بھی بڑے پائے کے شخص تھے اور بڑی مرجاوا سے پیش آتے تھے دونوں موسم کا کپڑا بیشتر سوامی جی کی بھینٹ کر لیتے تھے اس وقت آپ استعمال کرتے تھے۔ موسم سرما کا ماہ کاتک اور موسم گرما کا بسنت پنچمی یا سورج ستمی کو چڑھاتے تھے۔ انکا داروغہ رام چندر جی کے مکان پر تھا انھوں نے ان کے ٹھیرنے کا کافی انتظام کر رکھا تھا۔ ایک مسمّی رام پرتاپ برہمن اور ایک مسمّی راج کشور رسوئیا انکی خدمت کے واسطے مقرر کر دیئے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم لالہ مہابیر پرساد کے گھر جا رہے تھے کہ راہ میں ایک صاحب بخشی شیو نرائن رہتے تھے۔ انھوں نے ہم کو جاتے دیکھ کر راہ میں آ کر قدم پکڑ لئے اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ آپ اکثر اس راہ سے گزرتے ہیں کبھی ہم غلاموں پر دیا نہیں کرتے آج نان و نمک یہیں تناول فرمائیے۔ ہم نے کہا کہ آج تو مہابیر پرساد کے یہاں جاتا ہوں

پھر کسی روز ممکن ہے۔ غرض انھوں نے دن اور دوپہر کا وقت مقرر کر دیا۔ ہم نے منظور کر لیا۔

روز مقررہ پر ہماری طبیعت کچھ ناساز اور نزلہ وغیرہ کی شکایت ہوگئی مگر چونکہ وعدہ کر آئے تھے اس لئے وقتِ معودہ پر بخشی صاحب کے مکان پر گئے اور نوکر کی معرفت اطلاع کرائی۔ بخشی صاحب نے جواب دیا کہ باہر بٹھا دو۔ ہم باہر ایک تختِ چوبی پر بیٹھ گئے۔ بخشی صاحب باوجودیکہ راج کے امتیازی سردار اور معزز آدمی تھے اور قریب دس بارہ[12] روپیہ روز کی جاگیر راج سے ملی ہوئی تھی مگر انکو قمار بازی کی لت تھی اور اُس وقت بھی وہ اپنے دو چار[2] ساتھیوں کے ہمراہ جوا کھیل رہے تھے اسلئے ہماری فکر نہ کی ؎

سیپ گھیو موتی بھیو کدلی بھیو کپور
اہی گن گھیو تو بش بھیو سنگت کو پھول سور

ہماری طبیعت پہلے ہی خراب تھی باہر بیٹھنے سے جو ٹھنڈی ہوا لگی تو بخار چڑھ آیا اور رفتہ رفتہ ایسی تیزی ہوئی کہ طبیعت گھبرانے لگی اور کئی مرتبہ چاہا کہ اٹھ کر چلے چلو مگر مروّت نے اجازت نہ دی اور دل میں خیال کیا کہ ہم اگر چلے جاویں گے تو بخشی صاحب کو بہت ناگوار گزرے گا اور کہیں گے کہ ذرا بھی انتظار نہ کر سکے اور پھر اطلاع کرانی بھی مناسب نہ سمجھی کیونکہ اس وقت وہ ایسے مشغلہ میں مشغول تھے کہ شاید انکو ناگوار گزرتا اور کیا کچھ کہہ بیٹھتے۔ سوچا کہ بیٹھنے کو کہا ہے سو بیٹھے رہو اگر صاف جواب مل جاوے تو چلنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اس لئے اس شدید بخار میں تین گھنٹے ضبط کئے رات تک بیٹھے رہے۔ قریب دس بجے رات کو بخشی صاحب باہر آئے تو ہم کو بیٹھے دیکھ کر پسینہ پسینہ ہوگئے بڑی عذر معذرت کی اور کھانا کھلانے کو اندر لے گئے اور سب کی اوپر کی چھت پر کھلے میں بٹھا دیا۔ وہاں زور کی ہوا لگنے سے بخار میں اور بھی تیزی ہوگئی۔ بخار کی وجہ سے بھوک تو پہلے ہی وداع ہوگئی تھی۔ مگر ہم نے سوچا کہ دو چار لقمے ضرور کھانے چاہئیں تاکہ انکا دل رہ جاوے۔ بخشی صاحب کو تھوک پھینکنے کی بہت

عادت تھی اس وقت بھی انھوں نے تھوکا ہم نے صرف ایک نوالہ کھایا تھا اور دوسرا اٹھانے کو تھے کہ وہ کھکار ہماری تھالی میں آ کر گری۔ بس کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ مگر بخشی جی کو یہ حال معلوم نہ ہوا اور انھوں نے کھانا بند کرنے کا سبب پوچھا تو ہم نے کھکار کے گرنے کا حال تو نہ کہا صرف اتنا کہا کہ آپ دیکھ لیجیے کہ مجھ کو کس قدر شدت کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ صرف آپ کی مروّت اور وعدے کے لحاظ سے چلا آیا ہوں مگر بوجہ شدت بخار کھانے سے مجبور ہوں۔ غرض ہاتھ دھو کر واپس چلے آئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ صبح ہی لالہ نراین سہائے ملنے آئے اور پوچھا کہ کل رات بہت دیر تک میں یہاں حاضر رہا آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ ہم نے کہا کہ کل بخشی صاحب کے ہاں دعوت تھی۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا کھانا کھایا۔ کیونکہ وہ ہمارے بڑے عزیز تھے اس لئے ہم نے ہنس کر کل کتھا کہہ دی کہ ایسا ایسا معاملہ پیش آیا۔ اثنائے گفتگو میں بخشی جگنا تھ بھی آ گئے۔ یہ بڑے ست سنگی تھے اور فقیروں کے حالات معلوم کرنے کا انکو بڑا شوق تھا۔ جس کسی فقیر کو دیکھتے ایک وقت کھانا کھلائے بغیر تو ہرگز نہ جانے دیتے اور اگر اس کا بھید ملجاتا تو پھر اس کی طرف زیادہ توجہ نہ رہتی تھی۔ البتہ بھید نہ ملنے پر ہفتوں تک گھر پر لاتے، کھانا کھلاتے اور خدمت کرتے مگر انکی طبیعت کہیں نہ ملی جب ہم سے ملاقات ہوئی تو کچھ ایسی تسلّی ہو گئی کہ تلاش و جستجو سب بند ہو گئی اور کہتے تھے کہ عمر بھر ڈھونڈا اگر پایا تو آپ کو پایا۔ انکو درشنوں کا ایسا نیم تھا کہ جاڑا گرمی برسات خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو آدھی رات تک بھی وقت ملے تو ایک دفعہ تو ضرور ملنے آتے تھے اور یہ حال تھا کہ صبح سے شام تک جتنی باتیں کھانے پینے حتیٰ کہ گھر کی گفت و شنید تک کی جو کچھ دیکھی یا سنی ہوں سب ہم سے آ کر بیان کرتے تھے۔ ہم نے بارہا سمجھایا کہ ہمارے پاس آ کر کوئی ست سنگ کی بات چیت کیا کرو یہ کیا بکھیڑے لے بیٹھتے ہو۔ مگر وہ اپنی عادت سے باز نہ آئے جب ہم نے کئی مرتبہ منع کیا تو انھوں نے لاچار ہو کر کہہ دیا کہ چاہیں آپ خوش ہوں یا ناخوش ہوں میں اپنی حرکت سے باز نہیں رہ سکتا جب تک کل کچا حال آپ سے نہ کہہ دوں تب تک

مجھ کو چین نہیں پڑتا - آخرش ہم بھی چپ ہو رہے - حسب معمول صبح آ کر انھوں نے یہ افسوسناک خبر سنائی کہ نہ معلوم کس خطا پر بخشی شیو نراین کی کل جاگیر، جائداد ضبط ہو گئی اور کل کاغذ پتر راج میں داخل ہو گئے اور بخشی صاحب زیر حراست راج ہیں سب آبرو خاک میں مل گئی - کیونکہ ان کی جاگیر میں روپیہ یا دو روپیہ کا ان کا حصہ بھی تھا اس لئے ان کی ضبطی کا ان کو بہت قلق ہوا اور انکی قمار بازی کی عادت کی شکایت کرنے لگے - اس وقت لالہ نراین سہائے سے نہ رہا گیا اور بول اٹھے کہ واقعی وہ تھے بھی اسی لائق، کل سوامی جی کی دعوت کر کے جو تکلیف ان کو دی آخر اس کا نتیجہ بھی تو کچھ نکلنا چاہئیے تھا - اور سب حال بخشی جگن ناتھ کو سنا دیا۔ چونکہ یہ ہمارے بڑے معتقد تھے انکا خیال جم گیا کہ یہ کل آفت مہاراج کا اپمان کرنے کا نتیجہ ہے اور انھوں نے ناراض ہو کر کچھ بد دعا کی ہے اور اب اگر کچھ ہونا ہے تو انکی دعا سے ہی ہونا ہے اور ہمارے پیچھے پڑ گئے کہ آپ کچھ دعا کیجیے ہم نے ان کو سمجھایا کہ ہم تو ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ تم سب لوگ خوش و خرّم رہو - اور ہم نے ناراض ہو کر کچھ نہیں کہا ہے اور ہم ناراض ہوتے بھی کیوں انھوں نے ہماری دعوت کی - کھانا کھلایا خدمت کی اس میں ناراضگی کی کیا بات تھی - یہ سب کچھ ان کے اعمال کا حشر ہے ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں - مگر ان کی سمجھ میں ایک بات نہ آئی - اوّل تو ہم پیچھا چھڑانے کی غرض سے جے پور سے سانبھر چلے گئے کچھ عرصے بعد جب واپس آئے تو انھوں نے پھر وہی مذکور چھیڑا اور بخشی شیو نراین کے لڑکے ڈال چند کو بھی ہمارے پیچھے لگا دیا - پھر ہم نے سوچا کہ یہ بھگت آدمی ہے اور بہت عرصے سے ملنے آتا ہے اپنے دل میں کیا کہے گا کہ ذرا سا کام بھی نہیں کیا - اس لئے ہم نے صاف کہدیا کہ جاگیر دلوانا یا انکو رہا کروانا تو ہمارے اختیار میں ہے نہیں - البتہ چلّہ وغیرہ سے خواب کی صورت میں یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ یہ کام ہو جائے گا یا نہیں - خیر وہ اسی بات پر رضامند ہو گئے اور ہم نے چلّہ شروع کیا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ انکے بزرگوں کو کسی فقیر نے

ایک ٹوپی دی تھی اس کو لے کر جب دہلی سے جے پور آئے تو اس کی برکت سے مصاحبی مل گئی۔ تہوار وغیرہ پر اس ٹوپی کو دھوپ لوبان وغیرہ دیا کرتے تھے مگر اب انھوں نے یہ کل کارروائی بند کر دی ہے بلکہ اس ٹوپی کو بے قدری سے ڈال رکھا ہے اسی وجہ سے یہ ضبطی وغیرہ ہوئی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بخشی صاحب کی رہائی اور دیگر لوگوں کی جاگیر بحال ہو جاوے گی مگر بخشی صاحب کی نج کی جاگیر بحال نہ ہوگی اور عہدۂ بخشی گیری بھی نہ ملے گا۔ یہ بات معلوم ہونے پر تلاش کی گئی تو واقعی ایک ٹوپی نکلی اس کو دھوپ وغیرہ دی گئی کچھ عرصے کے بعد پرماتما کی کرپا سے اور لوگوں کی جاگیر بحال ہو گئی اور بخشی شیونراین رہا بھی ہو گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ریاستِ جے پور میں ایک شخص سیٹھ چندر بھان رہتے تھے۔ ان کے پاس جو رسوئیا تھا وہ ایسا پیٹو اور کھانے والا تھا کہ چار پانچ سیر خوراک اس کی روزانہ خوراک تھی۔ کار بیوپار کی غرض سے سیٹھ جی بمبئی میں جا رہے تو یہ رسوئیا بھی ہمراہ گیا۔ وہاں پر بصرف زر کثیر سیٹھ جی نے ایک کتب خانہ اور دھرم شالہ بنوائی اور فقیر مہاتماؤں کے ٹھیرنے اور آسائش کا اچھا انتظام کیا اور اس رسوئیے کے سپرد اس کا انتظام اور نگرانی کر دی۔ اکثر سادھو مہاتما وہاں ٹھہرا کرتے تھے اور رسوئیا انکی بڑی خدمت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک فقیر وہاں پر آ کر بہت عرصے تک ٹھیرے اور اس رسوئیے نے ان کی بڑی خدمت کی اور نیز سیٹھ جی کے انتظام سے بہت خوش ہوئے۔ جب روانہ ہونے لگے تو سیٹھ جی سے کہلا بھیجا کہ اب ہم جانے والے ہیں ہم سے آکر مل جاؤ۔ جب وہ آئے تو ان سے تخلیہ میں دریافت کیا کہ کس غرض اور مقصد سے یہ کارروائی تم نے کی ہے۔ جو مدّعا تمھارا ہو سو کہو آج پورا ہو جائیگا غرض جو کچھ انکو کہنا سننا تھا وہ کہہ سن لیا اس کے بعد فقیر صاحب نے اس رسوئیے کو بلایا اور کہا کہ بھائی تم نے بھی ہماری بہت خدمت کی ہے بولو اس کے عوض میں کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ مہاراج میں اس موذی پیٹ سے بڑا تنگ ہوں کوئی ایسی بات بتاؤ جس سے میری بھوک مٹ جائے۔ انھوں نے کہا کہ اچھا آج سے

بھوک نہ لگے گی۔غرض فقیر صاحب تو وہاں سے روانہ ہو گئے اب اُس رسوئیے کا
یہ حال ہو گیا کہ کہاں تو چار پانچ سیر روزانہ کھاتا تھا کہاں یک لخت بھوک و پیاس
بالکل جاتی رہی اور کچھ کمزوری وغیرہ بھی نہ معلوم ہوئی بلکہ طبیعت اور بشاش رہنے
لگی اور ویسا ہی ہٹا کٹا بنا رہا۔چند روز بعد سیٹھ جی سے رخصت ہو کر گھر چلا آیا اور
پھر واپس نہ گیا بلکہ گرہستی چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی۔جب سیٹھ جی وطن واپس آئے
اور اس کے فقیر ہو جانے کا حال سنا تو جہاں وہ دھونی رماتا تھا وہاں ملنے گئے اور
قریب پانچ سات سیر قلاقند اور کچھ اور اشیاء بھی بھینٹ کے واسطے ہمراہ لے گئے۔
بہت دیر تک بات چیت کرنے کے بعد سیٹھ جی نے کہا کہ اس میں سے کچھ بھوگ لگاؤ
تو اس نے ہنس کر جواب دیا کہ ہم نے تو کھانا پینا بالکل چھوڑ دیا ہے اور چونکہ اب
بغیر ان پانی کیے بہت سال بیت گئے ہیں اس لئے ذرا سا بھی بہت نقصان کریگا۔
سیٹھ جی کو یہ بات سنکر اور اس کی پہلے کی حالت یاد کر کے یقین نہ آیا اور کھانے
کے واسطے بہت اصرار کیا تو اس نے مجبور ہو کر کہا کہ اچھا آپ کی خاطر کرتا ہوں مگر
تکلیف بہت ہو گی اور یہ کہہ کر ایک سینک زمین سے اٹھا کر جسقدر میٹھا اس کی نوک
پر آیا اتنا اس پر رکھ کر کھا لیا بس اس کا کھانا تھا کہ گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد بدن
سوجنا شروع ہوا اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ تھوڑے ہی عرصے میں سوج کر بالکل
دم بخود ہو گیا، اب تو سیٹھ جی کے ہوش اڑے اور فوراً ڈاکٹر وغیرہ کو بلوایا اور بڑی
کوشش اور علاج سے بہت عرصے میں اسکو فائدہ ہوا پھر سیٹھ جی نے اس سے
دریافت کیا کہ یہ بات تم کو کیسے نصیب ہوئی تو اس نے تمام حال اس فقیر کا سنایا
کہ آپ نے نہ معلوم اس سے کیا مانگا تھا ہم نے تو اس سے بھوک بند ہونے
کی التجا کی تھی اس کی دعا سے یہ حال ہے کہ بالکل بھوک نہیں لگتی اس دن کے
بعد آپ کے سامنے سینک کی نوک پر رکھ کر مٹھائی کھائی تھی اس کا جو اثر و نتیجہ
ہوا وہ خود آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔اب دیکھنا چاہیے کہ اس شخص نے
فقیر سے ملکر بھی مانگا تو کیا مانگا۔پس ہے ہے ہ

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ایک روز ارشاد ہوا کہ بخشی صاحب کو ہمارے چلہ کشی کا حال سکھا منڈ پہرہ دار کی معرفت جیل خانہ میں ہی معلوم ہو گیا تھا۔ جب وہ رہا ہو گئے تو اکثر ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔

بپت برابر سکھ نہیں جو تھوڑے دن ہوئے
لوگ کٹم پروار متر جی جان پڑے سب کوئے

ایک روز کہنے لگے دو چار روز میں حضور صاحب یعنی مہاراجہ جے پور کی سالگرہ ہونے والی ہے اس میں آپ داروغہ رام چندر کی معرفت ہم کو بھی بلوا دیجئے تو ہماری آمد و رفت جاری ہو جائے بعدہٗ اسی طرح پر کیا عجب ہے کہ جاگیر بھی بحال ہو جائے۔ ایک وقت تو وہ تھا کہ ہمارے دروازے پر گاڑی بہلی کھڑی رہتی تھیں اور آج یہ وقت ہے۔ ایسی زندگی سے تو مرنا بہتر ہے مگر میں بڑا پاپی ہوں۔ اپنے اعمال کی طرف جس وقت نگاہ کرتا ہوں تو بحالی جاگیر کی آس ٹوٹ جاتی ہے۔ میں نے غریب محتاج کو کبھی کچھ شاید ہی دیا ہو گا۔ ایک مرتبہ میں بندہ کی گھاٹی پر گیا وہاں ایک بھارتی مہاتما رہتے تھے ان کا لوٹا وغیرہ لے کر کام میں لایا تھا۔ چلتے وقت ایک آنہ ان کی نذر کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم کو کچھ ضرورت نہیں ہے اگر آپ استھان پر چڑھاتے ہو تو اپنی حیثیت کے مطابق چڑھاؤ۔ میں نے جواب دیا کہ آج تک کسی سادھو کو کبھی کچھ نہیں دیا ہے تم اس ایک آنے کو بھی غنیمت سمجھو۔ اور ان باتوں کا پچھتاوا ظاہر کر کے آبدیدہ ہو گئے اور بہت ہی درد کے ساتھ کہنے لگے کہ آپ کی ذات سے کچھ بہتری کی امید ہے۔ آپ ہی کچھ دعا کیجئے۔ ان کی عاجزی اور تکلیف دیکھ کر ہماری طبیعت بے قابو ہو گئی۔ ہم نے کہا کہ بھائی شریفوں کو ایسی حالت میں ہم سے نہیں دیکھا جاتا اور ہم تو ہمیشہ دعا ہی کرتے ہیں اور کچھ بے اختیاری کی حالت میں ہاتھ اٹھا کر کہا کہ بھائی میں اس وقت بھی دعا کرتا ہوں کہ پرماتما تمھاری جاگیر بحال کر دے بلکہ تمھارے

اعمال میں سے اگر ابھی کچھ حصہ باقی رہ گیا ہو تو اس کے بدلے میں میرا قصاص ہو جاوے۔ تو اس سے زیادہ اور کیا دعا کروں۔ یہ دعا سنکر انکی تسلی ہو گئی۔ خدم مسبب الاسباب ہے جو کچھ اس کو کرنا منظور ہوتا ہے کسی نہ کسی طرح سے کرتا ہی ہے۔ دو چار روز کے درمیان میں ہی کوئی سبیل انکی جاگیر کی بحالی کی بھی نکال دی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس دن بخشی صاحب کی جاگیر بحالی ہوئی اس رات کو ہم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ہم سے کہتے ہیں کہ اب تک تمھاری تربیت جمالی طور پر ہوئی اور برسوں تک تم نے جمالی منزلیں طے کی ہیں اب جلالی منزلوں کو طے کرنا ہے اس لئے جلالی طور پر اس کی کاروائی ہوگی کیونکہ جب تک تم اپنے نفس پر تکلیف گوارہ نہ کروگے کار متعلقہ خوبی سے سرانجام نہ ہوگا اور خلق خدا نعمت ہدایت سے محروم رہے گی۔ تم نے یہ کام اپنے اوپر لے تو لیا ہے مگر جس طرح سے دیگر سادھو مہاتما اور اوتاروں نے دھرم کی خاطر مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھائی ہیں کیا تم بھی اسی طرح تکلیف اٹھانے کو تیار ہو" تو ہم نے جواب دیا کہ "تکلیف اور برداشت دونوں ایک ہی جگہ سے ہیں جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا"۔

پہونچیں گے جب کہیں گے پہلے کہا نہ جائے
اس من کا بورا نہیں لڑے کہ بھاگا جائے

صبح اٹھ کر ہم مہاتما مہابیر پرسرن پرم ہنس جی جن سے ہماری ایودھیا جی میں ملاقات ہوئی تھی ان کے ایک مہاشیہ کے وہاں شامبھوی پوجن میں چلے گئے وہاں سے جب لوٹ کر آئے تو ہم نے اس خواب کو اپنے ملنے والے چند اصحاب سے جو وہاں موجود تھے بیان کیا اور اس کی تعبیر پوچھی۔ وہ اس خواب کو سنکر ایسے متفکر اور غمگین ہو گئے کہ عرصہ تک کچھ جواب نہ دیا ہم نے انکا غم غلط کرنے کو کہا کہ بھائی خواب اور خیال کی بات پر تم کس فکر میں پڑ گئے۔ خواب جھوٹے بھی ہوتے ہیں اور سچے بھی ہوتے ہیں بالفرض اگر سچا بھی ہو تو فکر کی کیا بات ہے۔ رضا کا مقام تو یہی ہے کہ جمالی اور جلالی محبوب حقیقی کو مساوی سمجھے۔ محبوب کی جفا اس کی وفا کی

نسبت زیادہ لذت بخش ہوتی ہے کیونکہ جمال اور آرام میں تو ہماری اور ہمارے محبوب کی مراد و مرضی ملی جلی ہے اور جلال اور تکلیف میں خالصتاً اسی کی مراد و مرضی ہوگی۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک شخص مسمی ودیا دھر برہمن تشریف لائے اور بات چیت کرنے لگے۔ وہ اس وقت شراب کے نشے میں بدمست تھے کسی بات پر ناخوش ہو کر پہلے تو ہم کو سخت سست کہا اور پھر گالیوں پر اتر آئے اصحاب حاضرین کو یہ بات بری معلوم ہوئی اور ان کا کچھ اور ارادہ تھا مگر ہم نے سب کو منع کیا اور سمجھایا کہ اس وقت تم نہ بولو ہم کو برا بھلا کہہ رہے ہیں تم بیچ میں کیوں دخل دیتے ہو۔ وہ سب تو خون کا سا گھونٹ پی کر بیٹھ رہے مگر پنڈت جی مہاراج خاموش نہ ہوئے اور ہم سے گزر کر ہمارے گرو کو بھی صلواتیں سنانی شروع کیں تب تو ہم نے ڈانٹ کر کہا کہ دیکھو یہ بات بہت بے جا ہے ہم کو چاہے جیسا برا بھلا کہو کچھ پروا کی بات نہیں مگر تم جانتے ہو کہ گرو کا درجہ سادھوؤں کے نزدیک کیسا مانا گیا ہے ہم لوگ اس شریر کو فانی مانتے ہیں اور گرو کے نام پر اس کو وار دیتے ہیں دوسرے گرو مہاراج کا اس وقت کیا ذکر ہے اب تم ایسی گفتگو نہ کرنا مگر وہ باز نہ آئے اور پھر گرو کو دشنام دے کر کہنے لگے کہ بہت سے دیکھے ہیں دیکھیں تم کیا کرو گے اس وقت ہم نے ایک اوزار جو وہاں پڑا ہوا تھا اٹھا کر تنبیہاً انکے ہاتھ میں مارا جس کی ضرب سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں بس پھر کیا تھا اس نے سیدھا کوتوالی کا راستہ لیا اور وہاں رپورٹ لکھائی کہ فلاں فقیر نے بلاوجہ مجھ کو مارا ہے۔ مقدمہ فوجداری میں دائر ہوا اور ہم ماخوذ ہوئے۔ لوگ باگ سفارش و رشوت ہر طرح سے کارروائی کرنے پر آمادہ ہوئے مگر ہم نے سب کو سمجھا دیا کہ آپ لوگ فضول دردسری نہ کریں آپ صاحبوں کی کوشش سے کچھ نہ بنے گا۔ جس مجسٹریٹ کے پاس مقدمہ سپرد ہوا وہ اول درجے کے منصف مزاج اور راستی پرست تھے سب معاملہ سنکر یہ فیصلہ لکھا کہ مدعی کا بلاوجہ مارنے کا بیان بالکل غلط ہے واقعی جیسا فقیر صاحب نے بیان کیا درست ہے کہ مدعی نے انکے گرو کو دشنام دی لیکن اگر فقیر صاحب اوّل مرتبہ ہی اس کو مار دیتے

تو اشتعال طبع میں آگئی بریت درست تھی مگر فقیر صاحب فرماتے ہیں کہ اوّل مرتبہ انھوں نے اُس کو سمجھایا اور جب مکرر اس نے ایسی ہی گفتگو کی تو اس کو مارا اس سے کچھ ارادہ اس کو سزا دینے یا تنبیہہ کرنے کا ظاہر ہوتا ہے اور چونکہ ضرب شدید ہے اس لئے تین برس کی قید محض کی جاتی ہے سمت ۱۹۵۵ میں یہ وقوعہ ہوا تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم جیلخانہ میں پہونچے تو سپرنٹنڈنٹ جیل جو داروغہ رام چندر جی کے ست سنگی تھے ملنے آئے اور کہنے لگے کہ آپ مجھ کو اپنا داس سمجھنا مجھ کو آپ کے حالات سے واقفیت ہے جو خدمت میرے لائق ہو اس سے سرفراز فرماتے رہئے گا۔ ان کی یہ مہربانی دیکھ کر تو کل آدمی ایسے معتقد ہو گئے کہ ہم کو ہاتھوں ہاتھ رکھنے لگے۔ داروغہ جیل شوامی آنند پوری جی کے ششیہ اور ایک طرح سے ہمارے گرو بھائی تھے۔ نائب داروغہ مہابیر پرساد کے ملنے والے تھے اور انھوں نے ان سے ہماری بڑی سفارش کردی تھی سررشتہ دار ہمارے اُپدیشی ہی تھے علاوہ ان کے بہروں بخش کمپاؤنڈر دموری گودام جیلخانہ و چند محافظین دیوڑھی نگہبان و سپاہی بھی ہمارے مرید تھے ان لوگوں کے حسن وسلوک کی کیا بڑائی کریں بس ہم کو یہ معلوم بھی نہیں ہونے دیا کہ ہم قیدی ہیں یا آزاد۔ ایک شخص محمود علی قوم سید سکنہ علاقہ بھرت پور جرم کو نہ معلوم کیا پتہ لگ گیا کہ وہ ہمارے پاس آکر کہنے لگے کہ اگر آپ میرے واسطے دوسو روپے کا بندوبست کرادیں تو میری رہائی ہو جاوے آپ کے سیوک بڑے ذی حوصلہ اور امیر آدمی ہیں آپ کے اشارے کی دیر ہے۔ ہم نے کہا کہ روپیہ پیسہ کے معاملے میں ہم سفارش کرنا پسند نہیں کرتے مگر جب اس نے ان لوگوں کے نام دریافت کئے تو ہم نے چند احباب کے نام بتا دیے اسوقت تو وہ سن کر چپکا ہو گیا بعدہٗ اپنے چھوٹے بھائی کو ایک پاسبان کی معرفت بلا کر گنگا سنگھ کے پاس جو ملے راؤ سابق مصاحب الور کے پاسبان تھے الور روانہ کیا اور وہاں سے قریب ۹۰۰ روپے یہ بہانہ کر کے طلب کئے کہ اگر آپ روپے دے دیں تو سوامی جی کی بریت کی صورت ہو سکتی ہے۔ انھوں نے زر مطلوبہ دیدیا اور قریب ۶۰۰ روپے

دو دفعہ کرکے سیٹھ ہنس راج جی سے بھی بہانہ کرکے لے آیا اور کچھ روپیہ ماجی صاحبہ کے دھابھائی
سکنہ گجرات دحال جے پور سے لے کر آیا مگر انکی رقم کا پتہ نہ چلا کیونکہ جب ہم بری ہو کر آئے
تب تک یہ انتقال کر گئے۔ پھر داروغہ رام چندر جی کے پاس گیا ان جیسے دانا آدمی کے
پاس دال کہاں گلتی تھی انھوں نے ہمارے پاس آدمی بھیج کر دریافت کروایا کہ آیا
آپ نے کسی آدمی کی معرفت کچھ روپیہ منگوایا ہے۔ اگر آپ کی بریت کی صورت ہووے
اور کوئی معقول آدمی ذمّہ لے تو جسقدر روپیہ بھی صرف ہو روانہ کردوں۔ ہم نے صاف
کہہ دیا کہ ہم نے کچھ نہیں منگوایا ہے صرف ایک آدمی کو نام بتا دیا تھا شاید اس نے یہ
کارروائی کی ہے اسی روز محمود علی نے بڑی عاجزی سے ہم سے کہا کہ مجھ کو صرف ۲۵ روپے
کی ضرورت ہے اگر آپ کسی سے دلوادیں تو میری بریت ہو جاوے۔ ہم نے کہا کہ یہاں
کس سے کہہ دیں۔ اس نے کہا کہ ایک برہمن بالا بخش گور سکنہ ہٹریال یہ کہتا ہے کہ اگر
آپ کہدیں تو وہ مجھے روپے دے دیگا وہ کہتا ہے کہ مہاراج کے کہنے سے میں اندھے
کنوئیں میں روپیہ پھینکنا منظور کرتا ہوں۔ جب بالا بخش نے ہم سے دریافت کیا تو ہم
نے کہہ دیا کہ یہ پرمارتھ کا کام ہے اگر اپنا سمجھتا دیکھو اور مدد کرنا چاہو تو مدد کرسکتے
ہو۔ الغرض اس نے ۲۵ روپے اس کو دے دیے۔ دوسرے دن داروغہ رامچندر جی
نے تحقیقات کرکے ہم کو کہلا بھیجا کہ یہ شخص محمود علی بہت ہی چالاک آدمی ہے اس
سے پرہیز رکھنا۔ ہم نے اسی وقت بالا بخش کو بلوا کر کہا کہ ہمارے پاس ایسی خبر
آئی ہے تم اپنے روپے کے بارے میں سمجھ لو۔ اس کو یہ حال معلوم کرکے بہت
رنج ہوا اور ناخوش اور ناراض ہو کر کہنے لگا کہ میں اس کو کیا جانوں۔ میں تو
آپ سے روپیہ لے لوں گا اور دو چار باتیں اسی قسم کی کہیں۔ وہاں پر دولا مینا اور
کئی شخص موجود تھے انھوں نے اس کو ڈانٹ دیا کہ تم کیا گستاخی کرتے ہو؟
تم نے مہاراج کو روپیہ دیا ہے کہ ان سے لوگے؟ تم سے صاف کہہ دیا تھا کہ یہ
پرمارتھ کا کام ہے۔ وہ ڈر کر خاموش ہو گیا بعدہٗ دولا نے یہ حال ایک
مالی سے جو جنم میعادی قیدی اور بڑا ست سنگی تھا کہہ دیا۔ اس نے بالا بخش کو

بہت مارا یہاں تک کہ اس کا سر پھوڑ دیا۔ اس کی رپوٹا رپوٹی بھی ہوئی مگر مالی کا کچھ نہ ہوا بلکہ چند روز بعد رہا ہوگیا۔ سول سرجن اور بڑے صاحب کو ہمارا سب حال معلوم تھا۔ انھوں نے کہا بھی کہ اگر وہ ہم سے محمود علی کی شکایت کریں تو ہم اس کو سزا دیں۔ لوگوں نے کہہ دیا کہ وہ تو کسی کی شکایت کرتے نہیں آپ جو کرنا چاہیں کریں۔ بعدہٗ بڑے صاحب نے محمود علی کو ایک مسلمان کے ساتھ جھگڑا کرنے پر بیت لگوائے اور سخت سزا دی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ نواب جھجر کے خاندان کے دو شخص قید میں تھے۔ ایک تو بہت ہی بہادر اور جری سپاہی اور دوسرا عابد و سچّا آدمی تھا۔ ان پر نواب ولایت علی خاں جاگیردار و تعظیمی سردار ریاست جے پور نے قریب ایک لاکھ روپے کا سرقہ کا دعویٰ درغلانے سے کیا تھا۔ یہ دونوں نواب صاحب موصوف کے سالے تھے۔ انھوں نے بڑے اعتقاد سے عرض کی کہ اگر آپ کچھ اپنی زبان سے ہمارے واسطے فرمادیں تو ہماری رہائی ہو جاوے کیونکہ جب ہمارا وقت اچھا تھا تب تو ہمارے ہزار ساتھی تھے مگر اب کوئی پیروی کنندہ بھی نہیں ہے۔ ہم یوں ہی سڑ کر مر جاویں گے۔ ہم نے قرآن شریف کا ایک اسم ان کو بتا دیا اور چالیس روز کرنے کے واسطے کہا۔ چلّہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ فضل خدا سے ان کی رہائی ہوگئی۔ صورت یہ ہوئی کہ فوجدار نے نواب صاحب سے کہا کہ یہ ان کے رشتہ دار ہیں کبھی ان کا وقت بھی اچھا تھا اس لئے نواب صاحب نے دعویٰ پھیر لیا۔ رہائی کے بعد کبھی کبھی ہم سے ملنے آتے تھے اور گھی و چینی وغیرہ کا اپنی طرف سے بندوبست کر دیا تھا۔ ایک اور شخص کشن لال راؤ صاحب منوہر پور کے مصاحب اور انکے دھا بھائی بھی قید تھے۔ یہ شخص قریب ڈیڑھ ڈھائی لاکھ روپے کی آسامی تھے۔ راؤ صاحب کے برادر خورد سے کچھ جھگڑا ہو گیا۔ انھوں نے اپنے بھائی صاحب اور بھاوج سے سخت شکایت کی اور کہا کہ اگر تم اس کی علحدگی کا انتظام نہ کروگے تو میری اور آپ کی محبّت میں فرق آجائے گا۔

راؤ صاحب نے مجبوراً یہ الزام لگایا کہ یہ مصاحب بندوق لے کر میرے بھائی کو مارنے پر آمادہ ہوا تھا اور اس علت میں اسکو جنم قید ہو گئی۔ اس نے ہماری بہت خدمت کی اور اپنی رہائی کے واسطے بار با التجا کی تو ہم نے اس سے کہا کہ تم کو بہت کوشش سے رہائی ملے گی۔ چار چلّہ کرنے کو کہا اور ہر چلّہ میں سوالاکھ سے زیادہ جاپ کرنے کو آمادہ ہو تو کچھ بتایا جاوے۔ ہمارا خیال تھا کہ اتنی محنت یہ کب گوارا کرے گا اس لئے چپ ہو بیٹھے گا۔ مگر اس نے منظور کر لیا اور ایسی مستعدی کے ساتھ کام کیا کہ ایک ایک دن میں ۲۰ ہزار نام جپ لئے۔ پرماتما نے کچھ ایسی کرپا کری کہ پہلا چلّہ بھی ختم نہ ہوا تھا کہ اس کی رہائی ہو گئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ راؤ صاحب کے لڑکا ہوا اور سب لوگوں نے ان سے کہا کہ دیکھئے ایسے موقعہ پر رئیس جیلخانہ خالی کر دیتے ہیں اور آپ کا مصاحب و دہوائی جو کہ ایک رشتہ سے آپ کا بھائی ہے قید سے نہ چھوٹے تو کیا بات ہو گی۔ غرض راؤ صاحب کو کچھ خیال ہوا اور خود جے پور آئے اور بابو کانتی چندر سے کہکر اس کو چھڑوا کر لے گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص مسمّی گوپی قوم چھیپی بھی قید میں تھا۔ پنڈت مہاراج کرشن ممبر عالی کونسل صیغۂ فوجداری نے عداوت و دھوکے سے اس شخص کا کل بھید معلوم کر کے اس کا گھر بار و زیور و کل اسباب نیلام اور اسکو قید بھی کرا دیا تھا۔ وہ رات دن ہماری خدمت میں حاضر رہتا اور یہ التجا کرتا کہ کوئی ایسی تدبیر بتاؤ جو آج پیچھے اس پنڈت کا منہ نہ دیکھوں۔ اس نے میرے ساتھ بڑا دھوکہ کیا ہے۔ ہم نے اس کو سمجھایا کہ تم کس پر پیچ میں پڑے ہو اپنی عاقبت سدھارنے کی کوشش کرو یہ بکھیڑا تو یونہی چلا جاوے گا۔ وہ بھی راہِ راست پر آ گیا اور جو کچھ ہم نے اس کو اُپدیش کیا اس کے مطابق شغل کرنے لگا اور خوب محنت کی۔ مگر کبھی کبھی اس بغض کی آگ دل میں بھڑک اٹھتی تھی تو پھر وہی بات زبان پر لے آتا تھا۔ ہم اس کو پھر سمجھاتے تھے کہ تم بلا غرض

اپنا شغل کرے جاؤ۔ ان کھوٹے کاموں کی طرف اپنی طبیعت نہ لگاؤ۔ محنت و سچی عبادت سے اس کی طبیعت بہت صاف ہوگئی۔ ایک رات اس نے خواب دیکھا کر داروغہ جیل بیٹھا ہوا چنے دیمے جارہے ہیں اور ان دانوں کو اٹھاکر وہ کھا رہا ہے۔ ہم سے آکر تعبیر پوچھی، پیشتر تو ہم نے بات کو ٹال دیا جب مکرّر دریافت کیا تو کہنا پڑا کہ اس کی تعبیر اچھی ہے ــــ داروغہ صاحب کی ملازمت میں فرق معلوم ہوتا ہے آخر کو وہی ہوا۔ پندرہ روز میں داروغہ صاحب برخاست ہوگئے چونکہ اس کی طبیعت میں پنڈت جی کی طرف سے بہت کینہ تھا آخر اس کا نتیجہ یہ ظہور میں آیا کہ وہ اندھے ہوگئے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامہ دعا کردنند
اجابت از درحق بہر استقبال می آید

تین ماہ تک تو اسی حالت میں کچہری جاتے رہے۔ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایک روز گر پڑے اور سخت چوٹ آئی۔ چند روز بعد انتقال کر گئے۔ تین ماہ بعد اس چھیپی کو اس کی رہائی کا خواب ہوا۔ چونکہ پہلے خواب کی تعبیر سچی ہوچکی تھی اور اس کا اعتقاد پورا تھا ہم سے بھی ذکر کیا اور اسی روز اتفاق سے اس کا لڑکا ملنے آیا تو اس سے کہہ دیا کہ کل ہم گھر آئیں گے۔ وہ لڑکا بہت ڈرا اور خیال کیا کہ کہیں بھاگ کر آویں گے کیونکہ جنم میعادی میں تو کوئی پیروی اور رہائی کی صورت بھی نہیں ہے اس لئے باپ سے کہا کہ پتا جی ایسی حرکت نہ کرنا۔ غرض جو وقت خواب میں دیکھا تھا اسی وقت یکایک راج سے حکم اس کی رہائی کا آیا۔ بعد میں بھی وہ ہم سے ملنے آیا کرتا تھا۔ ہم نے وہاں بہت آدمیوں کو اُپدیش دیا تھا مگر ایک شخص رام پرتاب بھرائنٹ قوم چارن نے اچھی کوشش کی۔ ایک سال میں یہ حالت ہوگئی کہ جیسے کوئی دس برس کی محنت ہو۔ اس کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ شام کو چار بجے بعد

سے اس کو ایک ادّھے کا سا نشہ ہو جاتا تھا اور دنیا داری کی باتیں بالکل برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ پھر دو ۲ تین ۳ مرتبہ اس سے ملاقات ہوئی مگر کچھ ترقی نظر نہ آئی۔ جس درجے پر پیشتر تھا اسی پر رہا۔ پھر سمت ۱۹۵۸ سے ملاقات نہ ہوئی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جیل خانہ کا یہ دستور ہے کہ جس کا چال چلن اچھا ہو اس قیدی کو کچھ عرصے پیشتر رہا کر دیتے ہیں۔ اس کا فائدہ ہم کو بھی پہونچا اور میعادِ مقررہ سے تین ماہ پیشتر رہا ہو گئے۔ جس روز رہائی کی تاریخ تھی لالہ مہابیر پرساد مہتمم چھاپہ خانہ کے یہاں سے پوشش کے کپڑے مثلاً چولا دھوتی وغیرہ اور داروغہ رام چندر جی کے ہاں سے سواری گئی۔ وہاں سے سوار ہو کر پیشتر مہتمم صاحب کے مکان پر گئے۔ وہاں سے پھر داروغہ جی کے گھر پہونچے۔ داروغہ صاحب بڑے ابھیاسی اور پہونچے ہوئے آدمی تھے۔ عطر۔ گانا۔ گھوڑے کی سواری اور سادھو مہاتماؤں کا بڑا شوق تھا۔ اپنے دور کے لاثانی تھے۔ اپنے منصبی کام میں بہت دلیر، بے مروت اور منصف تھے۔ جب انھوں نے وفات پائی تو مہاراجہ جے پور کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ ہمارے دربار کا آج سے مزا گیا۔ ایسا دلیر شخص تھا کہ جب لاٹھی لے کر دربار میں گھومتا تھا تو سب سردار کانپ اٹھتے تھے کہ نہ معلوم کس کو بے قاعدہ بیٹھے دیکھ کر ہاتھ پکڑ کر اٹھا دے اور بے غیرتی ہو اور اگر زیادہ کہے تو کہیں مار بھی نہ دے، جے پور و جودھ پور دونوں ریاستوں سے کڑا بھی ملا تھا۔ خاندانی امیر و سردار تھے اور فیاضی تو ان کی موروثی تھی۔ ایک مرتبہ حجّام نے ان کے والد بزرگوار داروغہ بلونت سنگھ جی سے کہا کہ میں سوائے آپ کے اور کسی کی حجامت نہیں بناتا ہوں۔ بس اتنی ہی بات پر ایسے خوش ہوئے کہ انجلی بھر بھر کر روپیہ دینا شروع کیا اور قریب ایک لاکھ روپے کے دے دیا اور برابر دیے جا رہے تھے کہ حجّام کی زبان سے نکلا

مائی باپ بس کرو یہ ہی میری سات پشت کو کافی ہوگا۔ اس وقت دینے سے ہاتھ روکا۔ یہ فیاضی ان میں بھی موجود تھی۔

تلسی پنچھیں کے پئے گھٹے نہ سرِپتا نیر
دھرم کئے دھن نا گھٹے جو سہائے رگھوبیر

ایک سپاہی کی راج سے قریب دو روپیہ ماہوار پنشن مقرر ہوگئی تھی مگر اس کا خیال کعبہ شریف جانے اور حج کرنے کا تھا لیکن روپیہ آوے تو کہاں سے آوے۔ اس نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ جس وقت داروغہ صاحب پوجن کرکے اٹھتے ڈیوڑھی پر کھڑا ہوکر روز سلام کرتا۔ پہلے تو انھوں نے سمجھا کہ کوئی اپنا ہی سپاہی وغیرہ ہے رسمِ تعظیم ادا کرتا ہے مگر جب اس کا روز کا معمول دیکھا تو سمجھے کہ یہ کوئی غرض مند ہے۔ پوجن کے کمرے میں بلاکر حال دریافت کیا اور حج کا ارادہ سنکر مبلغ چارسو روپیہ نقد اسکو عطا کئے اور کہدیا کہ کسی سے ذکر مت کرنا مگر اس نے تمام میں دھوم مچادی۔ ان کا معمول تھا کہ دس پانچ ہزار روپیہ نقد اپنے پوجن کے کمرے میں رکھتے تھے اور جو کوئی سفید پوش حاجتمند آجاتا دوسری راہ سے بلاکر اس کی غرض پوری کر دیتے تھے۔ جب کبھی بھجن سے فراغت ہوتی تو دن میں صرف ایک دفعہ بھوجن کرتے تھے اس وقت سو دو سو پانچ سو خواہ کتنے ہی آدمی ٹھکانے میں موجود ہوں سب سے کہدیتے تھے کہ چلئے بھوجن کیجئے۔ اس وقت عجب لطف ہوتا تھا۔ سوار بازار کو دوڑے جاتے ہیں۔ کوئی کچھ لاتا ہے کوئی کچھ لاتا ہے اور دم کی دم میں سب انتظام ہوتا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ سوائے ایک دفعہ کے دوسری مرتبہ کبھی کسی سے کھانے کے لئے نہیں پوچھتے تھے۔ انکا قول تھا کہ میں سچی دعوت کرتا ہوں جھوٹی دعوت نہیں کرتا۔ جس کو بھوک ہوگی میرے ایک دفعہ کہنے سے کھالیگا صرف آپ سے دو مرتبہ عرض کرتا ہوں اور دوسری مرتبہ کے پوچھنے پر اگر ہم بھی انکار کر دیتے

تھے تو پھر ہم بھی خاموش ہوجاتے تھے۔ ہمارے واسطے کل ملازموں کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ روپیہ جواہر خواہ کتنی بھی بیش قیمت چیز ہو مہاراج خود لیں یا کسی کو دیں اور کسی کو دینے کے واسطے حکم کریں تو فوراً تعمیل کرو۔ مگر ہم نے کبھی ایسا نہ کیا۔ البتہ کبھی سفارش کے طور پر کسی کی نسبت کچھ کہہ دیا تو بات دوسری تھی اسکی فوراً تعمیل ہوجاتی تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ داروغہ صاحب جیسے بہادر و فیاض تھے ویسے ہی سخن پرور بھی تھے۔ انکی والدہ صاحبہ کی وفات کے موقعے پر جیسے اور لوگ پرسش کو آتے ہیں ویسے ہی ایک رام سکھی بھگتن بھی گئی اور ان سے یہ بات کہی کہ سردار تو بہت ہیں مگر بعد وفات شری جی یعنی مہاراجہ رام سنگھ جی میری پرورش کا کسی کو خیال نہیں ہے۔ اس پر داروغہ صاحب کی زبان سے نکلا کہ شری جی کی کرپا سے جب تک باجرا موٹھ اس ٹھکانے میں موجود ہے اور جس طرح سے سب لوگ ٹھکانے میں روٹی کھاتے ہیں تمھارے لئے بھی موجود ہے۔ بس پھر کیا تھا اونگتے کو ٹھیلتے کا بہانہ کافی ہے بھگتن وہیں جم گئی۔ اول تو دو تین ماہ تک حسب لیاقت کھانا وغیرہ جاتا رہا پھر اس نے حکمتِ عملی سے اپنے آدمیوں کی معرفت ٹھکانے کے کامداروں وغیرہ کا غبن ثابت کرکے اور آمدنی وغیرہ میں کچھ بچت دکھلائی اور لوگوں نے کچھ اس کی سفارش اور اس کی غریبی کا اظہار کیا تو مروت اور رحم سے دس روپیہ روزانہ ہاتھ خرچ کے مقرر کر دیے۔ خرچ خوراک و پاندان و سواری وغیرہ الگ تھی۔ مگر یہ بھگتن بڑی سبز قدم تھی۔ اول مہاراجہ شیودان سنگھ الور والوں کے پاس تھی وہ بے اختیار ہوئے پھر مہاراجہ جسونت سنگھ جودھپور کے پاس گئی وہاں مہاراجہ پرتاب سنگھ اس کی بدوضعی دیکھ کر گولی سے مارنے پر آمادہ ہوئے تو بھاگ کر جے پور آئی۔ اول دونوں ٹھکانوں میں ۵۰۰ روپیہ ماہوار مقرر تھا مگر مہاراجہ رام سنگھ نے تنخواہ مقرر نہ کی کھانے وغیرہ کا حسبِ لیاقت بندوبست کر دیا تھا۔ مگر جب انھوں نے بھی وفات پائی تو یہاں پدھاری۔ اس نے اپنے

مرضی داں داں کر ٹھکانے کو خوب لوٹا اور بالکل بربادی پر اتر پڑی یہ حال دیکھ کر
تمام رؤساء شہر و تعظیمی سرداروں نے اس کی علیٰحدگی کے واسطے داروغہ جی سے کہا
مگر انھوں نے اپنی بات کو نہ پھیرا یہاں تک کہ بابو کانتی چندر مصاحب اعلیٰ نے
فہمائش کے واسطے سرداران بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اگر تم اس کو علیٰحدہ نہیں کروگے
تو حضور صاحب کی طرف سے تمہاری آجیو کا بند ہوجاوے گی لیکن داروغہ جی نے یہ
جواب دیا کہ آپ کیا فہمائش کرتے ہو میں سب سمجھتا ہوں۔ حضور صاحب اگر چاہیں تو
مجھ تک کو علیٰحدہ کر سکتے ہیں مگر جب میں اپنی زبان سے کہہ چکا ہوں کہ موٹھ باجرے
کی روٹی جب تک موجود ہے اس ٹھکانے میں رہو پھر تھوڑی سی زندگی کے لئے
اب کیا زبان پھیروں اگر وہ خود چلی جائے تو میں روکتا نہیں ورنہ میں خود اس
سے جانے کے لئے نہیں کہہ سکتا۔ غرض ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ کی آجیوکا راج
سے بند ہوگئی مگر انھوں نے نہ تو اپنے خرچ اخراجات بند کئے نہ اپنی وضعداری
کو بدلا اور نہ آجیوکا کا رنج وخیال کیا ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ حضور کی دی ہوئی روٹی
ابھی تک ٹھکانے میں موجود ہے جب نہ رہے گی خود دیویں گے بھوکا تھوڑے ہی
رکھیں گے ہم کاہے کو مانگنے جاویں، اور کبھی جاگیر کی بحالی کی درخواست نہ کی جب
وقت آخری قریب پہونچا تو شری گرو مہاراج اور حضرت امام حسینؑ کی تصویر جو
پوجن کے کمرے میں رہتی تھی قریب دس منٹ پیشتر اپنے پاس منگوالی اور
دونوں تصاویر کو اپنے سامنے رکھ لیا اور پھر کسی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا جس
وقت انکی استری انکے پاس آئی تو تالیاں انکو دیدیں اور زبان سے کہا کہ تم جاؤ
اور کچھ چنتا مت کرو دس ماہ بعد تم بھی آؤگی مگر نگاہ تصویروں پر ہی رہی اور
شریر چھوڑ دیا چنانچہ انکی استری انکی وفات کے دس ماہ بعد انتقال کرگئیں
کھلتن بھی وفات کے وقت ملنے گئی مگر اسکی طرف نگاہ نہ کی اور نہ اس سے
بات کی، تصویر ہی دیکھتے رہے۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ داروغہ جی کی استری بھی بڑی پنی برتا اور بھگت تھی۔

جب اس طوائف نے بڑے ہاتھ پیر پھیلائے تو خواص لونڈی و رشتہ داروں نے ان سے کہا کہ اگر آپ بابو کانتی چند کی استری کو لکھ دیں تو اس کے نکالنے کی چشم نمائی ہو اور یہ بلا دفع ہو۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے ہم کو کس بات کی تکلیف ہے جو اس کو علیحدہ کرا دیں۔ سب لوگ مجبور ہو کر بیٹھ رہے۔ جب داروغہ صاحب کا شریر برتا تو ملازموں کا خیال ہوا کہ بھگتن کا کل مال ضبط کر لیں کیونکہ حضور صاحب کی طرف سے یہ حکم صادر ہوا تھا کہ بھگتن ڈھائی گھڑی کے اندر یہاں سے نکل جائے۔ اور وہ بھی جانتی تھی کہ کل آدمی میرے خلاف ہیں اس لئے داروغانی کے قدموں پر گر پڑی اور کہنے لگی کہ آپ کے دھنی میرے مالک تھے اس لئے اب آپ ہی میری مالکہ ہیں اور کوئی میرا نہیں ہے۔ اس وقت انھوں نے حکم دیا کہ یہ میرے مالک کے پاس رہتی تھی اس لئے کل سامان وغیرہ اسکو لیجانے دو اور کوئی مزاحم مت ہو۔ یہ حکم پا کر سب خاموش ہو گئے اور وہ لاکھوں روپے کا زیور و سامان ڈھو کر لے گئی۔ چلتے وقت اس طوائف نے عرض کیا کہ اب وقتِ رخصت ہے کوئی شے بطور انعام و یادگار آپ کی طرف سے بھی عنایت ہو، تو داروغانی نے ایک زیور جو کئی ہزار روپے کا تھا اپنے پاس سے اس کو دیا۔ جب وہ یکہ میں بیٹھ کر روانہ ہوئی تو چہ زن و چہ مرد کل اہلِ محلہ اس کو گالیاں دیتے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ داروغہ صاحب فقیر دوست بھی پورے تھے اور اپنے گرو پر تو بہت اعتقاد تھا۔

گرو سیوا دُرلبھ جہاچت دے کرے جو کوئے
جو من میں اِچھا کرے سو سب پورن ہوئے

سوامی آنند پوری جی نے پریکشا کے مدت ایک دفعہ قریب ۴ یا پانچ سو روپے کے جوتے خرید کے ایک بالاخانے پر رکھوا دیئے اور یہ ظاہر کیا کہ ہم جوتوں کا بیوپار کرتے ہیں اکثر وہ طوائف داروغہ جی سے مہاراج کی نسبت ایسی ویسی باتیں کہا کرتی تھی تاکہ انکی محبت مہاراج سے کم ہو جائے اور انھوں نے بھی یہ کارروائی خصوصاً اسی کے لئے کی تھی کہ اس کو ایسی باتیں کرنے اور داروغہ جی کو خائف کرنے کا عمدہ موقعہ ملے دیکھئے آپ کے گرو اور جوتوں کا بیوپار۔ اور اس طوائف کو دکھلانے کی غرض سے ان پاپوشوں کو وہاں رکھوا دیا تھا مگر داروغہ جی کو اس امر کی مطلق خبر نہ تھی۔

ایک دفعہ داروغہ جی ہمراہ اس طوائف کے گھوم رہے تھے جب اس بالاخانے پر گئے اور ان جوتوں کو وہاں دیکھا تو اس سے دریافت کیا کہ یہ کس طرح یہاں رکھے ہیں۔ حالانکہ وہ کل حالات سے واقف تھی مگر جان بوجھ کر اس نے انکار کر دیا اور کہا مجھ کو معلوم نہیں اور نوکروں کی طرف مخاطب ہو کر دریافت کرنے لگی کہ یہ جوتے یہاں کس نے رکھے ہیں، مگر داروغہ جی بڑے پایہ کے آدمی تھے قیافے سے جان گئے کہ اس عورت نے چال چلی مہاراج نے آزمائش کے طور پر یہ کارروائی کی ہے اور چپ ہو رہے اسی اثنا میں کسی آدمی نے سوامی جی کو اطلاع کر دی کہ داروغہ جی اس بالاخانے پر گئے ہیں اور جوتوں کی بابت دریافت کرتے ہیں باوجودیکہ چند آدمیوں کو حال معلوم ہے مگر کہنے کی جرأت کسی کی نہ پڑی مہاراج خود اٹھ کر وہاں چلے گئے جب بالاخانے پر پہونچے تو طوائف نے انکو دیکھ کر بطور تمسخر کبھی ایک جوتے میں پیر ڈال کر دیکھا اور اس کو پلٹ دیا اور کبھی دوسرے میں پیر ڈالا۔ اسی طرح سے چار پانچ جوتوں کو الٹا۔ یہ کارروائی اس وجہ سے کی کہ کوئی آدمی تو اس جوتے خریدنے کے حال کو ظاہر نہیں کرتا اور داروغہ صاحب بھی خاموش ہو گئے شاید پھر نہ دریافت کریں تو مہاتما موجود ہیں سب حال کھل جائے گا۔ داروغہ جی تو سمجھ گئے کہ اس میں کچھ راز ہے اس لئے کچھ دریافت نہ کیا مگر مہاتما جی عورت کی اس حرکت کو دیکھ کر بہت ناخوش ہوئے

اور ناراض ہو کر بولے کہ تو جوتوں کو کیوں الٹتی اور خراب کرتی ہے کیا تیرے باپ کے ہیں اس پر وہ خوفزدہ ہو کر اور ہاتھ جوڑ کر تریا چرتر کے طور پر بولی کہ مہاراج مجھکو علم نہ تھا کہ یہ جوتے آپ کے ہیں معاف کیجئے گا۔ خیر مہاتما تو چلے گئے مگر داروغہ جی کو عورت کی یہ حرکت بہت ناپسند ہوئی اور وہاں سے اٹھ کر پوجن کے کمرے میں چلے گئے اور نوکروں کو تاکید کر دی کہ یہاں کوئی نہ آنے پائے اور تین شبانہ روز بغیر آب و دانہ پوجن پر بیٹھے رہے۔ جب یہ خبر زنانہ میں پہونچی تو سب خوفزدہ اور متفکر ہوئے مگر کریں کیا اندر جانے کی کسی کو اجازت نہ تھی، آخر تین روز بعد وہ طوائف مہاتما کے پاس گئی اور قدموں پر سر رکھ کر اپنی حرکت کی معافی چاہی اور عرض کیا کہ تین شبانہ روز بغیر آب و دانہ انکو ہو گئے ہیں اور وہاں جانے کا کسی کا حوصلہ نہیں ہے البتہ آپ کرپا کر کے پدھاریں۔ مہاتما اٹھ کر پوجن کے کمرے میں گئے اور اٹھا کر باہر لائے اور کھانا طلب کر کے آپ کھایا اور انکو بھی کھلایا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ داروغہ جی مع اپنے فرزند رام پرتاب جی کے کھانے کو بیٹھے اور ہم بھی شریکِ دعوت تھے حالانکہ جو چیزیں انکی تھال میں تھیں وہ سب ہمارے تھال میں بھی تھیں مگر ازراہ محبّت اپنی تھال میں سے عمدہ عمدہ کھانے اٹھا کر ہمارے تھال میں رکھنے لگے۔ اس وقت وہ بھگتن بھی شریک دعوت تھی۔ اس نے کہا کہ سوامی جی کو سب چیزیں دیتے ہو ہم کو بھی دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم اس لائق نہیں ہو کہ تمھیں اس کاسہ میں سے کچھ دیا جائے جب اس نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہ کاسہ ہمارے اشٹ دیو کے ارپن ہو چکا ہے اس کو سوائے سادھو مہاتما کے اور کوئی نہیں کھا سکتا یا وہ آدمی کھا سکتا ہے جو گوشت شراب نہ استعمال کرتا ہو اور تم مانس مدرا دونوں چیزیں استعمال کرتی ہو تم کو نہیں مل سکتا۔ اس طوائف نے کہا کہ تمھارے گرو نے تم کو خوب اپدیش کیا ہے۔ بس یہ کلمہ اس کے منہ سے نکلنا تھا کہ آگ بگولا ہو گئے اور کہا کہ اے بد ذات تیرا منہ اور ہمارے گرو۔ تیرے ابھی دس جوتے لگاؤنگا۔ وہ بولی کہ جوتے کاہے کو مارو گے ہم کہیں اور چلے

جائیں گے۔ یہ سنکر جو تالے کر اٹھے اور کوئی دس بیس ٹھونکے اور کہنے لگے اب تو جانے کو کہتی ہے تو ہم نے تیری اس دن کی مسکینی دیکھ کر تجھ کو رکھ دیا تھا کیونکہ تو نے موٹھ باجرے کی روٹی کھانی منظور کرلی تھی ورنہ ہم کو تیری کیا پرواہ تھی جانا چاہے تو چلی جا اور اگر تجھ کو جانے کا کچھ زعم ہو تو یہ بھی نہیں کرسکتی دوسری جگہ سے تجھ کو اجنٹ صاحب کی معرفت پکڑواکر بلوا سکتا ہوں۔ پھر تو وہ چپ ہوکر بیٹھ گئی۔ جب کھانے وغیرہ سے فراغت پائی تو پھر داروغہ جی کی بڑی منت وسماجت کی اور معافی چاہی۔ ان کے کاسہ کی جھوٹن بھی صرف خاص نوکر کو جو شراب وغیرہ نہ پیتا تھا ملتی تھی۔ مگر ایک دفعہ اس عورت نے سوامی آنند پوری جی کی بہت منت کرکے کہا کہ آپ داروغہ جی کو شراب پلا دیں۔ انھوں نے بھی منظور کرلیا۔ کسی تہوار کو سوامی جی مے پی رہے تھے ہم بھی موجود تھے۔ داروغہ جی مع طوائف کے گئے تو سوامی جی نے پہلے پیالہ بھر کر ہمارے لبوں سے لگا دیا اور کہا کہ پی جاؤ پھر دوسرا داروغہ جی کو دیا انھوں نے عرض کی کہ حضور نے مجھ کو پینے سے منع کردیا اور آج خود دیتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا کہ پرساد ہے، داروغہ جی پی گئے۔ جب گھر آئے تو طوائف نے کہا کہ آج تو مے پی ہے کچھ انعام ملنا چاہیئے۔ اس وقت اس کو ڈھائی ہزار کا ایک بلیوڑہ انعام دیا مگر پھر کبھی استعمال نہ کی ؎

بمی سجادہ رنگین کن گر پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

ایک روز ارشاد ہوا کہ صرف اپنا قول پورا کرنے کو ہی داروغہ جی نے طوائف کو رکھا کوئی اس کے پابند ہوکر نہیں رہے بلکہ بڑی وضعداری سے اس کام کو بھی نبھایا۔ ایک تعظیمی سردار انکے دھرم کے بھائی ان سے ملنے آئے اور اس طوائف کی علیحدگی کی نسبت ان سے کہا اور بہت کچھ فہمائش کی یہ بات

بھگتن کو بھی معلوم ہو گئی۔ دوسرے دن داروغہ جی سے اگر کہنے لگی کہ آپ کے دھرم کے بھائی کی نیت میری طرف کچھ خراب ہے وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر میں ان کے پاس رہوں۔ داروغہ جی نے کہا کہ اس میں کیا مضایقہ ہے اس سے پیشتر بھی تو تم کسی اور کے پاس تھیں اور پھر آئندہ بھی تو کہیں رہو گی، تم میری کوئی منکوحہ بی بی تو نہیں ہو تمہارا یہی کام ہے اگر انھوں نے کہا تو کیا برا کیا مگر دراصل انھوں نے کچھ نہیں کہا ہے کل شرارت اس گوپی ملازم کی ہے جس وقت وہ مجھکو فہمائش کر رہے تھے وہ کھڑا اسن رہا تھا اور اس نے تم سے جا کر کہا ہے اس لئے ان سے بدظن کرنے کو تم نے یہ بہتان باندھا ہے میں ان چرتروں کو خوب سمجھتا ہوں۔ وہ عورت اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ داروغہ جی کے توشہ خانے کا مالک مسمیٰ دیدار بخش جب بہت بیمار ہوا تو اس نے عرض کیا کہ اب وقت قریب معلوم ہوتا ہے توشہ خانے کا کام سنبھال لیجیے۔ اس وقت جب سوامی آنند پوری جی کی ایک امانت جو ایک تھیلے کے اندر رکھی تھی اور بکس میں بند تھی دیکھی گئی تو کچھ کم معلوم ہوئی غور سے دیکھا تھیلے میں جا بجا چھید تھے مگر اوپر سے منہ بند تھا۔ جب دیدار بخش سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ ایک مرتبہ بھگتن رام سکھی نے ان اشیاء کو دیکھا تھا اس وقت نماز کا وقت قریب ہو گیا تو میں نماز پڑھنے لگا اور وہ دیکھتی رہیں میں نے خیال کیا کہ بڑے ٹھکانے میں رہنے والی ہیں اس لئے کچھ شبہ نہ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کچھ کارروائی انھوں نے کر لی۔ داروغہ جی نے رام سکھی کو بلا کر پوچھا تو وہ صاف انکار کر گئیں مگر انھوں نے خوب ڈانٹا اور کہا کہ تمہارا کوئی اعتبار نہیں تم بالکل لامذہب صرف روپے کی غرضی ہو مگر یاد رکھنا جس طرح سے میرے بخ کا لاکھوں روپیہ خورد برد کر گئی ہو اور دوسرے لوگوں کو اتہام لگایا ہے اس کا سب حال مجھے معلوم ہے میں بے خبر نہیں ہوں لیکن اس دھوکے میں نہ رہنا یہ مال اور طرح کا ہے اس کا نتیجہ جلد دیکھو گی۔ اس بھگتن نے تھیلے میں چھید کر کے جواہرات نکال لئے تھے۔ غرض نتیجہ بھی ویسا ہی ہوا بعد وفات داروغہ جی

بخوف ضبطی کل مال بھگتن نے اجمیر روانہ کر دیا اور وہاں کامدار کے سپرد تھا ایک لونڈی جو اس کے پاس بہت عرصے سے رہتی تھی اس کو اس نے ناخوش ہو کر نکال دیا۔ وہ سیدھی اجمیر شریف گئی اور کامدار سے کہا کہ بھگتن جی نے اشیاء کی دیکھ بھال کے لئے مجھکو بھیجا ہے اور چند اشیاء طلب کی ہیں وہ ہمراہ لے جاؤں گی۔ اس نے کمرہ کھول دیا وہ لونڈی کل زیورات وپارچہ جات لیکر چلی گئی اور اجمیر میں اور مکان لیکر رہنے لگی اور خوب اڑایا جب اس کو پتہ چلا تو یہ بھی اجمیر پہونچی مال دیکھا تو سب ندارد اس لونڈی پر سرقہ کی نالش کی مقدمہ فیصلہ نہ ہوا تھا کہ روپے کے غم میں چلتی بنی ہ

صرف رہ جاتا ہے باقی اس کے کاموں کا اثر
ورنہ یاں ہر ایک کو راہ عدم درپیش ہے

داروغہ جی کی وفات کے بعد انکی استری نے ہمسے کئی مرتبہ اس رقم کے بارے میں کہا مگر ہم نے اسکو لینا یا خرچ کرنا پسند نہ کیا آخرش انکی وفات کے بعد مسمی وفاتی قوم مداح مالک توشہ خانہ مقرر ہوا کچھ اس نے غبن کیا کچھ اور اسی طرح پر نوکر چاکر خورد برد کر گئے۔ ایک مرتبہ رام سکھی ہمارے پاس آئی اور عرض کی کہ مہاراج داروغہ جی میری بالکل وقعت نہیں کرتے ہیں تین روپے کے نوکر کی بات مان لیتے ہیں اور میری بات گرا دیتے ہیں آپ کچھ ایسا اُپائے کیجئے کہ یہ میرے بشی بھوت ہو جائیں اور میں جسقدر روپیہ وغیرہ چاہوں ان سے لے لوں تو پھر میں آپ کی ہر طرح سے خدمت کروں گی اور اس کام میں جو کچھ روپیہ صرف ہوگا میں دوں گی۔ یہ بات ہم کو بہت ناگوار گزری ہم نے خیال کیا کہ جسکا نمک کھاتی ہے اس کی بہتری نہیں چاہتی بلکہ یہ چاہتی ہے کہ انکو آدھین کر کے کل روپیہ گھسیٹ لوں اور ٹھکانے کو تباہ کر دوں۔ بعدہٗ ہم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے نجومی و رمالوں سے داروغا جی کو مروانے

کی بھی کوشش کی تھی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب ہم رہا ہو کر آئے تو ہمارا خیال اپنے مہربان پنڈت ودیادھر جی سے ملنے کا تھا مگر معلوم ہوا کہ پنڈت صاحب کوٹھے سے گر کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر قضا کر گئے اس بات کا خیال رہا کہ ہماری انکی صفائی نہ ہونے پائی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جے پور سے سانبھر اکثر جانا ہوتا تھا پہلے تو منشی شیو نراین ناظم کے مکان پر ٹھہرتے تھے جب وہ سیکریٹری حضور مقرر ہو گئے تو پھر تربینی سہائے کوتوال کے ہاں ٹھہرنا ہوتا تھا ان کے پاس مسمی ریچھا کہار بڑا نیک نہاد و ایماندار نوکر تھا۔ بڑا خدمت گزار مہمان نواز اور سادھو سیوی تھا۔ کوتوال صاحب کی ہر ایک چیز کھانے پینے و دیگر اقسام کی اس کے زیر تحت تھی اور ہر ایک کو کام میں لانے کا اس کو اختیار تھا اور مہمانوں کی خاطر وغیرہ پر سب کچھ خرچ کرتا تھا مگر اپنے نج کے صرفے میں کبھی کچھ چیز نہ لاتا تھا حتی کہ روٹی بھی خشک کھاتا تھا یہ ہماری بڑی خدمت کرتا تھا۔ ایک روز ہم کو گھنشام جی کے باغیچے میں لے گیا وہاں ایک دادو پنتھی سادھو پرتاب داس جی رہتے تھے۔ یہ بڑے نمر سبھاؤ والے اور بھگت تھے اور انکے پاس ملک پنجاب کے ایک عورت جسکو حالتِ گرہستی میں انھوں نے اُپدیش کیا تھا آکر رہنے لگی اور لباس پنجابی سُتھن وغیرہ پہنتی تھی۔ شہر سے بھیک وغیرہ بھی باباجی کے واسطے لاتی تھی۔ ہم سے انھوں نے تذکرہ کیا کہ یہ عورت بھیکہ خواہاں ہے آپ اس کو بھیکہ دے دیجئے۔ ہم نے جواب دیا کہ ہزاروں گرہستیوں کو ہم نے اُپدیش دیا ہے مگر بھیکہ کسی کو نہیں دیا کسی کا گھر بگاڑنا ہم کو منظور نہیں ہے پھر انھوں نے کہا کہ یہ عورت بیوہ ہے صرف ایک لڑکا تھا وہ بھی سادھو ہو گیا۔ تب ہم نے کہا اگر اس کو رکھنا منظور ہے تو بھیکہ دے کر رکھو ورنہ اس کو اسکے لڑکے کے پاس جانے کو کہدو اس لباس میں رکھنا نادرست ہے۔ انھوں نے کہا کہ میرے پاس تو اسقدر اثاثہ بھی نہیں ہے کہ اس کے واسطے بھگوئے کپڑے بھی منگوادوں ہم نے کہا کہ اسکا بندوبست ہم کئے دیتے ہیں۔ سانبھر کے بہت سے معزز سیٹھ سادھو اس باغیچے میں منہ ہاتھ دھونے جایا کرتے تھے اور اس وقت وہاں موجود تھے۔

ہم نے ان سے کہا کہ باباجی مہاراج اس استری کو بائی بنانا چاہتے ہیں تم اس کے واسطے کپڑے وغیرہ کا بندوبست کردو انھوں نے چندہ جمع کیا اور اسی وقت کپڑا اور بتاشے وغیرہ منگوائے اور تاریخ مقرر کرکے دس بیس دادو پنتھی ناگے جمع ہوئے اور اس کو پرتاب داس جی نے بھیکہ دے دیا- اس روز وہاں سیٹھ چنی لال رئیس سانبھر کے لڑکے سیٹھ ہنسراج بھی موجود تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی اور پھر کچھ ایسی محبت ہوگئی کہ قریب قریب روز کا آنا جانا ہوگیا- کبھی اس باغ میں اور کبھی بابا صاحب کے کنوئیں پر ملا کرتے تھے- ہم نے ان کو اُپدیش بھی دیا تھا اور کچھ عملدرآمد بھی ہونے لگا تھا-

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک فقیر صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا- اچھے بزرگ تھے اور علاوہ فقیری کے جنتر منتر کے کام میں بڑے کامل اور پورے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آکر عرض کی کہ مہاراج میرے بھائی کو بڑے زہریلے سانپ نے کاٹ لیا ہے اور وہ قریب المرگ ہے اگر آپ کرپا کرکے پدھاریں تو بڑی بندہ نوازی ہوگی- انھوں نے اس آدمی کو اپنے نزدیک بلا کر پوچھا کہ تمھارے بھائی کے جسم کے داہنے حصّہ میں سانپ نے کاٹا ہے یا بائیں میں- اس نے جواب دیا کہ بائیں جانب کاٹا ہے انھوں نے ایک چانٹا اس کے بائیں گال پر رسید کیا اور کہا جاؤ- اس شخص نے گھر جاکر دیکھا تو اس کا بھائی بالکل اچھا اور تندرست تھا- اسی طرح پر سانپ بچھو یا کتّے وغیرہ کے کاٹے ہوئے مریض یا انکی طرف سے کوئی آدمی انکی خبر لے کر آتا تو وہ اسکے چانٹا مارتے اور وہ مریض خواہ حاضر ہوتا یا غیر حاضر فوراً اچھا ہو جاتا- دوسری بات یہ تھی کہ جب کوئی مریض انکے پاس آتا تو وہ اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھا کر کچھ پڑھتے تھے اگر اس کو کچھ مرض ہوتا تھا تو فقیر صاحب کا ہاتھ مریض کی جانب بڑھتا تھا اگر کچھ آسیب کا خلل ہوتا تھا تو انکا ہاتھ انکی ہی طرف لوٹتا تھا- ان جنتر منتروں کی وجہ سے ان کے پاس عورت اور مردوں کا بڑا ہجوم رہتا تھا- ہم کو ان کی بات پر کئی مرتبہ بہت ہنسی آئی اور ہم اسکو ڈھکوسلہ سمجھتے اور یہ کہتے کہ فقیر صاحب نے یہ

کیا علت لگا رکھی ہے ۔ کچھ عرصے بعد فقیر صاحب نے ہم سے کہا کہ اگر کچھ محنت کرو تو ہم آپ کو کچھ بتانا چاہتے ہیں ۔ ہم نے قبول کرلیا تو انھوں نے وہ منتر ہم کو تبلایا اور کہنے لگے سوالاکھ مرتبہ اس کا جاپ کرلو ۔ ہم نے کوئی پا پنچ ہزار مرتبہ ہی جپا ہوگا کہ ان فقیر صاحب کی طرح تشخیص امراض و آسیب میں ہمارا ہاتھ بھی چلنے لگا پھر انھوں نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ آپ کو بہت جلدی سدھ ہو جائے گا مگر سوالاکھ کی تعداد ایسی ہے کہ کوئی کیسا بھی آدمی جپے ہر ایک کو سدھ ہو جاوے اس لئے سب سے زیادہ تعداد آپ کو بتادی تھی ۔ وہ ہم سے بہت محبت کرتے تھے ۔ ہم نے اس وجہ سے اس کام کو جاری نہ رکھا کہ مجمع بہت ہوتا اور شہرت ہوتی تھی اور فقیر کو شہرت غارت کرتی ہے ۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ شری مہاراج جے پور میں لالہ ہزاری لال کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے کہ کسی نے آکر آواز دی کہ میں بھوکا ہوں کچھ کھانا دو ۔ لالہ صاحب کا چھوٹا صاحبزادہ ہربخش کچھ کھانا اور ایک لوٹے میں پانی لے کر نیچے گیا اور فقیر صاحب کو کچھ کھانا اور پانی پلایا ۔ جب کھاپی چکے تو لڑکے سے کہا کہ یہ لوٹا بھی ہم کو دیدے اس نے جواب دیا کہ والدین کی اجازت کے بغیر یہ لوٹا میں آپ کو نہیں دے سکتا ہوں ۔ اس پر فقیر صاحب بہت ناراض ہوئے اور کہنے لگے خیر چاہتا ہے تو دیدے ورنہ ابھی بھسم کردوں گا ۔ لڑکے نے جواب دیا کہ کوئی مضائقہ نہیں اگر تم بھسم کردو گے تو ہمارے گرو جی ہم کو پھر زندہ کرلیں گے ۔ جب فقیر صاحب اسپر زیادہ سختی کرنے لگے تو شری مہاراج نے اوپر سے آواز دی کہ ہربخش کیا کر رہے ہو یہاں آجاؤ ۔ لڑکا اوپر آنے لگا تو فقیر صاحب بھی اس کے ہمراہ چلے آئے اور شری مہاراج سے کہنے لگے کہ یہ لوٹا ہم کو دلادے ورنہ ایک نگاہ میں اس کو اور تجھ کو دونوں کو بھسم کردوں گا ۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر صاحب تشریف رکھیں اس کی والدین کی اجازت ملنے پر شاید یہ لوٹا آپ کو مل جائے گا ۔ دیگر آپ اس بچے کی بھگتی کو دیکھیں کہ آپ کی ایک صدا پر کھانا اور پانی آپ کے پاس لے گیا اور آپ اپنی ضد کو ملاحظہ فرمائیں ۔ اور رہی بھسم کرنے کی تو ہم نے گھر چھوڑا بار چھوڑا سر منڈایا در بدر کی خاک چھانی مگر ایسا

اب تک کوئی نہ ملا جو ایک نگاہ میں بھسم کر دیتا۔ زہے نصیب بعد مدّت کے آج آپ نے درشن دیئے ہیں لیجیے بھسم کیجیے۔ یہ سنکر تو فقیر کو بڑا جوش آیا اور غصّے کا تھرما میٹر بہت چڑھ گیا اور شری مہاراج کی طرف ہاتھ کر کے کچھ عمل پڑھنا شروع کیا، آپ خاموش بیٹھے رہے جب وہ اچھی طرح سے چھوچھکا کر چکا تو آپ نے کہا کہ لیجیے فقیر صاحب آپ کا منتر تو پورا ہو گیا اب ذرا سنبھل جاؤ ہم بھی منتر چلاتے ہیں۔ یہ سنکر تو فقیر صاحب کا غصّہ ہرن ہو گیا۔ گھگیاں ڈھیلی پڑ گئیں اور تھر تھر کانپنے لگے اور بڑی منت و سماجت کے ساتھ کہا کہ مجھ کو معلوم نہ تھا معاف فرمائیں۔ انکی یہ حالت دیکھ کر شری مہاراج کو ہنسی آگئی اور آپ نے فرمایا کہ بس۔ اس برتے پر تتا پانی۔ اور ان کو سمجھا بجھا کر وداع کیا۔

ایک روز ایک بڑے جٹا دھاری سادھو حاضر خدمت مبارک ہوئے شری مہاراج نے انکو دیکھ کر کہا کہ آیئے مہاراج براجئے یہ سنکر سادھو بڑے چیں بہ چیں ہوئے اور کہنے لگے کہ فقیر ہو کر آپ تو پلنگ پر چڑھ کر بیٹھا ہے ہم کو کہاں بٹھاوے گا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ شری مہاراج نے پلنگ سے نیچے اتر کر اس کے بال پکڑ لئے اور فرمایا کہ ذرا کوئی صاحب کسی حجّام کو تو جلدی سے بلالاؤ پہلے ان سادھو جی کا سر منڈوا کر اپنا سا کر لوں پھر بیٹھنے کو جگہ بھی بتلا دوں گا۔ یہ دیکھ کر فقیر گھبرا گیا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ بس مہاراج مجھ کو تو بھیک مانگ کر ہی کھا لینے دو اپنے جیسا مت بناؤ۔ شری مہاراج نے فوراً اس کے بال چھوڑ دیئے اور فرمایا کہ ہمارا تو خیال تھا لیکن اگر تم نہیں چاہتے تو تمہاری مرضی۔ پھر وہ سادھو وہاں سے روانہ ہو گیا۔ سچ ہے۔ دوہا۔

پھولیں پھلیں نہ بید تدپی جلد برسے مہا
مورکھ ہردے نہ چیت جو گرو ملیں برنچی سم

ایک روز شری رادھا سوامی جی کے مرید ایک پوسٹ ماسٹر صاحب حاضر

خدمت مبارک ہوئے اور جو پرساد لائے تھے سامنے رکھدیا۔ آپ نے اول سب کو تقسیم کرایا اور بعدہٗ اس میں سے ذرا سا اٹھا کر آپ بھی کھالیا۔ سوامی جی کے مریدوں میں اوچیشٹ پرساد کی بڑی مہما ہے اس لئے پوسٹ ماسٹر صاحب نے بقایا پرساد اٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا مگر شری مہاراج نے انکا ہاتھ پکڑ لیا۔ جیوں ہی شری مہاراج نے ہاتھ پکڑا تھا کہ پوسٹ ماسٹر صاحب نے کہا کہ مہاراج ہاتھ پکڑے کی لاج ہے۔ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں شری رادھا سوامی جی مہاراج نے ہی آپ کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے اور پھر حکم دیا کہ اچھا بھائی پرساد کھالو۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ٹھاکر فتح سنگھ جی جو جے پور کے مصاحب عالی ہوئے ہیں بالکل بے پڑھے لکھے آدمی تھے۔ وہ بھائی داروغہ بلدیو سنگھ جی کے مکان پر رہتے تھے ایک دفعہ مہاراجہ رام سنگھ جی داروغہ جی کے مکان پر پدھارے اور حقّہ جو وہاں رکھا تھا پینے لگے اور بڑی تعریف کے ساتھ دریافت کیا یہ چلم کس نے تیار کی ہے بڑی لیاقت سے کام کیا ہے لوگوں نے کہہ دیا کہ ٹھاکر فتح سنگھ نے بھری تھی بس اس روز سے ان سے کچھ ایسے خوش ہو گئے کہ جب کبھی داروغہ جی کے مکان پر جاتے تو ٹھاکر صاحب سے چلم بھروا کر پیتے۔ اسی طرح باتوں باتوں میں معلوم ہو گیا کہ ٹھاکر صاحب بے روزگار ہیں تو مہاراجہ صاحب نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے مصاحب عالی نواب فیاض علیخان کے پاس جاکر کہیں کہ مجھ کو کہیں کسی آسامی پر مقرّر کردو۔ ٹھاکر صاحب حسب فرمودہ جناب نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض حال کیا۔ انھوں نے دریافت کیا کہ آپ کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں تو انھوں نے عرض کیا کہ میں تو علم سے بالکل بے بہرہ ہوں۔ اب وہ سوچنے لگے کہ مہاراجہ صاحب کا بھیجا ہوا آدمی ہے مگر پڑھا لکھا بالکل نہیں اب اسکو جگہ دوں تو کونسی دوں خیر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آپ پھر کبھی آئیے گا۔ بعدہٗ یہ کئی مرتبہ گئے مگر اسی طرح سے ناکامیاب واپس آئے پھر کسی دفعہ مہاراجہ صاحب سے ملنے پر انھوں نے دریافت کیا کہ کیا تم کو جگہ مل گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ ابھی تک نہیں ملی مہاراجہ صاحب نے پھر جانے

کے واسطے فرمایا - مجبوراً پھر گئے۔ نواب صاحب اس وقت معاملہ مقدمیں کچھ ایسے مصروف تھے کہ انکا آنا ناگوار سا معلوم ہوا اور عرض کرنے پر جواب دیا کہ آپ کچھ پڑھے نہ لکھے بھلا معقول آسامی دوں تو کونسی دوں البتہ میری ہی جگہ ہے بیٹھ جاؤ - ٹھاکر صاحب یہ ترش جواب سنکر واپس چلے آئے اور آنا جانا قطعی بند کر دیا اتفاقاً پھر مہاراجہ صاحب نے دریافت فرمایا - ٹھاکر صاحب تو خاموش ہو گئے مگر کسی اور نے عرض کر دیا کہ حضور یہ جائیں تو کیا جائیں نواب صاحب نے تو ایسا سخت خواب دیا - مہاراجہ صاحب نے سنکر فرمایا کہ پھر تم چلے کیوں آئے انکی جگہ پر بیٹھ کیوں نہ گئے؟ اچھا اب کے پھر جانا - قہر درویش برجان درویش مہاراجہ صاحب کا فرمانا تھا بیچارے پھر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نواب صاحب اس وقت بھی کچھ ایسے مشغول تھے کہ انکو پھر بھی وہی جواب دیا کہ میں آپ سے کہہ چکا کہ معقول آسامی تو میری ہی ہے بیٹھو تو بیٹھ جاؤ ہ

جیسے ہو ہوتب تا تیسے بیاپے بدھ
ہونہار بسرے نہیں بسر جائے سب سدھ

انھوں نے بھی کہدیا کہ بہت بہتر آپ جگہ خالی کریں، میں بیٹھتا ہوں - نواب صاحب غصے میں اٹھ کھڑے ہوئے مگر دل میں سوچنے لگے کہ یہ بے پڑھا لکھا آدمی کیا کام کریگا۔ یہاں ٹھاکر صاحب کا گدی پر بیٹھنا تھا کہ انھوں نے حکم احکام جاری کرنے شروع کر دیے اور ایسے معقول بندوبست اور کارروائیاں جاری کیں کہ سب دیکھ کر دنگ رہ گئے کہتے ہیں کہ جے پور میں انکی مصاحبی کا زمانہ بہت اچھا گزرا - انکے بعد اگر کچھ مصاحبی کی تو بابو کانتی چندر نے کی - سچ ہے جس کو دیتا ہے چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ سانبھر میں بہت سے آدمی ہمارے پاس بیٹھے تھے

کہ تمباکو کا ذکر چلا اور اس کی قیمت کی بابت بات چیت ہونے لگی ہماری زبان سے نکل گیا کہ ہم نے بنارس میں ساٹھ روپے سیر تک کی تمباکو دیکھی ہے۔ اس قیمت کو سنکر سب حیران رہ گئے حالانکہ ہماری مروّت سے کسی نے کچھ اعتراض نہیں کیا مگر ہماری بات پر پورے طور پر اعتبار بھی نہیں آیا۔ ہم کو بھی خیال ہوا کہ ایسی بات تم کو کہنی نہیں چاہئے تھی اسوقت سیٹھ ہنسراج بھی موجود تھے۔ انھوں نے کہا بھی کہ مہاراج ایسی کیا چیز ڈالتے ہیں کہ تمباکو کا اتنا نرخ ہو جاتا ہے۔ اس وقت تو ہم نے کچھ جواب نہ دیا کچھ عرصے بعد ہمارا اور سیٹھ صاحب کا شری جگناتھ جی جانے کا اتفاق ہوا اور راہ میں بنارس میں بھی ٹھہرے۔ جب شام کو سیر کے واسطے بازار گئے تو ہم کو بھی ساتھ لے گئے اس وقت ہم نے جان کر تمباکو فروش کے وہاں بگھی ٹھہروا کر اس سے تمباکو کا نرخ دریافت کیا تو اس نے پندرہ روپے سیر کہا ہم نے پوچھا اس سے زیادہ قیمت کی نہیں ہے تو اُس نے کہا کہ بتیس[۳۲] روپے سیر پھر پوچھنے پر اس نے کہا کہ مہاراج چالیس روپے سیر تک کی تمباکو تو میری دوکان پر اس وقت تیار ہے اور ساٹھ یا ستّر روپے سیر تک عرصہ دو یوم میں تیار کرا سکتا ہوں اگر اس سے زیادہ قیمتی درکار ہو تو عرصہ ایک ہفتہ یا زیادہ کا لگے گا لیکن میں ڈیڑھ سو روپے فی سیر تک کی تمباکو آپ کو تیار کر کے دے سکتا ہوں یہ قیمت سنکر تو سیٹھ جی دنگ رہ گئے پھر ہم نے دوکاندار سے کہہ دیا کہ ہم کو تمباکو خریدنی نہ تھی صرف نرخ دریافت کرنا تھا۔ پھر سیٹھ جی نے ہم سے کہا کہ اس وقت ساٹھ روپے سیر کی قیمت سنکر ہی مجھ کو تعجب ہوا تھا اب معلوم ہوا کہ اس سے ڈھائی گنی قیمت تک کی تمباکو ہوتی ہے۔ اس سے یہ منشا ہے کہ انسان کا ظرف دیکھ کر بات کہنا درست ہوتا ہے اگر کوئی سچ بات بھی ہو مگر جس انسان کا ظرف اس کو قبول کرنے کے لائق نہ ہو اس سے کہنا فضول ہے وہ اس کو صرف مبالغہ سمجھتا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقراء کے پاس آکر اصحاب اکثر پرماتما اور خدا اور برہم کی بابت بات چیت کرتے ہیں اور جب انکو تسلّی بخش جواب ملجاتا ہے تو وہ خوش ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری تحقیقات برہم کی بابت درست تھی اور نیز اس فقیر کی نسبت

بھی انکا اعتقاد ہو جاتا ہے کہ اسکو بھی برہم کا پورا گیان ہے۔ مگر دراصل یہ بات نہیں ہے۔ بھلا برہم کیا وہ تو لڑکوں کا کھیل یا دلالوں کی گپ شپ ہوئی کہ جسکی نسبت ہر ایک کو پوری پوری واقفیت ہو جاوے خود اس کی نسبت کچھ جان لے تو خیر جان لے مگر یہ کب ممکن ہے کہ لگے ہاتھوں باتوں باتوں میں ہی دوسرے کو بھی پورا گیان کرا دے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اکثر فقراء کو اس بات کی شناخت ہوتی ہے کہ پوچھنے والا کس درجے کا آدمی ہے اور وہ اس کی بات کا قریب قریب ایسا جواب دیتے ہیں جو اس کے سمجھنے کے لائق ہو اور اسی وجہ سے اکثر فقراء کی بات مقبول عام ہوتی ہے کیونکہ جس کسی سے وہ کچھ کہتے ہیں وہ اس کے ظرف کا اندازہ کر کے کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب پربھو دیال جی نے ہم سے دریافت کیا کہ دل اور دماغ میں کون بڑا ہے تو ہم نے جواب دیا کہ دماغ۔ اس پر انھوں نے چند ایسی باتیں پیش کیں جن سے دل کی فوقیت ثابت ہوتی تھی ہم نے سوچا کہ انھوں نے اپنے بچار سے کچھ کام نہ لیا اس لئے ہم نے کہدیا کہ بابو صاحب رادھے اور کرشن میں کون بڑا اور کون چھوٹا۔ چونکہ بابو صاحب بیگل روپ کے اُپاسک اور بھگت تھے یہ بات بڑی اچھی معلوم ہوئی مگر چند روز بعد جب انھوں نے خود بچارا تو اصلیت معلوم ہو گئی اور سوچ لیا کہ وہ بات مصلحتاً کہدی تھی مگر بعض آدمیوں کو اس موقعہ پر بے اعتقادی بھی ہو جاتی ہے کہ فلاں فقیر نے ہم سے غلط کہہ دیا تھا مگر دراصل وہ بات صرف مصلحتاً پوچھنے والے کی لیاقت کا اندازہ کر کے کہی جاتی ہے اگر اس سے اعلیٰ بات کہی جاوے تو وہ اس کو قبول کرنے کو ہرگز تیار نہ ہوگا اور سب ملنگ کا منشا اچھی طرح پورا نہ ہوگا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ گیا جی میں ایک لالہ صاحب بڑے حاذق حکیم تھے انکو نبض شناسی میں ایسا ملکہ تھا کہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ کاشی جی کے ایک ممتاز برہمن عارضہ دردِ سر میں عرصہ دراز سے مبتلا اُن سے علاج کرانے گئے حکیم جی نے نبض دیکھ کر ایک پرچہ پر کچھ لکھ کر ان کو دیا اور کہا کہ اگر یہ بات درست ہے تو میں آپ کا علاج کر سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ اس پرچے کو پڑھکر برہمن دنگ رہ گیا اور کہنے لگا کہ یہ بات حکمت کے متعلق نہیں

بلکہ کچھ خدا داد بات ہے جب آپ پر یہ راز ظاہر ہو گیا تو میں بھی اپنی حرکات کا اقبال کرتا ہوں غرض حکیم جی نے علاج کیا اور مریض اچھا ہو گیا - ان برہمن صاحب نے ہم سے آکر کہا کہ حکیم جی نے پرچے میں یہ لکھا تھا کہ تم نے فلاں بے موقع پر نادرستی کی حالت میں عورت سے صحبت کی ہے اس کی وجہ سے یہ دردِ سر ہوا ہے اور واقعی یہ بات درست تھی یہ حرکت مجھ سے ہوئی تھی مگر اس کا خیال بھی مجھ کو نہ تھا کہ یہ بیماری اس کا نتیجہ ہے اب خود بخود حکیم جی نے یہ بات معلوم کرلی - حکیم جی ہم سے بہت محبت کرتے تھے اور ہر ایک مریض کی ایسی رازداری کرتے کہ اگر کوئی کسی دوسرے کے مرض کی نسبت دریافت کرتا تو بری طرح پھٹکارتے اور کہتے تھے کہ تم اپنی نسبت جو چاہو دریافت کرو دوسرے سے کیا تعلق ہے - حکمت سے بڑھ کر کمال یہ تھا کہ اس طبابت کے متعلق کسی سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتے للّٰہ علاج کرتے بلکہ اپنے پاس سے بھی کچھ ادویہ دے دیتے تھے - گھر پر صرف ایک بوریہ بچھا تھا اور امیر و غریب سب اس پر آکر بیٹھتے تھے - انھوں نے اپنا حال اس طرح پر ظاہر کیا کہ میرے والد بڑے امیر اور فقیر دوست تھے انکی وفات کے بعد ایک فقیر صاحب نے آکر مجھ کو عربی پڑھائی اور جب شرح ملّا وغیرہ بڑی بڑی کتابیں دیکھ چکا تو طبابت سکھلائی جب اس سے فارغ ہوا تو فقیری کی بابت بھی کچھ بتایا اور پھر یہ وعدہ مجھ سے لیا کہ اس طبابت کے ذریعہ سے میں کسی سے کبھی کچھ نہ لونگا - پھر وہ فقیر صاحب تو روانہ ہو گئے اور میں نے یہ کام شروع کر دیا مگر وہ عہد اب تک میں نے نہیں توڑا ہے اور کسی سے کچھ نہیں لیتا ہوں - ایک روز ارشاد ہوا کہ جے پور میں بھی ایک حکیم صاحب محمد سلیم خاں جو بہرے حکیم جی کے نام سے مشہور تھے بڑے نبض شناس تھے مگر جو بات لالہ صاحب میں دیکھی وہ ان میں نہ تھی - یہ بھی عربی میں بڑے لائق تھے اور انکو بھی ایک فقیر نے تعلیم دی تھی - حکیم محمود علی خاں صاحب دہلوی کے خاندان سے تھے - راج سے آجیوکا تھی مگر بڑے بے پرواہ شخص تھے راجہ سے بھی کہہ دیا تھا کہ آپ جب چاہیں بلالیں ہم نوکر ہیں آنے سے انکار نہیں کر سکتے لیکن اگر ابھی تشخیص کرانی ہو تو رات کے آٹھ بجے ہمکو بلایا کریں

اسی وقت ہماری طبیعت خوب لڑتی ہے اور اکثر جو خاص مریض ہوتے تھے وہ اسی وقت رات کو حاضر ہوتے تھے - ایک لالہ صاحب بہت عرصے سے بیمار تھے ان کی نبض دیکھ کر حکیم صاحب نے فرمایا کہ آپ چھ ماہ کے مہمان ہیں. وہ مایوس ہو کر چلے گئے اور دوسرے حکیموں کے علاج سے کچھ فائدہ ہو گیا مگر ٹھیک چھ ماہ بعد انتقال کر گئے اس وقت حکیم جی نے کہا کہ انکو ایسی بیماری تھی جیسے لکڑی میں گھن لگتا ہے کہ اوپر سے درست اور اندر سے خالی، اس مریض کی زیادہ سے زیادہ چھ ماہ زندگی کی میعاد ہے وہی ہم نے کہدی تھی ۔ انکا بدن ضرور فربہ تھا مگر انکی ہڈیاں بالکل خالی ہو گئی تھیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جے پور میں ایک مہاتما کے استھان پر ہفتہ وار ست سنگ ہوا کرتا تھا اور اس میں بھجن کیرتن سب ہی باتیں ہوتی تھیں ایک دفعہ کسی شخص نے ایسے پریم سے بھجن گایا کہ مجمع میں سے ایک مہاتما کو سن کر حال آگیا اور وہ ناچنے اور جھومنے لگے - ریاست کے دیوان یعنی مصاحب آعلیٰ جو اس استھان کے مہنت کے شیشیہ تھے وہ بھی وہاں موجود تھے اور وہ اپنے ہمراہ اپنے ایک دوست قوم جینی کو بھی لے گئے تھے، مگر یہ جینی صاحب نہ تو ست سنگی تھے نہ فقیر دوست صرف دیوان صاحب کی دوستی کی وجہ سے انکے ہمراہ چلے گئے تھے اس لئے ان مہاتما کو ناچتے دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ بھی خوب ڈھونگ ہے اور حقارت سے دیکھ کر منہ پھیر لیا. دیوان صاحب نے فرمایا کہ آپ ایسا خیال نہ کریں اس وقت ان پر حالت طاری ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ کوئی ہم پر طاری کر دے تو جانیں - ان دونوں میں آپس میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ یہ حال اس استھان کے مہاتما کے بھی باطنی طور پر معلوم ہو گیا حالانکہ اس وقت قریب تین سو آدمی کا مجمع تھا مگر انھوں نے ایسی توجہ کی کہ تمام اہل محفل مع ان جینی صاحب کے بے ہوش ہو گئے اور بہت عرصہ تک بے ہوش رہے پھر الیٰ الفرق ہوش میں آتے گئے اور سب سے پیچھے دیوان صاحب اور وہ جینی ہوش میں آئے ، اس وقت مہاتما نے رُخ بدل کر اور ذرا ناراض ہو کر اپنے مرید دیوان صاحب سے فرمایا کہ تم فقیروں کا ٹھٹھا اڑاتے ہو خبردار آئندہ ایسے سست اعتقاد آدمیوں

کو بھول کر بھی اپنے ہمراہ نہ لانا۔ مجمع میں سب طرح کے آدمی رہتے ہیں اس سے فقیر صاحب کی یہ مراد تھی کہ ہر ایک آدمی کو ایسی طاقت نہیں ہوا کرتی جیسی کہ تم نے دیکھی ہے اور اگر اس وقت ایسا نہ کیا جاتا تو مجمع کی سُبکی تھی۔ یہ سنکر دیوان صاحب اور جینی صاحب دونوں مہاتما کے چرنوں میں گر گئے اور جینی صاحب نے رو رو کر معافی مانگی اور اسی وقت اُپدیش بھی لیا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جے پور میں ایک سادھو کے ہاں تعمیرِ مکان کا کام جاری تھا اور بہت سے مزدور کام کر رہے تھے ایک برہمن نے بھی مزدوری پر کام کرنے کی اجازت چاہی۔ سادھو نے اس سے روزانہ مزدوری ٹھہرا کر ایک آسن اور مالا اسکے حوالے کری اور کہا کہ آپ اس جگہ بیٹھ کر رام رام کہو شام کو مزدوری لے کر گھر چلے جانا اینٹ پتھر ڈھونے سے تم کو تکلیف ہوگی اس میں بیٹھے بٹھائے دام ملجائیں گے۔ وہ برہمن مالا لے کر بھجن کرنے لگا مگر تھوڑی دیر میں ہی بالکل اُکتا گیا اور ادھر اُدھر دیکھنے بھالنے لگا۔ ایک مزدور کچھ خراب کام کر رہا تھا اس کو جھڑکنے لگا کہ اس طرح سے نہیں بلکہ اس طور سے کام کر۔ وہ سادھو بولے کہ برہمن دیوتا تم کو اس جھگڑے سے کیا پڑی اس کے جی میں آئے اس طرح سے کام کرنے دو آپ اپنا بھجن کئے جاؤ۔ برہمن نے کہا ہم اس طرح پر کام کو خراب ہوتے دیکھ کر چپ چاپ نہیں بیٹھ سکتے اگر تم اس میں ناخوش ہو تو یہ لو اپنی مالا اور آسن ہم سے یہ رگڑا نہیں ہوتا ہم تو مزدوری کر کے کھالیں گے، مالا پھینک کر چلا گیا پھر وہ سادھو ہم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ دیکھئے مہاراج بھجن مزدوری کرنے سے بھی مشکل کام ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم جے پور میں بازار سے گزر رہے تھے اور بھی بہت آدمی ہمارے ساتھ تھے کہ طوائف کے کوٹھے سے ہم نے ایک شخص کو اترتے دیکھا انکو دیکھ کر فوراً پتہ چل گیا کہ یہ شخص کوئی مہاتما ہے۔ آگے بڑھ کر ہم نے پرنام وغیرہ کر کے کہا کہ کہئے یہ کام کب سے جاری ہے اول تو وہ اٹلانے لگے اور بولے کہ مہاراج آپ مہاتما ہیں اور

میں تو تماش بین آوارہ آدمی ہوں مگر بعدہٗ اشارہ میں کھل گئے اور کہنے لگے بھید نہ کھو
ہم آپ سے ملتے رہیں گے۔ اس کے بعد اکثر ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور بڑی محبت
کرتے تھے اور بہت اعلیٰ درجے کے مہاتما تھے ایک عمل کے ذریعے ان کو کچھ روپیہ مل جاتا
اسی پر بسر اوقات تھی ایک طوائف کے ہاں پڑے رہتے تھے اور پان وغیرہ کھانا اور عطر
لگائے رہنا گویا ایسی وضع بنا رکھی تھی کہ کسی کو ان کی طرف شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسے
بڑے آدمی ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے پاس ایک اور سادھو آیا کرتے تھے ایک دن جب یہ
تماش بینی وضع والے مہاتما بیٹھے تھے تب بھی وہ آئے اور کچھ دیر ست سنگ کر کے
چلے گئے۔ جب وہ سادھو اٹھ گئے تو مہاتما نے فرمایا کہ یہ شخص بہت اچھا ابھیاسی تھا مگر
اس کا درجہ ٹوٹ گیا۔ اس کے مرشد اس سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ وجہ یہ ہوئی تھی
کہ یہ شخص جو کچھ کماتا تھا سب اپنے گھر والوں کو دیدیتا تھا اور ویسے بھی ہر طرح سے
ان کی بات مانتا تھا۔ مگر اپنی زوجہ کی طرف سے کم توجہی تھی اس کی والدہ نے
کئی دفعہ اس سے کہا مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا تو اس نے اس کے مرشد سے
عرض کی انھوں نے فرمایا کہ ہم سمجھا دیں گے جس وقت یہ دھیان میں تھا تو مرشد
نے فرمایا کہ تم کو اسکا خیال رکھنا چاہیئے لیکن اس شخص نے جواب دیا کہ آپ اور ہم تو
ایک ہی ہیں اس بات پر انھوں نے اپنی توجہ اس کی طرف سے ہٹا لی اور اس کا
درجہ ٹوٹ گیا۔ پھر ان سے ملنے کی انھوں نے بہت کوشش کی اور سینکڑوں کوس انکے
پیچھے پھرا مگر وہ اس کو درشن دینا پسند نہیں کرتے تھے اور جب یہ انکے پیچھے جاتا
تو وہ اس سے آگے آگے چل دیتے تھے۔ یہ کہہ کر ہم سے وعدہ لیا کہ تم اس کا ذکر
اس سادھو سے نہ کر دینا۔ اس وقت چار و نچار ہم نے وعدہ کر لیا مگر چونکہ وہ
سادھو ہم سے بہت ہی محبت کرتا تھا اس لئے مروّت نے اسکو گوارا نہ کیا کہ ہمارا
ملنے والا ایسی حالت میں رہے اور چونکہ ہم کو اس کے ساتھ بہت ہمدردی تھی اسکی
حالت پر رحم کر کے ہم نے ایک دن سب حال اس سے ذکر کر دیا۔ یہ سنکر تو وہ ہمارے

سر ہوگیا کہ یہ حال آج تک میں نے کسی سے نہیں کہا اور سوائے اس شخص کے جو اس درجے سے آگے ہو کوئی اسکو معلوم بھی نہیں کر سکتا ہے جب اپنی یہ بات معلوم کر لی ہے تو اس کا علاج بھی آپ کریں۔ ہم نے اس سے صاف کہہ دیا کہ ہمارے ذریعے سے یہ کام نہیں بنے گا اگر ہمارے وسیلے سے بن سکتا تو ہم ہرگز دریغ نہ کرتے تو اس نے پوچھا اچھا آپ اس شخص کو جس کے وسیلے سے کام ہوگا بتا دیں ہم نے کہا کہ ہم اس سے وعدہ کر چکے ہیں کہ اسکا راز کسی کو نہیں بتائیں گے صرف یہ بات بھی تمھاری حالت دیکھ کر کہدی ہے۔ مگر اب اس کو چین کہاں تھا رات دن اس فراق میں رہنے لگا کہ یہ کہاں کہاں جاتے ہیں اور ان کے پاس کون کون آدمی آتا ہے۔ حالانکہ درجے سے گرا ہوا تھا مگر ابھیاسی شخص تھا اس لئے ایک دن جب وہ مہاتما آئے تو انکو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور انکے قدم پکڑ کر بہت عاجزانہ لہجے میں کہا کہ آپ میرا کام سنوار دیں۔ انھوں نے بہت حیلہ بہانہ کیا مگر اس نے پیچھا نہ چھوڑا انھوں نے پوچھا کہ تم کو ہمارا حال کس طرح سے معلوم ہوا تو اس نے صاف ہمارا نام لے دیا۔ وہ مہاتما اس کو ساتھ لیے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کیوں صاحب کیا فقیروں کے وعدے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہم کو بہت شرمندگی ہوئی اور ہم نے کہا کہ بات تو آپ سچ فرماتے ہیں مگر ہم کو اسکی حالت پر ترس آگیا اور ہمارے دل نے یہ بات گوارا نہ کی کہ جو ہمارے ست سنگ میں آوے وہ اس طرح تکلیف میں رہے۔ پھر انھوں نے وعدہ کر لیا کہ اچھا ہم تمھارے گرو سے کہدیں گے۔ اس نے پوچھا کہ پھر میرا اطمینان کیسے ہو۔ دوسرے روز مہاتما نے اس سے فرمایا کہ اب تک وہ تمھارے خط کا جواب نہیں دیتے تھے اور نہ تم سے ملتے تھے۔ اب تم خط ڈالو تم کو جواب دیں گے اور اگر تمھارا ملنے کا خیال ہو تو ملیں گے بھی۔ اب انھوں نے تمھارا قصور معاف کر دیا ہے مگر خیال رکھنا آئندہ ایسی حرکت نہ ہو۔ پھر اس سادھو نے خط ڈالا تو جواب آیا اور اس کی حالت بھی بھجن کی درست ہو گئی مگر ہم کو اس وعدہ خلافی کا نقصان اٹھانا پڑا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مقام چاکسو میں ایک مہاتما رہتے تھے۔ ان کی نسبت کسی شخص کا خیال تھا کہ تین سو برس کے ہیں کسی کا خیال تھا دو سو برس کے ہیں۔ ایک شخص نے جو بہت ہی معتبر تھا اور اس کی عمر قریب ۷۰ سال کے تھی ہم سے کہا کہ میرے دادا صاحب فرماتے تھے کہ ہم نے ان کو شروع سے اسی طرح پر دیکھا ہے مگر ہم کو اس میں شک تھا ایک دفعہ ان مہاتما سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ بڑے اعلیٰ درجے کے فقیر تھے جیسے کہ پرانے وقت کے آدمی ہوا کرتے تھے انکا کل طریقہ اسی پر تھا لیکن ناخواندہ تھے۔ ان کا اصول تھا کہ رات میں کسی کو اپنے پاس نہیں رہنے دیتے تھے خواہ کوئی کیسی بھی مروّت کا آدمی ہو صاف جواب دے دیتے تھے ایک دفعہ مہاراجہ رام سنگھ جی نے کہلا بھیجا کہ آج رات کو میں آپ کے پاس آؤں گا تو جواب دیا تم راجہ ہو تم کو میں زبردستی روک نہیں سکتا لیکن اگر میرے اصول کے خلاف کرو گے تو یہ ہوگا کہ میں یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا، پھر راجہ نے ارادہ فسخ کر دیا اور نہیں گئے۔ ہم سے بڑے ہی اخلاق سے ملے اور بڑی تواضع سے پیش آئے اثنا گفتگو میں ہم نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کی عمر کی نسبت یہ کیا افواہ مشہور ہیں اور اس میں اصلیت کیا ہے تو کہنے لگے کہ ہے سوامی جی یہ ہے کرپا ناتھ آپ کو اس سوال کی کیا ضرورت پڑی اگر وہ سچ کہتے تو وہ جانیں اور اگر جھوٹ بولتے ہیں تو انکی بات سے کیا مطلب۔ ہم نے کہا کہ میں تو صرف واقفیت کے لئے اور اصلیت معلوم کرنے کے لئے دریافت کرتا تھا اور کچھ مطلب نہ تھا تو آپ فرمانے لگے کہ اچھا آپ بتایئے آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ ہم نے کہا کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ سو برس سے دو چار کم یا یا دو چار زیادہ ہو گی۔ آپ نے تھوڑی دیر سوچا اور بولے کہ مجھ سے پوچھتے ہو تو میں بتاتا ہوں کہ ہے دیالو "میں تو انادی ہوں"، یہ بات سن کر ہم کو شری بدھگوت گیتا میں ارجن و شری کرشن جی مہاراج کا سمباد یاد آیا کہ جہاں سری کرشن جی نے ارجن سے کہا تھا کہ میں نے اکشواک کو یہ اُپدیش دیا تھا اور میں انادی ہوں اور میں اس بات کو جانتا ہوں مگر تو اس بات کو نہیں جانتا، اور ہم اس کو سوچ رہے تھے

کہ مہاتما بولے کہ ہاں اب آپ ارجن اور کرشن مہاراج کے سمباد کو بچار رہے ہو اور پھر بولے کہ میں نے دو اصول برتے ہیں۔ اول تو جب چلتا تھا تب پَون کی طرح چلتا تھا یعنی جیسے ہوا چلتی تھی کہ جب چاہا تب چل اٹھی نہ تو کسی سے پوچھنا اور نہ کسی سے ملنا اور بہت دیار اور امصار کی سیر کی جب جی چاہا چل پڑے اور حالانکہ اس شریر میں پانچوں تتّو ہیں مگر ان میں مٹی پردھان ہے اسی لئے جب سے بیٹھا ہوں دھرتی کی طرح بیٹھا ہوں یعنی جیسے دھرتی قائم ہے اسی طرح میں بھی ایک جگہ بیٹھ رہا ہوں اور اس جگہ بیٹھے ہوئے جتنا آپ کا خیال ہے اتنا ہی عرصہ ہوا ہے یعنی سو برس سے دس برس کم یا دس برس زیادہ اور اگر تم کہو کہ دھرتی تو ہلتی جلتی بھی ہے اور بھونچال آتے ہیں تو اس طرح سے میرے ہاتھ پیر بھی ہلتے ہیں اور میں بھی ٹٹی پاخانے کو اٹھتا بیٹھتا ہوں اور اب یہ مٹی جہاں کی نمت ہے وہاں لگے گی اور اسی جگہ چولا برتے گا اور کہنے لگے کہ سادھو کے تین دشمن ہوتے ہیں ایک برہمن دوسرا نائی تیسرا سادھو۔ میرے پاس بہت سے آدمی آیا کرتے ہیں مگر میں نے کہہ رکھا ہے کہ میری کوٹھری میں کوئی نہ آوے جس کسی کو ماتھا ٹیکنا ہو باہر پانچ سات ہاتھ دور سے ٹیک لے اور دنیا دار بہت سی باتیں کرتے ہیں مگر میں سب باتوں کا ایک جواب دیتا ہوں کہ گرو مہاراج کی بھبوتی لے جاؤ اور اس پر جو تمہارا نشچہ ہوگا ظہور ہو جائے گا میرا تو وہی پرمیشور ہے اور پرمیشور ہی میرا گرو ہے۔ ایک برہمن ہماری بڑی سیوا کرتا تھا اور اس کو اولاد کی تمنا تھی۔ کئی مرتبہ ہم سے عرض کیا ہم نے یہی کہہ دیا بھبوتی لیجاؤ گرو مہاراج سب کچھ کریں گے۔ وہ کہتا تھا کہ آپ ہی کچھ کرو۔ ایک دن ہم نے کہا کہ ہمارے بچن پر اعتقاد ہے تو بھبوتی لیجاؤ گرو مہاراج سب کچھ کرنے والے ہیں میں تو جو کچھ سمجھتا ہوں گرو کو ہی جانتا ہوں۔ وہ بھبوتی لے گیا اور گرو مہاراج کی کرپا سے اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ اس برہمن کی عورت اور اس کا پوتا اب تک زندہ ہے اور وہ بڑا عقیدہ رکھتے ہیں، میں صرف رات میں ایک دفعہ کھاتا ہوں اور اس برہمن کے سپرد کھانے کا انتظام ہے ایک گلاس

بھی ہمارا رشیشہ ہے اور بڑا بھگت ہے یہ برہمن اور کلار دونوں مل جل کر کھانا لاتے ہیں وہی رات کو کھالیتا ہوں اور ایک دستور یہ ہے کہ جو کچھ چڑھاوا نقد ہمارے پاس آتا ہے شام کے وقت اس برہمن سے کہتا ہوں کہ سب آدمیوں کے سامنے اس کو گن لے اور سب اس کے پاس جمع رہتا ہے جب زیادہ جمع ہو جاتا ہے تو یا تو گڑ کا شیرہ یا دودھ کے مال پوڑے کر کے یہ تمام نائی برہمن اور سادھو وغیرہ جو جمع رہتے ہیں کھالیتے ہیں۔ دن میں ان لوگوں کا یہاں بڑا ہجوم رہتا ہے اور ناریل وغیرہ جو چڑھاوے میں آتے ہیں انکو بیچ کر بھنگ، چرس، گانجا اور افیون منگا کر دھر دی جاتی ہے اس میں سے یہ سب لوگ کھایا پیا کرتے ہیں اور گائے بھینس بکری وغیرہ جو چڑھاوے میں آجاتی ہے وہ بھی اسی برہمن کے سپرد کی جاتی ہے اور اس کو حکم ہے کہ گھی تو اس کا تم لے لو اور چھاچ وغیرہ تمام محلے کے اور آنے والے برہمنوں کو دے دیا کرو اور اگر کوئی اور برہمن اس کی شکایت کرتا ہے کہ مہاراج یہ چڑھاوے میں سے روپیہ کھا جاتا ہے تو میں اس سے کہہ دیتا ہوں کہ بھائی اگر تم چاہو تو تم روپیہ رکھا کرو یا کہدیتا ہوں کہ یہ میری سیوا بھی بہت کرتا ہے اگر کھالیا تو کیا مضائقہ ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ اس کو گھی کی بہت آمدنی ہے تو اس کو جواب دیتا ہوں کہ بھائی رات کو جو کھانا بنا کر لاتا ہے تمام گھی اس میں لگا دیتا ہے۔ غرض اس طرح سے کام چلتا ہے۔ آج تک میں نے اتنی باتیں کسی سے نہ کیں اور آپ کو نربخش دیکھا اور معلوم کیا کہ آپ واد وِواد پسند نہیں کرتے اسلئے آپ سے تمام ماجرا بیان کیا اور آپ کو یہ اجازت بھی ہے کہ اگر آپ رات کو یہاں آنا چاہیں تو بھی آسکتے ہیں اور رہ سکتے ہیں۔

ہم ان کے پاس کبھی کبھی جایا بھی کرتے تھے ہم نے ان سے کہا کہ ایک بابو ہزاری لعل جی ہمارے بڑے بھگت ہیں انھیں کے مکان پر میرا قیام اکثر رہتا ہے اور اگر حکم ہو تو وہ بھی کبھی کبھی کھانا حاضر کیا کریں۔ آپ نے کہا کہ اگر وہ آپ کے بھگت ہیں تو انکو بھی اجازت ہے کہ وہ رات کو کھانا لا سکتے ہیں۔ اس لئے بابو صاحب موصوف

بھی دوسرے چوتھے روز کبھی کبھی کھانا لیجایا کرتے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ الور میں کشن کنڈ پر دودھا دھاری بابا رہتے تھے۔ انھوں نے بھگوانداس نامی برہمن کو اپنا چیلا بنایا اس نے چند روز گرو جی کی ایسی سیوا ٹہل کی کہ وہ بہت پرسن ہو گئے اور اپنے دہر دمن ڈھکومن کا سب حال اس کو بتا دیا۔ جب چیلے جی نے سب پتہ معلوم کر لیا تو جنم اشٹمی کی رات کو تمام زر و نقد و مال و اسباب گرو مہاراج کا لیکر چنپت ہو گیا اور چند روز بعد اس روپے سے خوب شادی وواہ کر کے رہنے لگا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ لال ڈگی پر الور میں ایک باباجی آکر اترے انھوں نے ستی سیوک سے لیکر اور بھیک وغیرہ سے مانگ کر پانچ سیر سونا اور سات سیر چاندی جمع کی تھی اس کو اپنی دھونی کے نیچے رکھتے تھے کچھ کنواں وغیرہ بنوانے کا خیال تھا کسی آدمی کو اس کا پتہ لگ گیا اور ایک رات کو تمام سونا اور چاندی اڑا لے گیا ٥

تیلی جوڑے دھار دھار اور خدا لیجائے ایک بار

فقیر صاحب ہاتھ مل کر رہ گئے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ مہاراجہ منگل سنگھ جی والئی ریاست الور بڑے حق پرست مشہور تھے مگر ان میں کچھ ضد یا ہٹ کی عادت بھی تھی جس بات پر اڑ گئے۔ اڑ گئے۔ اکثر لوگ ان کی اس بات کے شاکی ہیں لیکن وہ ہمیشہ اس بات پر ضد کرتے تھے جو ان کے ذہن میں سچی ہو کر بیٹھ جاتی تھی اور اگر کسی سچی بات کو ان پر اچھی طرح سے ثابت کر دیا جائے تو اسکو ماننے میں کبھی دریغ نہ کرتے تھے۔ ان کی نسبت مشہور ہے کہ وہ کپٹی اور ڈھونگے سادھوؤں سے بہت نفرت کرتے تھے اور اس گروہ کی نسبت عام طور پر انکے خیالات اچھے نہ تھے فقیروں کو دان پن بہت کم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت کسی سادھو کے استھان پر تن تنہا گئے اور سادھو

کی بری طرح توہین کی اور سخت سست کہا۔ اس سادھو نے مہاراجہ صاحب کو پکڑ لیا
اور بہت ہی گستاخانہ سلوک کیا اور بولا کہ آپ راج مد میں مست ہیں اور ہم مالک کی
یاد میں مست ہیں اب آپ بتایئے کہ آپ کے پاس فوج لشکر توپ بندوق سب کچھ
موجود ہے مگر اس وقت کیا چیز آپ کے کام آسکتی ہے اور کیا مدد مل سکتی ہے۔
خیر مہاراجہ صاحب نے منت سماجت کرکے پیچھا چھڑایا مگر اس سادھو سے ناخوش
نہ ہوئے اور نہ اس پر بعدہٗ کوئی عتاب فرمایا۔ ان کے وقت میں الور میں اکثر فقیروں
کو بے آرامی تھی۔ ایک شخص نے سادھو سیوا کا مہاتم سنکر عہد کیا کہ اب سے ان کی
خدمت کرنی چاہیئے اور کام بھینٹو یعنی بھیرون جھولی اٹھائی۔ اوّل اوّل دن میں دو چار
سیر آٹا مانگ کر لاتا اور فقیر اور محتاجوں کو کھلاتا۔ بڑھتے بڑھتے یہاں تک ہوا کہ
من سوا من آٹا تک روزمرہ آنے لگا اور سادھوؤں کا بھی خوب ہجوم رہنے لگا تو شہر
سے باہر جھونپڑی ڈال کر سادھوؤں کے رہنے کا استھان بنا دیا۔ مہاراجہ منگل سنگھ
ایک روز سیر بازار کو نکلے تو لوگوں سے دریافت کیا کہ آجکل کوئی فقیر شہر میں نظر
نہیں آتا کیا سبب ہے۔ لوگوں نے کہا کہ مہاراجہ صاحب راج سے تو کسی کو کچھ نبھان
ملتا نہیں مگر ایک شخص بھیرون جھولی مانگ کر آٹا لاتا ہے اس سے فقیروں کو
کھلاتا ہے اس لئے اس کے پاس فقیر ٹھہرتے ہیں۔ مہاراجہ نے پوچھا یہ جو مندروں
کو اس قدر روپیہ راج سے ملتا ہے یہ کیا کرتے ہیں اور حکم دیا کہ اچھا کل ہم خفیہ طور
پر انکی دیکھ بھال کریں گے۔ دوسرے روز آرتی کے وقت کئی مندروں میں گئے۔
بھوگ لگانے کے بعد نوکر چاکروں کو پرشاد بٹ گیا نہ کسی فقیر کو ملا نہ کوئی محتاج
آیا۔ بعدہٗ اس کام بھینٹو والے کے مقام پر گئے دیکھا تو بہت سے محتاج اور فقیروں
کو کھانا مل رہا ہے۔ وہاں سے واپس آکر کئی مندروں کے بندھان سے رقم کاٹ
کاٹ کر اوّل پانچ روپیہ روزانہ اس بھیروں جھولی والے کو دیا اور فرمایا کہ اگر
تم نے اچھی طرح کام چلایا تو بہت کچھ اضافہ اس میں کیا جاوے گا۔ جو شخص
پر اُپکار کے واسطے کمر باندھ کر تیار ہوتے ہیں انکی قدرت مدد کرتی ہے اور روپیہ

دوڑ دوڑ کر انکے پاس آتا ہے ؏

داتا کے گھر لکشمی ہر دم رہے حضور
جیسے گارا راج کو بھر بھر دیت مجور

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم دھولاجی کے درشنوں کو گرنار پربت پر گئے۔ وہاں ایک شخص چیتا نامی بھگت رہتا تھا اس کے پاس گائے بھینس بہت سی تھیں مگر وہ ان کا نہ تو دودھ بیچتا تھا نہ گھی فروخت کرتا تھا اس کا معمول تھا کہ جو دودھ ہوتا تھا وہ فقیر غریبوں کو کھلاتا تھا اور جو بچتا تھا اسکو جما کر مکھن نکالتا تھا اور وہ مکھن سادھوؤں کی رسوئی کے کام میں لاتا تھا۔ گائے بھینس کے صرفہ کیواسطے سیٹھ ساہوکار رئیسوں کے پاس سے اسقدر روپیہ آجاتا تھا کہ خوب اچھی طرح سے کام چلتا تھا۔ اس کی سادھو سیوا اور پروپکار سے سب لوگ ایسے خوش تھے کہ اس کی تعمیل کو بجا لانے کو فخر سمجھتے تھے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جناب بابو شیام سندر لال صاحب وزیر اعلیٰ ریاست کشن گڑھ ہم سے آکر ملے اور ہم کو اپنے دولت خانے پر لے گئے اور وہاں ایک دن باغ میں جناب مہاراجہ صاحب والیٔ ریاست کشن گڑھ بھی ہم سے ملنے آئے ہمارا خیال اسی دن شام کو روانگی کا ہوا تو کہنے لگے کہ کل مہاراجہ صاحب والیٔ ریاست الور اور مہاراجہ جودھپور بھی تشریف لائے ہیں ان کو بھی آپ سے ملاؤں گا۔ ہم نے کہا کہ وزیر صاحب ہم کو تو معاف رکھیں، ہمارے ہم صحبت تو غریب لوگ ہیں ہم امیروں اور رئیسوں سے ملکر کیا لیں گے بلکہ ان کی ملاقات الٹی وبال جان ہو جاتی ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ بات میرے لئے کہدو یا یہ سفارش کردو۔ اور جس کا کام نہ کرو اسی کے برے بنو اور جو رئیسوں سے کسی کی درخواست کرو تو ان کی نظر میں ذلیل بنو اور بات بھی واقعی یہ ہے کہ سوال کرنے والا ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔ دوئم ان لوگوں سے بھجن پوجن

توہونا ہی کیا خاک ہے ان کو تو اگلے تپ کے پرتاپ سے راج ملا ہے اس سے تپتے ہیں بلکہ ان کی الٹی ہاں ہیں ہاں ملانی پڑتی ہے جو ذرا سی بات خلاف مزاج کہو تو ناچاقی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے پھر بھلا ہم کو ایسی ناز برداری کرنے کی کیا ضرورت ہے ہم تو غریبوں سے ملنے میں ہی خوش ہیں جو یاد الٰہی تو کرتے ہیں اور امیروں سے ملتے ہیں تو ایسوں سے جیسے داروغہ رام چندر جی ہیں جو اپنے آپ کو جانتے ہیں اور امیری کا خیال تک چھوڑ دیا ہے اور خودی کو مار دیا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ داروغہ رام چندر جی کے پاس ایک فقیر نے ڈیڑھ سو روپے کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ پانچ روپے لے کر چلے جاؤ۔ وہ نہ گیا تو اس سے کھانے کے واسطے دریافت کیا، اس نے پاؤ سیر گھی اور آٹا دال کچھ قلاقند وغیرہ چیزیں لکھا دیں وہ روز اس فقیر کو مل جاتا تھا اور کھا پی کر مست پڑا رہتا تھا۔ کچھ روز بعد دس روپے دینے کو کہا مگر فقیر رضامند نہ ہوا۔ اس طرح سے کچھ وقفے کے بعد رقم بڑھاتے جاتے تھے۔ آخر فقیر ڈیڑھ سو روپے لے کر ٹلا اور ایک طوائف کے ہاں جا کر روپے صرف کرنے اور موج اڑانے لگا۔ داروغہ صاحب کے منیم اور کارندہ نے ایک دن سرگوشی کرنی شروع کی کہ ہم بھی وہاں موجود تھے۔ داروغہ صاحب کو سنا کر کہنے لگے کہ آخر فقیر کو ڈیڑھ سو روپیہ بھی دیا اور اتنے دن کھانے کا صرفہ بھی برداشت کیا اور وہ فقیر رنڈی بازی کرتا ہے۔ داروغہ جی کچھ دیر تو خاموش رہے پھر دونوں کو بلا کر کہا کہ سچ سچ بتاؤ تم نے سوائے ایک عورت کے کسی دوسری سے زنا نہیں کیا مگر خبردار جھوٹ نہ بولنا کیونکہ مجھ کو تمہارا سب حال معلوم ہے۔ آخر دونوں نے اقبال کیا کہ ہم تو ایک عورت کے پابند نہیں رہے۔ داروغہ صاحب نے فرمایا کہ کیا گرہستی آدمیوں کے نام خدا کی طرف سے پروانہ آگیا ہے کہ وہ اپنی منکوحہ بیوی کے علاوہ جتنی عورتوں سے چاہیں زنا کریں ان سے کوئی پرسش نہ ہوگی اور وہ گنہگار نہ گردانے جائیں گے اور کیا ایسا بھی کوئی نوٹس نکلا ہے کہ سال دو سال میں اگر فقیر کی طبیعت اس کام کو چل آوے تو اس کا ضرور ہی قصاص ہوگا۔ دنیادار شہوت پرست خواہشوں کے غلام کبھی بھولے

سے بھی خدا کا نام نہیں لیتے اور پھر ایسی بدکاریاں کرتے ہیں وہ تو بخش دیئے جائیں گے اور فقیر جو رات دن عبادت الٰہی میں مشغول و مصروف رہتے ہیں اور لذات محسوسات سے کنارہ کشی کی ہے اور نفس کشی پر کمر باندھی اگر کبھی ان سے ایسی حرکت ہو جائے تو وہ کبھی معاف نہیں کیئے جائیں گے کیا ان کی عبادت کا کچھ بھی خیال اور لحاظ نہ ہوگا تم لوگ تو خوب موجیں اڑاؤ اور وہ محروم رہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ داروغہ رام چندر جی کے ہاں ایک سائیس قریباً چودہ آنے کا دانہ روز چرایا کرتا تھا۔ بھگوتی لال اس کی نگرانی پر تعینات ہوئے اور ایک دن وہ سائیس پکڑا گیا۔ کامدار صاحب کے سامنے پیش ہوا انھوں نے اسکو پہرے میں بٹھا دیا۔ اتفاق سے داروغہ صاحب نے اس کو بیٹھا دیکھ کر دریافت حال کیا معلوم ہوا گھوڑوں کا دانہ ایک عرصے سے چرا رہا ہے آج پکڑا گیا ہے کامدار صاحب نے نگرانی میں بٹھا دیا ہے۔ آپ نے سائیس کو اوپر بلوا کر ہمارے سامنے اس سے کہا کہ بے وقوف اگر چوری ہی کرنی تھی تو نظر بچا کر کرتا کھلم کھلا کام کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ تو کیسا ذلیل ہو رہا ہے وہ گڑگڑانے اور معافی مانگنے لگا۔ آپ نے اسکو چھوڑ دیا۔ جب کامدار صاحب کو یہ حال معلوم ہوا تو بڑے ناخوش ہوئے اور داروغہ صاحب کو سنا کر کہنے لگے جب مالک ہی کچھ پرواہ نہ کرے بلکہ الٹی شہہ دی تو پھر ہم کیا بندوبست اور انتظام کریں۔ غرض ایسی ایسی باتیں کہنے لگا جب اپنی داستان ختم کر چکا تو داروغہ صاحب نے اسکو طلب فرمایا اور بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے تھے اس وقت اس سے دریافت کیا کہ لالہ جوہری لال آج تم کس حیثیت کے آدمی شمار کیئے جاتے ہو اور تمھارے پاس کسقدر جائداد ہے۔ اس نے جواب دیا کہ قریب ایک لاکھ کا آدمی گنا جاتا ہوں اور قریب تیس ۳۰ ہزار کا مکان علیحدہ ہے۔ داروغہ جی نے فرمایا کہ ہمارے والد صاحب کے وقت سے تم پانچ روپیہ ماہوار کے ملازم ہو اور اب تم کو دس روپیہ ماہوار ملا کرتا ہے اس میں سے ہی تمھارے گھر کا خرچ بھی ہوتا ہوگا اور یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ تمھارے والد کچھ چھوڑ کر نہیں مرے ہیں اور

تم نے بھی ہمارے گھر کے سوائے اور کہیں نوکری نہیں کی جو وہاں سے دولت لے آئے ہو۔ غرض جسقدر روپیہ تم نے جمع کیا ہے یہ سب ہمارے ہاں سے ہی غبن کیا ہے اور بڑے آدمی بن گئے ہو۔

کامدار بہت شرمندہ ہوا اور بولا کہ حضور کا نام ہی سب جگہ ہو رہا ہے کہ لنگ کامدار بھی اتنے عرصے میں ایسے امیر کبیر بن گئے، یہ ایسی فیاض سرکار ہے۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو بے شک ہے۔ پھر توشہ خانے کے داروغہ سے بھی اسی طرح دریافت کیا کہ تم تین روپیہ ماہوار پاتے ہو تم کتنے کے آدمی ہو۔ اس نے بھی قبول کیا کہ میں بھی پچاس ساٹھ ہزار کا آدمی ہوں۔ تو آپ فرمانے لگے کہ دیکھو تم لوگوں نے اسقدر مال غبن کیا اور بڑے آدمی بن گئے اگر یہ غریب سائیں بھی کچھ بن جاتا تو کیا مضائقہ تھا۔ ہمارے حجام کو دیکھو آج ایک ایک نکتہ اور جیونار میں پانچ پانچ ہزار روپے صرف کر دیتا ہے، ہمارے والد صاحب نے اسکو لپ بھر بھر کر اشرفیاں دی ہیں اور میرے ہاتھ سے بھی اگر اشرفیاں نہیں تو روپے تو اسکو لپ بھر بھر کر ہی ملے ہیں اور اس نے بھی اب تک اپنی عمر میں اس عہد کو نبھایا کہ سوائے میرے والد صاحب یا میرے کسی کی سنوار نہیں بنائی صرف ان سوامی جی مہاراج کی سنوار ہمارے خیال سے بناتا ہے اور جس طرح سے تم ہمارے ہاں سے مال لے کر بنے ہو اسی طرح سے ہم بھی راج سے لے کر بنے ہیں۔ ہمارے والد صاحب فراشخانہ کے داروغہ تھے لاکھوں روپے کے فرش فروش تیار ہوتے تھے اس میں سے ایک دو اپنے گھر بھی لے آتے تھے۔ اب بھی کم از کم پچاس ہزار کے فرش ہمارے گھر میں موجود ہیں اور ایسا ہی حال اور اشیاء کا سمجھنا چاہئے۔ یہ دولت ہمیشہ ایسے ہی اڑتی پھرتی رہتی ہے اور کسی کی نہیں ہوتی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جے پور میں ایک بڑا دربار لگا ہم نے داروغہ رام چندر جی سے ایک شخص کی نسبت کہا کہ اسکو بھی دربار دکھلا دیں۔ انھوں نے اس شخص کو منتظم دربار

کے پاس بھیجا کہ تم جاکر ان سے ہماری طرف سے کہنا کہ تم کو دربار میں جانے کی اجازت دلویں۔ وہ شخص وہاں گیا مگر جواب ملا کہ بغیر پاس کے کسی کو دربار میں آنے کی اجازت نہیں، اس نے داروغہ صاحب سے حال کہدیا۔ انھوں نے کہا کہ تم پھر میری طرف سے جاکر کہو کہ میں انکا بھیجا ہوا آیا ہوں مجھ کو دربار میں داخل ہونے دیں۔ مگر منتظم صاحب نے پھر انکار کر دیا۔ جب وہ شخص واپس آیا تو داروغہ صاحب نے فرمایا کہ وہ بڑے قاعدہ کے پابند ہیں، اچھا یہ ہمارا درباری پاس تم لے جاؤ ہم بغیر پاس دربار میں جاویں گے۔ غرض وہ شخص درباری پاس لے کر گیا منتظم صاحب نے پاس دیکھ کر شاملِ دربار کر لیا، اس کے بعد داروغہ صاحب پہونچے اور منتظم صاحب سے بولے کہ صاحب میں اب دربار میں جاتا ہوں اور میرے پاس درباری پاس نہیں ہے کیونکہ اپنا پاس میں نے اس شخص کو دے دیا ہے کیا آپ مجھ کو روک سکتے ہیں۔ منتظم صاحب بولے کہ واہ جناب آپ کو کون روک سکتا ہے آپ جیسے چاہیں جا سکتے ہیں۔ داروغہ جی بولے نہیں آپ مہاراجہ صاحب اور وزیراعظم سے بھی جاکر دریافت کر آئیں کہ کیا وہ بھی مجھ کو روکنے کا حکم صادر فرمائیں گے۔

منتظم صاحب نے عذر معذرت کی مگر انھوں نے مجبور کر کے انھیں وزیراعظم کے پاس بھیجا۔ وزیراعظم نے سن کر کہا کہ بھلا انکو کون روک سکتا ہے۔ روک ٹوک اور قواعد تو عوام الناس کے واسطے ہوتے ہیں۔ جس ڈیوڑھی میں دربار ہو رہا ہے وہ خود اس کے داروغہ ہیں۔

منتظم صاحب نے آکر وہی جواب دیا کہ آپ اندر جا سکتے ہیں۔ اس وقت داروغہ صاحب نے فرمایا کہ جب میں اس طرح سے داخل دربار ہو سکتا ہوں تو تم نے میری سفارش کو کیا سمجھا تھا جو دو مرتبہ میرے سفارشی آدمی کو واپس لوٹا دیا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کل قاعدے عوام الناس پر عائد ہوتے ہیں جو درباری شخص ہیں انکے واسطے قانونِ قاعدہ کی پابندی نہیں کیونکہ وہی قاعدہ بنانے والے ہیں ان سے پابندی کون کرا سکتا ہے وہ چاہیں جس قاعدے کو منسوخ اور رد کر دیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جے پور میں ایک جگہ کی نسبت عام خیال تھا کہ یہاں بھوت وغیرہ بہت رہتے ہیں وہاں کوئی شخص رات کے وقت نہ جاتا تھا اور نہ رہتا تھا۔ کچھ عرصہ ہم کو وہاں تنہا رہنے کا اتفاق ہوا۔ داروغہ رام چندر جی کے آدمی ہم کو شام سے پہلے دودھ پہونچا آتے تھے۔ ایک دن اندھیرا ہو گیا اور دودھ کی کسی کو یاد نہ رہی رات کو جب یاد آئی تو کس کا حوصلہ تھا کہ وہاں جائے مگر یہ خوف بھی تھا کہ اگر دودھ نہ پہونچا تو داروغہ صاحب کی خفگی ہوگی۔ ایک نیا پردیسی داروغہ جی کے ہاں نوکر ہو کر آیا تھا اُس کو بھیج دیا جب وہ ہمارے پاس پہونچا تو ہم نے اس سے کہا کہ رات زیادہ ہو گئی ہے اب یہیں سو رہو وہ ہماری چارپائی کے پاس زمین پر سو رہا اور ہم تنہا اوپر سو رہے۔ لیٹے ہوئے دھیان میں تھے کہ ہم کو معلوم ہوا کہ کوئی عورت ہمارے پیر دباتی ہے اور چند آدمی طرح طرح کے باجے بجا کر ناچتے اور گاتے ہیں۔ اوّل خیال گزرا کہ شاید داروغہ جی کی ملازمہ اس ملازم کے ساتھ نہ آئی ہو مگر بعدہٗ اس نے ایسی عجیب طرح سے پیر دبائے کہ ہم کو شبہ گزرا کہ یہ تو کوئی بلا ہے۔ ہم نے آنکھ تو کھولی نہیں مگر آہستہ سے اس کو پکڑنے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہمارا ہاتھ بڑھانا تھا کہ وہ چیخ مار کر بھاگی اور سب منڈلی تتر بتر ہو کر ایسے بھاگے کہ اس نیچے سوئے ہوئے آدمی کو کھوند ڈالا۔ وہ گھبرا کر کہنے لگا کہ یہ کیا بلا ہے ہم نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ چپ چاپ سو جاؤ۔

ایک روز ایک فقیر حاضر خدمت ہوئے سر پر صافہ تو رنگین تھا باقی کپڑے بڑے زرق برق تھے۔ کوٹ، پجاما، قمیض، گھڑی سب ٹھاٹھ چھیلاؤں کا سا بنا تھا۔ شری مہاراج نے دیکھتے ہی فرمایا کہ آپ اور یہ پوشاک۔ ادھر تشریف لائیے۔ جب پاس آئے تو بڑی محبت سے انکا کوٹ وغیرہ اتارا اور ایک رنگین لامبا چولا پہنا دیا۔ چولا پہنتے ہی اس کی عجیب حالت ہو گئی۔ جوش سے ناچنے لگا۔ آپ نے فرمایا اب کہاں قیام کا خیال ہے انھوں نے عرض کیا اب صحرا نوردی اور

ملک گیری کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ۔ اسی وقت وہ ماتھا ٹیک کر روانہ ہو گیا مگر پھر آج تک ان کا کچھ پتہ نہ چلا اور نہ کسی واقف کار سے ملاقات ہوئی۔ کئی اصحاب نے عرض کیا کہ شری مہاراج ان پر بڑی کرپا کی۔ فرمایا کہ امانت واپس کرنا اور حصّہ دینا کوئی احسان کی بات نہیں۔

ایک روز موسم سرما میں ایک جاگیردار صاحب نے بہت بیش قیمت کابلی دوشالہ شری مہاراج کو لاکر اوڑھا دیا جاگیردار صاحب بھی موجود تھے کہ ایک ننگ دھڑنگ فقیر آئے اور کہنے لگے کہ بابا جاڑا لگتا ہے کچھ ہم کو پہناؤ۔ شری مہاراج نے اپنا چولا اتار کر دے دیا اور پوچھا اور کچھ، انھوں نے جواب دیا ہاں اوڑھنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے وہی دوشالہ اوڑھنے کو دے دیا اور دریافت کیا۔ اب اس نے کہا کہ سر ننگا ہے۔ آپ نے ٹوپا بھی دے دیا اور فرمایا کہ کچھ اور، اس نے عرض کیا کہ ٹانگیں کھلی ہیں۔ آپ نے دھوتی اتار کر دے دی اور بالکل تن برہنہ ہو کر بیٹھ گئے اور اس سے پوچھا کہ کہئے اور کچھ درکار ہے۔ اس نے کہا کہ بس۔ اور روانہ ہو گیا۔ حاضرین میں سے ایک دوڑے اور دوسری دھوتی اور چولا لاکر پہنایا۔

ایک روز ایک شخص جے پور میں شری مہاراج کے پاس حاضر ہوا اور افیون کے ڈھڑے کی بابت سوال کیا کہ مجھکو ڈھڑا بتلا دیجئے۔ آپ نے بیشتر بہت انکار کیا مگر وہ تو سر ہو گیا اور ٹالے سے نہیں ٹلتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ڈھڑے سے تم کو کچھ لابھ نہ ہوگا۔ پھر پانی سے بھرا ہوا ایک کٹورا اپنے پاس منگوا کر رکھ لیا اور اس کو پاس بلا کر کہا کہ دیکھو۔ اس نے جب کٹورے میں نگاہ کی تو پانی میں اسکو حرف دکھائی دیے جو اس نے یاد کر لئے۔

شری مہاراج تو اس کے بعد جے پور سے کہیں اور چلدیے جب واپس آئے تو وہی شخص پھر ملنے آیا۔ اس سے پوچھا کہ تم کو اس موقعے پر کتنا روپیہ ملا اس نے

کہا کہ مہاراج ڈھڑا تو وہی نکلا جو میں نے پانی میں دیکھا تھا مگر میرے دل میں کچھ بھرم ہو گیا اس لئے میں نے اس وقت روپیہ نہیں لگایا ۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ایک روز ایک عزیز جن کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا درشنوں کو حاضر ہوئے انکا خیال دوسری شادی کرنے کا نہ تھا شری مہاراج نے دو تین روز تک تو ان سے ماتم پرسی بھی نہ کی جب کئی دن گزر گئے تو فرمایا کہ ایک صاحب سُکھ لال بہادر رئیس اچھنیرا کی ستر سال کی عمر تھی جب انکے اہل خانہ کا انتقال ہوا۔ لال جیت و پرکاش دو لڑکے جوان بلکہ ادھیڑ عمر کے موجود تھے اور انکی بہوئیں بھی تھیں۔ رئیس صاحب نے اہلیہ کی وفات کے بعد مکان سے باہر ایک نشست گاہ میں رہنا شروع کر دیا اور لڑکے یا بہوئیں کھانا وغیرہ وہاں روزمرہ پہنچا دیتی تھیں۔ تھوڑا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک دن خوب بارش ہوئی اور رات تک نہ کوئی کھانا لے گیا نہ کسی نے کھانا کھانے کو بلایا۔

رئیس صاحب نے دوسرے ہی دن اٹھ کر دونوں لڑکوں کو بلایا اور کل جائداد کے تین حصے برابر کر کے۔ دو حصہ برابر ان لڑکوں کو دے کر ایک حصّہ اپنے پاس رکھا اور کچھ روپیہ دے کر اپنی شادی کر لی۔

جب لڑکوں کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بہت شاکی ہوئے کہ آپ کی عمر شادی کرنے کی نہ تھی اور گاؤں کے بہت آدمیوں کو جمع کر کے ان کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے اس کام میں ہم سے پوچھا بھی نہیں تو رئیس صاحب نے جواب دیا کہ کیا تم میرے بزرگ تھے جو میں اپنی شادی کی بابت تم سے پوچھتا۔ دیگر تمھاری شکایت بالکل بے جا ہے اور اس روز کا واقعہ یاد دلایا کہ تم یا تمھاری عورتیں کسی نے ہماری فکر نہ

کرلی ہم رات بھر بھوکے رہے تم کو ہماری یاد بھی نہ آئی اس لئے شادی کرلی ہے کہ درد شریک آدمی کو درد ہوتا ہے اب کھانا تو وقت سے ملے گا۔ شادی کے بعد ان کے دو لڑکے اور پیدا ہوئے۔ پھر ان عزیز کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو میرے پاس آئے کئی روز ہو گئے مگر میں نے اب تک تم سے ماتم پرسی بھی نہ کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن واقعات کی یاد رنج وحسرت پیدا کرتی ہے انکا یاد دلانا فضول ہے انکا ذکر تک نہیں کرنا چاہیئے۔ اب تم یہ بتاؤ تمہاری شادی کے بابت کیا رائے ہے۔

اس نے عرض کیا کہ جیسا حکم مبارک ہوگا اس کی تعمیل کرونگا اور اگر میرا خیال معلوم ہے تو میری خواہش شادی کرنے کی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے کہنے پر دارومدار ہے تو ہم کہتے ہیں کہ شادی کرو اور جلدی کرو، شادی کرنا ضروری ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی وجہ خاص ہو تو بیان کرو۔ اگر تمہاری وجہ معقول ہوئی تو میں تم کو اختیار دے دوں گا کہ چاہے شادی کرنا یا نہ کرنا۔

اس نے عرض کیا کہ اب وجہ کیا بیان کروں جب آپ نے فرمادیا کہ شادی ضروری ہے تو ضروری کے سامنے کونسی وجہ ہو سکتی ہے۔

آپ نے فرمایا تو بس۔ بعدہٗ اگر ساتھی ٹھیک نہ ملے تو تم کو اختیار ہے کہ علیٰحدگی اختیار کر سکتے ہو۔

ایک روز ذکر تذکرہ میں ایک صاحب نے کہا جس وقت انسان کے دل میں برے خیال پیدا نہ ہوں تو سمجھنا چاہیئے اس کا من مرگیا۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ یہ درست نہیں ہے جس وقت انسان سے برے فعل سرزد نہ ہوں تو جاننا چاہیئے کہ اس کا من مرگیا۔ جب بات فیصل نہ ہوئی تو شری مہاراج سے دریافت کیا گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جس وقت برے بھلے دونوں طرح کے خیالات بند ہو جائیں اس وقت سمجھنا چاہئے کہ من مر گیا کیونکہ ایک لوہے کی بیڑی ہیں تو دوسرے سونے کی بیڑی ہیں، لیکن ہیں دونوں باعث پابندی۔

ایک صاحب نے کہا کہ مہاراج ایسے آدمی آج کل تو ہو نہیں سکتے اور نہ دیکھنے میں آتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہوتے کیوں نہیں۔ بنگال میں شری رام کرشن پرم ہنس جی تھے اور ایک مہاتما کو تو ہم نے بھی دیکھا ہے۔ ایک پنڈت صاحب ان سے اکثر ملنے جایا کرتے تھے لیکن ان مہاتما کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا جہاں چاہا ٹٹی پھر دی جہاں چاہا پڑ رہے پنڈت جی کے دو طالب علم اس بات سے بڑے ناخوش تھے کہ جب ہمارے استاد اس کے پاس آتے ہیں تو یہ فقیر انکی کچھ تعظیم نہیں بجا لاتا بلکہ انکے سامنے پاخانہ پیشاب کر دیتا ہے اور یوں ہی بت سا بیٹھا رہتا ہے اس لئے اس کو مارنا چاہئے۔ یہ ارادہ کرکے دونوں وہاں گئے۔ ایک لڑکے کا تو حوصلہ نہ پڑا مگر دوسرے نے ہمّت کرکے ان مہاتما کا خوب شستا چار کیا۔ وہ بیٹھے پٹتے رہے اور ہنسا کئے جب وہ مار پیٹ کر گھر پہونچا تو خوب زور کا بخار چڑھ گیا جس کی وجہ سے پاٹھ شالہ بھی نہ جا سکا۔

پنڈت جی نے اس کی غیر حاضری کا سبب لڑکوں سے دریافت کیا تو اس ہمراہی لڑکے نے سب حال کہہ سنایا کہ اس طرح سے ہم اور وہ دونوں اس مہاتما کو ٹھوکنے گئے تھے میرا تو حوصلہ پڑا نہیں مگر اس نے مہاتما کی خوب گت بنائی اسی وقت سے اس کو بخار چڑھا ہے۔

پنڈت جی نے کہا کہ ظالمو بڑا غضب کیا۔ فوراً فقیر صاحب کے پاس آئے اور انکے قدموں میں سر رکھ کر کہا کہ اس لڑکے کا قصور معاف کریں اس نے بڑی غلطی کی جو ایسی بے جا حرکت اور مار پیٹ کر ڈالی۔ انھوں نے ہنس کر کہا کہ کس نے مارا اور کس کو مارا سب بھگوان بھلی کریں گے۔ وہاں سے جب لوٹ کر پنڈت جی

لڑکے کو دیکھنے گئے تو ایکدم بخار رفع ہو گیا۔

ان مہاتما کی اور بھی ایسی بہت سی باتیں دیکھنے میں آئیں مگر انکی طرف سے اس میں کچھ دخل نہ تھا۔ بلکہ ان کی جانب سے قدرت بدلہ لیتی تھی۔

ایک روز ایک صاحب حاضر خدمتِ مبارک ہوئے اور فلک کج رفتار کی شکایت شروع کی اور اولاد پیدا ہو کر مر جانے کی سرگذشت بیان کر کے گنڈے یا جنتر کی تمنّا ظاہر کی۔ شری مہاراج نے فرمایا کہ اولاد کا نہ ہونا یا ہو کر مر جانا وغیرہ کل باتیں پرماتما کے اختیار میں ہیں۔ اس کی ذات پر بھروسہ رکھو جو کچھ ہونا ہے وہیں سے ہو رہے گا جنتر منتر کے خیال کو چھوڑ دو۔

یہ سنکر بولے کہ مہاراج جہاں تک ہم کو یاد ہے اپنی زندگی بھر میں کسی جیو جنت کو ہم نے ستایا اور مارا نہیں ہے دھرم پُن بھی کرتے رہتے ہیں پھر بھی پرماتما کی مہر نہیں ہوتی۔

آپ نے فرمایا کہ جب آپ کسی صفت یا فعل کو موجبِ نفع و نقصان مانتے ہیں تو اس کا اثر بھی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اگر جیو جنت کے نہ ستانے پر بھی اولاد کا نہ ہونا یا ان کی زندگی منحصر ہے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ بچپن یا لڑکپن میں آپ نے کبھی کسی کیڑے مکوڑے تک کو بھی نہیں مارا ہے۔ اس عمر میں کھیل تماشے کے طور پر کیڑے مکوڑے اور پرندوں وغیرہ کو اکثر تنگ کرتے ہیں اور بعض اوقات مار بھی دیتے ہیں۔

اس پر اقبال کیا کہ ایسا تو ممکن ہو سکتا ہے اور اگر میرے مان لینے پر آپ کوئی اُپائے بتلا دیں تو میں اس بات کو بھی ماننے کو تیار ہوں۔

شری مہاراج نے کہا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی کہ کسی فقیر کو آتشک ہو گئی وہ حکیم کے پاس گئے اور دوا مانگی۔ حکیم نے بیماری کا حال و سبب پوچھا، وہ کہنے لگے کہ کچھ ایسے ہی اپنے آپ ہو گئی ہے۔ حکیم بھی پورا تھا کہنے لگا کہ یہ بیماری دو طرح کی ہوتی ہے

ایک لگا اور دوسری اوڑا، اور اس کا علاج بھی جدا جدا ہے اگر ایک کی دوا دوسرے میں دے دی جائے تو بڑا نقصان ہوتا ہے اس لئے آپ صاف صاف کہئے کہ آپ کو کس قسم کی بیماری ہے پھر تو فقیر صاحب چکرائے اور بات بنا کر بولے کہ حکیم جی بیماری تو اوڑا ہے مگر آپ علاج لگا کا کیجیے۔ یہ بات سنکر وہ صاحب چپ چاپ چلے گئے۔

ایک روز کسی صاحب نے عرض کیا کہ اکثر فقیروں میں سے کچھ عرصے کے واسطے علٰحدہ بیٹھ جاتے ہیں اور اس وقت نہ کسی سے ملتے ہیں اور نہ بات چیت کرتے ہیں مگر شری دربار میں اس بات کی بالکل قید نہیں۔ یہاں نہ کبھی خلوت ہے نہ کسی قسم کی روک ٹوک ہے ہر وقت کھلا دربار ہے جس وقت جو آوے سو آوے جو بات چاہے دریافت کرے کوئی قید و پابندی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔ کسی فقیر صاحب کا یہ دستور تھا کہ کچھ عرصے کے لئے دروازہ بند کر کے بیٹھ جایا کرتے تھے اور اس وقت نہ کسی سے بات چیت کرتے نہ کسی سے ملتے۔

کسی ظریف نے ان سے اس وقت ملنے کا خیال سوچا اور اپنے ساتھ دس بارہ بوریوں میں مٹی بھروا کر لے گیا۔ دروازے پر جو آدمی بیٹھا تھا اس کی معرفت اطلاع کرائی کہ مجھ کو کچھ جلدی کا کام ہے اور اسی وقت ملنا چاہتا ہوں یہ شکر کی بوریاں بھینٹ کے واسطے لایا ہوں۔ فقیر صاحب کو بوریوں کی اطلاع ملی تو فوراً انکو اندر بلالیا۔ انھوں نے کچھ دیر بات چیت کی اور وہ بوریاں بھینٹ کر کے واپس چلے آئے۔ جب فقیر صاحب نے بوریاں کھلوا کر دیکھیں تو بڑے پشیمان ہوئے اور پھر نہ ملنے کی بندش توڑ دی اور جو کوئی جس وقت جاتا اس سے برابر ملنے لگے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بابا ہنسی گرجی اپنے ایک گرہستی مرید کے ہاں جا کر ٹھہرے۔

چیلہ جی روٹی کھلانے کے واسطے باباجی کو اپنے گھر لے جاتا مگر کپڑا لتّا اور کسی بات کی مطلق خبر گیری نہ کرتا تھا۔ باباجی کی دھوتی ایسی جیرن ہوگئی کہ اسکو پہن کر ان کے گھر جاتے بھی ہچکچاتے۔ چیلہ جی نے ایک دو دفعہ حامی تو بھرلی مگر دھوتی لاکر نہ دی۔ اس کی عورت بڑی سادھو سیوی تھی۔ اس نے بھی کئی مرتبہ اپنے خاوند سے ذکر کیا کہ باباجی کے واسطے دھوتی لادو۔ مگر مرید سست اعتقاد نے ٹال بتادی۔

ایک روز چیلہ جی تو کسی کام سے باہر گئے اور باباجی انکے گھر موجود تھے اس وقت مائی جی نے کہا کہ باباجی یہ آپ کا کیسا مرید ہے کہ ایک دھوتی بھی لاکر نہیں دیتا۔ اچھا دیکھو آج میں اس سے دھوتی منگواؤں گی۔

باباجی تو کھاپی کر چلے گئے اور عورت نے یہ سوانگ رچایا کہ جب اس کا خاوند باہر سے واپس آیا تو سر بکھیر اور بال پھیلا کر صحن میں بیٹھ گئی اور خاوند کو دیکھ کر الائی بلائی بکنے لگی۔ اس نے سمجھا کہ بھوتنی وغیرہ سر پر آگئی ہے۔ بے چارہ الٹے پاؤں باباجی کے پاس گیا اور گنڈا وغیرہ کرا کر لایا۔ جب عورت کے باندھنے لگا تو وہ آنکھ نکال کر بولی :-

"جیسا تو تیسا تیرا گرو ایسے گنڈے تعویزوں سے میرا کیا ہوتا ہے، میں کوئی بھوتنی تھوڑے ہی ہوں میں تو دیوی ہوں، اس طرح ہرگز نہ جاؤں گی جب میری بھینٹ دے گا تب جاؤں گی۔"

اس غریب نے کہا کہ اچھا کیا بھینٹ لے گی۔ تو اس عورت نے کہا کہ گیارہ پیتل کے لوٹے، گیارہ آسن اور گیارہ عمدہ دھوتی۔ بیچارہ جلدی سے بازار گیا اور کل سامان خرید کر لایا۔ اب اس نے بتانا شروع کیا کہ ایک لوٹا اور ایک آسن اور ایک دھوتی فلاں جگہ بھیج اور اتنا ہی سامان فلاں جگہ بھیج۔ اس طرح پر سب تقسیم کرادیا۔

دو دھوتی، دو لوٹے اور دو آسن گروجی کے پاس بھجوائے۔ جب دوسرے روز گروجی کھانا کھانے آئے تو اس نے اپنے خاوند کو کسی بہانے سے باہر بھیج دیا اور

پھر باباجی سے دریافت کیا کہ کیوں مہاراج دھوتی وغیرہ پہونچ گئی یا نہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں بالکل مل گئیں تو عورت بولی کر دیکھئے آپ اتنے دن سے کہہ رہے تھے اور چیز نہ آئی اور ہم نے دم بھر میں منگوا دی اب بتائیے کہ یہ چیلا آپ کا ہے یا میرا۔ باباجی ہنس کر بولے کہ بالکل تمھارا ہی سمجھنا چاہیئے۔

ایک روز ایک بابو صاحب حاضر خدمت ہوئے اور یہ شکایت کی کہ جس وقت میں ذکر شروع کرتا ہوں تو میرے دل میں درد شروع ہو جاتا ہے اور بخار سا چڑھ آتا ہے۔ اس سے کچھ تندرستی خراب سی ہو گئی ہے۔ اگر یہ تندرستی کے واسطے مضر ہو تو اس کو چھوڑ دوں ورنہ جاری رکھوں۔

آنحضور نے فرمایا کہ ہم کو نقل یاد آئی۔ ایک عورت بڑی سست اور کام چور تھی۔ گھر کا سب کام کاج ابتر تھا بچے بھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ڈولتے۔ جب کپڑے وغیرہ بالکل بوسیدہ ہو گئے تو اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ بچوں کے واسطے کچھ کپڑا وغیرہ بازار سے لاؤ۔

اس نے جواب دیا کہ آج کل تنگدستی ہے تم دن بھر بیکار بیٹھی رہتی ہو یہ کپاس رکھا ہوا ہے اس کو جلدی سے کات ڈالو گھر بھر کے کپڑے بن جائیں گے کپڑا بھی مضبوط ہوگا اور کفایت بھی ہوگی۔

عورت نے اس کے خوف سے اس بات کو منظور تو کر لیا مگر اس سے ہونا کیا خاک تھا۔ جب مہینہ دو مہینہ کے بعد اس کے خاوند نے پھر پوچھا کہ سوت کت گیا یا نہیں تو اس نے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ ہاں سب کت گیا ہے صرف دو چار روز کا رہ گیا ہے اس کے بعد بننے کو دے دینا۔ دو تین روز کے بعد اس نے کیا چال چلی کہ جب اس کا آدمی گھر واپس آیا تو وہ بال پھیلا، کپڑے اتار اور ننگی ہو کر بیٹھ گئی اور جر بک بکنے لگی۔ جب آدمی نے پاس آکر دریافت کیا کہ کیا حال ہے تو بولی :-

میں چھو دیوی چنڈ اکا ، ماتھے کالی ہنڈ کا ـــــ
سو توں کپاس کروں ، کے تیرے گھر کی جوئی ہروں ـــــ

وہ غریب ڈرا کہ کوئی بھوت بلا ہے اس لئے بولا کہ۔
میں تیری بات نہیں سمجھا صاف صاف کہہ کیا مانگتی ہے۔ عورت بولی کہ میں چنڈ کا دیوی ہوں یا تو تیرے گھر میں جتنا سوت رکھا ہے اس کا کپاس بنا دوں گی یا تیری گھر والی کو مار ڈالوں گی۔
آدمی نے کہا "مائی سوت کا کپاس بھلے ہی کر دو اس غریب کی جان بخش دو ورنہ بال بچے مارے مارے پھریں گے"۔
عورت بولی کہ اچھا۔ یہ کہہ کر ہوش میں آگئی اور آدمی کو دیکھ کر کپڑے وغیرہ پہن لئے اور کہنے لگی کہ مجھ کو کیا ہو گیا تھا۔ جب اس آدمی نے تمام قصہ بیان کیا تو الٹی اس سے لڑنے لگی کہ تو نے میری دو مہینے کی محنت اور کمائی مفت برباد کی اور کوٹھا کھول کر دکھایا کہ تمام کپاس میں نے کات کر رکھا تھا پھر سوت سے کپاس ہی بن گیا۔
آدمی نے جواب دیا کہ خیر بازار سے کپڑا لا دیں گے جان بچ گئی یہی غنیمت ہے۔
لہٰذا جس ذکر سے آپ کی صحت خراب ہو اس سے آپ ویسے ہی بھلے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ عزیز سیٹھ ہنسراج جی خود تو زیادہ انگریزی نہ جانتے تھے مگر جس انگریزی داں منشی کو نوکر رکھتے اس کا امتحان بھی ضرور لیتے اور جو صاحب انگریزی کے سب سے بڑے بڑے لفظ استعمال کرتا وہی سب سے زیادہ لائق سمجھا جاتا۔ ایک بابو جگیندش لال جی آکر ملازم ہو گئے اور سیٹھ جی کی منشا کو سمجھ گئے جو کچھ عبارت لکھتے اس میں انگریزی کے ایسے بڑے بڑے لفظ چھانٹ کر دھر دیتے خواہ وہ بے محاورہ ہی کیوں نہ ہو جائے اور سیٹھ صاحب سنکر بڑے خوش ہوتے۔
ایک دفعہ ہمارے سامنے بھی ان کی بڑی تعریف و تحسین کرنے لگے جب حد سے زیادہ مبالغہ کیا تو ہم نے کہا کہ سکھوں کے وقت میں ایک سردار کرم سنگھ کسی صوبے کے حاکم تھے ان کے پاس کسی منشی نے آکر نوکری کی درخواست دی۔ آپ نے حکم سنایا کہ ہمارے پاس فارسی دان منشی موجود ہے۔ امیدوار بڑا چالاک تھا اس نے عرض کیا کہ حضور منشی

ہے تو ضرور مگر وہ آپ کا نام چھوٹے کاف سے لکھتا ہے۔

یہ سنکر سردار صاحب نے منشی کو طلب کیا اور اس سے دریافت کیا کہ ہمارا نام کون سے کاف سے لکھتے ہو۔

اس نے جواب دیا کہ حضور چھوٹے کاف سے لکھتا ہوں۔ یہ سنکر تو سردار صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور بولے کہ ہم اتنے بڑے آدمی اور ہمارا نام چھوٹے کاف سے لکھتے ہو جاؤ تم برخاست اور تمھاری جگہ یہ امیدوار مقرّر۔

سو سیٹھ جی زیادہ بڑے لفظوں کا لکھنا لیاقت کی بات نہیں ہے بلکہ سادہ انگریزی یعنی چھوٹے چھوٹے عام فہم لفظوں میں بڑے مضمون کو ادا کرنا یہ خوبی کی بات ہے۔

ایک روز شری مہاراج کوہاٹ سے تشریف لے جانے والے تھے کہ کئی آدمیوں نے گھر پر لیجا کر کھانا کھلانے کے لئے بہت کچھ عرض معروض کی۔ چونکہ وقت بہت کم تھا اس نے فرمایا کہ اچھا بھائی سب کے گھر جا کر ایک ایک لقمہ کھائیں گے۔ اس دن کئی صاحبوں کے گھر آنے جانے میں وقت بھی بہت صرف ہوا۔ اور کچھ تھکان بھی ہو گئی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ دنیا داروں کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی کو ایک پیسہ بھی دیتے ہیں تو چار پیسہ کا کام اس سے لیتے ہیں۔ ایک ایک لقمہ کھانے کی عوض میں آمدورفت کی محنت و مزدوری ہم کو بھی کرنی پڑی ہے۔

دانت کھِسانے کھُر گھِسے پیٹھ بوجھ نہ لے
ایسے بوڑھے بیل کو کون باندھ بھُس دے

مگر کیا کریں۔ مجبور ہیں۔ ہم کو انکی پرواہ ہے اس لئے ان کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں کہ کسی طرح سے ان کی بھلائی ہو جائے اگر مست اور بے پرواہ ہو کر پڑے رہیں تو پھر ان کے پیچھے پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔

تب لگ جوگی جگت گر وجب لگ رہی نہ آس
جب جگ کی آسا کرے تب ہی جگت کا داس

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم ایک گاؤں میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ وہاں ایک پرم ہنس مہاتما بھی آئے۔ گاؤں والوں نے ان کی بڑی سیوا ٹہل کی۔ کئی دن پرم ہنس جی مہاراج نے قیام کرکے آخر چلنے کی ٹھان دی۔ گاؤں والوں نے بہت کچھ ٹھہرنے کے لئے عرض معروض کی مگر ٹھہرنا منظور نہ کیا۔

وہ سب لوگ ہمارے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ پرم ہنس جی مہاراج سے ٹھہرنے کو کہیں تو وہ ٹھہر جائیں۔

اوّل تو ہم نے ان سے کہا کہ وہ مہاتما ہیں اور انھوں نے جانے کا قصد کرلیا ہے کس طرح سے ٹھہرنے کو کہوں۔ آخر ان کی منت سماجت سے مجبور ہو کر ہم نے پرم ہنس جی مہاراج سے عرض کیا کہ ان لوگوں کا بڑا پریم اور خیال ہے اگر آپ ایک دو روز قیام فرمائیں تو ان کو بہت فائدہ پہونچے گا۔

یہ سنکر بولے کہ آپ کے کہنے کو ہم کیسے ٹال سکتے ہیں ضرور ٹھہریں گے مگر یہ بتائیے کہ آپ نے مہاتما ہو کر ہم کو ایک دو روز ٹھہرنے کے واسطے کس طرح سے کہا۔

ہم نے کہہ دیا کہ ان کل آدمیوں نے بڑے پریم اور بھگتی بھاؤ سے کہا تھا اس لئے میں مجبور ہو کر آپ سے کہوں اور اس میں انکا فائدہ بھی ہوگا۔

یہ سنکر آپ ہنسے اور فرمایا کہ ان لوگوں کو ہم سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے بلکہ ان سے ہم کو ہی فائدہ پہونچ سکتا ہے کیونکہ یہ بڑے نشچے والے ہیں۔ دیکھئے یہ درخت لگاتے ہیں اور نشچے رکھتے ہیں کہ ہم اس کا پھل کھائیں گے۔ مکان بناتے ہیں اور اس میں رہنے کا پکا خیال ہوتا ہے اور ہم ہیں کہ ہر طرح سے اور ہر پہلو سے جانتے ہیں کہ سانس جو باہر گیا اس کے اندر آنے کی کوئی پوری امید نہیں۔ مگر پھر بھی ایک دو روز تک ٹھہرنے کا اقرار ہے ع

دم در بکس غنیمت است

اب نشچے ان لوگوں کا زیادہ ہوا یا ہمارا۔ ہم اپنے اعتقاد میں ان لوگوں سے بھی کم اور ناقص ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ویراگ کی حالت میں آدمی اپنے شریر تک سے بیزار ہو جاتا ہے اور اس کو مل موتر کا بھنڈار سمجھ کر تیاگ کرنے تک کی اچھا پیدا ہو جاتی ہے مگر وویک میں یہ حال نہیں رہتا بلکہ اسکو خدا جوئی اور خدا یابی کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھ کر اسکے رکھنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ اگر اسی شریر میں کام بن جائے اور وصال نصیب ہو جائے تو بہت اچھا ہو۔ مگر جب گیان کی حالت میں پہونچتا ہے تو اس کو اپنا شریر عین خانۂ خدا نظر آتا ہے اور اس وقت قدرت کے دستور کے مطابق اس کی حفاظت کرتا ہے اور یہ ویراگ کا سا سلوک اس کے ساتھ نہیں کرتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ بابا پنچم داس جی مہاتما نے بھنڈارا کیا۔ قریب ڈھائی تین سو مہاتما جمع ہوئے۔ کل آدمیوں سے رائے لے کر اور صلح مشورہ کر کے برابر کا گھی و شکر ڈال کر حلوہ تیار کرایا۔ پنجابی مہاتما بہت جمع ہوئے تھے بڑی رچی سے کھایا۔ وہ ہم کو بھی بلا کر لے گئے تھے ان کی دیکھا دیکھی وہاں کے رئیس کو بھی خیال ہوا کہ ہمارے گاؤں کے ایک معمولی آدمی نے ایسا کام کیا ہے ہم کو تو اس سے ملپشیتر کرنا چاہیے تھا خیر اب ہی کر دیں رئیس کے اتالیق ایک برہمن تھے ان سے صلاح لی۔ انھوں نے کہا کہ پوری اور ترکاری بنوا لو پاؤ بھر آٹا فی آدمی کے حساب سے کافی ہوگا۔

غرض اسی انداز سے پوریاں تیار ہوئیں اور کل مہاتما بھوجن کرنے بیٹھ گئے۔ وہ پنجابی آدمی سیر سیر بھر کھانے والے پاؤ بھر پوریوں کو چٹنی کی طرح چاٹ کر بیٹھ گئے۔ ادھر کھانا ختم ہوا اور گڑبڑی مچی۔ اب حالوں حال کیا ہو سکتا تھا۔ بہت صلاح

مشورے کئے کوئی بات درست نہ بیٹھی تب مہاتما پنجم داس جی نے ہم سے پوچھا کہ آپ کوئی بات تجویز فرمادیں اپ تپلوں پر سے مہاتما بھوکے اٹھے تو بہت خراب بات ہوگی۔ ہم نے کہا کہ بازار میں سپاہی دوڑادو کہ جسقدر حلوائیوں کی دکانیں ہیں سب پر پوری کرانی شروع کرادیں اور جب تک پوری تیار ہوں اس وقت تک یہ کارروائی کریں کہ جسقدر باغات ہیں ان میں آج کل آم اور کٹھل پکے ہوئے لگے ہیں وہ تڑوا کر پروس دیئے جائیں۔

اس گاؤں میں باغات بہت تھے حکم دینے کی دیر تھی کہ بات کی بات میں ٹوکرے کے ٹوکرے قلمی آم اور کٹھل کے آگئے اور مہاتماؤں سے کہا گیا کہ پوری بعد میں کھائیے گا پیشتر اس کا شوق کیجیے۔

سب لوگوں نے کھانا شروع کیا اور ایسے سیر ہوگئے کہ پوریوں کی اِچھا بھی نہ رہی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ واقف کار آدمی سے مشورہ لینا چاہئے ہر ایک کام کی بات ایک ہی شخص صلاح کار نہیں ہوسکتا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت فریدالدین عطار جب عطاری کی دوکان کرتے تھے اس وقت ایک فقیر انکی دوکان کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور کئی گھنٹے تک کھڑا رہا مگر عطار صاحب بالکل اس طرف متوجہ نہ ہوئے اور اپنے دوکان کے کام میں لگے رہے۔ تب فقیر صاحب نے ان سے کہا کہ میاں تم دوکانداری میں ایسے مشغول ہو کہ موت کا خیال تک نہیں بتاؤ تو تمھاری جان کیسے نکلے گی۔

اس وقت انھوں نے جھنجھلا کر جواب دیا کہ میری جان کی نسبت پوچھتے ہو تم بتاؤ کہ تمھاری جان کیسے نکلے گی۔

فقیر یہ سنکر دوکان کے سامنے لیٹ گیا اور جان بحق ہوگیا۔ یہ دیکھ کر عطار صاحب پر بڑی حیرت طاری ہوئی اور ایسا ویراگ پیدا ہوا کہ اسی وقت کل تعلقات سے کنارہ کرکے فقیری اختیار کرلی۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک سراؤگی لالہ ہمارے پاس اکثر آیا کرتے تھے اور جب تشریف لاتے تھے تو تمام جہان کی باتیں ہم سے کہتے تھے۔ ہم نے ان سے کئی مرتبہ کہا کہ آپ ہم کو معاف رکھیں ان باتوں کے سننے کا ہم کو شوق نہیں آپ ہم سے کیوں کہا کرتے ہیں۔ وہ بولے کہ میری تو عادت ہی ایسی ہے میں چپ نہیں رہ سکتا اگر میں چپ رہوں تو میرے پیٹ میں درد ہو جاوے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ کاما علاقہ متھرا کے راجا صاحب ویدانتی تھے۔ بنارس میں جب ہم وہاں تھے تو ہم سے ملنے آئے اور ست سنگ ہونے پر ان کا ویدانتی خیال ڈھیلا پڑ گیا اور بھجن ابھیاس کرنا شروع کر دیا۔ مگر جب ہم وہاں سے چلے آئے تو ہماری عدم موجودگی میں پرانی عادت کی وجہ سے وہ خیال عود کر آتے تھے اور ھُوالاوّل ھُوالآخر کہنے لگتے تھے۔ مگر جب ہم سے ملتے تو پھر اسی بات پر آجاتے تھے اور کہتے تھے کہ پرانی عادت سے مجبور ہوں ورنہ اصلیت میں یہ بات ہم کو حاصل نہیں ہوئی ہے۔

ایک روز ایک صاحب نے عرض کیا کہ شری مہاراج فلاں ست سنگی بھائی ایک زنِ بازاری پر دل وجان سے فریفتہ ہے اور اس کی دمبازی میں آکر اپنے دھن مال کا نقصان کر رہا ہے چونکہ اس کو آپ سے بڑا پریم ہے اور آپ کی بات میں سشردھا ہے اس لئے آپ ہی سمجھائیے امید ہے کہ آپ کا کہنا مان جائے گا اور اپنی عادت سے باز آئے گا تو اس کے دام سے نکل جائے گا اور نجات پائے گا۔

آپ نے فرمایا کہ ابھی سمجھانے کا موقعہ نہیں ہے وہ شخص اس سے سچا پریم رکھتا ہے اور بالکل مبتلا ہے اور اس کی طرف سے ابھی کوئی بے رخی نظر نہیں آئی اس لئے ہمارے کہنے سننے سے دل نہ ہٹے گا البتہ جب ان کا کچھ نقصان ہو لے گا اور پھر وہ بے رخی کرے گی اس وقت سمجھانے کا موقع ہوگا۔

اُدر نیتی میں لکھا ہے کہ بِدُرجی مہاراج نے راجا دھرت اِشٹر کو سمجھایا کہ آپ پانڈووں
پر سراسر ظلم کر رہے ہیں اور آپ کے لڑکے ایسی زیادتیاں کرتے ہیں اور آپ ان کو منع
نہیں کرتے، یہ بات دھرم کے وِرُدھ ہے۔

چونکہ وہ اسوقت راج مد میں متوالے تھے ان کی بات نہ سنی بلکہ الٹے خفا ہو کر کہا کہ
تم یہاں سے چلے جاؤ۔

بِدُرجی ہستنا پور چھوڑ کر بدر کا آشرم کو تپ کرنے چلے گئے۔ جب مہابھارت کا
یدھ ختم ہو گیا اور کورو مارے گئے اور راجہ دھرت اِشٹر پاندوؤں کے گھر میں رہنے لگے اسوقت
بِدُرجی مہاراج نے موقعہ مناسب سمجھا اور پھر راجہ دھرت اِشٹر کی طرف پیغام بھیجا کہ آپکے
سب لڑکے تو مارے گئے اور اب آپ انھیں پانڈوؤں کے دست نگر ہیں اور روٹیوں پر پڑے
ہیں جن کے ساتھ آپ کی طرف سے ایسا بدسلوک ہوا تھا۔ حالانکہ راجہ یُدھشٹھر دھرم کا اوتار
ہے اس کو آپ کی کسی بات کا خیال نہیں اور ارجن و نکل و سہدیو کے بھی خیالات برداشت
والے ہیں مگر بھیم سین کا سلوک آپ کے ساتھ اچھا نہیں وہ آپ سے کلہہ رکھتا ہے اور رنج
مانتا ہے کہ اسی اندھے کی وجہ سے ہم کو ایسی ایسی تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور اب یہ بیٹھ کر
روٹی کھاتا اور موج اڑاتا ہے۔ اس لئے آپ کا قیام وہاں درست نہیں اور چونکہ آپکی عمر کا آخری
حصہ بھی ہے اس لئے بہتر ہو گا کہ آپ بدر کا آشرم چلے آئیں اور مالک کی بھجن اور بندگی میں
بقایا عمر گزاریں۔

چونکہ راجہ کا دل اسوقت تکلیفوں سے چور اور بھیم سین کے طعنوں سے نفور تھا، یہ
اُپدیش کام کر گیا اور راجہ ہستنا پور سے بدر کا آشرم چلا گیا۔ اس لئے وقت پر بات
اچھا اثر کرتی ہے ؂

مجال سخن تا نہ بینی ز پیش
بہ بے ہودہ گفتن مبر قدر خویش

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک گاؤں میں ایک تیلی کے گھر میں دن میں کئی کئی مرتبہ آگ لگتی تھی بہت جتن وجنتر منتر کئے مگر آفت دور نہ ہوئی۔ اس گاؤں کے قریب ہمارا بھی ان دنوں قیام تھا اس گاؤں کے ایک ٹھاکر صاحب بڑے بھگت تھے ہمارے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ انھوں نے ہم سے حال کہا اور استدعا کی کہ اگر آپ کو کچھ معلوم ہو تو علاج کر دیجئے۔

ہم نے کہا کہ ہم کو جو کچھ معلوم ہے بتائے دیتے ہیں لیکن یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ آفت دور ہو جائے گی۔ اور ایک کاغذ پر جنتر لکھ کر دے دیا کہ اس کے دروازے پر لٹکا دو مالک کو منظور ہے تو بلا دور ہو جائے گی۔

اسی گاؤں کے پاس تالاب پر ایک اور مہاتما رہتے تھے ان سے جاکر بھی تیلی نے استدعا کی۔ انھوں نے سوا من حلوا بنوا کر کچھ علاج بتا دیا۔

ایک ہی دن دونوں منتر ٹانگے گئے۔ مرضی مولیٰ سے آگ کا لگنا بند ہو گیا۔ وہ تیلی سوا من حلوا بنوا کر ان مہاتما کے پاس لے گیا۔

شام کو وہ ٹھاکر صاحب ہمارے پاس آئے اور بڑی ناراضگی ظاہر کی کہ دیکھئے تیلی کی ناشکر گزاری کہ آفت تو آپ کے جنتر سے دفع ہوئی اور سوا من حلوا وہاں چڑھا آیا اور یہاں خالی زبانی شکریہ ادا کرنے بھی نہ آیا۔

ہم نے کہا کہ اس سے آپ کا مطلب کیا ہے آپ کا خیال اس کی تکلیف دور ہونے کا تھا سو دور ہو گئی۔

ٹھاکر صاحب بولے نہیں مہاراج مجھ کو تو کل نہ پڑے گی۔ میں تو جب خوش ہوں گا کہ پھر اسی طرح سے آگ لگے اور اس کو حقیقت معلوم ہو جائے۔ اور بہت بضد ہوا تو ہم نے کہا کہ اچھا اگر اس جنتر سے آگ بند ہوئی ہے تو اس کو دروازہ سے اتار لو۔

اس نے جاکر جنتر دروازے سے اتار لیا تو پھر بدستور آگ لگنی شروع ہو گئی۔

جب تیلی کو یہ بات معلوم ہوئی تو ہمارے پاس آیا۔ ہم نے کہا کہ وہ بھگت جی ہی جنتر جانتے ہیں انھیں کے پاس جاؤ۔
جب وہاں گئے تو انھوں نے تیلی کو بری طرح دھتکارا مگر جب بہت سفارش پہونچی تو ہم سے پوچھا کہ وہ جنتر دے دوں۔ ہم نے کہا کہ ہم تو آپ سے پہلے ہی کہہ چکے تھے۔ یہ تماشہ آپ کو دکھنا تھا اب جیسے چاہو کرو۔ غرض انھوں نے پھر جنتر دے دیا اور آگ لگنا بند ہو گئی۔

ایک روز ایک اہلکار شستبہ نے ذکر کیا کہ ہمارے افسر بڑی دیر سے دفتر سے جاتے ہیں اور ست سنگ میں ہمارا آنا مشکل ہوتا ہے اس لئے اکثر اوقات ہم انکے جانے سے پہلے دفتر سے اٹھ آتے ہیں۔
یہ سنکر آنحضور نے فرمایا کہ ایک شخص پڑھے لکھے آدمی پٹنہ میں رہتے تھے۔ تلاش روزگار میں بہت دن پھرے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ لاچار ہوکر بزمرۂ چپراسیا ملازمت اختیار کرلی اور کلکٹر صاحب کی اردلی میں تعینات ہوئے۔
ایک روز شام کو دفتر کے وقت کے بعد کل اہلکار مکانوں کو چلے گئے اور کوئی ضروری کاغذ کمشنری سے آیا تو کلکٹر صاحب نے پیشکار صاحب کو طلب کیا۔ اردلی نے جواب دیا کہ حضور وقتِ دفتر ختم ہو جانے کی وجہ سے سررشتہ دار صاحب کیا بلکہ کل اہلکار چلے گئے ہیں۔ اس پر کلکٹر صاحب بہت ناخوش ہوئے اور کہا کہ دفتر کا وقت افسروں کے واسطے ہوتا ہے نا کہ ماتحتوں کے لئے۔ اب اس ضروری کاغذ کو کس سے پڑھوائیں؟
اردلی نے عرض کیا کہ حضور حکم ہو تو میں پڑھ کر سنا دوں۔ اور حکم پاکر پڑھ کر سنایا۔ کلکٹر صاحب بہت خوش ہوئے اور دوسرے روز حکم لکھدیا کہ سررشتہ دار برخاست اور لالہ کل دیپ ٹرائن ان کی جگہ مقرّر۔
اس کے بعد بھی لالہ صاحب موصوف پر بڑی نظر عنایت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ

مسٹر درگا پرساد صاحب اسسٹنٹ کلکٹر نے لالہ صاحب کی شکایت کمشنر صاحب کو کردی کہ انھوں نے کل عملہ میں اپنے عزیز رشتہ دار بھر لیے ہیں۔

جب ان سے رپورٹ طلب ہوئی تو انھوں نے جواب دیا کہ میں سررشتہ دار ہوں کل کام کی ذمہ داری میری ہے اور میں عملے میں بھروسے و اطمینان کے آدمی رکھتا ہوں چونکہ رشتہ دار و عزیز و دوستوں کی نسبت اور انکے چال چلن اور اطوار کا پورا حال معلوم ہوتا ہے اور ان سے زیادہ اطمینان و بھروسہ اور کسی آدمی پر ہونا محال ہے اس لئے لا محالہ میں اپنے عزیز و رشتہ داروں کو مقرر کرتا ہوں۔

یہ رپورٹ بجنسہٖ جناب کلکٹر صاحب نے جناب کمشنر صاحب کو بھیج دی اور اس بات کی سفارش بھی کی کہ اسکا لکھنا درست ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک دفعہ جناب لالہ گیان چند صاحب سررشتہ دار کے ساتھ سردی کے موسم میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا اور انکے ساتھ انکے پیشکار وغیرہ بھی تھے۔ ایک گاؤں میں پہونچے تو وہاں پیشکار صاحب سے لوگوں نے کپڑے و کھانے وغیرہ کی بابت دریافت کیا۔ انھوں نے کچھ کہا کچھ نہ کہا ایسے ہی خاموش سے ہو رہے۔ جب سررشتہ دار صاحب سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ بھائی اوڑھنے کو لحاف اور تاپنے کو آگ بھیجو۔ اور ہم سے بولے کہ ہم رشوت وغیرہ تو کبھی لیتے نہیں اور کسی سے کبھی کچھ مانگتے نہیں لیکن اگر بغیر مانگے کوئی کھانے کپڑے کی پوچھے تو انکار نہیں کرتے۔ بلکہ صاف صاف ضرورت کے مطابق بتا دیتے ہیں کہ یہ اشیاء درکار ہیں اس میں تکلّف کرنا آتم گھات سمجھتا ہوں تکلّف کی وجہ سے بھوکے مرنا اور سردی کھانا فضول اس جسم کو جو خانہ خدا ہے تکلیف دینا ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ دنیا کے کام نہ تو بہت سختی سے درست ہوتے ہیں۔ بہت نرمی سے۔ نرمی گرمی ملی جلی ہوئی ہووے تو خوب کام نکلتا ہے یا کام کرنے والے آدمیوں

میں کوئی گرم ہو تو کوئی نرم بھی ہو۔

ہمارا گزر ایک کلوا گاؤں میں ہوا۔ وہاں کے آدمی بڑے سرکش تھے لگان وغیرہ زمیندار کو نہیں دیتے تھے۔ بعدہٗ وہاں کے ٹھاکر جدھی سنگھ بڑے بارعب ہوئے اور ان کے پاس لالہ چھکّن لال کامدار بڑے حسابی اور شیریں زبان تھے۔ ایک شخص چھنّو سنگھ کے سپرد لگان وصول کرنے کا کام تھا یہ بڑی حکمتِ عملی سے کام نکالتے۔ کسی کو دھمکا کر کسی کو ڈرا کر کسی کو سمجھا کر تمام بقایا لگان وصول کر لیا ان کی نسبت وہاں کے باشندے یہ دوہا پڑھتے تھے۔

دوہا

ٹھونٹا پا کر کلوا گاؤں وہاں کے عامل جدھی سنگھ ناؤں
چھکّن لال نو گڑ کی چاکی آنا چار نکالیں باقی
چھنّو سنگھ اڑھل کے پھول جن ٹکے ٹکے کیا وصول

ایک روز شری مہاراج سابھر میں رونق افروز ہوئے کہ جناب دیوان بھگوانداس جی صاحب ملنے آئے اور ست سنگ سے ایسے متاثر ہوئے کہ رخصت لے کر شری مہاراج کو اپنے ہمراہ اپنے وطن ٹیری صوبہ سرحد میں لے گئے اور اس وقت سے اس طرف کی آمدورفت شروع ہوئی۔

جناب دیوان صاحب اس وقت محکمۂ نمک میں بمشاہرہ ۲۵ روپے ماہوار کے کلرک تھے اور انسپکٹری کے بڑے خواہش مند تھے اور اسی کو معراج سمجھتے تھے — شری مہاراج سے اپنی یہ خواہش ظاہر کی۔

آپ نے فرمایا کہ انسپکٹری کیا آپ کو اس محکمہ کی سپرنٹنڈنٹی ملے گی اس وقت یہ بات بعید از قریں قیاس معلوم ہوتی تھی مگر مابعد یہ کرسی نشینی کی جگہ

جناب دیوان صاحب کو مل گئی۔ گوسائیں تلسی داس جی کا بچن ہے کہ منتھیا نہ ہوئے سنت کی بانی۔

ایک روز جناب دیوان صاحب نے عرض کیا کہ شری مہاراج تماش بینی تو کچھ برا فعل نہ ہونا چاہئے کیونکہ جسطرح بازار سے قیمت دے کر اور اشیاء خریدی جاتی ہیں اسی طرح روپیہ دے کر طوائف کو رضامند کیا جاتا ہے اور طرفین کی رضا اور خوشی سے یہ کام ہوتا ہے اسمیں گناہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ محض محبت کے جوش سے طرفین کی رضا اس فعل پر ہو تو شاید گناہ نہ بھی ہو مگر یہاں تو روپیہ خرچ کر کے طرف ثانی کے سنسکار بگاڑے جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی پاکدامن عورت کئی دن کے فاقے سے تنگ ہو اور اس سے کوئی شخص یہ کہے کہ کھانا اس شرط پر دیا جا سکتا ہے کہ وہ اس فعل قبیح کے کرنے پر رضامند ہو تو کیا یہ بات قرین قیاس نہیں کہ وہ فاقے کی تکلیف سے تنگ ہو کر اس فعل کے کرنے پر مجبوراً رضامند ہو جائے ایسی صورت میں خالص رضامندی ہوئی یا بھوک کی تکلیف کے موقعے کا بے جا فائدہ اٹھا کر اور دو روٹی دے کر اس کے سنسکار بگاڑے گئے۔

جہاں خالص محبت درمیان میں ہوتی ہے وہاں شاید یہ فعل برا نہ بھی ہوتا ہو۔ دیکھو جس وقت ارجن اندر لوک میں گیا اور وہاں اپسرا اس پر عاشق ہو گئی اور رات کو اس کے پاس آ کر اپنی خواہش ظاہر کی۔ ارجن نے اس فعل کو پاپ سمجھ کر اس سے انکار کیا

اس نے کہا یہ پاپ نہیں ہے اور اگر تم میری خواہش کو پورا نہ کرو گے تو تم کو شراپ دوں گی

ارجن نے جب بالکل انکار کیا تو اس نے شراپ دیا اور ارجن ایک سال تک نپُنسک رہے اگر انکار درست ہوتا تو اس کی سزا ارجن کو نہ ملنی چاہئے تھی۔

ایک روز جناب بابو پر بھو دیال جی صاحب و جناب دیوان جوگراج جی صاحب اور راقم الحروف کوہاٹ سے مقام ٹیری حاضر خدمت مبارک ہوئے۔ شام کو واپسی کے وقت اجازت چاہی تو شری مہاراج سنکر خاموش ہو گئے چونکہ وقت تنگ ہوتا تھا اس لئے دیوان صاحب نے مکرر سکرر عرض کیا اس کا بھی کوئی جواب نہ دیا۔ مگر تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی گفتگو کرنے کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک روز ہم جے پور میں ایک مہاتما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ خواہ کوئی آوے خواہ کوئی جاوے کسی سے جانے یا ٹھہرنے کے لئے اصرار نہیں کرتے تھے۔

ایک روز ایک صاحب تشریف لائے اور کچھ دیر ٹھہر کر جانا چاہا تو مہاتما نے کہا ٹھہرو ابھی جا کر کیا کرو گے۔ وہ تھوڑی دیر تو ٹھہر گئے مگر چونکہ انکو کوئی ضروری کام تھا اس لئے پھر جانے کا ارادہ کیا۔ مہاتما نے پھر کہا کہ صاحب تھوڑی دیر تو اور ٹھہرو۔ یہ بات انکی خلاف عادت تھی اس لئے ہم نے دریافت کیا کہ آج ان کو اصرار کے ساتھ ٹھہرانے کی کیا وجہ ہے۔

فرمایا کہ اس شریر پر کچھ آفت آنے والی ہے اگر یہ یہاں ٹھہر جاتے تو شاید میرے رام کی کچھ مدد کر سکتے۔

یہ سنکر وہ صاحب ہنس دیئے اور کہنے لگے واہ مہاراج بھلا میں آپ کی کیا مدد کر سکوں گا اور چونکہ ان کو کوئی بہت ضروری کام تھا اس لئے ٹھہرے نہیں اور روانہ ہو گئے۔ ایک کھیت سے گزر رہے تھے وہاں پر کڑھاؤ میں گڑ کا رس اونٹ رہا تھا اور کڑھائی زمین دوز رکھی تھی اور اس پر چٹائی ڈھکی ہوئی تھی اس پر گر پڑے۔ لوگوں نے دوڑ کر نکالا مگر گڑ بہت گرم تھا کمر تک کل جسم جھلس گیا لوگ باگ اٹھا کر مہاتما کے پاس لائے تو فرمایا کہ میں کیا کروں۔ میں نے تو جانے سے روکا تھا مگر انھوں نے مانا ہی نہیں۔ اور پھر کچھ علاج معالجہ بتا دیا۔ راقم۔

یہ فرما کر شری مہاراج تو خاموش ہو گئے مگر چونکہ بابو صاحب کی روانگی کا

وقت تنگ ہوتا تھا اس لئے یہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے آپ نے بھی اٹھ کر ان کو وداع کر دیا۔ کئی ست سنگی بابو صاحب کو پہونچانے دور تک گئے۔

بابو صاحب ٹمٹم پر سوار ہو گئے اور ٹمٹم روانہ ہو کر تھوڑی دور گئی تھی کہ الٹ گئی۔ بابو صاحب کے تو کچھ خفیف چوٹ لگی مگر دیوان صاحب کے پیر میں کمر تک بہت سخت ضرب آئی یہاں تک کہ سوار ہونا بھی مشکل ہو گیا۔

اس وقت شری مہاراج کے ارشاد پر خیال ہوا اس لئے جو ست سنگی پہونچانے آئے تھے ان کے ہمراہ جناب دیوان صاحب واپس حاضرِ خدمت مبارک ہوئے شری مہاراج نے علاج معالجہ کا فوراً بندوبست کرایا اور قریب بیس۲۰ یوم بعد واپسی کے لائق ہوئے۔

ایک روز ایک بابو صاحب کا لاہور سے خط آیا۔ تحریر تھا کہ کمترین کے داماد نے ایم۔اے۔ پاس کیا ہے اور بڑے اعلیٰ خیالات کا آدمی ہے مگر کچھ عرصہ سے دماغی بیماری میں مبتلا ہو کر مکان سے روانہ ہو گیا ہے اس سے طبیعت بہت بے چین ہے اور عرض خدمت ہے کہ حضور نظرِ باطن سے غور فرما کر اس کو ایسی توجہ دیں کہ واپس گھر چلا آئے یا اس کے پتے سے اس کمترین کو کچھ اطلاع بخشیں تا کہ یہ شریر خود جا کر اس کو لے آوے اور کچھ اس کی بیماری وغیرہ کی بھی فکر کر دیکھے گا۔

اس کے جواب میں شری مہاراج نے لکھوا دیا کہ آپ ان عزیز کی جدائی سے زیادہ حیران و پریشان نہ ہوئیں۔ عزیز مذکور پڑھے لکھے لائق آدمی ہیں، ایسے شخصوں کے فعل مصلحتاً ہوتے ہیں اس موقع پر آپ راجہ جنک کے دھیرج کو اختیار کریں۔ مہاراج رام چندرجی کے بن گون اور جدائی کا انکو کوئی صدمہ نہیں ہوا تھا۔

دوئم ان عزیز کے پتے کے بارے میں آپ کسی جوتشی یا رمال سے دریافت کریں اور علاج معالجہ کے بارے میں کسی ڈاکٹر حکیم یا وید سے مشورہ لیں کیونکہ آخر الذکر دونوں کام اسی قسم کے لوگوں کے سپرد ہوتے ہیں۔

ایک صاحب دیوان جوگراج جی سکنہ ٹیری پر شری مہاراج کی خاص توجہ تھی۔ جس وقت دیوان صاحب کو اُپدیش دیا اس کے ہفتہ بھر بعد ہی ان پر ایسے زور شور کی حالت طاری ہوئی کہ تین تین چار چار روز تک بے ہوش پڑے رہتے۔ آنکھوں سے آنسو اور منہ سے کف جاری رہتا لوگ باگ ہر وقت نگراں رہتے تھے۔ ع

دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند

مگر جب یہ ہوش میں آتے تو کہتے کہ مجھکو کسی قسم کی تکلیف نہیں معلوم ہوتی اور نہ بھوک پیاس لگتی ہے بلکہ ایک ایسا آنند معلوم ہوتا ہے جس کو زبان بیان نہیں کر سکتی غرض تین سال تک یہ حالت برابر رہی۔ اس عرصے میں دنیا داری کا کوئی کام ان سے ٹھیک طور سے نہیں ہو سکتا تھا۔

ان کو تصوّر کے واسطے منع کر دیا تھا کہ تم کسی قسم کا تصوّر نہ کرنا۔ ایک مرتبہ دیوان صاحب نے بذریعہ خط حالات لکھ کر بھیجے اور کچھ دریافت کیا تو جواباً لکھوا دیا کہ "شری کرشن چیتن آتما کا دھیان کیا کرو"۔ کل ست سنگیاں ٹیری نے کہا کہ بیشتر تصور سے ہی تمھاری یہ حالت ہوئی تھی اور شری مہاراج نے تم کو تصوّر کے واسطے منع کیا بھی تھا مگر اب پھر مورتی کا تصوّر کرنے کو فرمایا ہے تو دیوان صاحب نے ہنس کر جواب دیا کہ اُپدیش عوام کے واسطے نہیں ہے بلکہ میرے لئے ہے آپ لوگوں کو اس سے فائدہ نہ ہوگا اور اس کا مطلب سگُن مورت کے دھیان سے جو آپ نے سمجھ رکھا ہے نہیں ہے بلکہ یہ ایک خاص بات ہے جس کو میرا دل تو سمجھ گیا ہے مگر زبان کو طاقت گویائی نہیں جو آپ لوگوں کو سمجھا سکوں ہ

گرا نہ نین نین بن بانی کم شوبھا یہ جائے بکھانی

ایک روز دیوان سوامی داس جی حاضرِ خدمتِ مبارک ہوئے ان کے جوان عمر صاحبزادہ کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے سب حاضرین نے ان سے ماتم پرسی کی مگر شری مہاراج نے اس بارے میں کچھ دریافت نہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد بابو پربھودیال جی سے دریافت کیا کہ آپ کو سکندر بادشاہ کی وفات کا حال معلوم ہے؟

انھوں نے جواب دیا کہ کسی کتاب میں ایسا پڑھا تھا کہ حضرت خضر نے اس سے پیشین گوئی کی تھی کہ جب لوہے کی زمین اور سونے کا آسمان ہوگا اس وقت تمھاری موت ہوگی۔

جب سکندر بیمار ہوا تو کسی لشکری نے اپنا زرہ بکتر اس کے نیچے بچھا دیا اور سونے کا چھتر اس کے سر پر سایہ کے لئے کر دیا گیا اس وقت اس نے وفات پائی۔

آپ نے کہا شاید یہ بھی کہا ہوگا اور فرمایا کہ جس وقت وہ بیمار ہوا اور آخری وقت کے آثار ظاہر ہوئے تو چونکہ بادشاہ ہفت اقلیم تھا اس لئے اس نے ساتوں ولایت کا خزانہ منگوا کر سامنے جمع کرا دیا اور اوّل ساتوں ولایت کے حکیموں کو جمع کر کے کہا کہ اگر کوئی شخص مجھ کو اچھا کر دے تو یہ کل خزانہ اس کو دے دوں۔ جب سب نے جواب صاف دیا تو پھر نجومیوں کی طرف رجوع ہوا اور کہا کہ اگر تم کسی ترکیب یا اجسام فلکی کی مدد سے میری جان بچا سکو تو یہ خزانہ انعام ملے گا مگر وہ بھی کچھ نہ کر سکے تو پھر تمام بہادر جنگجوؤں کو جنھوں نے بڑے بڑے معرکے مارے تھے جمع کر کے کہا کہ اگر تم میں سے کوئی مجھ کو موت کے پنجے سے چھڑا سکے تو اس خزانے کو انعام میں پائے گا۔

انھوں نے کہا کہ جہاں پناہ اگر کوئی دشمن ہو تو اس سے لڑ سکتے ہیں مگر موت سے تو کوئی بھی نہیں جیت سکتا۔

جب سب طرف سے مایوسی ہوئی تو یہ خیال کیا کہ میں شہنشاہ ہفت اقلیم اور اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہوں اس کو میری وفات کا سخت رنج ہوگا اس لئے ارسطو سے کہا کہ میرے جنازے کے ساتھ ان سب کو لیجانا اور اپنی ماں کی تسلی کے واسطے کل حال

لکھ کراس کے پاس بھیجا کر باوجود ان سب چیزوں کی موجودگی کے کوئی بھی مجھکو موت سے نہ بچا سکا اور یہ بات زبانی کہلا بھیجی کر اس خط کو پڑھ کر تم کل آدمیوں کو جمع کر کے اُن کی دعوت کرنا اور جس شخص کے رشتہ دار یا یگانہ کی موت نہ ہوئی ہو اسکو پیشتر کھلانا۔

اس کی ماں نے خط کو پڑھ کر کہا کہ میرا بیٹا بڑا عقلمند تھا جو میری تسلی کے واسطے اس نے ایسا کیا۔ خیر اس کی آخری بات بھی دیکھنی چاہیئے، اس لئے تمام آدمیوں کی دعوت کی اور ان سے کہا کہ جس کسی کا رشتہ دار یا یگانہ مرا ہو وہ پہلے کھانا کھائے سب نے کھانے سے انکار کیا اور کسی نے کہا کہ میری ماں مری ہے اور کسی نے کہا کہ میرا باپ مرا ہے۔ غرض ایسا کوئی بھی نہ نکلا جس کو کسی کی موت کا رنج نہ اٹھانا پڑا ہو۔ اس سے اس کی پوری تسلّی ہو گئی اور سمجھ گئی کہ یہ امر ناگریز ہے اور سب کو پیش آتا ہے۔ میرے لڑکے کا مرنا کوئی خاص بات نہیں ہے اور پھر فرمایا کہ جوان آدمیوں کا اور لڑکوں کا مرنا اور بھی عبرت خیز اور سمجھدار آدمیوں کے لئے اشارہ ہے تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ صرف بڈھے ہی نہیں مرتے ہیں بلکہ ہم سے بعد میں جو آئے تھے وہ بھی چل بسے موت کا کوئی وقت نہیں نہ معلوم کب آن کھڑی ہو اس لئے سب طرف سے دل ہٹا کر پرماتما کے چرنوں میں چت کو لگانا چاہیئے۔

ایک روز ایک صاحب نے حاضر خدمت ہو کر پشاور میں ہندو مسلمانوں کے فساد کی بابت تذکرہ شروع کیا اور کہنے لگے کہ:۔

"مسلمانوں نے بڑا سخت ظلم اور لوٹ مار کر رکھی ہے اور ہندؤوں کو تباہ کر دیا انکی زندگی خطرے میں ہے۔"

یہ سن کر شری مہاراج نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔ جس وقت نادر شاہ نے دہلی میں قتل عام کرایا اور اس کے بعد شاہی شاعر کو حکم دیا کہ ہماری فتح کی تاریخ کہو تو اس نے اوّل تو جان کی امان چاہی اور بعدہ یہ تاریخ کہی ؂

شاہِ ایراں را کجا تابِ نبردِ ہند بود
زشتئِ اعمالِ ما ایں صورت نادر گرفت

اور فرمایا کہ تمام معاملات خدا کے زیرِ حکم ہیں وہ جس کو چاہتا ہے مارتا ہے جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے سہ

از خدا داں خلاف دشمن و دوست
کہ دلِ ہر دو در تصرف اوست

مارنا اور لوٹنا تو درکنار اُس کے حکم کے بغیر پتّا بھی نہیں ہل سکتا اگر مسلمانوں کو اتنا اختیار ہوتا تو کابل میں تو ہندوؤں کا بیج بھی نہ چھوڑتے اور اب تو ہندو اور مسلمان دونوں ہی انگریزوں کی رعیت ہیں اگر ہندوؤں کو نیست و نابود کرنا ہوتا تو جس وقت مسلمانوں کی بادشاہت ہندوستان میں تھی اس وقت ہی نہ چھوڑتے مگر دراصل یہ بات تھی ہی نہیں البتہ جتنا قدرت کو منظور تھا اتنا ہو گیا۔

ایک روز دیوان بابو امیر چند جی صاحب حاضرِ خدمت مبارک ہوئے اور عرض کیا کہ جناب خانصاحب ٹیری کی بینائی چشم بالکل جاتی رہی ہے ہر چند علاج و معالجہ کیا کوئی سودمند نہ ہوا۔ اب عرصہ سے فقراء کی طرف رجوع ہوئے ہیں۔ کئی مسلمان فقیروں کو بلایا اور زر و مال ہر طرح سے خدمت گزاری مگر کچھ اثر ظاہر نہیں ہوا۔ کئی فقیر حضور کی طرف اشارہ کر گئے ہیں کہ آنحضور کی دعائے مراد برآری ممکن ہے اس لئے آپ کچھ ہمت فرمائیں۔
شری مہاراج نے فرمایا کہ ہم کو یاد ہے کہ آگرہ میں ایک حلوائی کی دوکان پر ۲ آدمی مٹھائی خریدنے آئے۔ ایک مسلمانوں کا سا لباس پہنے تھے اور دوسرے ہندوؤں کے سے کپڑے۔ پیشتر مسلمان صاحب نے قریب بارہ تیرہ آنے کی مٹھائی تلوائی اور تھایا

پیسے حلوائی سے مانگے جب حلوائی نے روپیہ مانگا تو اس نے کہا کہ ہم تو پیشتر ہی دے چکے ہیں اس بات پر شور و شر ہوا دس بیس آدمی جمع ہو گئے تو وہ ہندو صاحب بولے کہ لالہ جی لڑائی جھگڑا تو پیچھے کرنا پہلے مجھ کو مٹھائی دو ورنہ میرا روپیہ واپس کرو مجھ کو دیر ہوتی ہے یہ سنکر حلوائی بولا کر روپیہ کیسا تم نے کب دیا تھا۔

اب کیا تھا چٹ مسلمان بول اٹھے کہ بے ایمان میرا روپیہ لے کر بھول گیا اب لالہ جی کے روپے سے منکر ہوتا ہے ابھی میرے سامنے انھوں نے روپیہ دیا ہے اور تو انکار کرتا ہے۔ پھر وہ لالہ بول اٹھے شیخ جی دوکاندار ایسی چال بازی سے تو اتنے امیر ہو ہی جاتے ہیں ابھی حال آپ کا روپیہ لے کر مکر گیا اب میرے روپے سے بھی انکار کرتا ہے جب ایک دوسرے کی گواہی دینے لگا تب تو حلوائی سٹ پٹایا اور جو لوگ جمع ہوئے تھے انھوں نے بھی حلوائی کو دھمکایا اور جھٹلایا۔

غریب سے کچھ بن نہ پڑی ہندو اور مسلمان دونوں کو ایک ایک روپیہ دے کر بلا سے ٹالی۔

سو دیوان صاحب مسلمان تو اپنا حق لے گئے اب ہم کو بھی ہمارا حصّہ دلوانے کے لئے لیجانا چاہتے ہو تو دوسری بات ہے۔ جناب خانصاحب اتنا نہیں سوچتے کہ جو لوگ روپیہ پیسے کے لالچی ہوں ان سے یہ کام نکل کب سکتا ہے اور جو یہ کام کر سکتے ہیں انکو خان صاحب کے زر و مال کی پرواہ کیا ہے۔ وہ دولت کے ذریعہ سے یہ کام نکلوانا چاہتے ہیں۔ یہ ہرگز ممکن نظر نہیں آتا البتہ ان کی منت زاری سے کسی مرد خدا کو ان کے حال پر رحم آجائے اور وہ ہاتھ ڈال دیں تو بات دوسری ہے لیکن اگر وہ اپنی ریاست کے گھمنڈ سے اس کام کو نکلوانا چاہتے ہیں تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔

ایک روز جناب رائے صاحب دیوان ایشر داس صاحب بیرسٹر قدم بوسی کے واسطے حاضر ہوئے۔ بابو صاحب کے چھوٹے بھائی کا عارضہ دق میں انتقال ہو چکا تھا اس کی بابت تذکرہ کرنے لگے اور عرض کیا کہ مہاراج جی میں نے ہزاروں طرح کی دوائیاں دیں

علاج معالجے کرائے انکا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ گیا دوا وغیرہ میں کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ آنحضور نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔

ایک حکیم صاحب کو علاج معالجہ میں بڑا کمال اور دست شفا یہاں تک تھا کہ جس کسی کا وہ علاج کرتے تھے وہ مریض نہ مرتا بلکہ اچھا ہو جاتا۔ کتب طب کے شتر اونٹ ان کے ہمراہ رہتے تھے۔

ایک دفعہ انکو ایک عجیب الخصلت انسان سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا کہ میں ملک الموت ہوں۔

پھر حکیم صاحب نے پوچھا کہ تمھارا کیا کام ہے اور کہاں جاتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ لوگوں کی روح قبض کرنا میرا کام ہے اور آج فلاں شخص کی روح قبض کرنی ہے۔

حکیم جی نے دریافت کیا کہ کس طرح سے روح قبض کرو گے تو اس نے کہا کہ اس شخص کے پیٹ میں اس طرح کا درد پیدا کر دوں گا جس سے وہ اچھا نہ ہو سکے گا۔ وہ تو یہ کہہ کر غائب ہو گیا ادھر حکیم صاحب نے بھی دوا دارو کا بکس سنبھالا اس آدمی کے پاس پہونچے اور وقت معینہ پر جب اس کے پیٹ میں درد شروع ہوا تو اس امر کی مخصوص اور مجرب دوا دینی شروع کی۔ گولی، عرق، سفوف، جوشاندہ، خیشاندہ، معجون، لعوق سب ہی کچھ دیا خاک اثر نہ ہوا۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آخر دو چار گھنٹے درد کی شدّت سے تڑپ کر مریض نے جان دی۔ اب حکیم صاحب کو وحشت ہوئی کہ اور سوچنے لگے کہ جب موت امر ناگریز ہے اور کوئی دوا دارو اپنا اثر نہیں کرتی تو پھر ہم علاج کس کا کریں اور یہ کتابیں اور دوا لادے لادے کیوں مارے مارے پھریں۔ اس لئے سب سامان کو لے کر دریا کے کنارے پہونچے اور مصمم ارادہ کر لیا کہ سب کو

غرق آب کر دیں کہ اسی وقت وہی عجیب شکل وصورت والا آدمی سامنے آموجود ہوا اور کہنے لگا کہ حکیم صاحب یہ کیا خبط سوار ہوا۔

حکیم صاحب نے جواب دیا کہ جب ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا نہ انکا اثر ظاہر ہوتا ہے تو پھر ان کے رکھنے سے کیا فائدہ کیوں نہ انکو ڈبو دیں۔

ملک الموت نے کہا کہ یہ بات نہیں ہے کہ اثر نہ ہو۔ خدا نے جس چیز میں جو اثر رکھا ہے وہ اثر ضرور ظاہر کرتی ہے مگر اسی وقت جب اثر ظاہر کرنے کا موقعہ ملے اور جسقدر ادویہ حکیم نے مریض کو دی تھی وہ سب بجنسہٖ دکھا دکھا کر کہا کہ جس وقت مریض کے گلے سے یہ دوا اترتی تھی وہ سب میں لیتا جاتا تھا اب بتایئے کہ اثر کس کا ظاہر ہوتا اور حکیم صاحب کو سمجھا بجھا کر ان کے ارادہ سے باز رکھا۔

اسی طرح پر جناب دیوان صاحب اثر تو ہر ایک چیز کا ہوتا ہے مگر جب موت کا وقت آتا ہے اس وقت دوا بھی مرض کی غذا بن جاتی ہے اور بجائے مریض کو قوت پہونچانے کے مرض کو تقویت دیتی ہے۔

ایک روز شری بابا پریت ناتھ جی مہاراج سے فرمایا کہ ہم کل آپ کے استھان پر آویں گے۔ جناب بابا صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے گرو شری پیر پشمبر ناتھ جی مہاراج آپ کی مہما کو نہیں جانتے ہیں اس لئے آپ سے جس بھاؤ سے ملنا چاہیئے نہیں ملتے اس لیئے آپ وہاں قدم رنجہ نہ فرمائیں۔

آپ نے جواب دیا کہ ہمارا وہاں جانا ضروری ہے پیر صاحب سے ملنا تو ظاہری سبب ہے ورنہ اصلیت میں گدّی اور سمادھیوں کے درشن لازمی ہیں۔ فقیروں کی گدی میں صرف موجودہ گدی نشین کو دیکھ کر ہی اندازہ نہیں لگانا چاہیئے بلکہ اس میں سات خاندان تک دیکھنا چاہیئے کہ کوئی نہ کوئی بزرگ اور مہاتما ضرور گدی نشین ہوں گے۔

جن بزرگوں نے شریر تیاگ دیا ہے ان کو مردہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ انکی پاک روح ہمیشہ زندہ ہے اور کوہاٹ میں جاکر انکے درشن کو نجانیسے اہنکار کی بو آتی ہے اور قواعدِ فقیری

کے خلاف ہے۔ دوسرے موجودہ پیر صاحب کی نسبت کچھ ناقص خیال دل میں لانے سے ان بزرگوں کی روح کو ناگوار گزرتا ہے۔

اگر ایک یادو پشت میں کوئی مہاتما یا بزرگ گزرے ہیں تو ایسے خیال کا فوراً ہی نتیجہ ملتا ہے، ایک وقوعہ ہم کو یاد ہے کہ۔

ایک خاندان میں بہت اچھے بزرگ تھے مگر چار پشت سے کچھ خیر خیرات کے کام میں کمی ہوگئی تھی جسوقت موجودہ پیر صاحب کا شریر برتا اور انکی جگہ ایک اچھے مہاتما رمز فقیری سے واقف پیر صاحب کی گدّی پر بیٹھے اس وقت ایک فقیر نے جو خود بہت اچھے تھے مگر رازِ فقیری سے ناواقف، یہ کہہ دیا کہ یہ شخص گدی پر بیٹھنے کے لائق نہیں۔ یہ سنکر تو نئے پیر صاحب کو جوش آیا اور بولے کہ تو کیا کتّے کی طرح بھوں بھوں کرتا ہے تو کتّے کی طرح جھائیں جھائیں کر کے مرے گا۔

طعنہ دینے والے فقیر صاحب کی بجنسہٖ وہی حالت ہے اور مرض الموت میں گرفتار ہوکر کتے کی طرح بھونک بھونک کر جان دی۔

ایک روز نریاب سے بہت سے آدمی شری مہاراج سے ملنے کو براہِ خشکی روانہ ہوئے۔ ایک آدمی سندر داس نامی پہاڑی راستے سے علٰحدہ خچّر پر چل پڑا، اس کے پاس روپیہ بھی بہت تھا، راستے میں علاقہ غیر کے تین سرحدی ڈاکوؤں نے آن پکڑا اور خچر پکڑ کر اس کو نیچے اتار لیا اس شخص نے خیال کیا کہ میں تو ایک فقیر کے درشنوں کو جاتا ہوں ایسے نیک کام میں مجھ کو ایسی تکلیف کا سامنا کیوں کرنا پڑا۔ یہ سوچ کر وہ ایک دم سے دہر بھاگا اور دھاڑیوں نے تعقب کیا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ سامنے سے تین شخص آتے ہوئے دکھائی پڑے انھوں نے اس کو روک کر پوچھا کہ کیوں بھاگتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ڈاکو ہیں انھوں نے کہا کھڑا رہ بتا کہاں ہیں۔

وہ اس کو ساتھ لے کر پیچھے پھرے ڈاکو انکو دیکھ کر بھاگ گئے۔ تینوں آدمیوں نے خچّر پکڑ کر سندر داس کو سوار کرادیا۔ جب وہ سوار ہوگیا تو اس نے چاہا کہ

ان کا نام پوچھوں کہ کون ہیں اور ان کی امداد کا شکریہ ادا کروں مگر پیچھے پھر کر دیکھتا ہے تو وہ تینوں شخص غائب ہیں۔ وہ انکو امداد غائبانہ سمجھ کر روانہ ہو گیا اور ایک گاؤں شکر خیل میں آ کر اپنے کل ہمراہیوں سے ملکر اپنا ماجرا بیان کیا۔ وہ سب بھی متعجب ہوئے کہ آج تک سرحدی ڈاکوؤں کے ہاتھ سے بھاگ کر بچنا امر محال بلکہ ناممکن ثابت ہوا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ان لوگوں میں سے ایک نے اپنا طمنچہ نکال کر کھولا تاکہ کارتوس نکال لے اور خالی کر کے رکھدے مگر کھولتے ہی وہ سر ہو گیا اور سامنے تین شخص بیٹھے تھے اول ۲ دو کی ٹانگوں کے درمیان سے گولی گزر گئی اور تیسرے شخص کے پیر کے انگوٹھے کے پاس جاکر گولی زمین میں سما گئی کسی کو زخمی نہ کیا۔

ان لوگوں نے اس بات کو بھی یہی سمجھا کہ ہمارے گرو مہاراج کی برکت سے اس سے بھی بچ گئے۔

اینگر سیندور لیکے ترپایو جت بھیت
سپھل ہوئی من کامنا تلسی پریم ترپیت

ایک زرگر ساکن ٹیری آوارہ چلن کا آدمی تھا کچھ عرصے کے بعد مذہب اسلام قبول کر لیا مگر عادات قبیحہ کہاں جاتے تھے۔

اگر ز دست جفا بر ملک رود بد خوئے
ز دستِ خوئے بد خویش در بلا باشد

ایک دن لالہ بیلی رام کے مکان میں چوری کی نیت سے گھس آیا جس کوٹھے میں مال اسباب رکھا تھا اس میں تقریباً ۱۵ - ۲۰ ست سنگی بیٹھے سُرت شبد کا دھیان کر رہے تھے۔ ایک سادھو دروازے کے پاس بیٹھا تھا اس نے چور کو کھڑا دیکھ کر سمجھا کہ

کوئی ست سنگی بھجن کرنے کو اٹھا ہے لہذا اس سے کہا کہ کھڑا کیوں ہے اندر آ جا۔ چور کو تعجب ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ چور کو اندر بلاتے ہیں اسی سوچ بچار میں دروازے کے پاس کھڑا تھا کہ سب ست سنگی دھیان سے فارغ ہو کر ایکدم شغلِ یک ضربی میں مشغول ہو گئے۔

اتنے آدمیوں کی ایک ساتھ ہنگ کی زور کی آواز سن کر چور گھبرا گیا اور خوفزدہ ہو کر بھاگا اور گھر پر جا کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ فلاں مکان میں تو بلا رہتی ہے اس خوف سے بخار چڑھ آیا جب حالت خراب ہوئی تو اس کا چرچا عام آدمیوں میں پھیلا اس خیال سے کہ مبادہ خوف سے مر نہ جاوے اس کو بہت تسلّی دلاسہ دی گئی اور بھجن وغیرہ کرنے کا حال بتلا کر اس کا خوف دور کیا۔ بہ مشکل تمام عرصے بعد اچھا ہوا۔

ایک بھگت کی استری اپنے پتی کی طرف سے بہت ہی بدگمان تھی۔ اگر بھگت جی اُپدیش یا کتھا یا ست سنگ کے واسطے بھی کسی کے پاس بیٹھتے یا وارتالاپ کرتے تو کلیش کرتی تھی۔ شری مہاراج نے اس سو بھاگوتی کو کئی مرتبہ سمجھایا مگر سہ

خوئے بد در طبیعتِ کہ نشست
نہ شود جز بمرگ او را زرشت

لیکن اس کے خیال میں تبدیلی نہ ہوئی۔ ایک رات کو بھگت جی بھجن کرنے کو اٹھے تو آپ بھی انکے پاس جاکر بیٹھی۔ انکے جامے کا پلّا اپنے پیر تلے دبا لیا کہ کہیں اِدھر اُدھر اٹھ کر نہ چلے جائیں۔ جب خود بھجن میں مشغول ہوئی تو پرکاش کے ساتھ ایک فقیر کی صورت نظر آئی جس نے اس عورت کے منہ پر ایک مکّا مارا

جس کی ضرب سے چلاّ کر بے ہوش ہو گئی۔
سب آدمیوں نے بھجن سے اٹھ کر اس کو دیکھا منہ سے کف جاری تھا۔ پانی وغیرہ چھڑکا۔ جب ہوش میں آئی تو سب حال بیان کیا کہ ایک بوڑھے بابا کی صورت نظر آئی تھی اور اس نے مارا ہے۔
دوسرے دن شری مہاراج کے حضور میں معاملہ پیش ہوا۔ اس عورت کو پھر سمجھایا کہ دیکھو بھجن میں وگھن ڈالنے کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ تم نے کتھہ وارتائیں سنا ہے کہ راون، کنس، ہرناکس وغیرہ جو بھجن میں بھگتوں کے حارج ہوئے ان کی کیا گت ہوئی۔ اگر تم اپنے خیال کو نہ بدلوگی تو عمر بھر تکلیف میں رہوگی۔

ایک روز ایک حاجت مند ست سنگی کو روپے کی ضرورت تھی شری مہاراج سے عرض معروض کی گئی تو آپ نے اس کا نام تو ظاہر نہیں کیا بلکہ چند اصحاب سے کہا کہ بائی یوگا سند کے اخراجات کے واسطے روپے کی ضرورت ہے کچھ چندہ جمع کر لیا جاوے۔
بہت آدمیوں نے خوشی خوشی حسب توفیق چندہ دے دیا۔ ایک صاحب لالہ گیان چند حلوائی نے مانگنے پر بھی چندہ دینے سے انکار کیا بلکہ اعتراضات فضول سے اٹھائے۔
رات کو اس کا تذکرہ اور شکایت شری مہاراج کے روبرو چند صاحبوں نے کی کہ یہ شخص بہت ہی سرکش سا ہے اس کی گوشمالی ہونی چاہیئے۔
آپ کی زبان سے نکلا جیسا کوئی کرے گا ویسا بھرے گا۔ دوسرے دن لالہ گیان چند کچھ سامان خریدنے باہر ضلع میں گئے اور وہاں پہونچ کر سخت بیمار ہو گئے۔ بیماری کا تار گھر پہونچا تھا کہ لوگوں نے ہلاّ مچا دیا کہ اس دن کی گفتگو کا پھل ہے۔ اس کا بھتیجہ لالہ کرم چند وغیرہ اس کے پاس دوڑے گئے رشتہ داروں اور عزیزوں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو شری مہاراج کی خدمت میں حاضر ہو کر خواستگار معافی ہوئے۔ شری مہاراج نے فرمایا کہ دیکھو ہم نے کتنی مرتبہ ان سب لوگوں

سے کہا ہے کہ ہمارے پاس کبھی کسی کی شکایت نہ کیا کرو۔ بلکہ فقیروں کے پاس ایسی بات کرنا درست نہیں۔ نہ معلوم کوئی کس خیال میں بیٹھا ہو اور کیا موقعہ محل ہو مگر ان لوگوں کی سمجھ میں بات نہیں آتی۔

جب بہت گریہ وزاری ہونے لگی تو آپ نے ایک ست سنگی سے فرمایا کہ "وہ کوئی مرتا تھوڑے ہی ہے"

لالہ گیا پنچند جہاں بیمار پڑے تھے راقم الحروف موجود تھا۔ یہ حالت ہو گئی تھی کہ چارپائی پر ڈال کر ان کو ست سنگ کے مکان کرشن دوارہ میں رکھا تھا کوئی زیست کی امید نہیں تھی مگر مالک شفا دینے والا ہے تین چار یوم میں ہی ٹمٹم میں لیٹ کر واپس گھر جانے کے قابل ہو گئے۔

ایک روز پنڈت بھگوانداس جی سکنہ نریاب شری مہاراج کے درشنوں کو حاضر ہوئے اور بڑے بھگتی اور ویراگ کی حالت میں آبدیدہ ہو کر کہا کہ مہاراج میرا اُدّھار تو ناممکن نظر آتا ہے میں نے ایسے ایسے پاپ کئے ہیں کہ ان کا بیان نہیں ہو سکتا لکھو کہا جیو شکار میں مارے اور کیا کیا عرض کروں جب ان کا خیال کرتا ہوں مایوس ہو جاتا ہوں۔

شری مہاراج نے فرمایا اب آپ ان کا مطلق خیال نہ کریں اور بھجن کئے جائیں آپ کا ضرور اُدّھار ہو گا۔ دیکھو لمبکی جی بھیل تھے جانور تو کیا انھوں نے لاکھوں آدمیوں کا ودھ کیا۔ راما راما کی بجائے مارا مارا جپا پھر بھی ایسے زبردست مہاتما ہوئے کہ پیشتر سے رامائن لکھ کر رکھ دی اور شری رام چندر جی کی استری شری سیتا جی ان کا پانی بھرتی تھیں اس میں آپ کا تو برہمن کا شریر ہے اگر آپ بھجن کریں گے تو آپ کی مکتی میں کیا شک ہے۔ شری کرشن مہاراج نے بھی فرمایا ہے کہ جب شودر اور ویش سب کا اُدّھار ہوتا ہے تو ہے ارجن تو تو کشتری ہے تیری مکتی اور اُدّھار میں کیا کلام ہے اس لئے اپنے بھجن کے کام

میں لگے رہو رفتہ رفتہ سب ہو رہے گا۔

ایک روز شری مہاراج بٹیری تشریف لے گئے عرصہ تین یوم کا ہو گیا مگر بابا سروپانند جی درشنوں کو نہ آئے۔

معلوم ہوا کہ انھوں نے یہ پرن کیا ہے کہ ملین یعنی ناپاک من لیکر گرو مہاراج کے درشن نہ کریں گے جب تک ہمارا من صاف نہ ہوگا سامنے نہ جائیں گے۔

شری مہاراج تو اس بات کو سنکر خاموش ہو گئے مگر لوگوں نے سادھو جی سے کہا کہ آپ بڑے ابھاگے ہیں کہ گرو جی مہاراج تشریف لائے ہیں اور آپ درشن نہیں کرتے ان کے سمجھانے بجھانے سے سادھو جی چوتھے دن حاضر ہوئے سر سے پگڑی اتار کر گلے میں گانٹھ باندھ لی اور ایک تنکا منہ میں دبا کر سامنے آئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ مجھ سے بڑا اپرادھ ہوا معاف کریں۔

شری مہاراج نے پوچھا کہ بھائی کیا اپرادھ ہوا۔

انھوں نے عرض کیا کہ میں آپ کے درشنوں کو تین دن تک حاضر نہ ہو سکا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے جو پرن کیا تھا اسکو کیوں توڑ دیا۔ اگر آپ ثابت قدم رہتے تو کیا عجب تھا کہ نالک آپ کی منو کامنا پورن کر دیتے۔ مگر خیر یہ بات منظور نہ ہوگی۔ اس لئے آپ ٹل گئے۔

ایک روز سروپانند جی نے عرض کیا کہ شری مہاراج جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھ کو ایسی بھاؤنا اٹھتی ہے جیسے شری رام چندر جی کو دیکھ کر راون کو اٹھا کرتی تھی اور اس کو غصہ آتا تھا مگر آپ شری رامچندر جی کی طرح سے میرا بیڑا پار نہیں کرتے۔

آپ نے فرمایا کہ شری رام چندر جی مہاراج کو تو راون سے یہ خوف تھا کہ انکی استری سیتا جی کو ہر لے گیا ہے کہیں مار نہ ڈالے یا آبرو ریزی نہ کرے میرے

تو کوئی سیتاجی بھی نہیں جس کو تم ہر دیا جسکا مجھ کو خوف ہو۔ رہی راون کی بات تو وہ ایسا پختہ کار آدمی تھا کہ شری رام چندر جی کو اوتار جان کر بھی خم ٹھونک کر لڑنے کو تیار ہوگیا اور ذرا بھی کسی بات کا خوف نہ کیا۔ ایک ایک رشتہ دار اور عزیزو اقارب بیٹے پوتوں کو چن چن کر مروا دیا اور مرتے دم تک اپنے پرن سے نہ ٹلا۔ تمھارا یہ حال ہے کہ ابھی اگر ذرا بھی میں تم پر غصہ ہو جاؤں تو تم خوف سے کانپ اٹھو اور اپنی برائی بھلائی کا خیال کر کے ڈر کے مارے پیلے پڑ جاؤ۔ پھر راون کی بھاؤنا رکھ کر تم مجھ سے کس طرح فیض اٹھا سکتے ہو البتہ اگر اس کی سی پختگی تمھارے مزاج میں آجائے تو دوسری بات ہے مگر یہ کام عطیہ قدرت ہے کوشش سے مشکل ہے تم اس کام کے واسطے پیدا ہی نہیں ہوئے ہو۔

ہر کسے را کہ برکارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

ایک روز ایک صاحب ست سنگ میں حاضر ہوئے اول تو ویدانت کے بہت سے مسئلے بیان کئے پھر بھگتی اور پریم کے بھجن اور شبد بڑے زور شور سے گائے اور اور بہت پریم ظاہر کیا۔ گیان کی بھی بہت سی نظیریں اور مثالیں دیں اور پھر ایک ست سنگی کی طرف جو چپ چاپ گوشے میں بیٹھے تھے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ بھی کچھ کہیئے۔ مگر وہ چپ چاپ ہی رہے انھوں نے بہت اصرار کیا مگر وہ چپ ہی بیٹھے رہے لیکن شری مہاراج نے فرمایا کہ:-

لوہا اور نمک دونوں دریا میں پڑے تھے لوہا بار بار یہ کہتا تھا کہ گلے جاتے ہیں گلے جاتے ہیں یہ سنکر نمک بولا کہ بھائی جو گلتے ہیں بولتے نہیں ہیں۔

در عالم فقر بے نشانی اولیٰ
در عالم عشق بے زبانی اولیٰ

جنھوں کو عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مُہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

ایک روز ذکر ہو رہا تھا کہ شری بابا پریت ناتھ جی کوہاٹ کے ست سنگ کے ممبر مجلس ہیں مگر ست سنگ کے کاموں میں کچھ کوشش اور تندہی نہیں کرتے۔

شری مہاراج نے سنکر فرمایا کہ کسی شہر کا راجہ مر گیا تھا۔ لوگوں نے صلاح کی کہ کسی دھرماتما سادھو کو راجہ بنانا چاہیئے۔ اور ایک سادھو کو گدّی پر بٹھا دیا۔ اس نے گدی کے پاس ہی کھونٹی پر اپنی جھولی ٹانگ دی۔ جب راج کاج کے معاملے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ خوب جگ اور ہون دان وپن کرو اور موج اڑاؤ۔

اسی طرح سے سب لوگ کرنے لگے راج کاج میں ابتری پھیل گئی۔ یہ حال معلوم کر کے ایک راجہ نے فوج کشی کر دی۔ لوگوں نے سادھو راجہ سے یہ حال عرض کیا اور بندوبست وغیرہ کے واسطے حکم چاہا۔ ان سے فرمایا کہ وہی کام کیئے جاؤ اور بیخوف وخطر رہو۔ جب لشکر شہر کے قریب پہونچ گیا تب بھی راجہ کا وہی حال رہا۔ آخر راج مندر میں مخالف راجہ پہونچ گیا اس وقت سادھو راجہ نے دریافت کیا کہ کس طرح سے آئے ہو۔

اس نے کہا کہ راج لوں گا۔ یہ سنکر آپ گدّی سے اتر پڑے اور فرمایا کہ تم اپنا راج لو ہماری جھولی تو یہ سامنے ٹنگی ہے۔ یہ کہہ کر جھولی اُٹھا گلے میں ڈال لی۔

وہی حال شری بابا پریت ناتھ جی کا ہے ان کی جھولی سلامت رہے اُن کو کوشش اور تندہی اور انتظامی معاملات سے کیا پڑی ہے۔

ایک روز جناب بابو چینی لال صاحب جنھوں نے سرکاری ملازمت سے پنشن پانے کے بعد بزازی کی دوکان کھول لی تھی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ مہاراج دوکانداری کے معاملے میں اب تک میں نے بالکل سچ سے کام لیا ہے برابر ٹوٹا اور گھاٹا کھاتا

رہا ہوں وجہ یہ ہے کہ گاہک سے ایک بات سچی سچی کہہ دیتا ہوں اس پر دہ جمتا نہیں اور میرا دل بات بدلنے کو چاہتا نہیں۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اگر اسی طرح ایک بات آپ کہتے رہے اور یہ کل سامان فروخت نہ ہوا اور رکھے رکھے پرانا ہو گیا تو کیا اسی قیمت پر جو آپ کہہ رہے ہیں آئندہ کبھی بکنے کی امید ہو سکتی ہے۔ بہر حال جب پرانا ہو گیا تو ضرور قیمت میں کمی کرنی ہو گی اس وقت آپ کی یہ بات بدلے گی یا نہیں پھر جب بات ایک نہ دن بدلنی ضرور ہے تو پھر ٹوٹا کھا کر کیوں بدلی پہلے سے ہی سنبھل کر کیوں نہ چلے جو وہ روز بد دیکھنا نصیب ہی نہ ہو۔ یہ کام کوئی ملازمت تو نہیں جسمیں تنخواہ ملتی ہے۔ اس لئے رشوت لینا حرام سمجھا گیا ہے۔ یہ تو بیوپار ہے مثل مشہور ہے کہ یہ تو دوکانداری ہے دوکانداری میں ایک بات کیسی۔ جیسا گاہک ہوتا ہے اس سے ویسی بات کیجاتی ہے اگر کوئی سچ ماننے والا ہو تو اس سے ضرور سچ سچ کہنا چاہئے مگر جب عوام الناس کا یہ پختہ خیال ہے کہ دوکانداروں کی بات قابل اعتبار نہیں ان کی بھی بیجک فرضی ہوتے ہیں۔ پھر ایسے آدمیوں کو بیجک دکھلانے اور ایک بات کہنے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

دوکانداری میں دوکانداری کا بیوپار برتنا چاہئے۔ جیسا کام تیسا ڈھنگ۔ روایت ہے کہ کسی راجہ کے پاس ایک سوا سادھو کا بھیس بنا کر گیا اور اس کو بہت آسن وغیرہ اور سادھوؤں کے رنگ ڈھنگ دکھلائے۔

راجا نے خوش ہو کر اور سادھو سمجھ کر ایک بیش قیمت موتیوں کی مالا منگوا کر دینی چاہی وہ بھی اس نے قبول نہ کی۔ تب راجا نے یہ خیال کر کے کہ یہ فقیر آدمی ہے دولت دنیا کی تمنا نہیں، چپ ہو گیا۔

جب وہ شخص آسن وغیرہ دکھلا چکا تو اٹھ کر کھڑا ہوا اور راجہ کو مجرا کر کے عرض کیا کہ حضور میرا انعام اب ملجائے۔

راجہ نے فرمایا کہ ہم نے تو تم کو ایسی قیمتی مالائیں دینی چاہیں تب تو تم نے

لی نہیں اب کیا انعام چاہتے ہو۔
اس نے جواب دیا کہ حضور میں سادھو نہیں ہوں میں تو سوانگیا ہوں اس وقت سادھو کا سوانگ پورا اتارنا تھا اگر مالا لے لیتا تو میرا سوانگ بگڑ جاتا کیونکہ فقیر کے یہ معنے ہیں کہ ف سے فاقہ، ق سے قناعت، ی سے یاد الٰہی اور ر سے ریاضت۔ پھر سادھو بن کر دولت کے لئے ہاتھ پھیلانا درست نہ تھا اب سوانگ پورا ہو گیا اس لئے آنہ دو آنہ ہزار دو ہزار روپیہ جو حضور کا مزاج چاہے دیجئے۔
اس لئے جب آپ ملازم تھے آپ نے رشوت نہ لی اور اپنی ملازمت کے سوانگ کو پورا کیا اب دوکانداری کے سوانگ کو بھی پورا کرنا چاہیئے۔ دوکان کا کرایہ خرچ پن۔ دان۔ روپیہ کا سود۔ چھیجن۔ بٹہ سامان جو بہت عرصہ تک پڑا رہے گا اسکا پرت سب پھیلا کر قیمت وصول کرنی اور نرخ قائم کرنا چاہیئے۔
ایک روز ارشاد ہوا کہ ضلع کالاباغ میں ایک پیر صاحب رہتے تھے۔ عرصہ کئی سال سے انکی خدمت میں ایک ملازم رہتا تھا اور بڑے صدق دل سے ان کی خدمت اس لئے کرتا تھا کہ ان کے فیضان صحبت سے کچھ مستفیض ہو مگر اتنے عرصے میں کوئی اثر ان کی صحبت بابرکت کا ظہور میں نہ آیا۔
ایک پیر صاحب کسی کام کو باہر تشریف لے گئے تھے تو وہ نوکر پیر صاحب کے پلنگ پر جہاں مسند لگی ہوئی تھی بیٹھ گیا اور پیرزادے جو ہنوز کم عمر تھے پلنگ کے نیچے زمین پر کھیل رہے تھے کہ پیر صاحب تشریف لے آئے ملازم کو پلنگ پر بیٹھا اور پیرزادوں کو زمین پر کھیلتے دیکھ کر ملازم پر بہت خفا ہو کر بولے کہ تو بڑا بے ادب ہے کہ پیرزادے زمین پر نیچے کھیل رہے ہیں اور تو اوپر پلنگ پر چڑھ کر بیٹھا ہے۔
ملازم نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ اس قدر عرصہ آپ کی صحبت میں رہ کر بھی میں آپ کی فیضان صحبت سے طفلان خوردسال کے برابر نہ ہوا۔

ایک روز جناب رلائے صاحب دیوان متھرا داس جی صاحب بیرسٹر قریب دو بجے شب حاضر خدمت مبارک ہوئے کچھ عرصہ بیٹھنے پر شری مہاراج نے کہا کسی بادشاہ کا ہندو وزیر مے نوشی کیا کرتا تھا۔ تمام اہلکاروں اور مولویوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ یہ شخص ایسے بڑے عہدے پر مامور ہے اور کل نظام سلطنت ہاتھ میں ہے اور یہ حرام شے کا استعمال کرتا ہے اس کا بندوبست کیجیے بادشاہ نے فرمایا کہ ہم غور فرمائیں گے اور ایک شب کو چھپ کر وزیر کے مکان پر بیٹھ گیا۔

وزیر صاحب نے وقتِ معمول پر ساغر و پیالہ طلب فرما کر اوّل ایک پیالہ نوش کیا اور بولا کہ اس سے تمام دن کے کام کاج کی تکان رفع ہو گئی پھر دوسرا پیالہ پی کر بولا۔ جسقدر معاملہ مقدمہ متعلق ریاست ہیں اب وہ مجھ کو سوجھنے لگے اور انکی سمجھ آنے لگی کچھ عرصہ بعد تیسرا پیالہ پی کر بولا اب میرے تمام شکوک رفع ہو گئے اور میری عقل روشن ہو گئی۔ اس کے بعد پھر چوتھا پیالہ بھرا مگر یہ بولا کہ اب یہ عقل کو گمراہ کرے گا اور یہ کہہ کر پیالہ پھینک دیا۔

بادشاہ یہ حال دیکھ کر دل میں سوچنے لگا کہ یہ شخص بڑا عقلمند ہے اور اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے۔ اور اسی طرح چھپ کر واپس چلا آیا اور تمام شکایت کرنے والوں کو سمجھا دیا کہ اس کا کھانا پینا بطور دوا دارو کے ہے۔ یہ نفس کا بندہ نہیں۔ تم لوگوں کو ایسے شخص کے خلاف شکایت کرنا واجب نہ تھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ جناب دیوان جوگراج جی صاحب کو ایک شخص کے ذاتی حالات کا علم تھا اور اس شخص کے حالات کی بابت ایک اور آدمی تفتیش اور دریافت کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جناب دیوان صاحب کی ایک دو روز دعوت کی اور خوب کھلا پلا کر اس حالت میں کل بھید کی باتیں اس شخص کی نسبت ان سے دریافت

کریں۔ ہم کو یہ تمام ماجرا معلوم ہو گیا۔ جب دیوان ہم سے ملنے آئے تو ہم نے دیوان صاحب سے کہا کہ :۔

ہم کو ایک صدر اعلیٰ صاحب بڑا عزیز رکھتے تھے یہاں تک کہ ہر وقت اپنے پاس رکھنا اور سواری وغیرہ میں بیٹھا کر ساتھ لیجانا وغیرہ۔ ہماری بڑی عزت کرتے تھے اور ہم کو بہت مانتے تھے۔ ان کا یہ بھی معمول تھا کہ جسقدر مقدموں اور ڈگریوں پر فیصلہ دیتے تھے اس کو پہلے ہم کو پڑھ کر سنا لیتے تھے اور ہماری رائے اس میں لے لیا کرتے تھے۔ چونکہ بڑے رئیس اور جاگیرداروں کے مقدمے ہوتے تھے وہ طرح طرح کی کوشش کرتے کہ کسی طرح سے صدر اعلیٰ صاحب سے اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرسکیں مگر یہ بات ناممکن تھی کیونکہ صدر اعلیٰ صاحب رشوت بالکل نہیں لیتے تھے اور بڑے بے لوث آدمی تھے۔

جب اکثر آدمیوں کو یہ حال معلوم ہو گیا کہ وہ کل کام ہم سے پوچھ کر اور صلاح لے کر کرتے ہیں تو ان لوگوں نے ہماری سفارش لینے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کیں۔ اگر اس وقت ہم چاہتے تو لاکھوں روپیہ رشوت میں جمع کر لیتے اور لوگوں کا کام حسبِ ان کی مرضی صدر اعلیٰ صاحب سے کرادیتے۔ کیونکہ وہ ہمارے بڑے معتقد تھے اور ہم پر انکا بڑا اعتقاد تھا اور کل کاغذات ہماری نگاہ سے گزرتے تھے مگر ہم نے کبھی ان سے نہ تو کسی آدمی کی نسبت سفارش کی نہ کسی کا بھید ان پر ظاہر کیا نہ انکا بھید اور معاملہ مقدمہ اور ڈگریوں کا فیصلہ کسی کو بتایا اور پھر دیوان جوگراج جی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے صرف خورد و نوش کے عوض ہی اپنے بزرگ اور مہربان کا کل حال اور راز دوسرے آدمی پر ظاہر کر دیا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گو آپ ریاست کے دیوان ہیں لیکن آپ رازداری کے لائق نہیں اور آپ جیسے عہدہ دار کو رازداری لازمی ہے ورنہ نظام سلطنت میں بڑا فتور واقع ہونے کا احتمال ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے بہت سے مرید ہو گئے ہیں مگر یہ پیری مریدی ایک قسم کی دوکانداری ہے جب تک ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہو اس وقت تک سب سے تعلق ہے اگر آج ہی سچی بات کہہ دی جائے تو سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائیں مگر یہ خیال ہے کہ جھٹ مٹ کھیلے سچ مچ ہوئے، سچ مچ کھیلے برا کوے۔ اگر یہ لوگ اسی طرح دھیان میں لگے رہے تو رفتہ رفتہ سچائی کی طرف راغب ہو جائیں گے اور اگر ابھی سے ان سے سچی بات کہی جاوے اور بھید فقیری ظاہر کیا جاوے تو یہ کب برداشت کر سکتے ہیں۔

اب تک جسقدر آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ان میں سے صرف ایک شخص داروغہ رام چندر جی ایسے ملے جو بھید فقیری سے واقف تھے اور ایسے عامل تھے کہ گرہستیوں میں تو ذکر ہی کیا فقیروں میں بھی ایسے آدمیوں کا ملنا مشکل ہے۔ ان کا معمول تھا کہ جو شخص کسی کی موت کا حال ظاہر کر کے کفن دفن کے لئے روپیہ کا سوال کرتا اس کو کم از کم مبلغ دس روپے تجہیز و تکفین کے واسطے ضرور دیتے تھے اور سادھو فقیر جو سوال کرتا تھا اس کو جانچ کر ضرور پورا کرتے تھے۔ ان کے چند ملازمین کا دستور تھا کہ جھوٹ موٹ کے آدمی بلا لاتے تھے اور جب انکو روپیہ مل جاتا تھا تو اس سے کچھ حصہ لے لیتے تھے۔

ایک دفعہ ان کے کارندے نے داروغہ صاحب سے شکایت کی کہ یہ لوگ اس طرح سے دھوکہ و چالاکی کر کے وصول کرتے ہیں۔

انھوں نے جواب دیا مجھ کو ان سب باتوں سے واقفیت ہے مگر غور کا مقام ہے کہ جس شخص نے اپنے رشتہ دار اور عزیز کی موت کا بہانہ کر کے روپیہ طلب کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت سخت نہ ہوتی تو ایسا بہانہ نہ کرتا۔ پھر ضرورت والے کو روپیہ دینے میں کیا ہرج ہے۔

غرض فقیروں کا بھی یہی حال تھا کہ کسی نے سو روپے کا سوال کیا تو پہلے

کہتے کہ دس روپے لے لو۔ اور چلے جاؤ۔ جب وہ نہ جاتا اور دس دن خوب کھاتا پیتا اور پڑا رہتا تو آہستہ آہستہ رقم بڑھاتے جاتے پندرہ تک دینے کو رضامند ہو جاتے تھے پھر بیس پچیس اور پچاس تک اور جب دیکھتے کہ جاتا ہی نہیں تو پھر اس کا سوال پورا کرتے تھے۔

اس سے انکا منشا اس کی ضرورت دیکھنے کا ہوتا تھا کہ اگر ضرورت مند ہے تو ٹھہرے گا ورنہ دس پانچ لے کر چلا جائے گا۔

ان کو مذہبی یا قومی تعصب چھو کر بھی نہیں گیا تھا۔ ہندو، مسلمان، عیسائی، موسائی، کوئی سائل ہو سب کا سوال پورا کرنا جس طرح سے دوارکا جانے کو ہندو فقراء کو روپیہ وغیرہ دیتے تھے اُسی طرح سے مسلمانوں کو بھی مکہ مدینہ اور حج پر جانے کے لئے امداد کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اپنے اپنے طریقہ پر سب اسی مالک کی عبادت کرتے ہیں جو سب کا مالک ہے۔

شاخ صندل بہ یکے از چوب بسیارے ہزار
خوشبو دارد ہر یکے اوصاف بر جنگل گزار

پسر قابل بہ یکے ہر کار را عزت گزار
مجبور لاتا قابل شدہ مجبور تو ازآں چہ کار

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک عزیز نے کچھ خیالات لوگوں میں ایسے مشہور کر دیئے جن سے انکو بعدہٗ پشیمانی ہوئی اور ہمارے پاس معافی کے خواستگار ہوئے۔ ہم نے کہا کہ آپ کیوں افسوس کرتے ہیں۔ ہم آپ کو ایک نقل سناتے ہیں کہ کسی بنیئے کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔ عورت نے بڑے لاڈ چاؤ سے اس کا نام "ڈرنا متا" رکھا قضا کار

لڑکی نشانۂ اجل ہوگئی۔ عورت اس کے واسطے بہت رویا کرتی تھی کہ ہائے ڈرنما کیسے پراپت ہوگی۔

ایک دن اس کا خاوند بولا کہ اتنا افسوس کیوں کرتی ہو اگر ہم اور تم زندہ ہیں تو اور دُرنامتا (بدنامی) ہو جائے گی۔

سو عزیز من اگر ہمارا آپ کا تعلق ہے تو ایسی خبریں بہت کچھ مشہور ہوں گی۔ اب اتنی سی بات کی اتنی فکر کیوں کرتے ہو۔

ایک روز کوہاٹ کے بہت سے لوگ حاضر خدمتِ مبارک ہوئے۔ ایک عورت کی نسبت شکایت گزرانی کہ اس کا چال چلن بہت مشکوک ہے ہم لوگ تو اس کو سمجھا سمجھا کر تھک گئے آپ کرپا کر کے اس کو سمجھائیے ورنہ اس کی آمد ورفت مکان کرشن دوارے میں بند کر دیجئے۔ اس کی وجہ سے ہماری مستورات بھی بدنام ہوتی ہیں اور ہماری بھی بدنامی ہوتی ہے۔

شری مہاراج نے فرمایا ہم کو ایک نقل یاد آئی کہ ایک چمار کا لڑکا گھر سے بھاگ گیا اور دوسرے شہر میں گداگری کرنے لگا۔ وہاں کے مہا پنڈت کے گھر جاکر بھیک مانگی۔

مائی صاحبہ نے پوچھا کیا تو برہمن ہے؟

اس نے کہا کہ ہاں میں برہمن ہوں۔ لڑکا خوب صورت تھا اور مہا برہمن کے ہاں صرف ایک لڑکی تھی جس کی شادی کر کے وہ گھر جائی رکھنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اس لڑکے سے ذات پات گوت وغیرہ کی نسبت زیادہ دریافت کیا تو اس نے کہہ دیا مجھ کو زیادہ حال معلوم نہیں ہے۔

انھوں نے اس کو ویسے ہی گھر میں رکھ لیا اور پڑھانا لکھانا شروع کیا۔ جب کچھ عرصہ میں پڑھ لکھ گیا تو لڑکی کی شادی کر دی۔ قضا کار لڑکے کا باپ اسے

ڈھونڈتا ہوا وہاں آنکلا۔ لڑکے نے اس کو پہچان لیا اور بولا کہ دیکھ یہاں تو یہ حال ہے اب تو اپنی ذات ظاہر نہ کرنا اور میں پالکی وغیرہ لے کر تجھ کو لینے آؤنگا مگر تو کسی سے بات نہ کرنا صرف مالا پھیرتے رہنا ورنہ میں اور تو دونوں جان سے مارے جائیں گے۔

غرض اس کو سمجھا بجھا کر اور پھر مالا، دوشالہ اور پالکی وغیرہ لے کر گیا اور باپ کو بڑے آدر سے گھر لایا۔ اب پنڈت اپنے سمدھی سے مل کر بہت خوش ہوئے اور بات چیت وغیرہ کرنی چاہی مگر وہ بالکل خاموش رہتا تھا۔ لڑکے نے کہہ دیا یہ بھگت جی ہیں کسی سے بات چیت نہیں کرتے اور تنہا رہنا پسند کرتے ہیں انکو علٰحدہ کمرہ دیدو وہیں رہا کریں گے۔ سب لوگوں نے منظور کرلیا۔ ایک دن راجہ نے بھی درشن کرنے کو بلایا اور بڑی لمبی چوڑی ڈھوک دی اور خوب روپیہ پیسہ بھینٹ کیا وہاں سے بھی مون دھاکن کرکے جان بچالائے۔ پھر وہ اس گھر میں رہنے لگے۔ لڑکے کی بہو کا جوتا کامدانی کا تھا اس کا ایک ٹانکا کہیں سے اُدھڑ گیا تھا اس کو جب کبھی لڑکے کا باپ دیکھتا تو پہلے سبھاؤ سے اس کا من کرتا کہ اگر رانپی سوئی ہو تو ابھی اس کو سی دوں۔

اپنے لڑکے سے کہا کہ مجھ کو سوئی درکار ہے لادو۔ اس نے سمجھا کہ کپڑے وغیرہ سینے کو یا کوئی کانٹا نکالنے کو درکار ہوگی ایک سوئی لادی۔ اس نے موقعہ پاکر جوتے کو اٹھالیا اور سوئی سے سینے لگا چونکہ رانپی ہوتی تو سوراخ کرلیتا سوئی کو ویسے ہی چھیدا تو جوتے میں اٹک گئی آخر دانتوں سے سوئی پکڑ کر کھینچنے لگا۔ اس کے بیٹے کی بہو نے دیکھ لیا اور چلاتی ہوئی اپنی ماں سے کہنے لگی کہ باپو جی چمڑا کھا رہے ہیں۔

اس کی ماں نے کہا کہ چپ ہرکے بھگت ہیں نہ معلوم اس وقت کیا موج آگئی ہے بھگتوں کی لیلا بھگت ہی جانتے ہیں۔ وہ بات رفع دفع ہوگئی مگر چور کی

داڑھی میں تنکا۔ بڈھا ڈر گیا کہ ہائے اب بھید کھل گیا اب مارا جاؤں گا۔ جب لڑکا آیا تو اس سے سب حال کہہ دیا اس نے بھی اپنا سر پیٹ لیا اور دونوں آدھی رات کو گھر سے نکل بھاگے۔

جب مہا پنڈت آئے اور سمدھی اور داماد کو غائب پایا تو ماجرا دریافت کیا۔ آخر سوچے کہ شاید سمدھی صاحب ان کی جیجا سے ناراض ہو گئے ہیں اس لئے راج میں جاکر خبر کر دی کہ مہاراج ہمارا داماد اور سمدھی ناراض ہو کر نکل گئے ہیں ان کو تلاش کروادیں۔

اسی وقت سوار چاروں طرف گئے اور ڈھونڈ کر لے آئے۔ جب وقت داماد سامنے آیا تو اپنے سسر کے پیروں پر پڑ گیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا کہ مہاراج چاہے مارو چاہے چھوڑو میں تو چماروں میں نے اپنی ذات چھپائی تھی۔

یہ سنکر مہا پنڈت بولے کہ ابے چپ بولے مت ہم بھی برہمن نہیں ہیں چمیٹر ہیں بات اندر ہی اندر رہنے دو۔

جب دوسرے دن مہا پنڈت راجہ سے ملنے گئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ کل تمھارے داماد نے بڑا بکھیڑا کیا کیا بات تھی۔ مہا پنڈت ہاتھ جوڑ کر بولے ان داتا جان کی امان اصل میں وہ لڑکا ذات کا چمار ہے اور میں بھی برہمن نہیں چمیٹر ہوں۔

یہ سنکر راجہ صاحب بولے کہ چپ رہو چپ رہو کسی اور سے مت کہنا ہم بھی اونچ ذات کے نہیں ہم بھی چمر نگ ہیں۔

سو صاحبان آپ اس بابا کی نسبت ہی کہتے ہیں۔ اگر نگاہ غور سے دیکھا جائے تو عیبوں سے پاک اسی کی ذات ہے ورنہ سب عیب سے بھرے ہیں ۔

گرت چشم خدا بینی بہ بخشند
نہ بینی ہیچ کس عاجز تر از خویش

کوئی چمار ہے تو دوسرا چمچیڑ ہے تو تیسرا چمرنگ ہے۔ کسی میں کچھ عیب ہے تو کسی میں کچھ عیب ہے۔ مگر جیسے اپنی ٹٹی دھولنے و آب دست لینے میں بھی نفرت نہیں آتی اور دوسرے کا پاخانہ دیکھ کر جی متلاتا ہے۔ وہی حال ہے۔ اوروں کے ذرا سے عیب بھی بہت دکھلائی دیتے ہیں۔

ع

ناصح یافتم ناصح خود نہ یافتم

ایک روز جناب رائے صاحب دیوان متھرا داس جی صاحب چیف جج ریاست پونچھ نے عرض کیا کہ شری مہاراج اکثر اصحاب ہم سے دو باتوں کی نسبت دریافت کرتے ہیں اور میری سمجھ میں ان کا کوئی جواب نہیں آتا۔ اگر شری مہاراج کچھ ارشاد فرمادیں تو عین خداوندی ہوگی۔

اوّل بات تو یہ ہے کہ شری کرشن مہاراج کو کل اہلِ ہنود اوتار مانتے ہیں اور کم از کم ان کے بزرگ اور اعلیٰ شخصیت ہونے میں تو کسی کو بھی مشکل سے ہی تامّل ہوگا لیکن ساتھ ہی ان کی بابت گوپیوں سے جو تعلقات کا اظہار کیا گیا ہے وہ تو بہت ہی لچر سی بات معلوم ہوتی ہے کوئی معمولی آدمی بھی غیر شخص کی عورت سے ایسا تعلق کرنا زیبا نہیں سمجھتا چہ جائے کہ ایسے بزرگ ہو کر انھوں نے اس کو روا رکھا اس سے ان کو اوتار ماننے میں تامّل ہے۔

دوئم دروپدی جی کے پانچ خاوند ہونا یہ بھی ایک عجیب بات ہے۔ وہ پانچوں بھائی بھی اعلیٰ لیاقت کے لوگ تھے۔ انھوں نے شاستر کی مریادا کے

خلاف کارروائی کیسے کی۔

شری مہاراج نے ارشاد فرمایا کہ میں آجکل بیمار ہوں اس لئے طول کلام کرنے کی تو طاقت نہیں اختصار کے ساتھ کچھ کہتا ہوں "بات کو دو پہلو سے غور کیجیے، اوّل تو قانوناً دوئم طبّاً۔ قانونی طور پر آپ نے بہت فیصلے کئے ہوں گے۔ زنا کا جرم کس عمر کے آدمی پر عائد ہو سکتا ہے کیا دس گیارہ برس کا بچّہ اس جرم کا مرتکب اور مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور طبّی قواعد سے بھی گیارہ بارہ برس کی عمر میں لڑکا نہ تو سن بلوغیت کو پہونچتا ہے اور نہ ایسے جرم کا ارتکاب اس پر عائد ہو سکتا ہے بلکہ وہ اس کام کے لئے ناقابل سمجھا جاتا ہے۔

بھاگوت اور مہابھارت میں تحریر ہے کہ شری کرشن مہاراج گیارہ سال کی عمر میں راجہ کنس کے بلانے سے متھرا چلے گئے اور یہ گوپیوں وغیرہ کے ساتھ ملنے جلنے اور راس وغیرہ کا معاملہ اس سے پیشتر ہوا ہے تو اس لحاظ سے وہ اس جرم سے بالکل بری تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجہ کنس کو خوش کرنے کے واسطے طرح طرح سے ان کو معیوب اور بدنام کیا گیا ہے۔ جیسے کہ سنت کبیر داس صاحب کی بابت بھی بہت سی باتیں بری بھلی بنارس والوں نے بنائی ہیں جو اب تک تہوار ہولی وغیرہ کے موقع پر گائی جاتی ہیں۔ البتہ ان کی باطنی خوبیوں کی وجہ سے ہر زن و مرد ان پر دل و جان سے فدا تھا اور ظاہر و باطن و تصور ہر طرح سے ان سے ملنے جلنے کا طلبگار تھا۔ چونکہ مستورات پریم کی مورت ہوتی ہیں اور پریم کے اظہار کا ذریعہ ایسے ہی الفاظ اور خیالات سے اکثر ہوتا ہے اگر ایسا ہوا ہو تو اس میں بھی کوئی ہرج نہیں معلوم ہوتا۔ عام طور سے دس گیارہ سال کے خوبصورت بچے کے ساتھ مستورات ہنسی ٹھٹھا

اور دل لگی و مسخری کا کلام کیا کرتی ہیں، اس کو کوئی بُری نظر سے نہیں دیکھتا اور اگر آپ کہیں کہ شاید ایسا ہوا بھی ہو تو آپ ہی خیال کیجئے کہ اگر گیارہ سال کی عمر کے کسی بچے میں ایسی طاقت پائی جائے کہ وہ اتنی مستورات کے ساتھ ایک دم سے مباشرت کر سکے تو ایسی طاقت کو آپ انسانی طاقت کہیں گے یا طاقت ما فوق الانسان مانیں گے۔

اس بات کو ماننے سے بھی ان کے اوتار ہونے میں کوئی ہرج نہیں پڑتا بلکہ ان کے اوتار ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری بات کا جواب وضاحت کے ساتھ نہیں دیتا صرف کچھ تھوڑا سا کہتا ہوں۔ اگر آپ اس سے زیادہ سمجھ سکیں یا اپنی فہم سے نکال سکیں تو اور بھی بہتر ہے۔ دیکھئے آج کل یہ قاعدہ ہے کہ پرایوی کونسل سے جو مقدمہ فیصلہ ہو اس کی اپیل آگے کسی اور جگہ نہیں ہو سکتی اس کو ناطق ماننا پڑتا ہے۔ اسی طرح سے اس زمانے میں گورو، باپ اور ماں کے حکم کو ایسی ہی ناطق مانتے تھے چونکہ پانڈووں نے آکر اپنی والدہ سے یہ کہا تھا کہ ہم پانچوں بھائی ایک تحفہ آئے ہیں اس نے سمجھا کہ کوئی کھانے پینے کی چیز ہے۔ اس لئے کہہ دیا کہ پانچوں آپس میں بانٹ کر بھوگو۔

اپنی والدہ کے اس حکم کو انھوں نے بلا چون وچرا کے اسی طرح سے مانا جیسے کہ آج کل پرایوی کونسل کے فیصلہ کو مانتے ہیں۔

ایک روز شری بابا سردیانندجی مہاراج حاضر خدمت ہوئے اور شری مہاراج سے عرض کیا کہ میری طبیعت اب آگرہ ٹھہرنے کو نہیں کرتی باہر سفر کرنے کا خیال ہے۔ اور بیشتر بھی کئی مرتبہ اس قسم کی درخواست کر چکا ہوں۔

یہ سن کر ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی کہ کسی گھر ہجڑا بچہ پیدا

ہوا۔ جب بڑا ہوا تو اس کی والدہ نے اپنے خاوند سے صلاح کی کہ اس بچہ کی شادی ناممکن ہے ہم کو ہمیشہ کھانا پکانے کی تکلیف ہوگی اس لئے کسی طرح سے اس کی شادی ہونی چاہئے اور لاکھ وغیرہ کی پیشاب گاہ کسی ترکیب سے بچے کے لگا دی اور ظاہر کر دیا کہ یہ لڑکا ہے۔ لیکن چونکہ لڑکے کو یہ حال معلوم تھا وہ ہمیشہ والدہ کو دھمکایا کرتا تھا کہ میں آگ سے سینک کر اس کو گرا دونگا۔ وہ بیچاری خوشامد کرتی تھی کہ نہیں بیٹا ایسا مت کرنا تیرا بیاہ رک جائے گا۔

ایک دن اس نے والد سے بھی ایسے ہی کہا اس نے لڑکے کو جھڑک دیا کہ ہم کو دھمکاتا ہے ابھی اس کو گرا دے ہمارا کیا نقصان ہے۔ بہو آنے سے سُکھ ہوگا تو تیری ماں کو ہوگا ہم کو کیا فائدہ۔

سو باباجی مہاراج آپ کل کے جاتے آج ہی تشریف لیجایئے آپ کے یہاں رہنے کی ضرورت اگر ہوگی تو لالہ امیر چند جی کو ہوگی انکو ہی ست سنگ بڑھانے کا شوق ہے ہم نے تو آج تک کسی کو اپنا شِشیہ بھی بنانا منظور نہیں کیا۔

ایک روز تہوار دیوالی پر شری مہاراج ٹیری میں رونق افروز تھے۔ چونکہ مقام کوہستانی ہے اور سرحد کابل سے ملا ہوا ہے اس لئے اس موسم میں وہاں خاصی سردی تھی۔ سب ست سنگی بھائیوں نے بڑے اُتساہ اور آنند سے ست سنگ کے کمرے کو سجایا اور خوب روشنی کری اور ایک ریشمی اکہرا چولا کیسریا رنگا ہوا شری مہاراج کو زیب تن کرایا۔ اور ایک ریشمی ٹپکا سر سے باندھا۔ دو شخص دونوں جانب کھڑے ہو کر چنور جھل رہے تھے اور دو صاحب مقابل بیٹھے گلاب چھڑک رہے تھے اس وقت حاضرین کچھ ایسے محو ہو گئے کہ وہاں کی سردی وغیرہ کا مطلق خیال نہ رہا اور جو صاحب گلاب پاشی کر رہے تھے انھوں نے قریب کئی بوتل گلاب شری مہاراج کے شری انگ پر چھڑک دیا یہاں تک کہ تمام چولا ٹپکا و دھوتی و مسند و تکیہ سب

تر بتر ہو گئے۔ کئی مرتبہ شری مہاراج نے پیشانی اور سر پر سے گلاب کو اپنے ہاتھ سے نچوڑا بھی مگر اس وقت کسی کو اس بات کا خیال بھی نہ گزرا کہ اس وقت کر کیا رہے ہیں۔

جب وہ گلاب چھڑک چکے تو اوروں کی باری آئی تاکہ اِس سیوا سے کوئی محروم نہ رہ جائے اور آنحضور بھی اس وقت مروّت میں کچھ نہ بولے چپ چاپ بیٹھے رہے۔ جب وقت بہت گزر گیا تو آپ نے سب کو جانے کے واسطے مجبور کیا اور آپ نے بھی آرام فرمایا مگر اس گلاب پاشی سے کچھ سردی کی شکایت ہو گئی۔

دوسرے روز جب سب اصحاب جمع ہوئے تو ناسازگی طبع کی بابت دریافت کرنے لگے اس وقت آپ نے فرمایا کہ ایک مہاتما ماہ جیٹھ میں اپنے چیلے کے گھر گئے۔ چیلے نے بہت آدر سنمان کیا۔ ٹھنڈے پانی سے ہاتھ پیر دھوئے خس کی ٹٹی میں بٹھایا۔ خس کا پنکھا تر کرکے جھلنے لگا اولے اور برف کا شربت پلایا۔ بیلے وچمیلی کے پھولوں کے ہار پہنائے اور گرو کے آسن پر بھی بہت سے پھول بچھائے اور طرح طرح کے تر و ٹھنڈے کھانے کھلائے۔ ایک اور شخص اس کی سیوا کو دیکھ کر دل میں کہنے لگا کہ اگر ہمارے گرو جی آویں تو ہم بھی ان کی ایسی ہی سیوا کریں۔

کچھ دن بعد ماہ پوس میں اس کے گرو جی بھی آگئے۔ آتے کے ساتھ ہی اس نے ٹھنڈے پانی سے ہاتھ پیر دھلائے اور خس کا پنکھا جھلنے لگا اور کل سیوا اور سامان جو ماہ جیٹھ میں اس شخص کو کرتے دیکھا تھا کرنے لگا۔

گرو جی کا بِردھ شریر تھا، سردی سے اینٹھ گئے اور دل میں سوچنے لگے کہ چیلا بھگت تو پورا ہے مگر عقل سے کام نہیں لیتا۔ آخر برداشت نہ کر سکے اور اسکو کہ اس خاطر و مدارات سے باز رکھا۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہم ٹیری ضلع کوہاٹ صوبہ سرحدی میں گئے تو وہاں کے نواب صاحب نے چار سپاہی مسلح ہماری نگہبانی اور چوکیداری کے واسطے اپنے پلٹن سے مقرر کر دیئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ کہیں سرحدی ڈاکو اور دھاڑیتی انکو اس خیال پر پکڑ کر نہ لیجائیں کہ ان کے مرید بڑے امیر کبیر ہندو ہیں اپنے مرشد کو چھڑانے کے لئے منہ مانگا روپیہ اور دولت دیں گے۔

اس وقت ہم کو خیال ہوا کہ دیکھو ہمارے پاس پیسہ نہ کوڑی مگر ان امیروں کی صحبت سے ہمارے لئے بھی چوکی پہرے کی ضرورت پڑ گئی اس لئے انکا سنگ تیاگنا چاہیئے۔ مگر جو کام ہمارے سپرد تھا اس کا خیال کر کے اور قدرت کی مرضی سمجھ کر چپ رہ گئے اور اپنے کام میں لگے رہے۔

ایک روز کوہاٹ سے واپسی کے وقت راول پنڈی میں محلّہ شاہ چراغ میں جناب سید حافظ عبدالکریم صاحب شری مہاراج کو اپنے مکان پر لے گئے۔ وہاں حافظ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے نے ایک حقانی غزل پڑھ کر سنائی۔

شری مہاراج اس وقت بہت بیش قیمت کابلی دوشالہ جو سیٹھ تاراچند جی نے منگوایا تھا اوڑھے بیٹھے تھے۔ وہ اتار کر صاحبزادے کو اپنے دستِ مبارک سے اڑھایا اور بہت پیار کیا۔ جب وہاں سے فرودگاہ پر واپس آئے تو سیٹھ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کا تحفہ اب بڑی اچھی جگہ پہونچ گیا۔ ہمارے دوست کا بچّہ جب اس کو اوڑھے گا تو ہم کو بہت خوشی ہوگی۔

ایک روز جناب دیوان دامودر داس و جناب سیٹھ یاشا رام صاحبان نے ٹیری میں بڑے زور و شور سے اعتراض اٹھایا کہ مستورات شری مہاراج کے پاس ماتھا ٹیکنے کو نہ آویں چند بھگتوں نے کہا بھی کہ یہاں کی مستورات دریا پر جاکر تن برہنہ

نہاتی ہیں اور بناؤ سنگار کر کے پانی بھرنے جاتی ہیں اور سرِ راہ پٹھان بیٹھ کر آوازے کستے ہیں اور واہی تباہی بکتے ہیں۔ وہاں تمہارا پردہ کہاں جاتا ہے۔ اکثر عورتیں مسلمان ہو جاتی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کو اپنے مذہب کے اصولوں سے واقفیت نہیں ہوتی اور نہ ان کو کسی قسم کا ست سنگ ہوتا ہے اس میں تو آپ کو کچھ اعتراض نہیں اور یہاں پر آ کر مالک کا بھجن کرتی ہیں اور ایک بزرگ مہاتما کو ماتھا ٹیکتی ہیں اور کتھا وغیرہ سنتی اور ست سنگ کرتی ہیں اس میں ایسا نقصان اور ہرج سمجھا ہے۔ مگر ان کی سمجھ میں ایک بھی بات نہ آئی اور وہ اس کے خلاف ہی رہے اور مستورات کو روکنا چاہا تو تمام قصبہ کی مستورات اور آدمیوں نے ان کے خلاف ایکا کر لیا اور انکو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہنے لگے کہ تم ہمارے ذمے دار نہیں۔ اگر روکنا ہے تو اپنی ماں بہن اور عورت کو روکو ہم تمہارے روکنے سے نہیں رکتے۔ انھوں نے ماں اور بہن کو روکنا چاہا انھوں نے بھی انکی بات نہیں سنی البتہ اپنی عورتوں کو دونوں اصحاب نے آنے سے بند کر دیا۔ قضارا انھیں ایام میں سیٹھ باشارام کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا اور فوراً مر گیا اور دیوان صاحب موصوف کے گھر مری ہوئی لڑکی پیدا ہوئی۔

اب تو چاروں طرف سے شور مچ گیا کہ انھوں نے شری مہاراج کی مخالفت کی تھی اور مستورات کو ست سنگ میں جانے سے روکا تھا اس کی سزا ان کو ملی ہے۔

دیوان صاحب کو ایک اور واقعہ بھی ایسا پیش آیا کہ جس کی وجہ سے تمام آدمیوں کو یہ کہنے کے لئے گنجائش ہو گئی کہ ست سنگ سے انحراف کرنے کا یہ پھل ہوتا ہے۔ بے چارے بڑے لاچار ہوئے اور دونوں اصحاب اپنے قبائل کو ہمراہ لے کر اور پرساد وغیرہ لے کر معافی مانگنے آئے اور پھر اس قسم کے خیالات کبھی ظاہر نہ کئے۔

ایک روز شری مہاراج ہری دوار میں رونق افروز تھے۔ ادھ کنبھی کا میلہ تھا کہ چند

اصحاب نے عرض کیا کہ مہاراج کوئی اچھا مہاتما ہو تو اس کے درشن کرا دیں۔

آپ نے فرمایا کہ فلاں مقام پر گنگا جی میں مردگھاٹ ہے۔ آدھی دھارا ادھر اور آدھی اُدھر بہتی ہے، وہاں پر ایک اگھوری مہاتما ہیں ان کے پاس کباب اور شراب کی بوتل لے جاؤ۔

وہ اصحاب بوتل اور کباب لے کر گئے۔ بڑے سناٹے کا مقام تھا مردگھاٹ کی ادھ جلی لکڑیوں کی کٹیا میں مہاتما براجمان تھے اور چار کتّے بڑے زبردست دھونی کے چاروں کونوں پر بیٹھے تھے۔

وہ کتّے ادھ جلے مُردے کو چتا میں سے گھسیٹ لاتے تھے اسی کو وہ کھاتے تھے اور مہاتما بھی اسی کا پرساد کرتے تھے۔ جس وقت انھوں نے بوتل اور کباب پیش کیا کتوں نے سر اٹھایا۔ مہاتما نے کہا کہ تمہارے لائق کچھ چیز نہیں ہے پھر پیالہ بھر کر پینا شروع کیا۔ ایک پیالہ ان لوگوں کو بھی پیش کیا مگر انھوں نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لی۔

ایک اور سادھو ان کے درشن کو آئے۔ جب انکو پیالہ پیش کیا تو انھوں نے لے کر پی لیا۔ گزگ کے طور پر انھوں نے کچھ آم کا اچار جو دونے میں رکھا تھا لینا چاہا تو سادھو نے پوچھا کہ مہاراج یہ کہاں سے آیا ہے۔

اگھوری جی بولے کہ ایک مہترانی صبح دے گئی تھی۔

یہ سنکر سادھو چونک اٹھے اور ہاتھ کھینچ لیا مگر مہاتما اس کو بھی چٹ کر گئے۔ ان مہاتما کا یہ دستور تھا کہ موسم گرما میں تو ہری دوار کی طرف چڑھ جاتے تھے اور موسم سرما میں نیچے کے شہروں کی طرف اتر آتے تھے۔ مگر ہمیشہ قیام گنگا جی کی بیچ دھار میں ریتی میں ہی رہتا تھا گنگا جی سے باہر نہیں رہتے تھے۔

جسوقت وہ صاحب درشن کر کے واپس آئے تو شری مہاراج نے فرمایا کہ اس میلہ میں جسقدر مہاتما تشریف لائے ہیں ان سب میں اِن کا درجہ اعلیٰ ہے۔

ایک روز شری مہاراج اور مہنت رامیشر داس جی موتی ڈونگری سے واپس آرہے تھے راستے میں ایک کمہار گدھے لئے جاتا تھا۔ شری مہاراج کو دیکھ کر بڑے پریم سے بولا کہ آپ میرے گھر چلیں۔

شری مہاراج اس کے ساتھ ہو لئے۔ اس کے گھر پر کوئی بستر بھی نہ تھا ایک بہت ہی پھٹی ہوئی پرانی کتھری بچھا دی آپ اس پر بیٹھ گئے۔ کمہار نے جو کی دو موٹی روٹیاں مہاراج کے ہاتھ پر رکھ دیں اور ایک مٹی کا پیالہ چھاچ سے بھر کر دے دیا، بڑے پریم سے روٹیاں کھانے لگے روٹیاں کھا کر چھاچ پی گئے ذرا سا ٹکڑا روٹی کا مہنت جی کو بھی دیا مگر یہ چوکے کے پابند تھے اسلئے کھایا نہیں جیب میں رکھ لیا۔

جب استھان پر آئے تو مہنت جی نے اپنی ماتا جی سے تذکرہ کیا اور کہا کہ آج مہاراج کو ضرور تکلیف ہوگی اتنا زیادہ کھانا کھا گئے ہیں۔ انکی والدہ نے سمجھایا کہ فقیروں کے معاملے میں زیادہ بات چیت کرنا مناسب نہیں مگر یہ نہ مانے اور شری مہاراج سے کہنے لگے کہ آپ گھر پر ایک چھٹانک چاول بھی مشکل سے کھاتے ہیں آج یہ جو کی موٹی روٹیاں اور مٹھا کیسے پی گئے۔

ہنس کر فرمایا کہ کمہار کا پریم بڑھانے کے لئے۔ دیکھو کیسی محبّت نمرتا اور عاجزی سے اس نے بلایا اور کھانا کھلایا۔ اگر اس کے ہاں نہ جاتے اور نہ کھاتے تو وہ سمجھتا کہ سادھو لوگ امیروں کے ہاں جاتے ہیں اور میوہ مٹھائی کھاتے ہیں غریبوں کو ان سے ملنا ہی نصیب نہیں ہو سکتا اور اس کا جوش و محبّت دب اور بجھ جاتا۔ باقی تم نے خود دیکھ لیا کہ کس محبّت سے اس نے کھلایا اور کس خوشی سے ہم نے کھایا۔ بھلا جب دونوں طرف ایسا پریم ہو تو افراط غذا تو کیا اگر زہر بھی کھا جاوے تو ہمارے خیال میں تکلیف نہ دے۔

ایک روز بابو پربھودیال جی نے عرض کیا کہ کیا ماسٹر جگناتھ جی صاحب پروفیسر خالصہ کالج امرتسر کا خیال ہے کہ پہلے دس بیس بڑے بڑے لائق آدمیوں کو اُپدیش کرکے تیار کیا جاوے کیونکہ انکی کوشش اور مدد سے کام اچھی طرح سے چلے گا اور بہت اُپکار دنیا کا ہوگا کیونکہ چھوٹے چھوٹے آدمی اگر بہت سے بھی ہو گئے تو ان سے اس قدر فائدہ نہ ہوگا جسقدر بڑے اور لائق دس پانچ آدمیوں سے ہو سکتا ہے۔ اس وقت شری مہاراج نے فرمایا کہ برہمن اور راجہ کو اُپدیش کرنا اور راہ راست پر لانا بہت مشکل ہے کیونکہ راجہ تو راج مد میں مست ہوتے ہیں اور برہمن ودّیا میں اور اپنے کو قوم کا راجہ یا سرتاج سمجھتے ہیں کسی کو گرو ماننے کو تیار نہیں اس لئے اکثر مہاتما پہلے چھوٹے آدمیوں سے اپنا اپدیش شروع کرتے ہیں بعدہٗ جب اُن کا اُپدیش پھیل جاتا ہے اور اس کی مہما پرگٹ ہو جاتی ہے اس وقت خاص خاص اور بڑے آدمیوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ کبیر صاحب کا مقولہ ہے ؎

پہلے بودھوں کولی چمارا
تب بودھوں راج دربارا
نگھر میں جا کے بجیوں ڈنکا
راجہ پنڈت کے چھوٹ جئیں شنکا

لیکن جب کبھی راجہ اور برہمن اپنے اپنے مد اور ابھی مان کو تیاگ کر ست مارگ کو قبول کر لیتے ہیں تو ان کی ترقی کی بھی انتہا نہیں رہتی کیونکہ ان کی راہ میں رکاوٹیں بہت کم ہوتی ہیں اور سنسکاری تو پہلے کے ہی ہوتے ہیں۔

ایک قاضی صاحب ساکن خٹک صوبہ سرحدی پیٹ کی بیماری میں مبتلا تھے۔

بہت علاج معالجہ کرایا صحت نہ ہوئی۔ کسی نے صلاح دی کہ فقیروں سے ملو۔ اکثر فقیروں سے ملتے رہتے تھے، آگرہ بھی آئے، شری مہاراج ان دنوں سیٹھ ہنسراج جی صاحب کیڑیا کے پیچ پر رونق افروز تھے۔ وہاں پتہ لگا کر پہونچے اور ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

شری مہاراج کئی دن تک ان سے نہ ملے لیکن قاضی صاحب نے وہیں ڈیرا ڈال دیا تو ایک دن بلاکر حال دریافت کیا۔ بیماری معلوم ہونے پر جواب دیا کہ میں تو فقیر ہوں کوئی بات بھجن شغل کی پوچھنا چاہو تو دریافت کرلو باقی مرض کا علاج کسی ڈاکٹر حکیم سے کراؤ۔

انھوں نے عرض کیا کہ میں کسی بھیدی کا بھیجا آیا ہوں اور علاج معالجہ بہت کرائے فائدہ نہیں ہوا اب یا تو آپ توجہ فرمادیں ورنہ یہیں موت ہوگی۔

جب یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ آپ اجمیر تشریف لیجائیں۔ وہاں حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ میں ایک فقیر ملیں گے ان سے اپنا حال بیان کرنا۔

قاضی صاحب اسی دن اجمیر شریف چلے گئے۔ کئی دن تک درگاہ میں جاتے رہے مگر کوئی فقیر نہ ملا۔ بیماری سے لاچار تھے مایوس ہوکر واپسی وطن کا ارادہ کرکے روانہ ہوگئے اور مقام سکر میں پہونچ کر سرائے میں مقیم ہوگئے۔

رات کو ایک فقیر صاحب جن کے بدن پر سوائے لنگوٹی کے اور کچھ نہ تھا سرائے میں آئے ایک کتا اور ایک لڑکا بھی ان کے ساتھ تھا۔ قاضی صاحب کے کمرے میں داخل ہوکر قاضی صاحب کا نام لے کر بولے کہ کیا یہ تمھارا ہی نام ہے؟ اور اپنی لنگوٹی میں سے ایک دھاگا پکڑ کر کھینچا اور کہا لو اس کو کھالو۔

قاضی صاحب نے جسوقت ہاتھ پھیلا کر اس کو لیا تو مٹھائی کی ڈلی تھی۔ اس کو کھا گئے ایسی خوش ذائقہ تھی کہ اس سے پہلے کبھی ایسی لذیذ مٹھائی نہ چکھی تھی۔ پھر فرمایا کہ ہم تو اب جاتے ہیں یہ دونوں مالک (یعنی وہ کتا اور لڑکا

رات کو یہیں رہیں گے۔

یہ کہہ کر چلے گئے۔ رات کو قاضی صاحب نے اس لڑکے سے پوچھا کہ یہ فقیر کون ہیں اور تم کون ہو اور ان کو میرا نام کیسے معلوم ہوا۔

لڑکے نے کہا کہ مجھ کو زیادہ حال تو معلوم نہیں البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ہم راجپوتانہ میں سفر کر رہے تھے کہ ان فقیر صاحب نے فرمایا کہ اجمیر شریف چلنا ہے۔ جب اجمیر شریف پہونچے تو حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ میں گئے اور گھوم پھر کر بولے کہ بڑا جلدباز آدمی ہے ایسی جلدی بھاگ گیا اب سکر جانا پڑا۔ بس وہاں سے روانہ ہو کر سیدھے سرائے میں یہاں آپ کے پاس چلے آئے اور آپ کا نام لے کر پکارا۔

علی الصبح وہ فقیر صاحب پھر آئے اور قاضی صاحب کی چارپائی کے پاس دوسری چارپائی پر بیٹھ گئے اور پوچھا کہ ابھی پاخانہ تو نہیں گئے۔

انھوں نے جواب دیا نہیں۔ اس وقت پاٹی پر انگلی رکھ کر کہا اچھا یہ کھالو اور پاخانے ہو آؤ۔ جب ہاتھ بڑھایا تو پھر کچھ مٹھائی ملی، وہ کھا گئے اور پاخانے گئے تو وہ کیڑا نکل کر باہر جا پڑا۔ وہ خوش خوش باہر آئے تو فقیر صاحب نے فرمایا کہ تمھارا کام ہو گیا اب جاتے ہیں پرم ہنس جی سے ہمارا اسلام کہنا۔ یہ کہہ کر وہ کتا اور لڑکے کو ساتھ لے کر چلدیئے۔

باب اوّل ختم ہو گیا

اور

دوسرے صفحے سے

باب دویم شروع ہوتا ہے

اوم تت ست

باب دوم

بھجن و ذکر

(۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی اندھے کا جو عارضۂ گنج میں مبتلا تھا ایک ایسے مکان میں گزر ہوا جس میں چوراسی کمرے تھے منجملہ ان کے صرف ایک دروازہ تھا۔ بیچارہ دیوار پکڑ کر ٹٹولتا ہوا دروازے سے اندر داخل ہوا اور اسی طرح سے پہلی کوٹھری کے اندر داخل ہوا جو بارش وغیرہ سے بالکل گری پڑی تھی۔ جا بجا مٹی کے ڈھیر اور کڑی تختوں کے انبار لگے تھے۔ دیوار کا سہارا لیکر گرتا پڑتا بمشکل تمام گزرا۔ ہاتھ پیر بھی پھوٹ گئے، سر میں بھی چوٹ آئی، خدا خدا کر کے جان بچائی۔

جب دوسری کوٹھری میں داخل ہوا تو زنبوروں کا چھتہ جو دیوار میں لگا تھا اس پر ہاتھ پڑ گیا۔ بس پھر کیا تھا بّریں چپٹ گئیں سُجا کر دنبا بنا دیا۔ غرض اسیطرح سے مصیبتیں جھیلتا اور ٹھوکریں کھاتا تیراسی کوٹھریوں سے گزر کر دروازے کے مقابل آیا۔ اب کچھ صورت تھی کہ اگر اسی طرح سے دیوار ٹٹولتا چلا آتا تو دروازے سے باہر ہو جاتا۔ مگر شامت اعمال سے سر کی گنج میں ایسی سخت خارش ہوئی کہ بیتاب ہو کر دیوار سے ہاتھ ہٹا لیا اور دونوں ہاتھوں سے سر کھجلانے لگا اور آگے کی

مصیبتوں سے ایسا پریشان تھا کہ برابر قدم بڑھائے چلا گیا۔ جب سر کھجا چکا تو پھر دیوار پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا۔ مگر اب کیا تھا اتنے عرصے میں دروازے سے گزر گیا اور پھر ہاتھ پہلی کوٹھڑی کی دیوار پر پڑا۔ پھر سامنے وہی مصیبت اور وہی کوٹھڑیاں موجود تھیں۔

دروازے سے مراد تنِ انسانی ہے کہ جس کو پاکر انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اور خدایابی اور نجات و مکتی کا یہ بہترین ذریعہ ہے مگر اس کو پاکر حرص و ہوا و خواہشات کی ایسی خارش اٹھتی ہے کہ اس کو مٹاتے مٹاتے عمر پوری ہو جاتی ہے اور دروازے کے مقابل آکر وہاں سے نکلنے کا موقع چلا جاتا ہے۔

(۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ عارفانِ ہند پیدائش عالم کی غرض مسئلہ "ایکھو ہم بھوسیام" کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں کہ میں ایک ہوں بہت ہو جاؤں۔ جب پار برہم میں سچدانند مرکز قائم ہوتا ہے تو اس میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ جیسا میں اکیلا سرور ابدی سے مسرور ہوں ویسے بہت سے اور بھی ہونے چاہئیں۔ یہ منشا سرشت عالم کا ہر معقول انسان کو قابلِ تسلیم ہوگا کیونکہ وہ رحم باری تعالیٰ پر مبنی ہے۔ سرور کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے میں محدود رہنا نہیں چاہتا بلکہ ہر سمت پھیلنا چاہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر روح ہمیشہ حصولِ سچدانند کی کوشش کرتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منشا الٰہی تو یہ تھا کہ ان کو سرور ابدی حاصل ہو پھر یہ گوناں گوں کی تکالیف کہاں سے آن کو دیں اور انسان ان میں کیوں مبتلا رہتا ہے۔ اس کا یہ جواب ملتا ہے کہ جبر و قدر ضدین ہیں لہٰذا ایک ہی وقت میں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

جبر میں کبھی قدرت پیدا نہیں ہو سکتی، قدرت ہمیشہ آزادی میں پیدا ہوتی ہے۔

اس واسطے انسان کو آزادی عطا کی گئی ہے کہ چاہے نیکی کرے چاہے بدی اور قوانین کرم کے بموجب ہر دو افعال کے نتائج کا تجربہ کر کے بذریعہ علم ذاتی بدی سے ہمیشہ پرہیز کرے اور نیکی پر قادر ہو۔ اگر وہ مثل کہلوانے کے نیکی کرنے پر مجبور کیا جاتا تو وہ نیکی پر ہرگز قادر نہ ہوتا۔

نیکی پر قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نیکی و بدی کے نتائج کو بخوبی سمجھ کر بدی کرنے سے باختیار خود بچے۔ پس قدرت بلا تکلیف برداشت کئے پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس عالم میں اس چیتن شکتی کا ظہور پہلے پہل مادہ میں بطور مختلف قوتوں کے ہوتا ہے۔ یہ جو معدنیات و نباتات میں انواع و اقسام کی قوتیں نظر آتی ہیں اسی چیتن شکتی کا ظہور ہیں جب یہ شکتی حیوانات میں پہونچتی ہے تو اس میں چیتنا کا ہی ظہور ہوتا ہے اور انسان میں چیتنا کے ساتھ آنند کا بھی ظہور ہوتا ہے مگر پورا ظہور اس شکتی کا کاملین میں ہوتا ہے۔ لہٰذا روح انسانی بطور بچہ کے جب اس اجنبی مقام میں وارد ہوتی ہے تو پہلے پہل اشیاء کا احساس شروع ہوتا ہے۔ منجملہ محسوسات کے بعض کو راحت رساں اور بعض کو تکلیف دہ پاتی ہے پس احساسِ راحت کی طرف رغبت اور احساس رنج سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہیں سے مجاولہ و مقابلہ جس کو مہابھارت کا یدھ کہا گیا ہے شروع ہو جاتا ہے۔

جس کثیف ترین مادہ سے یہ عالم بنا ہوا ہے وہی ہمارے جسم اور اندریوں کی ساخت میں کام میں لایا گیا ہے اس لئے ان میں ایک خاص قسم کی مطابقت ہے اور اس وجہ سے انسان کو اس عالم کی اشیاء سے ایک خاص قسم کی دلچسپی اور تعلق پیدا ہوتا ہے اور وہ اس عالم کی چیزوں میں ہی آنند ابدی کو تلاش کرتا ہے اور اپنے سچدآنند سروپ سے بے خبر سا ہو جاتا ہے جو خاص روحیں اس مجاولہ اور لڑائی میں محسوسات کا منہ توڑ کر مادہ پر اختیار و قابو حاصل کر لیتی

ہیں۔ وہ اپنے نج روپ کو پراپت ہو جاتی ہیں اور جیون مکت اور کاملین کہلاتی ہیں مگر اکثر روحیں اس مجادلہ میں ہی کھیت رہتی ہیں اور منشا الٰہی یعنی حصولِ سچدانند پورا کرنے کے لئے ان کو پھر جنم لینا پڑتا ہے۔

(۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بھولوک یعنی عالمِ ناسوت کے وقت کا پیمانہ اس طرح پر ہے کہ ۱۸ پل کا ایک کاسٹھا۔ ۳۰ کاسٹھا کی ایک کلا۔ ۳۰ کلا کا ایک مہورت ۳۰ مہورت یعنی ساٹھ گھڑی کا ایک رات دن۔ ۳۰ رات دن کا ایک مہینہ۔ بارہ ماہ کا ایک سال۔ ۱۷۲۸۰۰۰ سال کا ست یگ۔ ۱۲۹۶۰۰۰ سال کا تریتا۔ ۸۶۴۰۰۰ سال کا دواپر۔ ۴۳۲۰۰۰ سال کا کلیگ۔

ان چاروں یگوں کے مجموعے کو یگ کی چوکڑی بولتے ہیں جو ۴۳۲۰۰۰۰ سال کی ہوتی ہے۔ ہر ایک یگ کے پہلے سندھیا اور سندھیا نش ہوتی ہے اس کی تعداد اس طرح پر ہے۔

نام یگ	سندھیا کے برس	یگ کے برس	سندھیا نش کے برس	میزان کل
ست یگ	۱۴۴۰۰۰	۱۴۴۰۰۰۰	۱۴۴۰۰۰	۱۷۲۸۰۰۰
تریتا	۱۰۸۰۰۰	۱۰۸۰۰۰۰	۱۰۸۰۰۰	۱۲۹۶۰۰۰
دواپر	۷۲۰۰۰	۷۲۰۰۰۰	۷۲۰۰۰	۸۶۴۰۰۰
کلیگ	۳۶۰۰۰	۳۶۰۰۰۰	۳۶۰۰۰	۴۳۲۰۰۰

بھولوک کا ایک ماہ پترلوک کے ایک رات دن کے برابر ہوتا ہے۔ کرشن پکش

رات اور شکل پکش دن۔ بھولوک کا ایک سال دیولوک یعنی عالم ملکوت کے ایک رات دن کے برابر ہوتا ہے۔ دکشنائن سورج اور اُترائن سورج کو دن سمجھنا چاہیئے۔ بھولوک کے چار یگوں کا یعنی یگوں کی ایک چوکڑی کا بارہ ہزار گنا دیوتاؤں کا یگ ہوتا ہے اور دیوتاؤں کے ہزار یگ کے برابر برہما جی کا ایک دن اور اتنے ہی عرصہ کی ایک رات ہوتی ہے۔ اور برہما جی کے ہزار یگ کے برابر پار برہم کا ایک دن اور اُتنے ہی عرصے کی ایک رات ہوتی ہے

انسان کی زندگی کے مقابلہ میں یہ اعداد لاتعداد ہی معلوم ہوتے ہیں۔ دن رات مہینہ اور سال وقت کے حصے کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں کیونکہ جو شخص قطب شمالی اور جنوبی پر رہتے ہیں ان کے واسطے تو چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہوگی۔ بالفرض اگر کوئی شخص کسی ذریعے سے کرۂ زمین کی سطح سے بالکل اوپر اٹھ جاوے کہ جہاں سے ہر وقت اس کو سورج نظر آتا رہے تو اس کے واسطے رات کیسی؟

یوگیشور لوگ داہنے سر کو سورج اور بائیں سر کو چندرما مانتے اور ان کی رفتار ہی ان کے واسطے دن رات کا پرمان ہے۔ رات دن میں ۲۱۶۰۰ سوانس یعنی آمد ورفت ۴۳۲۰۰ اعتدال میں ہوتی ہے۔ بعض کام مثلاً بھاگنا، رمعتن وغیرہ ایسے ہیں جس سے سانس کی رفتار میں تیزی آجاتی ہے اور عمر کا حصّہ اسی انداز سے کم ہوتا جاتا ہے۔ اور بعض کام مثلاً پرانایام اجپا وغیرہ ایسے ہیں جن سے سانس کی رفتار میں کمی ہوتی ہے اور عمر انسانی بڑھ جاتی ہے۔ جس طرح پار برہم، برہما اور دیوتاؤں اور بھولوک کے عرصۂ قیام میں چاروں یگ برتے ہیں اسی طرح سے ہر انسان کی زندگی میں ان کا وجود نظر آتا ہے بلکہ انسان کی زندگی کے ہر رات دن میں بھی چاروں یگ برت جاتے ہیں۔ متوسط الخیال انسان کے فی دن رات میں اگر ایک حصّہ بطور کلیگ کے کٹے گا تو اس سے دوگنا بطور دواپر اور ان دونوں کے برابر تریتا اور کلیگ اور دواپر کے برابر ست یگ۔ انسان جیوں جیوں نیکی کی طرف قدم بڑھاتا جائے گا عرصہ قیام

ست یگ بڑھتا جائے گا اور عرصہ قیام کلیگ گھٹتا جائے گا گویا اچھے اور نیک خیالات اور اعمال کی ترقی اور برے خیال اور اعمال کی کمی ہوتی جائے گی۔

(۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ سنسار کے الگ الگ اجزاء لاتعداد ہیں اُسی ہی پُرش کے اجزاء بھی بے شمار ہیں مگر پُرش اور لوک کی مشابہت اس طرح سے دکھلاتے ہیں کہ مٹی پانی آگ ہوا آکاش اور اُدیکت۔ برہم ان چھ دھاتوں کے مجموعے کو لوک کہتے ہیں پُرش بھی ان ہی چھ دھاتوں کے مجموعے سے بنتا ہے۔ اس کا جسم مٹی ہے رطوبت پانی ہے حرارت آگ ہے پران ہوا ہیں سوراخ آکاش ہیں اور اندرونی آتما برہم ہے۔ جس طرح جگت میں برہما کی وِبھوتی یعنی شان ایزدی ہے ایسے ہی پُرش میں آتما کی وبھوتی ہے۔ جگت میں برہما کی وبھوتی پرجاپتی ہے پُرش میں آتما کی وبھوتی ستو ہے۔

جگت میں جس طرح سے اندر، رُدر، چاند، وِشو، اشونی کمار، وایو، وشودیوا یعنی تمام دیوتا۔ اندھیرا روشنی سورگ وغیرہ ست یگ۔ تریتا دواپر کل یگ اور یگوں کا خاتمہ ہے اس کے مقابلہ میں پُرش میں ویسے ہی علی الترتیب اہنکار۔ آدان یعنی حرارت وغصہ، مسرت، سکھ، کانتی، اتساہ، تمام اندریاں، موہ گیان، گربھادھا، لڑکپن، نوجوانی، انحطاط کی عمر، بڑھاپا اور موت ہیں۔ اسی طرح سے دیگر باتوں میں بھی مشابہت تصور کرنا چاہئے۔ اس اُپدیش سے یہ مقصد ہے کہ جو تمام لوک کو آتما میں اور آتما کو تمام لوک میں دیکھتا ہے اُسے آتم بُدھی حاصل ہوتی ہے۔ جو تمام جگت کا آتما میں نظارہ دیکھتے ہیں وہ خود ہی سکھ دُکھ کے فاعل ہوتے ہیں بہ لحاظ کرم کے آدھین ہونے کے جو اسباب و بواعث سے الگ ہو کر تمام جگت کو اپنا آپ سمجھتا ہے وہ اس گیان سے مکتی پالیتا ہے۔

(۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جسم انسانی میں چودہ طبقاتِ عالم کے مقامات حسبِ ذیل ظاہر کئے گئے ہیں اور سات سمندر سات پسلیوں کے مقامات میں مانے گئے۔

نام طبقات عالم	پاتال	تلاتل	رساتل	مہاتل	سُتل	رتل	اتل
جسم انسانی میں اس کا مقام	پاؤں کے تلوے	ایڑی	ٹخنہ	پنڈلی جنگھان	زانو	ران	بیخ ران
نام طبقات عالم	بھور	بھوُ	سوہ	مہاہ	جنہ لوک	تپہ لوک	ست لوک
جسم انسانی میں اس کا مقام	گدا یعنی پرتھوی منڈل	نابھی یعنی جل کا منڈل چندر لوک	ہردے یعنی اگنی کا منڈل سورج لوک	کنٹھ مقام ہوا منڈل جو سورج لوک کو گھیرے ہے مرت کا دیوتا	درمیان دونوں نیتر آکاش منڈل مقام اور دیوتا	پیشانی مقام اعلیٰ میں	شکھا یعنی برہم رندہر ہے

(۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جیسے ست یگ۔ تریتا۔ دْواپر۔ کلجگ چار جگ ہیں ویسے ہی راج نیتی کے چار دھرم ہیں۔ سام۔ دام۔ ڈنڈ۔ بھید۔ اور چار پدارتھ ہیں، موکش کام۔ دھرم ارتھ اور بھجن یگ۔ تپ دان ان کے چار سادھن ہیں اور چاروں یہ ہیں برہمن، کشتری، ویش، شودر اور چار آشرم ہیں۔ سنیاسی۔ بان پرست۔ گرہستی۔ برہمچاری اور چار اوستھا ہیں، تریا، سکھپت، سوپن، جاگرت۔ اور چار انتہ کرن ہیں۔ اہنکار، بدھی چت، من۔ اور بھی بہت سی باتیں اسی طرح ہیں۔

ان سے یہ مطلب ہے کہ جونسا جگ ہوتا ہے اس میں اسی کے متعلق جو باتیں ہیں وہ پرچلت ہوتی ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ جو پرچلت بات ہو اس سے اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ آج کل کونسا جگ برتمان ہے۔ مثلاً جب سب آدمی موکش کا سادھن کریں برہمنوں کا ادھیکار ہو۔ سنیاسیوں کی پرتشٹھا ہو وغیرہ وغیرہ

تو جاننا چاہیئے کہ ست یگ برتمان ہے۔

ان ہی باتوں سے ایک فرقہ یا قوم اور مذہب اور خاندان اور راج کا بھی حال معلوم ہو سکتا ہے۔ جیسے جس فرقے میں موکش کا سادھن زیادہ ہو تو اس زمانے کو اس فرقے کے لئے ست یگ سمجھنا چاہیئے۔ اور اس کے قیام ترقی کے چار درجے باقی ہیں۔ اگر کسی جگہ براہ ارتھ یعنی مطلب کا چرچا ہی ہو اور دوسری بات کا ذکر نہ ہو تو سمجھنا کہ اس کا کل جگ یعنی آخری جگ ہے اور اس کی تباہی نزدیک ہے۔

اگر کسی راج یا خاندان میں سام یعنی میل سے کام چل رہا ہے تو وہ زمانہ اس کا ست یگ ہے اور اس کی چار حد تک قیام کا ثبوت دیتا ہے اور جس راج یا خاندان میں بھید یا تفرقہ سے کام نکل رہا ہے تو وہ زمانہ اس کا کلجگ ہے اور اس کی ترقی اور قیام کا آخری زمانہ ہے۔ اسی طرح پر جس وقت میں جو سادھن جاری ہو اس سے سادھک کی ترقی اور اس کے قیام کا ثبوت مل سکتا ہے۔

(۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ علم حکمت کی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ پرتھوی یعنی دنیا دو۲ چیزوں سے بنی ہوئی ہے۔ اوّل آکسیجن دوسرا بیس آخرالذکر چونا، کوئلہ وغیرہ ۹ر اشیاء کا مرکب ہے۔ اگر مٹی کو پانی میں تحلیل کیا جائے تو بالکل پانی کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور اسی کا روپ بن جاتی ہے جو خود دو۲ چیزوں کا مرکب ہے اوّل آکسیجن دوسرا ہائیڈروجن۔ اسی طرح پر اگر پانی کو حرارت سے گرم کیا جائے تو بھاپ یا بخارات کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بھی آکسیجن اور کاربن کا مرکب ہے یہ حرارت جمادات کی غذا ہے۔

جمادات کی پرورش اور اس میں تغیّر و تبدّل اسی سے ہوتے ہیں۔ مثلاً پتھر سے کوئلہ و جواہرات بننا یہ سب حرارت ہی کی وجہ سے ہوتے ہیں اور اس میں ہی آکسیجن کا جزو قائم رہتا ہے۔ جس وقت بھاپ ہوا کی شکل اختیار کرتی ہے تو وہ بھی دو خاص شے کا مرکب ثابت ہوئی ہے۔ اوّل آکسیجن دوسرا نائٹروجن اور یہ

نباتات کی غذا بنتی ہے۔

نائٹروجن سے درخت وبناسپتی کی پرورش ہوتی ہے اور یہ اس کی خاص خوراک ہے۔ اگر ہوا کو عمل کیمیا سے تحلیل کیا جائے تو نائٹروجن اور آکسیجن علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اس وقت آکسیجن بے رنگ وروپ اور سب جگہ رہنے والی اور زندگی اور روشنی کی مبدا ثابت ہوتی ہے۔ جو سراسر آکاش تتو کا گن ہے اور پھر مذکورہ بالا نتیجہ تحلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مٹی، پانی، آگ اور ہوا کے ایک ایک جزو تو ایسے ہیں جو تغیر پذیر ہیں اور صرف ایک تتو ہی میں پائے جاتے ہیں۔ جس وقت اس تتو کو دوسرے تتو کی صورت میں تحلیل کیا جائے تو وہ جز ہی بدل جاتا ہے اور اس کی صورت نام اور گُن میں بھی فرق آجاتا ہے۔ مگر آکسیجن ایسی چیز ہے۔ جو چاروں تتوں میں برابر قائم رہتی ہے اور ان کو تحلیل کرنے کی حالت میں بھی نہ اکی صورت بدلتی ہے نہ گن میں فرق آتا ہے نہ نام تبدیل ہوتا ہے اور ہوا سے جو اعلیٰ تتو مانا گیا ہے وہ علیحدہ بھی رہ سکتا ہے اس لئے پانچ عناصروں کا ہونا ثابت ہے مگر آکاش میں جو اروپ اور سب جگہ موجود ہونے اور دکھائی نہ دینے وغیرہ کے گن ہیں ان کی وجہ سے کوئی اور ہوا ایسا نہیں ہے جو اس سے علیحدہ ہو۔ یعنی اور تتوں کی ہستی اور قیام اسی سے ہے اس لئے اگر اوروں کو مان لیا تو پھر یہ علیحدہ کہاں رہا اور اگر رہا بھی تو پھر اس کا گیان اور کس حس کے ذریعے سے ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے بعض محققین نے اس کو تتوں کی فہرست میں داخل ہی نہیں کیا ہے مگر اس کا ہونا ضرور ثابت ہے۔

(۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ سب سے باریک جز جس کے ٹکڑے نہ ہو سکیں اس کو پرمانو کہتے ہیں۔ ایسے ساٹھ پرمانو کا ایک انو ہوتا ہے اور دو انو کا ایک دونیک جو باد یعنی ہوا ہے۔ تین دونیک کی اگنی۔ چار دونیک کا جل اور پانچ دونیک کی پرتھوی ہے تین دونیک کے برابر ترسرین کے ہے اور یہ دوگنا ہو تو زمین وغیرہ کہلانے والی چیزیں

بنتی ہیں۔

(۹)

ایک روز بھگوت گیتا کے یہ اشلوک ارشاد فرمائے۔

संगात्संजायते कामः कामात्क्रोधोऽभिजायते ॥६२
क्रोधाद्भवति संमोहः संमोहात्स्मृतिविभ्रमः ॥
स्मृतिभ्रंशाद्बुद्धिनाशो बुद्धिनाशात्प्रणश्यति ॥६३
काम एष क्रोध एष रजोगुण समुद्भवः ।
महाशनो महापाप्मा विद्ध्येनमिह वैरिणम् ॥६७

ترجمہ (۶۲-۶۳) "محسوسات کی طرف توجہ کرنے والے انسان کو ان سے تعلق ہو جاتا ہے۔ تعلق سے خواہش پیدا ہوتی ہے۔ خواہش سے غضب پیدا ہوتا ہے۔ غضب سے تیرگی پیدا ہوتی ہے۔ تیرگی سے سہو پیدا ہوتا ہے۔ سہو سے عقل ضائع ہوتی ہے۔ عقل کے زائل ہونے سے زوال آتا ہے ۳۷۔ اس کا سبب خواہش ہے یا غضب ہے جو رجوگن سے پیدا ہوتا ہے اور بہت کھانے والا اور بڑا موذی ہے اس کو دشمن سمجھو۔"

انسان کے دل اور خیال کی گردن بے شمار رسیوں سے بندھ رہی ہے جن کو عرف میں تعلقات کہتے ہیں۔ یہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ جانی، مالی، دینی، دنیوی۔

(۱) جانی جو حفظ جان کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ انسان چاہتا ہے کہ اپنے مخالف کی گردن اڑادے مگر اپنی جان کا خطرہ ایسا کرنے سے روکتا ہے

(۲) مالی جو مال کی جمع اور نگہداشت سے پیدا ہوتے ہیں۔ مسافر چاہتا ہے کہ اپنا بیگ اور لحاف مسافر خانے میں رکھ کر سب سے پہلے ریل کا ٹکٹ خریدے مگر حفاظتِ مال اس کو مانع ہے۔

③ دینی جو پاس دین کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ مزے سے گوشت کھائے اور شراب پیئے مگر مذہب کا خیال ایسا نہیں کرنے دیتا۔

④ دنیوی جس میں بیوپاری باتیں مثلاً پاسِ ناموس و پاسِ رسوم عرفیہ وغیرہ پابند کرتے ہیں۔ انسان چاہتا ہے کہ رقاصہ کے ساتھ بھری مجلس میں من مانی کر بیٹھے مگر پاس ناموس کے خیال سے ایسا نہیں کر سکتا۔ یا وہ چاہتا ہے کہ ہوٹل وغیرہ میں بیٹھ کر کھانا کھائے مگر رواج ملکی و رسوم مروجہ کے لحاظ نے اس کو روک رکھا ہے جو شخص ان تعلقات کا پابند نہ ہو وہ آزاد ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو لاکھوں کیا بلکہ کروڑوں میں ایسا شخص ملنا محال بلکہ ناممکن ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی بات کا پابند ضرور ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ کوئی ایک بات کا پابند ہے کوئی سب کا۔

اس طرح پر آزادی مطلق گویا خواب و خیال ہی رہا۔ آزادی اضافی بیشک ہو سکتی ہے جو ایک کو دوسرے کی نسبت زیادہ حاصل ہے اور اگر کوئی ان باتوں سے قطع تعلق کرلے تو ان کو چھوڑنے کا خیال ضرور دل میں رہتا ہے اور وہ بھی ایک قسم کی پابندی ہے ؎

بے تعلق پن بھی آخر قید ہے
خیر پائے خاطر آزاد میں

اس لئے حقیقی آزادی کی تحقق میں کلام ہے۔ لہٰذا انسان کی زندگی میں حواس اپنے فعل سے عاری نہیں رہ سکتے۔ پس عارف ان کے ترک و اخذ دونوں سے کنارہ کرکے ذات میں مسرور رہتا ہے، گو حواس کا محسوسات سے تعلق رہے یعنی وہ اپنا فعل متعلقہ کیا کریں مگر وہ ان پر توجہ نہیں کرتا۔ اور توجہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ غالب نہیں ہو سکتے۔

جب ان کی طرف توجہ ہو جاتی ہے تب وہ غالب ہو جاتے ہیں جیسے کوئی بے گاری کسی کام کو کرتا ہے مگر اس کے نفع نقصان سے تعلق نہیں رکھتا۔ ویسے ہی

عارف حواس کے فعلوں کو بے گار سمجھ کر کرتا ہے لیکن بے گار سے بچ نہیں سکتا۔ گویا حواسوں کی محسوسات کی طرف توجہ اور ان کا ان سے تعلق۔ یہ امر توجہ عارف وچہ جاہل ہر ایک کے لئے لازم ہیں اب فرق صرف اتنا ہے کہ جو شخص کسی فعل کے کرنے کی خواہش نہیں کرتا وہ سنیاسی ہے اور جو فعل کے نتیجہ سے لگاؤ اٹھالیتا ہے وہ تیاگی ہے۔ چونکہ ہر قسم کے نتیجہ فعل حتیٰ کہ موکش تک میں ایک قسم کی خواہش چھپی رہتی ہے اس لئے کل پابندی کا مادہ و مصدر خواہش ٹھہری اور خواہش سے فعل کا کرنا ہی پابندی ہے۔ خواہش نام ہے راگ یعنی رغبت کا اور اس کا مخزن خیال یعنی چت ہے جو تین اقسام میں منقسم ہے

(۱) خواہش بقا۔ (۲) خواہش علم۔ (۳) خواہش سرور یعنی آنند۔

(۱) خواہش بقا۔ ہر انسان کی دلی خواہش یہ رہتی ہے کہ زندگی جاوید اس کو حاصل ہو۔ موت کا نام سنکر اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آب حیات اور امرت کا خیال دوا دارو کی فکر و خیر خیرات ہر ایک بات میں یہی مدعا ہے کہ موت سے چھٹکارا ملے مگر جب زمانہ کی رفتار اور تجربوں سے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ موت ایک امر لازمی ہے تو پھر درازیٔ عمر کی فکر میں ہی غلطاں و پیچاں رہتا ہے لیکن جب موت کا ڈنکا سر پر آن بجتا ہے اور کوچ کی تیاری ہوتی ہے تو پھر دل کو اس طرح تسلّی دیتا ہے کہ ہم نہیں تو ہمارا نام ہی رہے۔ خواہ اصلی خواہ فرضی اولاد کی بقا کو ہی اپنی بقا سمجھ کر اور اس کو اپنا قائم مقام اور نام لیوا خیال کر کے اسکی ترقی عمر و درجات کی کوشش کرتا اور منصوبے باندھتا ہے حتیٰ کہ کنواں۔ تالاب۔ پل۔ باغ۔ خانقاہ۔ مہمان سرائے۔ تالیف و تصنیف ایجاد و اختراع ان سب یادگاروں کی بِنا عموماً اِسی خواہش پر ہے کہ دنیا میں ہمارا نام باقی رہے۔

(۲) خواہش علم۔ بچّہ۔ بڈھا۔ جاہل۔ عالم۔ گنوار۔ حکیم۔ کسی رتبہ یا پیشہ کا آدمی ہو سب میں یہ خواہش قدرتی طور پر پائی جاتی ہے۔ بچہ باپ سے پوچھتا ہے یہ

آسمان کیا ہے۔ زمین کیونکر بنی۔ سورج کیوں گھومتا ہے۔ چاند کیوں گھٹتا بڑھتا ہے۔ تارے کس لئے بنا ہے۔ غرض جو چیز اس کو نظر آتی ہے اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہے۔ گنوار اگر کسی بابو۔ منشی سے ملتا ہے تو پوچھتا ہے کہ صاحب آپ کہاں تک پڑھے ہیں۔ آپ نے کیا امتحان پاس کیا ہے۔ آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے آپ کیا کام کرتے ہیں۔

پڑھے لکھے آدمی آپس میں پوچھتے ہیں کہ فلاں ملک میں لڑائی ہو رہی ہے اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ فلاں ملک میں زلزلے سے کتنی جانیں تباہ ہوئیں؟ قصہ کہانی اخبار وغیرہ کا مطالعہ یہ سب اسی خواہش کا نتیجہ ہے۔ مگر یہ تو خواہش علم کی ادنیٰ چاٹ ہے۔ جو لوگ علم دوست ہیں ان میں یہ خواہش ایسی زبردست ہو جاتی ہے کہ اس کے حصول میں ان کو مرنے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔ طبی، ریاضی، فلسفہ مذہب وغیرہ مختلف علوم وفنون کی کتابوں کی تالیف و تصنیف اس کی ہی بدولت ہوتی ہیں مگر اس خواہش کا یہ خاصہ ہے کہ کبھی پوری نہیں ہوتی۔ آدمی ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ ہر شے کی اصلیت وحقیقت کو جانے مگر قدرت کے قوانین و اسرار بے حد ہیں جب میدانِ علم کی وسعت پر نظر کرتا ہے تو اپنی معلومات اس کو حقیر و ناچیز معلوم ہوتی ہیں اور اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھتا ہے اور جسقدر علم حاصل کرتا ہے اسی قدر خواہش بڑھتی جاتی ہے۔

(۳) خواہش سرور یعنی آنند۔ یہ خواہش بھی فطری اور نہایت قوی ہے۔ کون ہے جو راحت کا طالب اور رنج سے خائف نہ ہو۔ سب اسی دھن میں لگے رہتے ہیں کہ جہاں تک بنے اور جسطرح سے بنے عیش ونشاط کا سامان مہیا رکھے۔ مگر آدمی کتنے ہی سامان مہیا رکھے اور کتنی ہی کوشش کرے مگر آسائش کی نسبت تکلیف میں زیادہ گرفتار رہتا ہے لیکن امید ایک ایسا مونس وغمخوار ہے جو ہر حالت میں اس کی دلدہی کرتا ہے اور کوششوں پر آمادہ رکھتا ہے۔ آسودگی میں یوں پھسلاتا ہے کہ کیا رنج و ملال ان باتوں کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ خدا عیش کی گھڑیاں سلامت رکھے

عمر بھر چین کئے جاؤ ؎

اب تو آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

دکھ درد میں یوں تسلی دیتا ہے کہ ہمیشہ ایک سے دن نہیں رہتے۔ جب وہ دن نہ رہے تو یہ دکھ کی گھڑیاں بھی نہ رہیں گی۔ اور ہمیشہ تجربے کے خلاف یہی یقین دلاتی ہے کہ جو ہوا سو ہوا آئندہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اور ہمیشہ سرور کا متلاشی رہتا ہے۔ الحاصل سرور جس پر آدمی اس قدر شیفتہ و فریفتہ ہے تین طرح کا ہے۔

(۱) جسمانی یا حسی (۲) دماغی یا عقلی (۳) روحانی یا باطنی

(۱) سرور جسمانی۔ جسمانی سرور یہ ہے جو اس ظاہری یعنی گیان اندری و کرم اندری کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے مثلاً نغمہ خوش الحان کان کی و شکیل و جمیل انسان و اشیاء خوبصورت آنکھ کی و خوشبوئے عنبر و عطریات ناک کی و غذائے لذیذ زبان کی و اشیاء نرم و ملائم جلد بدن کی لذت و آسائش ہے۔

جب کبھی کئی اندریوں کی راحت ایک وقت میں حاصل ہوتی ہے تو لطف بھی دوبالا ہو جاتا ہے مثلاً گویا ہو، خوش گلو اور خوبرو بھی۔ کھانا ہو نمک مرچ بھی ٹھیک اور بو باس بھی اچھی جبکہ ایک ایک دو دو اندریوں کی راحت ایسی دل کش ہوتی ہے تو پانچوں کے یکجا اجتماع کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ ؎

اَل پتنگ مرگ مِین گج جرت ایک ہی آنچ
تلسی وہ کیسے بچے جس کو لاگیں پانچ

چونکہ دولت کل جسمانی راحتوں کی ضامن ہے۔ روپیہ پلّے ہو تو ہر قسم کا سامانِ عیش فراہم ہو سکتا ہے اس لئے انسان اس کی طلب میں سخت کوشاں رہتا ہے لیکن لذائذ حسی میں کام یعنی خواہش نفسانی بڑی زبردست ہے جب اس کا

بھوت سر پہ سوار ہوتا ہے تو دولت، صحت، عزت، آبرو، جان مال، دین، دنیا سبھی کو اس پہ وار دیتا ہے حالانکہ تندرستی بقائے حیات اور حصول راحت کی بنیاد ہے۔ ایک صحت نہ ہو تو سب راحتیں وعیش و آرام تلخ ہو جاتے ہیں مگر لذائذ حسی کے چٹخاروں پر تندرستی کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ جسم و دماغ ایک حالت میں دیر تک رہنے سے تکلیف دہ ہو جاتے ہیں لہٰذا ان کی تبدیل حالت سے بھی راحت ہوتی ہے اور انواع واقسام کے کھیل تماشے اسی لئے راحت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

عادت بھی حصولِ راحت کا بڑا ذریعہ ہے مثلاً حقّہ پان چائے و دیگر منشیات وغیرہ کی جبکہ لت پڑ جاتی ہے تو ان سے بھی راحت حاصل ہوتی ہے۔ بعض حکما کہتے ہیں کہ محض عادت ہی راحت کی بنیاد ہے۔ جس شے کی عادت نہیں اس میں نہ راحت ہے نہ سرور۔

(۲) سرور دماغی۔ دماغی سرور وہ ہے جو حواسِ باطنی یعنی انتہ کرن کے وسیلے محسوس ہوتا ہے اس کو راحتِ خیالی بھی کہتے ہیں۔ اس کے دو ذریعے ہیں۔ اظہار خودی یعنی تکبر و نیکی یعنی پرا پکار۔

(۱) اظہار خودی یعنی تکبر یہ نہایت ہی پر زور خواہش ہے جس سے اعلیٰ درجے کی راحت دماغی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بہت سے وسائل ہیں۔ راگ، روپ، دھن، بل، حکومت پر بھنا، مان وڈیا وغیرہ۔

مال و علم و زہد و تقوائے نسب
حسن و قوت کبر کے ہیں یہ سبب
یہ تو سب گل لیک اس میں ایک خار
خار کو کر دور گل سے ذی شعار
ہے تکبر تجھ کو کرنا ناروا!
کیونکہ ہے یہ کبر از راہِ خطا

اور نہ پہونچے گا پہاڑوں کے تئیں
تو زروئے طول قامت بالیقیں
پس نہ چل پنجوں کے بل اے مہرباں
تا نہ گر جاوے زمیں میں ناگہاں
چاہیے تیرے تئیں عجز و نیاز
سرنگوں چل گرچہ ہے سرو دراز

ان وسیلوں کو مد بھی کہتے ہیں ان کے مد سے آدمی ایسا متوالا ہو جاتا ہے کہ دین دنیا سب کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔

راگ یعنی خوش الحانی ایسا سرور ہے کہ آدمی خود بھی مسرور رہتا ہے اور دوسروں کو بھی خوش کرتا ہے۔ انسان ہی نہیں بلکہ اکثر حیوان بھی اسکے اثر سے متاثر ہوتے ہیں چونکہ انسان ایسے آدمیوں کی اکثر قدر کرتے ہیں اسلئے یہ بھی تکبر کا باعث ہوتی ہے۔

روپ یعنی خوبصورتی پر بھی آدمی کو بڑا ناز ہوتا ہے اس کے مد کا متوالہ انسان کو ٹھہرا کر بھی نہیں چلتا اور اس سے اظہار خودی کا خوب موقعہ ملتا ہے۔

دھن یعنی دولت کی کیا بات ہے اس کے تو سب قدم چومتے ہیں جہاں یہ ہوتی ہے وہاں ہر ایک چیز کا میسر آنا آسان ہے۔ راحت جسمانی کے علاوہ اظہار خودی کا سرور بھی حاصل ہوتا ہے کیونکہ اہلِ دولت اپنے ہم چشموں میں معزز خیال کئے جاتے ہیں۔

بل یعنی طاقت بھی اظہار خودی کا وسیلہ ہے کیونکہ زبردست آدمی اوروں پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔

پرو بھتا یعنی حکومت تو اعلیٰ سے اعلیٰ ذریعہ اظہار خودی کا ہے سہ

کوایسو جنیو جگ ماہیں
برھتا پائے جائے مدناہیں

دولت عزت شہرت سب اس کے جلو میں چلتی ہیں اس لئے آدمی اس کے حصول پر مٹا ہوا ہے۔ حکومت کا نشہ ہی ہے جو لیگانوں بے گانوں کے خون کراتا ہے۔ بے گناہوں کا قتل عام جائز رکھتا ہے۔ انسان کو بلا خوف میدان جنگ میں توپوں کے مقابل لیجاتا ہے۔ حکومت کا زور ہے جو انسان کو سردار لشکر یا سرگروہ قوم یا شہنشاہِ ملک بنا کر سجدہ کراتا ہے

مان یعنی نیکنامی میں خودی کی خواہش بڑے باریک طور پر پوشیدہ رہتی ہے ۵

کنچن تجنا سہل ہے سہج تریا کا نیہہ
مان بڑائی ایرکھا در لبھ تجنا یہہ

سب خواہش سرد ہو جائیں مگر نیکنامی کی چاہت اکثر دل میں بنی رہتی ہے۔ کیسا ہی تارک الدنیا بے طمع و بے نفس ہو ایک لفظ خلافِ شان کہہ دیجئے فوراً چیں بہ چیں ہو جائے گا۔ اکثر انسان خود نہیں جانتا کہ اس میں یہ خواہش باقی ہے حالانکہ دل کے پردوں میں چھپی رہتی ہے اس لئے اس کا دور کرنا بہت کٹھن کام ہے۔

ودیا یعنی علم بھی اظہار خودی کا وسیلہ ہے مگر اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ جیسے جیسے علم بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے خودی گھٹتی جاتی ہے۔ عالم بڑا قابلِ قدر ہے راجہ کی اپنے ملک میں ہی قدر و منزلت ہوتی ہے مگر عالم جہاں جائے وہیں عزت پاتا ہے۔

اس میں ایک فضیلت یہ ہے کہ وہ دیگر جسمانی راحتوں سے زیادہ لطیف و دیرپا ہوتی ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں اوروں کو شریک کرنے سے کچھ گھاٹا نہیں آتا۔ تیسری بزرگی یہ ہے کہ اس کی زیادتی میں کچھ اندیشہ خرابی کا نہیں جیساکہ

اور جسمانی راحتوں میں ہوتا ہے کہ جہاں حد سے بڑھیں آدمی کو لے ڈوبیں۔ بلکہ اس کے برعکس جتنی علمی راحت بڑھے گی اتنی ہی آدمیت کی ترقی ہوگی اور وہ رفتہ رفتہ انسان کو راہ راست پر لے جائے گی۔

(۲) پر اُپکار یا نیکی۔ راحت دماغی کے حصول کا دوسرا طریقہ ہے دوسروں کو نفع رسانی میں بلاغرض سعی و کوشش کرنے سے ایک عجیب لطیف سرور دماغی حاصل ہوتا ہے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ خود غرض اس نعمتِ عظیم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ جو شخص اس کی لذت سے کچھ بھی آشنا ہو جاتا ہے وہ اپنا تن، من، دھن و جان تک اس پر نثار کر دیتا ہے اور تمام عمر حاتم وقت بنکر اس بے بدل راحت کا حظ اٹھاتا ہے۔ نیکی، رحم، ہمدردی، محبت، شفقت سب ایک چشمے کے سوتے ہیں۔ انسان نیکی کی بدولت فرشتہ بن جاتا ہے اور یہ دنیا اس کو بہشت کا مزہ دیتی ہے۔

(۳) سرور روحانی۔ جب انسان کو نیکی کی بدولت صفائی قلب حاصل ہوتی ہے اور دل ایکسو ہو کر استغراق میں پہونچتا ہے تو اس میں ایک عجیب لطیف سرور باطنی پیدا ہوتا ہے جسکو سرور روحانی کہتے ہیں۔ مگر اس سرور کو صرف اہل حال ہی معلوم کر سکتے ہیں اور وہ رشی منی اولیا کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ سرور جسمانی اور سرور دماغی اس کے ادنی مراتب ہیں۔ جس کو اس کی ایک جھلک ہی نصیب ہو جاتی ہے اس کی نظر میں دنیا کی تمام راحتیں ہیچ ہو جاتی ہیں اور اس کے مزے ایسے پھیکے پڑ جاتے ہیں کہ پھر ان کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔

اس سرور کو پاکر پھر خواہش اپنے مخزن خیال یعنی چت اور چت اپنے مخزن چیتن میں سما جاتا ہے۔ یہاں پہونچ کر خواہش اپنی صورت کثیف کو چھوڑ کر حالتِ لطیف اختیار کر لیتی ہے اور پھر اس کی طلب و تمنا کی صورت بالکل نیست ہو جاتی ہے اور اس کو سرور سرمدی یعنی ہر حال میں قائم رہنے والا سرور

حاصل ہوتا ہے جسکو یہ الفاظ دے کر سچدانند کہتے ہیں۔

آشنا شو آن چناں با یار خویش

تا کہ خود را گم کنی از کار خویش

یہ تین خواہشیں انسان کی فطرت میں داخل ہیں۔ خواہش بقائے دوام۔ خواہش علم کل خواہش سرور سرمدی۔ بقائے دوام کو ست کہتے ہیں۔ علم کل کو چت اور سرور سرمدی کو آنند۔ ان تینوں لفظوں کی ترتیب سے سچدانند بنا ہے جس کا انسان ہمیشہ خواہشمند رہتا ہے اور رفتہ رفتہ بتدریج یکے بعد دیگرے ان طریقوں کے ذریعے جس کا ذکر بھگوت گیتا کے تیسرے ادھیائے میں ہوا ہے اور جس کو سلسلہ کرم کہتے ہیں اس کو حاصل کرتا ہے۔

(۱۰)

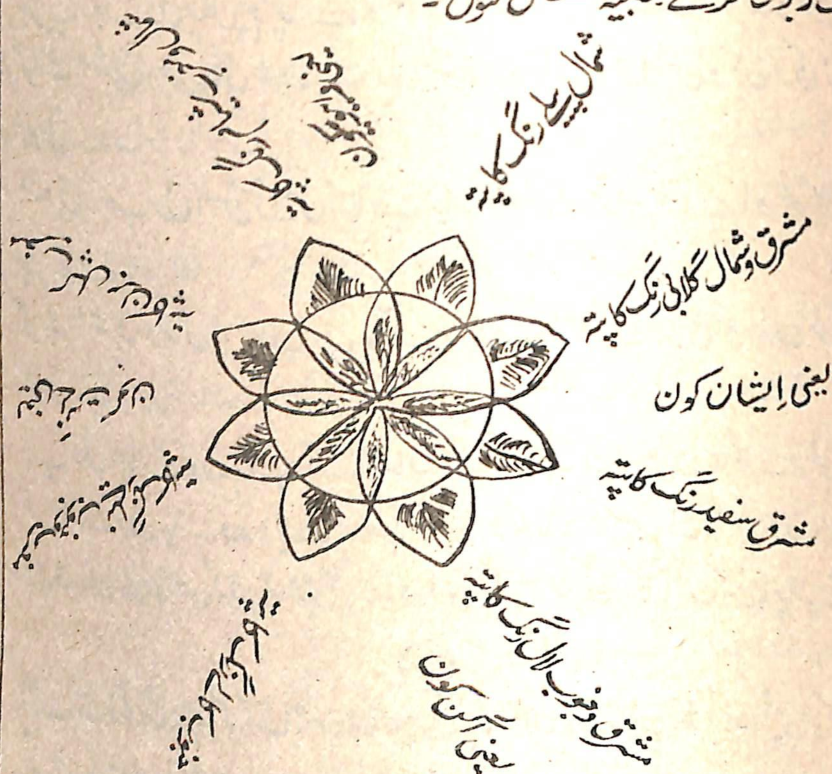
ایک روز ارشاد ہوا کہ اچھا یعنی خواہش تین پرکار کی ہوتی ہے۔ اوّل کسی چیز کے مل جانے کی اور اس کے پانے کی نمت ادم کرنے کی۔ دوسرے یہ کہ دکھ اور تکلیف دور ہونے کی۔ تیسرے یہ کہ جو کام کرنا اس کا پھل چاہنا۔ جب مرضی کے مطابق پھل نہ ملا تب اس کے لئے چنتا اور فکر ہوتا ہے اور واسنا چار طرح کی ہے ایک سکھپت واسنا جو استھاور یعنی درخت پتھر وغیرہ کو ہوتی ہے۔ دوسرے سپن واسنا جو پشوؤں کو ہوتی ہے ان کو واسنا کا دھیان بھی نہیں ہوتا۔ تیسرے جاگرت واسنا جو انسانوں اور دیوتاؤں کو ہوتی ہے۔ وہ واسنا میں ہی لگے رہتے ہیں۔ چوتھے کیشن واسنا جو گیانی کو ہوتی ہے جب کسی پرکار کی واسنا نہ رہے تب سنسار بیدل ہو جاتا ہے۔

(۱۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ دل معدن بے کیفی و بیرنگی کا ایک نہایت عمدہ جوہر ہے اور راگ و دویش یعنی دوستی و دشمنی سے مل کر اس میں کدورت پیدا ہوئی اور اس کدورت سے الفت جسم میں گرفتار ہوا یعنی یہ یقین کر لیا کہ یہ شریر میں ہوں اور شریر کو اپنا جاننے سے کام کرودھ لے آن دبایا بلکہ پیاس سردی گرمی رنج و راحت میں پابند ہوا کیونکہ

جس پڑان کو اپنا سمجھا گرسنگی و تشنگی اس کا شعار ہے تن کو اپنا سمجھنے سے ضعیفی و مرگ اس کا نتیجہ ہے اور جب یہ کہا کہ میں ہوں سوگ اور موہ پیدا ہوائے پس ایسی حالت اس دل کی ہے اور اس کدورت سے اس کی صفائی جب ہو سکتی ہے جب خواہشوں کو ترک کر کے بھجن نارائن کا خوگر ہو۔

جسکا دل ضبط نہیں ہوتا اس کا دل آٹھ پتی کنول میں جو دل کے گرد ہے پھرا کرتا ہے اور جس پتہ پر بیٹھتا ہے اسی کے موافق آٹھ قسم کے اشغال کی جانب آدمی کو لیجاتا ہے ۔ آٹھوں طرف سے جب مشاق اس کو روکے تو کثرت چھوڑ کر وحدت کی طرف رجوع کرے ۔ شبیہ اشٹ دل کنول ۔



شمال۔ اس طرف دل کے آنے سے تمنائے مجامعت ہوتی ہے۔ گوشۂ شمال و مغرب میں جب دل جاتا ہے تو چت اچاٹن ہوتا ہے اور سفر دور و دراز اور حرکت وغیرہ پر مستعد ہوتا ہے۔

مغرب۔ جب اس طرف دل جاتا ہے تو ظرافت و خوش مزاجی اور راگ و ناچ وغیرہ سامان جی بہلانے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

گوشۂ مغرب و جنوب میں جب دل ہوتا ہے تو موہ اُتپن ہوتا ہے اور ایسا انومان ہوتا ہے کہ میرا دھن میری استری وغیرہ۔

جنوب۔ جب دل یہاں پہونچتا ہے تو ظلم و مردم آزاری و سنگ دلی و جہاد کراتا ہے۔

گوشۂ مشرق و جنوب کی طرف جب دل متوجہ ہوتا ہے تو آلس و پرماد کی زیادتی ہوتی ہے۔

مشرق۔ جب دل اس ہستی میں آتا ہے نیک افعالی پر متوجہ ہوتا ہے اور غیر کا نفع چاہتا ہے۔

گوشۂ مشرق و شمال میں جب دل جاتا ہے سخاوت و فضول خرچی کی طرف خواہش ہوتی ہے۔

جب دل بجائے خود رہتا ہے ترکِ لذات اور تجرّد کے خیالات کی عالم سے خواہش کرتا ہے اور جانب وحدانیت پرماتما متوجہ ہوتا ہے اس لئے بھجن اور ابھیاس کے ذریعے سے اس کو اپنے قابو کرنا اور اپنی جگہ پر رکھنے کا جتن کرنا چاہئے۔

(۱۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ آشا جنم مرن کا بیج ہے اس سے سات شاکھائیں اُتپن ہوئیں آشا اور ترشنا سے یہ سات بیج پیدا ہوئے۔

(۱) کرم (۲) اُپاسنا (۳) یوگ (۴) گیان (۵) ستھفی (۶) اُپمتی (۷) ناش

جن کو ان سات اکشروں اور سات بیج منتروں سے مناسبت دی ہے

ॐ - श्रीं - रं - सौं - सं - ह्रीं - क्लीं

अ - ई - उ - ए - व - ह - म ·

① ॐ یا आ کرم ریتیاں ② یجن اس لوک کی ③ یاجن۔ پرلوک کی ④ ادھین دو یا ابھیاس کرنا ④ ادھیاپن۔ ابھیاس کرنا ⑤ دان خیرات دینا ⑥ پرتی گرہ دان لینا ⑦ میتھن۔

② आ یا ہ اپاسنا یچ ① شو ② وِشنو ③ گنپت ④ سوریہ ⑤ شکتی ⑥ رام ⑦ کرشن۔ ان کے ۷ سات کروڑ مہامنتر کہے گئے ہیں۔ جارن مارن۔ بشی کرن۔ اچاٹن۔ آکرشن۔ استھنبن موہن اِن کے پھل ہیں۔

③ خ یا ऊ یوگ ① ہٹھ یوگ ② کنڈلنی یوگ ③ لمبکا یوگ ④ تارک یوگ ⑤ لے یوگ ⑥ امنسک یوگ ⑦ سانکھیہ یوگ۔ سمادھی ان کے پھول اور سِدھی ان کا پھل ہے۔

④ ऋ یا ऋ گیان ① شبھ اچھیا ② سودو ③ تنو مانسا ④ ستواپت ⑤ اسنشکت ⑥ پدارتھ بھاونی ⑦ تریا۔ پروکش گیان پھول اور اپروکش گیان پھل ہے۔

⑤ ऋ یا ए دوئیت ① شبد ② سپرش ③ روپ ④ رس ⑤ گندھ ⑥ اچھیا ⑦ واسنا۔

① شبد۔ بادل کی گرج اور نانا پرکار کے شبدوں سے کیڑے مکوڑے مینڈک جونک وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

② سپرش یعنی میتھن سے جیوا تپن ہوتے ہیں۔

③ روپ انل پکشی وغیرہ بہت سے جیو دھار کیل ورشٹ سے پیدا ہوتے ہیں وہ سب روپ درشٹ کہلاتے ہیں۔

④ رس۔ اس سے تمام جل کے جیووں کی پیدائش ہے اور برکش کے پھل کے کیڑوں کی پیدائش بھی رس سے ہی ہوتی ہے۔

⑤ گندھ اس سے اوکھج جون کی پیدائش ہوتی ہیں۔

⑥ اچھیا سدھ ہوتی ہے۔ یوگی لوگ اپنی اچھیا سے چاہیں جیسا سروپ دھارن کرلیں اور جہاں چاہیں چلے جائیں۔ ایک کا انیک سروپ بنالیں لگھو دِیرگھ

آدک ہوجاویں اُس کو سِدھاوتی کہتے ہیں۔

(۶) واسنا سے دیوتا۔ بھوت پریت وغیرہ کی دیہہ بنتی ہے۔ یہی سات پرکار کی اوپتی ہیں۔ استری پھول اور پرش پھل ہے۔

(۶) आधेय یا आधेय استھتی (۱) اَن یعنی غلہ (۲) پانی (۳) گھاس وغیرہ (۴) مٹی (۵) پتی (۶) پھول (۷) پھل وغیرہ سامان استھتی کا ہے۔

(۷) नाश یا नाश ناش (۱) پرتھوی (۲) جل (۳) وایو (۴) اگن (۵) پگ (۶) ہاتھ (۷) دانت۔

اس کے علاوہ سیکڑوں طرح کے ہتھیار ناش کے لئے بنے سو سب انہیں کے انترگت ہیں۔

(۱۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ واسنا سے جگت اُتپن ہوتا ہے جب تک واسنا کی جڑ نہیں جاتی تب تک کبھی بھرم دور نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب گیان اُشٹی ہوتا ہے تب کچھ نہیں رہ جاتا۔ اس وجہ سے گیان ہی موکش کا سادھن ہے اور نشیش کر کے درشٹی سے جو ساکشات دیکھ پڑتا ہے وہی ساکشات بھرم کا کارن ہے اس ساکشات میں انسان پھنسا ہے مایا کے آورن سے بُدھی آگے نہیں جاتی اور دوسرا کارن کچھ نہیں۔

اشلوک

साक्षाद्दृशे षद्दृष्टिस्तु साक्षात्कारिणे विभ्रमे

करणं नान्यथा युक्त्या सत्यं सत्यं मयोदितम्

اور یہ ساکشات گھٹ پٹ وغیرہ کا بھرم۔ برہم کے پرتکش ہونے سے ناش ہوتا ہے بغیر آتما کے پرتکش ہوئے نِورت نہیں ہوتا اس لئے اُس وقت تک جتن کرتا رہے اور جب گیانی آتما سے آتما کو دیکھے اور سب وستو کا ابھاؤ جان پڑے

تب کرم کو تیاگ دینے میں کچھ دوش نہیں ہے۔

(۱۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ یوگ وشسٹھ میں تحریر ہے کہ راجہ اندر ایک دفعہ دیتوں سے ہار کر بھاگ گیا اور ان کے خوف سے ایک پرمالو میں جا کر چھپ رہا راج پاٹ تو سب چھن گیا تھا مگر دل میں اس کا سنسکار اور ترشنا موجود تھی اس کی بس سے واسنا بھر آئی اور دس پیڑھی تک اسی پرمالو میں اندر کا راج بھوگا۔

(۱۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ انسان کو بھرمانے والی اور مہا دکھ کی کارن ترشنا ہی ہے بھرتری جی مہاراج نے براگ شتک میں اس کے بارے میں ایسا لکھا ہے کہ دھن پراپت ہونے کی ابھی لاشہ سے میں نے انیک تر پرتھوی کو کھودا اور رسائن کی سدھی کے لئے پہاڑوں کی انیک دھاتوں کو پھونکا۔ دیشانتر سے دھن کی پراپتی کے لئے ناؤ وغیرہ میں بیٹھ کر سمندر کے پار بھی یاترا کی اور انیکوں جتن کر کے راجاؤں کو بھی پرسن کیا اور شمشان میں بیٹھ کر منتر سدھی کے لئے چت لگا کر انیک راتوں میں منتر بھی جپا پرنتو ایک پھوٹی کوڑی بھی مجھے پراپت نہ ہوئی ہے۔ ترشنا اب تو میرا پنڈ چھوڑ۔ میں نے انیک درگم دیشوں میں بھرمن کیا پرنتو کچھ پھل لابھ نہ ہوا۔ اپنی ذات اور کل کا ابھیمان تیاگ کر غیر آدمیوں کی سیوا بھی کی وہ بھی نشپھل ہوئی۔ انادر پورنک کوے کی طرح شنکا سہت پرائے گھر بھوجن بھی کیا دربدھ ہے پاپ کارنی ترشنا تو اب تک سنتوش گرہن نہیں کرتی دشٹوں کی سیوا کرنے میں میں نے ان کی ہنسی اور کٹر کون کے بچنوں کا سہن کیا اور دم بخود ہو کر اور آنسوؤں کو روک کر ان کے پرسن کرنے کے ہت ان کے آگے اداس من سے ہنسا اور چت کو استھر کر کے اُن ہنسی والوں کے آگے ہاتھ بھی جوڑے۔ ہے ویرتھ آشا کرنے والی ترشنا اس سے ادھک اب مجھے کیا نچاتی ہے۔ مکھ کے چرم سکڑ گئے سر کے بال سفید ہو گئے اور سب انگ شتھل ہو گئے پرنتو ایک ترشنا

جوان ہوتی جاتی ہے۔

(۱۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ واسنا دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک شدھ دوسری اشدھ۔ اشدھ واسنا کی وجہ سے اپنے واستوک سوروپ یعنی واقعی صورت کے نہ جاننے سے اناتما جو دیہہ وغیرہ تھے اس میں اہنکار کرتا ہے کہ جب اناتم میں آتم ابھیمان ہوا تب طرح طرح کی واسنا پیدا ہوتی ہے۔

یہ پانچ تتو کا شریر سب واسنا روپ ہے اور واسنا سے کھڑا ہے جیسے مالا کے دانے دھاگے کے سہارے گوندھے رہتے ہیں۔ واسنا کے ٹوٹ جانے سے پنچ تتو کے شریر کا بھی ابھاؤ ہو جاتا ہے۔ اشدھ واسنا جنم مرن کا کارن ہوتی ہے یہہ اگیان کی واسنا ہے۔

دوم شدھ واسنا میں جگت کا ابھاؤ بالکل یقین ہو جاتا ہے اور یہ واسنا جنم مرن کا کارن نہیں ہوتی۔ یہ گیانی کی واسنا ہے۔ میں پدارتھ روپ ہوں میں ایسے جیتا ہوں ان کے بغیر نہیں جی سکتا۔ یہ جو ہردے میں نشچے ہے اس کو تیاگ کرکے بچارے کہ نہ میں پدارتھ ہوں نہ میرے پدارتھ ہیں ایسی بھاؤنا کرنے والے پرش جیون مکت کہلاتے ہیں اور اس نے جو واسنا کا تیاگ کیا ہے وہ دیہہ تیاگ ہے اور جس پرش نے من سہت دیہہ سنا کا تیاگ کیا ہے اور اس واسنا کا بھی تیاگ کیا ہے وہ ہیہ تیاگ ہے اس سے بدیہہ مکت پراپت ہوتی ہے۔ پرم تتو میں ستھتی ہونا یعنی پراپتر جس کو کہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔

(۱۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ شاریرک اور مانسک دو طرح کی بیماری ہوتی ہیں۔ مانسی روگ کو آدھی اور شاریرک کو ویادھی بھی کہتے ہیں۔ شریرک دھی دوا۔ پن دان کرنے سے دور ہو جاتی ہے اور آدھی من کی صفائی سے دور ہوتی ہے مگر یہ دونوں طرح کی بیماریاں واسنا سے پیدا ہوتی ہیں جڑ اُن کی یہ ہے۔

(۱۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ اہنکار کام وغیرہ کے مقامات کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اِرکھا اور وِردھ ست سنگی کو ابھیاس کی طرف سے ہٹا کر نیچے کو گراتے اور پھیلاتے ہیں اور من اور اندریوں کو ایکاگر ہو کر دھیان اور بھجن میں نہیں لگنے دیتے۔ یہ سب من کے وِکار ہیں۔ من ان کی اور دسوں اندریوں کی ترنگوں میں نڈر اور نرلج ہو کر بے تکلف برتتا ہے۔

۱ اہنکار۔ اس کی جڑ وہیں ہے جہاں سے کہ آہنگ شبد کا ظہور ہوا۔ یہ آہنگ سب سے زبر ہے اور سب سے پیچھے اس کا پورا پورا آؤ بھاؤ ہوگا۔ مان بڑائی کی چاہ اسی آہنگ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ انیک طرح کے مان جیسے۔ ذات پات، خاندان یا گھرانا۔ دھن اور حکومت۔ وِدیا اور ہنر۔ روپ اور سب طرح کی طاقت۔ عزت اور حرمت۔ بزرگوں کی امیری۔ راجہ اور امیروں کی دوستی۔ بیراگ اور تیاگ اور ابھیاس وغیرہ کا اہنکار۔ جب تک یہ مان من سے دور نہ ہوں گے یا کسی قدر ڈھیلے نہ پڑیں گے تب تک سچے مالک کی پریت اور سچی دِینتا پراپت نہ ہو گی۔

(۱۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ (۱) استری کا سمرن کرنا (۲) شرنگار رس کی کتابوں کو پڑھنا، ایسے راگوں کو گانا (۳) استری کی مدھر بانی کان دے کر یعنی توجہ سے سننا (۴) نگاہ بھر کے ان کے روپ کو دیکھنا (۵) استری سے ہنسی ٹھٹھا کرنا (۶) استری سے تنہائی میں بات چیت کرنا (۷) ان سے ملنے کی تدبیر سوچنا اور کوشش کرنا (۸) اسپرش۔ یہ سب میتھن میں داخل ہیں۔ برہمچریہ ان سے علیحدہ ہے۔

(۲۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کام سے دس چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) شکار کھیلنا (۲) جوا یا پانسا کھیلنا (۳) دن میں سونا (۴) دوسرے کا عیب ظاہر کرنا (۵) عورت کی

خدمت کرنا یا ان سے زیادہ ملنا (۶) شراب وغیرہ منشیہ اشیاء کا استعمال کرنا (۷) ناچنا یا ناچ کرا کر دیکھنا (۸) گانا (۹) بجانا (۱۰) بے فائدہ گھومنا۔ اس میں شکار، پانسا۔ عورت کی خدمت اور شراب زیادہ زبوں ہیں۔

(۲۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کرودھ سے یہ آٹھ چیزیں پیدا ہوتی ہیں (۱) بغیر جانے عیب کو کہنا یعنی چغلی کھانا (۲) بن بچارے اور جبراً کسی کی عورت سے بدفعلی کرنا۔ (۳) دغا سے مارنا (۴) کینہ رکھنا اور دوسرے کی عظمت کو نہ سہنا (۵) کسی کے ہنر میں عیب لگانا یعنی اوصاف کو نقص سمجھنا (۶) ارتھ کو چرانا خواہ جو چیز دینے کے قابل ہے اس کو نہ دینا۔ (۷) سخت زبانی سے گفتگو کرنا (۸) ڈنڈے سے تاڑنا کرنا۔ اس میں آخرالذکر تین چیزیں زیادہ زبون ہیں۔

(۲۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب مرضی کے مطابق کام نہیں ہوتا ہے تو غصہ آتا ہے۔ اس وقت یہ خیال کرنا چاہیے کہ ایک وقت ایسا ہوگا کہ ہماری سب شے دوسروں کے تصرف میں آجائے گی۔ جس طرح سے چاہیں گے کریں گے اس وقت ہم غصہ کہاں اور کس پر کریں گے پس ہم کو چند روزہ عمر تلخ اور دوسروں کی دل شکنی نہ کرنی چاہیئے ٹوٹا ہوا دل ہرگز نہیں بنتا ہے۔

(۲۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ حسد بڑی بری بلا ہے حاسد ہمیشہ حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ حاسد دوسرے کا کچھ نقصان نہیں کرسکتا مگر اپنی کا یا تجاتا رہتا ہے۔ نقل ہے کہ تین شخص سفر میں ایک جگہ جا ملے۔

ایک نے پوچھا کہ بھائی تم کیوں گھر سے روانہ ہوئے ہو؟

اس نے جواب دیا کہ ہمارے گاؤں میں ایک دولت مند اور رتبہ والا شخص ہے اس کی بڑائی اور خوش حالی دیکھ کر میرا ایسا جی جلتا تھا کہ میں مجبور ہو کر

گاؤں سے نکل آیا ہوں۔

ان دونوں نے بھی کہا کہ ہمارا بھی ایسا ہی حال ہے وہ تینوں ملکر سفر کرنے لگے۔ آگے چل کر ان کو ایک اشرفیوں کی تھیلی ملی۔ اب تو ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ان دونوں کو کچھ نہ ملے اور سب میں ہی لے لوں۔ اس لئے نہ تو آپس میں بانٹ سکتے تھے اور نہ تھیلی چھوڑنے کا حوصلہ تھا۔

تین دن رات بلا کھانے پانی کے گزر گئے، اتفاقاً ادھر سے بادشاہ کی سواری نکلی اور تینوں کو بیٹھا دیکھ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ کیا کر رہے ہو اور کیسے بیٹھے ہو؟

انھوں نے عرض کیا کہ یہ تھیلی ہم کو ملی ہے اس کو ہم بانٹ نہیں سکتے اور اوّل ان میں سے ایک نے اپنا حال اس طرح پر بیان کیا کہ :-

"میرا یہ منشا ہے کہ میں کسی کا بھلا نہ کروں اور کوئی مجھ سے فائدہ نہ اٹھائے۔

دوسرے نے عرض کیا کہ :-

حضور یہ تو بہا تما شخص ہے، میری طبیعت ایسی ہے کہ اگر کوئی دوسرے کے ساتھ بھلائی کرے تو میں عرصہ تک جلتا ہوں۔

تیسرے نے کہا کہ :-

جہاں پناہ یہ دونوں تو پارسا ہیں میرا تو یہ مطلب ہے کہ کوئی کسی کے ساتھ نیکی کے بدلے میں نیکی نہ کرے تاکہ نیکی اور شکر گزاری کا نام ونشان ہی دنیا سے مٹ جائے۔

ان کی بات سن کر بادشاہ متعجب ہوا اور سوچا کہ جہاں ایسے شخص ہوں وہاں نہ معلوم کیا قہرِ خدا نازل ہو اس لئے پہلے کو دیش سے نکالا۔ دوسرے کو پھانسی دی اور تیسرے کو دھوپ میں ٹنگوادیا تاکہ لٹکا لٹکا سوکھ کر مر جائے۔

(۲۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ شہوت میں کچھ لذت ہے۔ کرودھ میں جوش ہے اور خطرہ ہ

موہ میں سچی نہیں تو جھوٹی محبت ہے۔ اہنکار میں مان بڑائی کا خیال ہے لیکن لوبھ یعنی لالچ ایسا ذلیل ہے کہ باوجود دولت کی موجودگی کے انسان نہ تو آپ خود کچھ لطف اور مزہ اٹھا سکتا ہے اور نہ اور کو اٹھانے دیتا ہے۔ لالچ انسان کو ہر فرد و بشر کی نظروں میں بہت ہی حقیر اور ہیچ بنا دیتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو لالچ ہی ان باقی چاروں کی جڑ ہے۔

(۲۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ پیٹ کی لپیٹ ایسی بلا ہے کہ کیا گرہستی کیا سادھو سب کو بے بس کر دیتی ہے۔ بھوک کے غلبہ میں انسان کو اچھے بُرے کی تمیز نہیں رہتی۔ دانوں میں وشوامترجی کی کتھا سنی تھی کہ:۔

بھوک سے تنگ آکر وہ مردہ گوشت کھانے پر آمادہ ہو گئے تھے مگر چھپن[۵۶] کے کال میں مال واڑ میں اس سے بھی زیادہ غم ناک اور عبرت ناک سانحے دیکھنے اور سننے میں آئے۔

مقام سانبھر میں ایک سیٹھ جی روٹی بانٹا کرتے تھے اور فی کس چہ عورت وچہ مرد اور چہ بہ وچہ کہ ایک روٹی دیتے تھے۔ اکال کی ماری ایک عورت کی گود میں قریب تین سال کی لڑکی تھی وہ دو روٹی روز لیجایا کرتی تھی قضائے الٰہی سے وہ لڑکی مر گئی اور اس کی ماں نے یہ سوچ کر کہ اگر اس کو دفن کر دوں یا جلادوں گی تو صرف ایک روٹی مجھکو ملا کرے گی۔ اس لئے اس کی موت کا حال کسی پر ظاہر نہ کیا اور روٹی لینے کے وقت اس نعش کو چھاتی سے لگا کر لے آتی تھی اور دو روٹی مانگ کر لیجاتی تھی۔ اس طرح پر کئی دن تک اس نے کیا۔ آخر کو وہ نعش بالکل سڑ گئی اور بہت تعفن شروع ہوا تو دیکھ بھال شروع ہوئی۔ اسوقت پتہ چلا اور عورت نے لڑکی کے کئی دن پیشتر مرنے کا حال کہا۔

سیٹھ جی نے یہ حال معلوم کر کے اس لڑکی کی نعش جلوادی اور اس عورت کی چار روٹیاں مقرر کر دیں۔ لیکن لوبھ یعنی لالچ ایسی بری بلا ہے کہ

انسان اس کے پھندے میں پھنس کر اپنا بھی پیٹ کاٹنے پر اتر آتا ہے اور دوسروں کو دینا تو درکنار اپنے کھانے پینے کا بھی نہیں رہتا۔ انھیں ایام کا ذکر ہے کہ سانبھر میں ہی ایک کنگلا بازار میں تن برہنہ پھرا کرتا تھا اور جھوٹی پتلوں سے جھوٹن چن چن کر کھاتا تھا۔

ایک دن بازار میں بیٹھا تھا کہ کتا اس کی کوئی چیز لے کر بھاگا۔ بھوک اور فاقہ سے ایسا کمزور اور دبلا ہو گیا تھا کہ کتے کا تعاقب نہ کر سکا لیکن چیخنے لگا کہ ہائے کوکر مہاری باٹی لے گیو اور زمین پر لوٹنے اور سر ماتھا کوٹنے لگا۔ بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور اس سے کہا کہ روتا کیوں ہے چل ہم تجھ کو بھر پیٹ روٹی کھلا دیں گے باٹی لے گیا تو لے جانے دے۔

مگر ان باتوں سے اس کی ڈھارس نہ بندھی۔ جب اس کو بہت بے کل دیکھا تو ایک شخص نے کہا کہ ارے سچ بتا باٹی تھی یا کچھ اور تھا۔ تب اس نے جواب دیا کہ مہاراج باٹیوں میں اشرفی بھری تھی۔ پھر تو لوگ چاروں طرف دوڑے۔ آخر وہاں منڈی میں کتے کو جا لیا اور گھیر باندھ کر وہ چیز چھڑائی۔

بہت ہی میلے سے کپڑے میں چار باٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ جب اس کے پاس لائے تو اس نے ان کو لے کر اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ وہ باٹیاں ایسی سخت ہو گئی تھیں کہ پتھر کی ضربوں سے توڑیں تو ہر ایک باٹی کے اندر سے اشرفیاں نکلیں۔ تمام آدمی اس کی حالت دیکھ کر تعجب کرنے لگے اور زیر نگرانی رکھ دیا کہ کہیں کوئی شخص اس کو مار کر اشرفیاں نہ چھین لے۔

(۲۶)

ایک بار ارشاد ہوا کہ اہنکار میں تمام سنسار پھنسا ہوا ہے۔ جیو کی پانچ اوستھا جاگرت سوپن سکھپت تریا اور تریاتیت اور ان کی پانچ دیہہ کا استھول سوکشم کارن مہا کارن اور کیولیہ یہ سب اہنکار کے بندھن کے کارن ہیں استھول دیہہ کا ابھیمانی اپنے کو بڑا بدھی مان سمجھتا ہے اور تمام کلا کوشل کا پرکاشک اور سب کا

گیا تا جاتا ہے مگر جب جیو سوپن اوستھا میں پر ویش کرتا ہے تو عقلمند سے عقلمند آدمی بھی مورکھ اور اگیانیوں جیسے کام کرتا ہے جس سے الپ بدھی والا پرش بھی گھرنا کرتا ہے۔

تمام ودیا اور دھن کے ابھی مانیوں کو بچار کرنا چاہئے کہ جب ان کی جڑ یعنی ودیا اور دھن کا دوسری ہی اوستھا میں ناش ہو جاتا ہے تو تیسری اور چوتھی اوستھا میں ان کی کیا گتی ہوگی۔ جیسے جاگرت اوستھا کا اہنکار راست ہے ویسی ہی سپن اوستھا کی تمام سامگری اور اس کا اہنکار مِتھیا ہے اس طرح تمام اوستھاؤں کے پدارتھ اور اہنکار مِتھیا ہیں۔ ان پانچ شتروں کے پرے چھٹا ہنس سروپ ہے جس میں پراپت ہو کر اہنکار نشٹ ہو جاتا ہے اور جیو اپنے یتھارتھ سروپ کو پراپت ہو جاتا ہے۔

(۲۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ برہمن اور ٹکسالی مورت (سادھو) ان کو گیان مشکل سے ہوتا ہے۔ راجہ تو اپنے کو دیش اور ملک کا راجہ اور سرتاج سمجھتا ہے اور اس کا اہنکار اور مد اسکو ہوتا ہے اس لئے دوسرے کی بات ماننے میں اپنی ہتک سمجھتا ہے اور من کے موافق برتنا چاہتا ہے۔ کسی کی روک ٹوک اور مداخلت منظور خاطر نہیں اور برہمن اپنے کو قوم کا راجہ اور سرتاج سمجھتے ہیں اور اپنے سے بڑا کسی کو ماننے میں اپنی توہین سمجھتے ہیں قوم کے اہنکار میں پھنس کر ہین ہونا یا کسی کی بات ماننا پسند نہیں کرتے اور اپنے من کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔

ٹکسالی مورت یعنی بھیک دھاری سادھو بھی کسی کی شکشا سننے اور اپدیش قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم نے بھیک دھارن کر لیا تو ہم سب سے بڑے درجے پر ہو گئے۔ اب کسی سے جا کر پوچھنے اور سمجھنے میں اپنی ہسکی دیکھتے ہیں اور مان کے خیال سے جگیاسا نہیں کر سکتے۔ جگت گرو برہمنا اور برہم گرو سنیاسی کا کلمہ کہتے ہیں کہ ہم برہمنوں سے بھی اونچے درجے پر ہیں۔ اگر ہم کسی سے کچھ پوچھیں گے

تو مان گھٹے گا۔ اس مان بڑائی کے خیال میں ہی یہ تینوں گیان سے محروم رہ جاتے ہیں۔

لیکن اگر ان میں سے کوئی اپنے راج یا ودیا یا بھیکھ کے اہنکار کا تیاگ کردے گا سو بن جائے گا تو پھر وہ شخص ہوتا بھی یکتائے زمانہ ہی ہے ان میں سے جو کوئی نکلتا ہے وہ اپنے وقت کا لاثانی ہی ہوتا ہے۔

(۲۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک راجہ بڑی شان و شوکت اور فوج سپاہیوں کے ہمراہ شکار کو تیار ہوا اور بہت اچھے اچھے کپڑے و زیورات پہنے اور بہت اچھے گھوڑے پر سوار ہو کر بڑے ابھی مان اور اکڑ کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب کچھ فاصلہ پر پہونچا تو ایک شکستہ حال آدمی نظر پڑا۔ اس نے اس سے عرض کیا کہ میں تنہائی میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اول تو راجہ نے ابھی مان سے اسکی بات تک نہ سنی جب اس نے بہت منت و سماجت کی تو کہا کہ وہ کان میں کہنے کی بات ہے۔ جب راجہ نے یہ بات منظور کر لی تو اس شخص نے کہا کہ میں ملک الموت ہوں اور آپ کی جان قبض کرنے آیا ہوں۔

راجہ سن کر خوف سے پیلا پڑ گیا اور بولا کہ مجھ کو اپنے رشتہ داروں اور بال بچوں سے ملنے دو۔

فرشتہ نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔

راجہ مجبوراً بولا کہ اچھا میں گھوڑے سے تو نیچے اتر آؤں۔

فرشتے نے کہا کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا، اور گھوڑے پر سوار ہی اس کی جان قبض کر لی۔

سب اہنکار دھرا رہ گیا اور سب اکڑ دھول میں مل گئی۔

(۲۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک چیتا ایک بھیڑیا اور ایک لومڑی نے ایک بارہ سنگا

ایک ہرن اور ایک خرگوش مارا۔ بھیڑیے اور لومڑی نے خیال کیا کہ چیتا اپنے آپ حصّہ کرکے ہمارا حق ہم کو دے دیگا۔ اس بات کو چیتے نے بھی معلوم کر لیا اور کہا کہ میں تمہارے دل کی بات جان گیا ہوں، اچھا بھیڑیے میں نے تم کو اپنا نائب مقرر کیا تم فیصلہ کر دو۔

بھیڑیے نے کہا کہ تو بڑا ہے اور بارہ سنگا بھی بڑا ہے اس لئے یہ تیرا ہے اور میں درمیانہ ہوں اور ہرن بھی درمیانہ ہے اس لئے یہ میرا ہے اور لومڑی چھوٹی ہے اور خرگوش بھی چھوٹا ہے اس لئے یہ اس کا ہے۔

بھیڑیے کی یہ بات سن کر چیتا غصہ میں آگیا اور بولا کہ تو نے مجھے کیا سمجھا اور اپنے تئیں کیا سمجھتا ہے جو میرے سامنے کہتا ہے کہ میں ایسا ہوں اور یہ میرا حصّہ ہے یہ میں میرا اور تو تیرا کیا کہتا ہے۔ تم کون ہو اور کیا ہو اور اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔ اور تم میری نسبت کیا خیال کرتے ہو؟ ادھر آؤ، اور بھیڑیے کو پاس بلا کر ایک تھپڑ مار کر بھیڑیے کو مار ڈالا پھر لومڑی سے بولا کہ :۔

"اب تو حصّہ کر" اس نے بھیڑیے کی حالت نگاہِ عبرت سے دیکھی اور بولی کہ آپ بادشاہ اور مالک ہیں۔ یہ بارہ سنگا چونکہ بڑا جانور ہے اس لئے آپ کے صبح کے ناشتے کے لئے موزوں ہوگا اور ہرن چونکہ درمیانہ ہے دوپہر کی رسوئی کا کام دیگا اور خرگوش چھوٹا ہونے کی وجہ سے آپ کی شام کی بیالو ہو جائے گا۔

چیتا یہ بات سن کر بہت خوش ہوا اور بولا کہ تو نے یہ حکمت کس سے سیکھی؟ اس نے عرض کیا کہ :۔

"حضرت دور کہاں جاؤں بھیڑیے کا حشر و انجام میری نگاہ کے سامنے موجود ہے"

چیتے نے خوش ہو کر کہا کہ تو نے انصاف کی بات کہی اور اپنا آپا اور خودی نکال دی تو مجھ کو بھی انصاف کرنا چاہیئے اس لئے یہ تینوں شکار میں نے تجھ کو بخش دیئے ہیں اور شکار کر لوں گا۔

بکری جو میں میں کرے وہ تو گل کٹائے
مینا جو میں نا کہے سب ہی کے من بھائے

(۳۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ انتہ کرن بطور انترنگ سبھا کے ہے جس میں چار آدمی شامل ہیں یا یوں کہو کہ ایک آدمی کے سپرد چار طرح کا فعل ہے۔

ایک شخص کسی بات یا کام کی تجویز پیش کرتا ہے دوسرا اس پر خیال کرکے اس کو مضبوطی دیتا ہے اور پختہ کرتا ہے۔ تیسرا اس کے نشیب و فراز کو سوچ کر رائے قائم کرتا ہے چوتھا اس کو منظور کرتا ہے اس وقت اس کا عملدرامد ہوتا ہے۔ ویسی ہی من کی پھرنا ہوتی ہے اور چت سے شے مطلوبہ یا خیال زیر تجویز کو تقویت دی جاتی ہے اور بدھی سے اس کے مفید یا غیر مفید ہونے پر رائے قائم کی جاتی ہے اور پھر اہنکار اس کو اپنی ذات سے منسوب کرکے قبول کر لیتا ہے۔

اس تجویز کے پرینام کا نام برتی ہے یعنی انتہ کرن جس بات کو پیش کرکے و خیال کرکے وہ سوچ کر اور مان کر قائم کرتا ہے وہی برتی بن کر ظاہر ہوتی ہے اس کے ظہور کا ذریعہ بانی ہے یہ بھی چار قسم کی ہے۔ پرا۔ پشینتی۔ مدھما بیکھری۔ پرا بانی نابھی میں رہتی ہے اور وہاں سے انتہ کے حکم یعنی برتی کو لیکر چلتی ہے تو ہردے میں آکر ٹھہرتی ہے وہاں سے پشینتی کا روپ دھارن کرکے آگے گلے تک حکم پہونچاتی ہے اور گلے میں مدھما ہوکر آگے چلتی ہے اور منہ تک آتی ہے اور پھر وہاں سے بیکھری ہوکر باہر نکلتی ہے اس وقت انتہ کرن کے حکم کا ظہور ہوتا ہے جیسے آگرہ سے پیشاور کو تار دیا جائے تو دہلی لاہور وغیرہ مقاموں میں ٹھہر کر آتا ہے وہاں وہ اخفا میں رہتا ہے لیکن پیشاور میں جس کے نام تار ہے اس کو مل جاتا ہے اور کل حال روشن ہو جاتا ہے۔ جاگرت سپن سکھپت اور تریا جو چار وستھا رکھی ہیں ان میں سے ہر ایک میں انتہ کرن کا ہی ظہور ہوتا ہے مگر جس حالت میں

اس کا زیادہ قیام ہوتا ہے وہی حالت اس جیو کی کہی جاتی ہے یعنی جس کے انتہ کرن کا در یہ ابھیاس جاگرت میں ہوتا ہے اس کی اوستھا جاگرت مانی جاتی ہے۔ جب سپن میں زیادہ ہوتا ہے تو سپن اوستھا کہی جاتی ہے۔ جس کے انتہ کرن کا قیام اور زور سکھوپت میں زیادہ ہوتا ہے اس کی سکھوپت اوستھا سمجھنی چاہیئے جس کی استھتی تریا میں زیادہ ہو تو اس کو تریا اوستھا سے منسوب کرتے ہیں۔

(۳۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جو شخص آجکل کاروبار دنیاوی میں بڑا چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے اور خوب طرح سے کتر بیونت کر سکتا ہے اور طرح طرح کے نئے کام اور نئی ودھی باتیں ایجاد کر سکتا ہے اور بنا سکتا ہے وہ بدھیمان کہلاتا ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کی بدھی بڑی تیز ہے گو یہ بھی بدھی کا ایک ادنیٰ ظہور ہے لیکن بدھی کا گھر دور ہے۔ خواب غفلت سے جاگنے کے بعد جب تک انسان کو کسی دنیاوی اشیاء کا خیال نہ ہو اور صرف اپنی ہستی کا خیال ہو وہ حالت بدھی سے کچھ کچھ مشابہ ہے جب بدھی کے جاننے اور سمجھنے میں ایسا مغالطہ کھایا ہے تو پھر ضمیر کا سمجھنا تو بہت ہی مشکل بات ہے اور انُوبھو اور حالت اشراق کی تو بات ہی کیا کہی جاوے مگر آج کل تو کسی کے دل میں ذرا سا بھی کسی خیال کا ظہور ہوا اور اس کو انوبھو الہام جو جی میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں۔

(۳۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ آدمیوں کی بدھی تین طرح کی ہوا کرتی ہے۔ (۱) تیلیہ۔ (۲) موتیا (۳) نمدا۔ (۱) تیلیہ بدھی اس طرح کی ہوتی ہے کہ تیل کی ایک بوند بھی بہت سے پانی میں ڈالدو تو وہی آہستہ آہستہ پھیل کر تمام پانی کے اوپر پھیل جاتا ہے اور طرح طرح کے رنگ اور نقش پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح سے تیلیہ بدھی والے اشخاص اشارے میں بات سمجھ جاتے ہیں اور ذرا سی بات سن کر ان کی بدھی ایسے پھیلتی ہے اور اس میں سے ایسے ایسے مضامین اور

باتیں وچار کر لاتے ہیں کہ رائی کا پہاڑ بنا کر کھڑا کر دیں اور بات کی تہہ تک پہونچ جائیں۔ یہ اعلیٰ درجے کی بدھی ہوتی ہے۔

دوسری موتیا بدھی کا یہ حال ہے کہ جیسے موتی میں جتنا چھید کیا جائے اُتنا ہی قائم رہتا ہے اور اتنا ہی ڈورا اس میں آتا ہے۔ اسی طرح سے موتیا بدھی والے اشخاص جتنی بات سنتے ہیں اتنی ہی دل میں رکھ لیتے ہیں اور بڑھاؤ اور پھیلاؤ نہیں دے سکتے ہیں مگر اس کو یاد رکھنے میں پکے ہوتے ہیں اور بات کو گنواتے نہیں۔ یہ اوسط درجے کی بدھی ہوتی ہے۔

تیسرے نمدا بدھی کی نمدے کی سی حالت ہوتی ہے کہ نمدے میں سوئی گھسیڑ دو تو چھید ہو جاتا ہے اور نکال لو تو سمٹ کر چھید بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے جو بات ان سے کہی جائے اس وقت تو ان کی بدھی میں سما جاتی ہے اور بہت ٹھیک اور بہت درست کہہ کر مان لیتے ہیں مگر جہاں اس جگہ سے اٹھے یا کچھ عرصہ گزرا بس پھر بات آئی گئی ہو گئی۔ گویا اِس کان سے سنی اور اُس کان سے نکال دی۔ انکے دل پر نقش نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے نہ تو وہ اس پر عمل کر سکتے ہیں اور نہ اس سے کوئی نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ یہ ادنیٰ درجے کی بدھی ہوتی ہے۔

(۳۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ دیس کال اور پاتر کے سنجوگ سے پرالبدھ کرم ایسے آن موجود ہوتے ہیں جیسے بچھڑا ہزاروں گایوں میں اپنی ماتا کو ڈھونڈھ لیتا ہے اسی طرح سے کرم اپنے کرتا کو ڈھونڈھ لیتے ہیں۔

(۳۴)

ایک روز ایک شخص نے عرض کیا کہ نشکام کرم میں آدمی اپنی خواہش اور تمنا پوری ہونے کے واسطے بڑی گرم جوشی سے محنت کرتا ہے اور اس کام کو بڑی رغبت اور شوق سے انجام دیتا ہے اور جب تمنا پوری ہو جاتی ہے تو اس کا اجر بھی مل جاتا ہے گویا دوگنی خوشی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس نشکام کرم رو رو کر بڑی

بے رغبتی سے ہوتا ہے اور بعدہٗ کوئی تمنا چونکہ فاعل کو تو ہوتی نہیں ہے اس لئے اس کے خیالات کے مطابق اس کا اجر بھی اس کو کچھ نہ ملے گا روتے گئے جھینکتے آئے کی مثل ہوئی۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔ کسی شہر میں ایک بڈھی بیوہ رہتی تھی اس کے ایک لڑکا تھا چکی وغیرہ پیس کر اپنا اور لڑکے کا پیٹ بھرتی تھی۔ ایک دن بادشاہ کی سواری نکلی دھوم دھڑکے اور ہل پکار کی آواز سن کر یہ لڑکا بھی دیکھنے کو دوڑا۔

دیکھتا کیا ہے کہ ایک سواری نہایت شان وتجمّل اور دھوم دھام سے چلی آتی ہے۔ ایک زرق برق لشکر ہمراہ ہے۔ ہاتھی گھوڑے اونٹ ہر طرح کے ساز وسامان سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔ رتھ اور گاڑیوں کی قطار لگی ہوئی ہے قسم قسم کے باجے بجتے ہیں اور ایک بڑے شاندار رتھ میں بادشاہ سلامت سوار ہیں۔

جب سواری نکل گئی تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بادشاہ نے مجھ سے تو بات بھی نہیں کی۔

اس پر سب نے اس کا مخول اڑایا کہ سبحان اللہ منہ بھی اسی لائق ہے کہ آپ کی بادشاہ مزاج پرسی کرتے۔ یہ بات اس کے دل میں چبھ گئی اور اس نے عہد کر لیا کہ اب تو بات جب ہی ہے کہ بادشاہ خود مجھ سے میرے حالات دریافت کرے۔ مگر جس کسی سے وہ اپنی بات کہتا وہی اس سے ہنسی کرتا۔

ایک مرتبہ شہر سے باہر ایک فقیروں کی جماعت آکر ٹھہری۔ یہ وہاں جاکر فقیروں کی خدمت کرنے لگا اور ان کے کام کاج ایسی خوبی اور تندہی سے کرے کہ وہ لوگ اس سے بہت خوش ہوئے اور روانگی کے وقت اس سے کہا کہ بھائی تو نے ہماری خدمت کس محنت کری ہے۔ اب جو کچھ تجھ کو درکار ہے مانگ لے۔

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ مہاراج میرا یہ منورتھ ہے کہ بادشاہ مجھ سے یہ پوچھے کہ "کیوں بھائی تیرا کیا حال ہے تو کیا چاہتا ہے"۔ اگر یہ آپ کرسکیں تو

کر دیجئے۔ یہ سن کر وہ بھی دنگ رہ گئے کہ یہ کیسا منور تھب ہے اور کہا کہ بیٹا، بیٹی، دلہن دولت جو درکار ہو مانگ لے یہ کیا فضول بات ہے۔

اُس نے کہا کہ فضول اور فائدہ مند جو کچھ ہے یہ ہی ہے اگر اس کو پورا کر سکو تو کر دو ورنہ اور کچھ مجھ کو درکار نہیں ہے۔

مہاتما نے کہا کہ اچھا ایک ترکیب تجھ کو بتاتے ہیں اس کو کرنا۔ بادشاہ کا فلاں جگہ جو محل بن رہا ہے تو کل سے وہاں ٹوکری لیجا کر مزدوری کا کام شروع کر دے اور خوب محنت اور دل سے کام کیا کر، مگر جس وقت مزدوری بٹے اس وقت وہاں سے چل دینا اور مزدوری ہرگز نہ لینا۔ اگر کوئی مزدوری دینا چاہے تو اس سے کہہ دینا کہ :-

"مزدوری مزدوروں کو دو۔ میں تو اپنے گھر کا کام کرتا ہوں اس کی کیا مزدوری لوں!"

حسبِ ایما مہاتما صاحب لڑکے نے دوسرے روز سے اس عمارت پر جا کر کام کرنا شروع کر دیا اور ایسی محنت سے کام کرنے لگا کہ جتنی دیر میں اور مزدور ایک ٹوکری لائیں یہ اتنی دیر میں دو یا تین ٹوکریاں پٹکے۔ مہتمم اس کے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ نیا مزدور ہے اس لئے اتنی سرگرمی سے کام کرتا ہے مدو ایک روز میں یہ بھی وہی ٹیگے گز کی چال چلنے لگے گا۔ لیکن شام کو جب وہ مزدوری بانٹنے لگا تو اس کو ہرچند تلاش کیا اس کا پتہ نہ ملا۔ آخر کار جب کئی روز اس کو اسی محنت سے کام کرتے اور مزدوری لینے کے وقت غائب پایا تو اس سے پوچھا کہ :-

"تم مزدوری کیوں نہیں لیتے؟" تو اس نے مہاتما کی بتائی ہوئی بات کہہ دی۔ یہ سن کر مہتمم کو اور بھی تعجب ہوا اور اسکو کئی مرتبہ مزدوری دینی چاہی مگر ہر وقت اسنے یہی جواب دیا۔

یہ بات رفتہ رفتہ بہت سے آدمیوں کے کانوں تک پہونچ گئی۔ ایک روز

بادشاہ سلامت خود محل کے ملاحظہ کے لئے تشریف لائے اوقتنی دیر وہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اس کو برابر آتے جاتے دیکھ کر کہا۔

"یہ مزدور بڑا محنتی ہے اس نے ذرا سی دیر میں کس قدر چکر لگائے ہیں۔ آج اس کو کچھ زیادہ مزدوری دینا"۔

مہتمم نے عرض کیا کہ "حضور اس کا عجب حال ہے۔ اس کو قریب دو تین ماہ اسی محنت اور مشقت سے کام کرتے ہو گئے اور ہر وقت ایسی ہی سرگرمی سے کام کرتا ہے اور طرفہ تر یہ معاملہ ہے کہ مزدوری نہیں لیتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ یہ تو میرے گھر کا کام ہے اس کی کیا مزدوری لوں"۔

بادشاہ کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا اور لڑکے کو بلا کر کہا کہ "کیوں بھائی تیرا کیا حال ہے اور تو کیا چاہتا ہے اپنی مزدوری کیوں نہیں لیتا"۔ بس یہ بات سن کر لڑکا ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور بولا کہ۔

"سرکار آج میں نے اپنی سب مزدوری بھر پائی اب کچھ باقی نہیں ہے"۔ یہ جواب سن کر سب متعجب ہوئے اور دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میرا یہ منور تھ تھا کہ آپ خود مجھ سے یہ کہیں کہ:۔

"کیوں بھائی تیرا کیا حال ہے تو کیا چاہتا ہے"۔ وہ آج آپ کی زبان سے سن لیا۔ اب مجھ کو کچھ درکار نہیں بس یہ ایک تمنا تھی سو پوری ہو گئی۔

اس بات سے بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ یہ کوئی عجیب آدمی ہے اسکی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس نے ذرا سی بات کے لئے اتنی محنت اٹھائی اور خوش ہو کر اس کو اپنے ہمراہ لے گیا اور ایک خاص عہدے پر مقرر کر دیا۔

اس نے اس عہدے کا کام ایسی خوش اسلوبی اور تندہی سے انجام دیا کہ بادشاہ کے دل میں جگہ ہو گئی اور اتفاق سے وزارت کا عہدہ خالی ہونے پر اس کو اپنا وزیر بنا لیا، اور بعدہٗ اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی بھی اس کے ساتھ کر دی۔ جب بادشاہ کی مرگ کا وقت قریب آیا تو چونکہ اس کے کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی اس لئے اس داماد

کو ہی سلطنت سپرد کی۔

یہ فرما کر شری مہاراج کہنے لگے کہ اگر وہ لڑکا مزدوری لے لیتا تو ۲ دو ماہ کی مزدوری زیادہ سے زیادہ بیس ۲۰ روپے ہوتی اور دیکھو صرف ۲ دو ماہ کے نشکام کرم کرنے سے ایک بیوہ کا لڑکا بادشاہ بن گیا تو کیا خدا کی درگاہ میں نشکام کرم فضول جائے گا۔

(۳۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ اُتّم کرم کرنے سے ہردے شدھ ہوتا ہے اور شدھ ہردے کی یہ نشانی ہے کہ پرمیشور کے چرنوں میں پریتی ہو اور پریتی کی یہ پہچان ہے کہ وشیوں کا تیاگ ہو جائے۔

(۳۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک غریب شخص نے کسی سادھو کو بھوجن کے واسطے نیوتہ دیا مگر اس وقت اس دنیا دار کے گھر میں کچھ بھی موجود نہ تھا۔ یہاں تک کہ ساگ میں ملانے کو نمک بھی گھر میں نہ تھا اس لئے الونا ساگ بڑے بھاؤ کے ساتھ سادھو کے سامنے رکھ دیا۔

اس نے اس کو کھا کر آشیرواد دیا جس کی وجہ سے اسکو بڑی دولت نصیب ہوئی یہاں تک کہ اس شہر کے حاکم کو بھی اس کی دولت و حشمت دیکھ کر رشک پیدا ہوا اور فقیر کی دعا کا حال معلوم کر کے اس کو ڈھونڈوا کر بلایا اور اپنی رسوئی میں کھانا کھلایا۔

حاکم کے رسوئیے نے گرم گرم کھانا اس کو دیا۔ فقیر کو ہاتھ پر کھانا رکھ کر کھانے کی عادت تھی جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ جلنے لگا۔ جب فقیر کھانا کھا چکا تو قدرت الٰہی سے حاکم کے گھر پر ایسی آگ برسی کہ کل مکان جل کر تباہ ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ نشکام کرم کرنے کا نتیجہ اور ہوتا ہے اور رشک سے

جو کام کیا جاتا ہے اس کا پھل اور ہوتا ہے۔

(۲۷)

ایک روز تہوار دیوالی پر کئی شخصوں نے آکر عرض کیا کہ مہاراج یہاں پیشتر ایسا جوئے کا کھیل ہوتا تھا کہ ہزاروں کے وارے نیارے ہو جاتے تھے۔ ہارے جواری تو افیون کھاتے تھے، جیتے ہوئے گلچھرے اڑاتے تھے۔ اس طوفان بے تمیزی میں بہت لوگ برباد ہو جاتے تھے مگر جب سے آپ نے درشن دیا ہے آپ کے چرن کمل کی برکت سے سب راہ راست پر آگئے ہیں اور وہ کھیل بالکل بند ہو گیا ہے بلکہ جو تین شخص مکھیا اور سرغنہ تھے انھوں نے تو بالکل قسم ہی کھالی ہے اور آپ کے خاص مریدوں میں سے ہو گئے ہیں۔

آپ نے یہ سن کر اُن تینوں صاحبوں کو بلا کر فرمایا کہ کیوں صاحب کیا ابکی دیوالی خالی جائے گی، جوا نہیں کھیلو گے ؟ فلاں جگہ پر فلاں فلاں شخص آپ کے بہت منتظر ہیں جائیے شوق کیجیے۔

دو صاحبوں نے عرض کیا کہ مہاراج اب ہم نے تو قسم کھالی ہے کہ جوا نہیں کھیلیں گے۔ تیسرا حکم کی تعمیل کو راضی ہو گیا مگر روپیہ پاس نہ ہونے کا عذر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو اکتیس روپیہ جوا کھیلنے کو دیدیئے جائیں۔ فوراً اسی وقت اس کو روپے دے دیئے گئے۔ روپے دلوا کر فرمایا کہ جاؤ جوا بیشک کھیلو مگر ہار جیت کو مساوی سمجھنا۔

اوّل الذکر دونوں صاحبوں میں سے ایک سے فرمایا کہ "اگر آپ نے خود جوا کھیلنے کی قسم کھائی تو خیر نہ کھیلئے لیکن مبلغ گیارہ روپے فلاں شخص کو دے دیجیے وہ جوا کھیلے گا اور آپ بھی ان کے ہمراہ جاویں"۔

انھوں نے فوراً وہ رقم ان صاحب کو دیدی اور ان کے ساتھ ہو لیئے۔ تیسرے صاحب سے فرمایا کہ آپ اگر جوا نہ کھیلیں تو نہ سہی مگر وہاں جا کر ضرور بیٹھئے اور تمام رات وہیں جواریوں میں گزاریئے۔ وہ بھی حسب الحکم شری مہاراج روانہ

ہو کر جواریوں میں جاکر بیٹھ گئے۔

دوسرے دن تینوں اصحاب جب حاضرِ خدمت ہوئے تو فرمایا کہ اب ان سب کی قسم پوری ہوگئی۔ نہ معلوم کیا مصلحت تھی کہ یہ کارروائی کرائی گئی۔

(۳۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک مہاتما کسی ستھان پر تپسیا کر رہے تھے وہاں پر ایک لڑکا آیا۔ اس کے سنسکار دیکھ کر انھوں نے معلوم کرلیا کہ یہ بڑا ہونہار ہے اور اس پر نظر توجہ کرنے لگے۔ وہ روز ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ لڑکے کے والدین کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس خیال سے کہ کہیں یہ فقیر نہ ہو جائے اور گرہستی نہ تیاگ دے اس کی روک تھام کرنے لگے اور بہت تشدد کیا مجبوراً لڑکے نے جانا بند کر دیا۔

کچھ عرصے کے بعد پھر ایک دفعہ لڑکا وہاں جا نکلا۔ اس وقت ایک اور فقیر ان مہاتما کے پاس بیٹھے تھے لڑکے کو دیکھ کر بولے:۔

"یہ تو کچھ ہے"

مہاتما نے جواب دیا کہ "ابھی کچھ نہیں"

لڑکا وہاں سے چلا گیا تو فقیر صاحب نے پوچھا کہ یہ لڑکا تو ہونہار دکھائی دیتا ہے آپ نے کیسے فرمایا کہ ابھی کچھ نہیں۔ تو انھوں نے فرمایا کہ جو کچھ اس کو ملنے والا ہے امانت میں رکھا ہوا ہے۔ پہلے اس کے کرموں کے بھوگ زبردست ہیں ان کا پھل بھوگ لے اس وقت اس کو دیا جائے گا۔

لڑکے نے اس روز سے فقیر کے پاس جانا بند کر دیا اور ایسا دشٹ بھوگ میں پھنس گیا کہ بہت ہی خرابی کی۔

(۳۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ مذہبی کتابوں میں کرم کی بڑی شرح لکھی ہے گویا جتنی کتابیں ہیں سب کرم اور اس کے طریقہ کا پسار اور وستار ہیں۔ لیکن سنتوں نے کرم کی دو

قسم کی ہیں ایک جو اس جیو کی ذات یعنی آپے کے متعلق ہے اور دوسرا جس کا تعلق اوروں کے ساتھ بیوہار میں ہے۔

پہلی قسم یہ ہے کہ جس کرنی کر کے یہ جیو اپنے مالک کے نزدیک پہونچتا جائے وہی اصلی یعنی پرمارتھی شبھ کرم ہے اور جو کرتوت کہ اس کو اپنے مالک کے چرنوں سے دور ڈالے وہی اشبھ کرم ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ اوروں کے ساتھ من بچن کرم کر کے اس طرح برتاؤ کرے کہ جیسے یہ جیو چاہتا ہے کہ اور لوگ اس کے ساتھ برتاؤ کریں۔ یہ بیوہاری شبھ کرم ہے اور اس کے خلاف برتاؤ کرنا بیوہاری اشبھ کرم ہے۔ پرمارتھی کو مناسب ہے کہ اسی قاعدے کے موافق اپنا پرمارتھی اور بیوہاری کرم درست کرے۔

کرم کا استھان آنکھوں کا مقام ہے۔ یعنی جب سرت جاگرت اوستھا میں آنکھوں کے مقام پر بیٹھتی ہے تب من اور اندریوں سے باہر مکھی کرتوت بنتے ہیں اس لئے جیسے بنے تیسے بھگتی اور ابھیاس کر کے سرت کو آنکھوں کے استھان سے اوپر اور بھیتر کی طرف چلائے اور چڑھائے، جسقدر چڑھائی ہوگی اسی قدر کرم تھکتا جائیگا۔ رفتہ رفتہ جب ترکٹی کے مقام سے سرت اوپر چڑھ جائیگی تو نشکرم ہو جائے گا اور پاپ پن کا بھاگی نہ رہے گا اور اس پر کرم اور کال کا بس نہ چلے گا جیسے دو اہلکار برابر کے درجے کے کسی کچہری میں ملازم ہوں اور ان میں آپس میں نااتفاقی ہو اور ایک دوسرے کے درپے آزار ہوں۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی ترقی کر کے اس محکمہ کے اعلیٰ افسر کی پدوی یا بڑے لاٹ یا وزیر یا اس سے بھی بڑے درجے تک ترقی کر کے پہونچ جائے تو پھر دوسرے آدمی کا اس پر کیا بس چل سکتا ہے اور جو کچھ غلطی یا قصور اس سے ملازمت کی حالت میں سرزد ہوئے ہیں اس کو اب کون ان کی سزا دینے بیٹھا ہے۔

(۴۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کرم تین قسم کے ہیں۔ ایک سنچت، دوسرا پرالبدھ، تیسرا کریمان۔ سنچت جو آئندہ جنموں میں بھوگے جائیں گے۔ پرالبدھ جو اس جنم یعنی دیہہ میں بھوگنے پڑینگے۔

کریہ مان وہ جو اس جنم میں بنتے ہیں اور جن کا پھل کچھ اب (اسی جنم میں) اور کچھ آئندہ (آگے کے جنموں میں) بھوگنا پڑے گا۔

جب تک یہ تینوں قسم کے کرم نہ کٹ جاویں اس وقت تک پورا اُدھا جیو کا ممکن نہیں۔ دھیان اور بھجن کا طریقہ جو بہت ہی سہل اور آسان ہے اس کا بڑا بھاری فائدہ یہ ہے کہ تینوں قسم کے کرم اس سے ایک ساتھ کٹتے چلے جاتے ہیں۔ اندر گھٹ میں جو چیتن آکاش ہے اس میں سب سنچت کرموں کا میدان صاف ہوتا چلا جاتا ہے، چڑھ کر جیسے سُرت اور من اس آکاش منڈل سے گزر کرتے ہیں وہ کرم زندہ ہو کر گھڑی اور پل میں اپنا بھوگ دیتے ہیں اور کرموں کا میدان صاف ہوتا چلا جاتا ہے جیسے سونے کے وقت گھنٹے دو گھنٹے میں ہی آدمی سپنے میں کیسی کیسی رچنا بناتا اور بگاڑتا ہے جو جاگرت میں اس قدر جلد نہیں ہو سکتی۔

دوسرے پرالبدھ کرموں کا اثر بہ سبب نت ابھیاس چڑھائی من اور سُرت کے بہت کم بیاپتا ہے یعنی جب سُرت آنکھ کے مقام پر جیسے جاگرت اوستھا میں بیٹھتی ہے اس وقت سنسار اور دیہہ کے دکھ درد اور چنتا اور فکر سب بیاپتے ہیں اور جب سُرت کی دھار اپنے انتر میں متوجہ ہوتی ہے اور کھنچ جاتی ہے۔ جیسے گہری نیند میں یا غش یا گہرے نشہ میں اس دیہہ اور سنسار کے دکھ سُکھ بہت کم بلکہ بالکل نہیں بیاپتے۔

اسی طرح سے جس قدر ابھیاس کر کے سُرت کا انتر میں کھنچاؤ اور چڑھائی ہوگی۔ اسی قدر پرالبدھ کرموں کا اثر کم معلوم ہوگا۔

تیسرا کریہ مان اوّل تو ست سنگی اور سچا ابھیاسی مالک کی اپرسنتا اور ابھیاس میں نقصان اور ہرج کا خوف کھا کر برے کاموں سے ہمیشہ پرہیز کرتا رہے گا کیونکہ جب کبھی ناقص فعل سرزد ہوگا اس روز ابھیاس میں معمولی آنند نہیں معلوم ہوگا۔ اس خوف سے جس سے بھجن میں بھنگ پڑے دور رہے گا۔ دوسرے سچی سرن کے خیال سے جو کچھ کام کرے گا اس کا نتیجہ مالک کی موج پر چھوڑ دے گا اور جب فعل کے

کرنے کا ابھیمان نہ رہا تو اس میں بندھن بھی نہیں ہو سکتا۔ اس طرح سے کریہ مان کرموں سے چھٹکارا ہوا۔

(۴۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کرم کی دو قسمیں ہیں۔ نشیدھ اور وِہت۔ (۱) نشیدھ ناقص کرم کہلاتے ہیں جن کے کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ممانعت ہے۔ جیسے حسد۔ دھوکہ۔ چوری۔ یہ دل کو کثیف کر دیتے ہیں اور جذبات اور روحانی احساس کا خون کر دیتے ہیں۔ (۲) وِہت کرم وہ ہیں جن کے کرنے کا حکم آچاریوں نے دیا ہے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔ اوّل نت کرم جو جسمانی تندرستی۔ دل کی چستی وغیرہ کا فائدہ دیتا ہے۔ مثلاً اشنان۔ سندھیا۔ ورزش۔ دوئم نیمتک جو سوسائٹی کے کسی اصول پر قائم کئے گئے ہیں ان کے نہ کرنے سے پاپ اور کرنے سے کوئی پن نہیں۔ جیسے بزرگوں کی تعظیم سوادھیائے البتہ ان کے کرنے سے اخلاق درست ہوتا ہے۔ سوئم پرائسچت جو کسی پاپ کے دور کرنے کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ جیسے برت تپ وغیرہ۔ اس کا مطلب کوئی اچھا زبردست خیال دل میں پیدا کرنے کا ہوتا ہے تاکہ برے کرم کی گلانی دور ہو۔ چہارم۔ کامیہ، کسی خاص غرض کی تکمیل کے لئے کیا جاتا ہے۔ جیسے یگ ہون کامیہ کرم کو جب بلا کسی ذاتی مفاد یا غرض کے کیا جاتا ہے وہ نشکام کرم

(۴۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ مالک کو رحیم اور منصف دونوں صفتوں سے منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں ضدین ہیں لیکن اس کا حال اس طرح پر ہے کہ جو باتیں خاص اس کی ذاتِ پاک سے متعلق ہیں۔ مثلاً کوئی شخص اس کو گالی دیتا ہے یا نقصان ہونے پر کہہ اٹھتا ہے کہ ہے خدا تیری درگاہ میں آگ لگے وغیرہ تو اس بات میں وہ رحم سے کام لیتا ہے اور اس کی سزا کی فکر نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اس کی مورکھتا ہے اور ایسا کہنے سے مالک کا نقصان بھی کیا ہوتا ہے۔ لیکن

جو معاملات دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں جیسے ایک فریق کو کسی سے گزند پہونچا اور وہ مالک کی درگاہ میں اس کی شکایت پیش کرتا ہے تو اس صورت میں انصاف کرنا ہوتا ہے، رحم کام میں نہیں لایا جاتا۔ یہاں دنیا میں بھی یہی دستور ہے کہ حاکم کے پاس مدعی جو دعویٰ کرتا ہے اس میں اس کو انصاف کرنا پڑتا ہے رحم کو کام میں نہیں لاتا۔ لیکن اگر کوئی بات اس کے متعلق ہو یعنی کسی نے اس کی ہتک کی ہو یا کسی معاملہ میں کچھ زیادتی کی ہو تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس کو رحم کی نگاہ سے ٹال دے اور اکثر بڑے آدمی ایسا کرنے اور کہنے والوں کی پرواہ بھی نہیں کرتے پھر خدا جو سب سے بڑا اور با اختیار ہے وہ کب بدلہ لینے کا خیال اٹھاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ میرے بدلہ لینے کے ناقابل ہیں۔

(۴۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ پرالبدھ اور پرشارتھ ایسے ہیں جیسے پرند کے دو پر ہوتے ہیں۔ اگر دونوں پر درست نہ ہوں تو اڑنا ناممکن ہے۔ اسی طرح سے پرالبدھ و پرشارتھ دونوں سے سدھ ہوتا ہے۔ علاوہ بریں اگر دونوں پر درست بھی ہوں مگر شاریرک بل نہ ہو تو پرندہ اڑ نہیں سکتا اس لئے پرشارتھ اور پرالبدھ کے علاوہ کام کرنے کی درست تدبیر اور ٹھیک عمل ہونا چاہیئے۔ اس ٹھیک عمل کو سمیک گیان کہتے ہیں جو مرشد کی تعلیم اور پیر باخبر کی ہدایت سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر صرف پرشارتھ سے کام بنتا ہوتا تو آج کے دن تمام سادھو سدھ اور تمام دردری راجہ بن جاتے مگر صرف پرشارتھ ہی سے کام نہیں بنتا بلکہ پرالبدھ پرشارتھ اور سمیک گیان تینوں سے کام درست ہوتا ہے۔

(۴۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ چوری دہاڑی لوٹ مار دھوکہ فریب سب کچھ انسان اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے مگر اکل حلال اور محنت شاقہ سے کمائی ہوئی دولت ایسی چیز ہے کہ اس تک ایسے لوگوں کا ہاتھ مشکل سے پہونچتا ہے۔ روایت ہے کہ

کسی مسلمان نے بہت محنت اور مشقت سے تین سو اشرفیاں جمع کیں اور ان کو ایک گھڑے میں بند کر کے تھیلی میں رکھ کر سوچ رہا تھا کہ اس کو ایسی جگہ رکھ دوں کہ بہت محفوظ ہو۔ اتنے میں کسی نے باہر سے آواز دی۔ وہ جلدی میں گھڑا وہیں چھوڑ کر باہر چلا گیا اور اپنی بیوی سے کہہ گیا کہ نہانے کو پانی گرم رکھو۔ اتفاق سے گھر میں پانی بالکل نہ تھا وہ باہر کھڑی دیکھ رہی تھی کہ کوئی آدمی آوے تو پانی منگواؤں۔ اتنے میں ایک گوالا گائے بیل لے کر نکلا۔ عورت نے کہا کہ بھائی مجھکو پانی کی سخت ضرورت ہے ایک پیسہ لے اور ایک گھڑا پانی لادے۔

وہ شخص راضی ہو گیا تو عورت نے جلدی میں وہی اشرفیوں والا گھڑا اٹھوا دیا۔ آگے جا کر جب اس نے گھڑا دیکھا اور اشرفیاں معلوم ہوئیں تو اس کے دل میں پاپ آگیا اور وہ گھڑا لے کر واپس نہ آیا اور سوچنے لگا کہ ان اشرفیوں کو کہاں رکھوں جو بالکل محفوظ رہیں۔

گنوار کی عقل گدی میں ہوتی ہے۔ یہ بات عقل میں آئی کہ تھیلی ایک بیل کو کھلا دو جب ضرورت ہوگی اس کے پیٹ سے نکال لوں گا۔ غرض ایک موٹے سے بیل کو پٹک کر تھیلی ایک اس کے منہ میں ٹھونس دی مگر چوری کے خیال سے یہ بھید کسی پر ظاہر نہ کیا۔ شام کو اس کا لڑکا آیا اور کل بیلوں کو باپ سے لے کر گھر چلا۔ راہ میں اس اشرفی والے کسان نے اس بیل کو پسند کر کے اس کا مول کیا اور قیمت ٹھہرا کر خرید لیا۔

جب کسان گھر پر آیا تو اشرفیوں کا گھڑا آند دارد۔ عورت نے کل ماجرا بیان کر دیا۔ آخر رو دھو کر بیٹھ رہا۔ دوسرے روز اس بیل کی قربانی کی اور معدہ اور آنتیں صاف کر رہا تھا کہ تھیلی کل اشرفیوں کی برآمد ہوئی۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور آئندہ اس تھیلی کو حفاظت کے خیال سے گلے میں لٹکا کر رکھنے لگا۔

ایک دن کسی تالاب پر کپڑے اُتار کر نہایا کپڑے تو پہن لیے مگر تھیلی وہیں رکھی بھول آیا۔ ایک چرواہا اس جگہ جانوروں کو پانی پلانے آیا اور تھیلی کو دیکھ کر

اٹھالیا۔ کسان کو جب خیال آیا تو تالاب پر چڑھ گیا ہر چند تلاش کیا تھیلی نہ پائی وہ گڈریا تھیلی لئے ایک کنوئیں پر بیٹھا تھا کہ چند آدمی ادھر سے گزرے ان کو دیکھ کر خوف ہوا کہ کہیں یہ تھیلی نہ چھین لیں اس لئے وہ کنوئیں میں ڈالدی اور سوچا کہ جب ضرورت ہوگی نکال لیجاؤں گا۔

اتفاق سے وہ کسان اسی کنویں پر پانی بھر رہا تھا کہ اس کی پگڑی کنویں میں جاگری اس کو لینے اندر اترا اور وہ تھیلی بھی پڑی ملی خدا کا شکر ادا کیا اور گھر لاکر عورت سے بولا :۔

"مال جمع کرنے سے کھوتا ہے اور پھر رنج ہوتا ہے اس لئے آئندہ جمع نہ کریں گے" اور ان اشرفیوں کو خرچ کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن وہ گڈریا اس کسان کے گھر آیا اور اپنا قصہ بیان کیا کہ مجھ کو تین سو اشرفیوں کی ایک تھیلی ملی تھی۔ وہ سواروں کے خوف سے میں نے فلاں کنویں میں ڈالدی مگر جب کنویں میں دیکھی تو اب وہاں نہیں ہے کوئی نکال کرلے گیا۔

کسان نے کہا کہ تھیلی تو کنویں میں سے میں نے نکالی تھی اور اس میں سے بہت اشرفیاں تو میں صرف کر چکا ہوں مگر خیر جو بچی ہیں وہ تو لیجا۔ اس وقت سو اشرفیاں بقایا تھیں وہ کسان نے چرواہے کو دیدیں۔

اس نے ایک لکڑی اندر سے پولی کر کے اس میں رکھیں اور ہر وقت لکڑی ہاتھ میں رکھتا تھا۔ ایک دن کسی دریا میں پانی پینے جھکا ہاتھ سے لکڑی چھوٹ دریا میں گری اور بہہ گئی۔ آگے جاکر اسی کسان کو تیرتی ہوئی ملی گھر لے گیا اور کسی دن اس لکڑی کی چھیل چھال کر رہا تھا کہ پھٹ گئی اور اشرفیاں برآمد ہوئیں اس نے اپنے صرفہ میں لائیں۔

چند روز بعد وہ چرواہا اس کسان کے گھر پھر آیا اور اشرفیاں گم ہونے کا حال بیان کیا۔ اس وقت کسان نے کل ماجرا اس کو سنا کر کہا کہ بھائی وہ اشرفیاں میری تھیں اور گھوم پھر کر آخر میرے ہی پاس آگئیں چونکہ میری محنت

کی کمائی تھی اس لئے الٹ پھیر کر بار بار میرے ہی پاس آئیں۔

(۴۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ نیک کمائی بہت پھلتی پھولتی ہے۔ روایت ہے کہ باروا ڑ کے کسی گاؤں میں ایک پٹھان اور برہمن آپس میں بہت بڑے دوست تھے تنگی اخراجات سے پریشان ہو کر دونوں تلاش روزگار میں دہلی چلے آئے۔

پٹھان نے شاہی باورچی خانے میں نوکری کرلی۔ انواع و اقسام کے لذیز کھانے ملتے تھے اور بالائی آمدنی بھی کافی تھی تھوڑے عرصے میں ہی خوب موٹا تازہ اور مال دار ہو گیا۔

برہمن کسی وزیر کے ہاں روٹی پکانے پر ملازم ہو گیا۔ وزیر صاحب کچھ دستکاری کرتے تھے اور اس سے جو کچھ پیدا ہوتا اسی سے ان کی رسوئی کا خرچ چلتا تھا۔ صرف ایک قسم کی دال اور روٹی ان کی رسوئی میں پکتی تھی۔ برہمن کو تنخواہ بھی ماہ بماہ نہیں ملتی تھی۔ غذا بھی مقوی نہ تھی لہٰذا کمزور ہو گیا جب کبھی دونوں دوست آپس میں ملتے تو پٹھان برہمن سے کہتا کہ تو نے کیسے کنجوس نادہند کے ہاں نوکری کرلی ہے۔

جب پٹھان نے خوب روپیہ پیدا کرلیا تو رخصت لے کر وطن جانے کا خیال پیدا ہوا اور تاریخ مقرر کر کے برہمن کو اطلاع دی کہ اگر تمہارا خیال ہو تو ہمراہ چلے چلو۔

برہمن نے وزیر صاحب سے رخصت مانگی انھوں نے منظور نہ کی جب تاریخ مقررہ آئی تو برہمن نے عرض کیا کہ حضور میرا ایک دوست وطن کو جا رہا ہے اگر حکم ہو تو کچھ بال بچوں کے واسطے بھیج دوں۔

وزیر صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈالا، اتفاقاً اس وقت صرف ۲ روپیے ان کی جیب میں تھے وہ انھوں نے نکال کر برہمن کو دیدیے۔ غریب برہمن بڑے آدمی سے کیا کہہ سکتا تھا۔ ع "قہر درویش بر جانِ درویش" خاموش ہو گیا، سوچا کہ

دوست سے جاکر مل تو لیں۔

بازار سے گزر رہا تھا کر انار بکتے ہوئے دکھائی پڑے۔ سوچا کر مارواڑ میں انار بالکل نہیں ہوتے یہی بھیجدینے چاہئیں۔ دو پیسے کے دس بارہ انار مل گئے۔ وہ لیجاکر اپنے دوست کو دیدیے اور کل ماجرا سنا دیا۔

پٹھان سفر کرتے کرتے جب مارواڑ پہونچا تو کسی بڑے شہر میں رات کو قیام کیا۔ چوروں نے سرائے میں سے اس کا مال واسباب چرا لیا۔ وہ انار کپڑے میں بندھے ہوئے کھونٹی پر ٹنگے تھے اُن کو نہ لے گئے۔ بیچارہ بہت پریشان تھا کر اب کیا کرے اور گھر کس طرح سے پہونچے۔

اس شہر میں جو بڑا ساہوکار تھا اس کا اکلوتا لڑکا سخت بیمار تھا اور مرض مہلک میں مبتلا تھا۔ حکیم نے بتلایا کہ اگر اس کو انار کے دانے فی الفور کھلائے جائیں تو زندگی کی امید ہے۔ ڈھنڈورا پٹوا دیا گیا کہ جو کوئی انار لاکر دے اس کو بہت کچھ روپیہ دیا جائے گا۔

پٹھان نے اس موقعے کو غنیمت سمجھا اور وہ انار لے جاکر ساہوکار کو دیئے لڑکے کو کھلائے گئے اور شفا ہوئی۔ اس نے زرِ کثیر اُن اناروں کے بدلے پٹھان کو دیا۔ اس روپے سے خرچہ کرتے ہوئے وطن پہونچا باقی جسقدر رقم بچی تھی وہ سب برہمن کے وارثوں کو دے دی۔ اور یہ کل حال لکھ کر دہلی برہمن کے پاس بھیجدیا کہ اب تم کو نوکری کی ضرورت نہیں ہے کافی روپیہ ہوگیا ہے گھر واپس چلے آؤ۔

اس برہمن نے وزیر صاحب سے کل حال عرض کیا اور دریافت کیا کہ یہ دو پیسے کیسے آپ نے دیئے تھے کر جس کی بدولت اتنی دولت مجھ کو مل گئی۔

انھوں نے جواب دیا کہ میں شاہی خزانے کے روپے اپنے ذاتی صرفہ میں نہیں لاتا۔ اپنی دستکاری اور محنتِ شاقہ کی کمائی سے جو روپیہ ملتا ہے اُسی سے کام چلاتا ہوں۔ تم نے بہت ایمانداری سے کام کیا تھا اس لئے میں نہیں چاہتا تھا کر شاہی خزانہ

کے روپے سے تم کو تنخواہ دی جائے۔ لہٰذا میں نے اپنی محنت کی کمائی سے ہی روپے دے دیئے تھے لیکن میں اس بات کو جانتا تھا کہ یہ دو پیسے تمہاری عمر بھر کے لئے کافی ہوں گے۔ اب اگر تم گھر جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔

برہمن ان سے رخصت ہو کر جب گھر آیا تو پٹھان نے اس روپے کی جو اس کے صرفے میں آگیا تھا معذرت چاہی۔ برہمن نے کہا کہ جو کچھ روپیہ تم وصول کر کے لائے ہو اس میں نصف کے تم مستحق ہو کیونکہ اگر تم کسی طرح کی خیانت کرتے تو اس کا حال مجھکو کیا معلوم ہو سکتا تھا۔ دراصل ان دو پیسوں میں سے جو میری تنخواہ کے عوض مجھ کو ملے ہیں صرف ایک پیسہ میری عمر بھر کے لئے کافی ہوگا باقی ایک پیسہ تم اپنے کام میں لاؤ اور اس نیک کمائی سے فائدہ اٹھاؤ۔

(۴۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ آتم درشن کے واسطے ابھیاس کرنا ایسا ہے جیسا پہاڑ پر گیند پھینکنا، جو لڑھک کر بار بار نیچے چلی آتی ہے اگر خوب مستعدی کے ساتھ زور سے پھینکی جائے یا پہاڑ پر کچھ اوپر چڑھ کر پھینکی جائے اور کوشش اور تدبیر سے پہاڑ کے پار جا پڑے تو پھر اسطرف لڑھک کر واپس نہیں آتی ہے۔

دیدار دلربا کا دیوار قہقہہ ہے
جو اس طرف کو جھانکا وہ اسطرف کہاں ہے

(۴۷)

ایک روز ایک صاحب نے عرض کیا کہ جو کرم ہم نے آگے کئے ہیں ان کے اثر کو ہم بغیر بھوگے مٹا سکتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ اس کل کارخانہ کو خیالی اور فرضی اور وہمی مانا گیا ہے تو کل فعل بھی خیالی سمجھنے چاہئیں۔ جب ہم نے خیال پختہ سے ایک بات کو نشچہ کر لیا تو اگر اتنے ہی زور کا مخالف خیال اٹھائیں تو اس پرانی واسنا یعنی خواہش کو رد کیوں نہیں کر سکتے۔

شری مہاراج نے فرمایا کہ پیشتر جو خواہشیں اٹھائی گئی تھیں اور ان کو پختہ کیا گیا تھا اس کا تخم دل میں جڑ پکڑ گیا ہے اس لئے اسباب موافق پیدا ہونے پر ضرور پھل دے گا لیکن اگر گیان اور ابھیاس کی مخالف آگ سے اس تخم کو جلا دیا جائے تو ممکن ہے کہ وہ کرم اپنا پھل نہ دیں جیسا بالمیکی جی مہاراج کا معاملہ ہوا کہ انھوں نے جو لوٹ مار۔ چوری۔ ڈاکہ زنی کی اس کا پھل کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات نادرات سے ہے اور ناممکن نہیں تو بہت ہی کم ممکن ہے۔



(۴۸)

ایک روز جناب رائے صاحب دیوان متھرا داس جی بیرسٹر و چیف جج نے عرض کیا کہ شری مہاراج ہم آپ کے بچے ہیں اور آپ کے سہارے پڑے ہیں آپ ہم سے بھجن پوجن کی تکلیف کیوں اٹھواتے ہیں ہم کو ہمیشہ نزلہ لگا رہتا ہے اور درد سر رہتا ہے ہم کو تو کرپا کر کے ویسے ہی سب کچھ عطا کر دیجئے

آپ نے فرمایا کہ ایک شاہ خرچ امیر آدمی کی لڑکی کسی امیر آدمی کے ساتھ جو بڑے اعتدال سے اخراجات کرتا تھا شادی ہوئی۔ یہ لڑکی اپنے ماں باپ کے ہاں خوب خرچ کرنے کی عادی تھی سسرال گئی تو ہر چیز کھلنے پینے تک کی اعتدال سے ملنے لگی۔ لڑکی بڑی دل تنگ ہوئی اور یہ تجویز سوچی کہ

بیماری کا بہانہ کرنا چاہئے شاید اچھا کھانے پہننے کو ملے گا۔
درد سر کا بہانہ کیا چنانچہ بجائے اچھا کھانے کے اور پرہیز کی تاکید ہوئی۔ پھر تو بہت گھبرائی جب عرصہ تک دردسر جاری رہا تو اس کے سسر نے پوچھا کہ یہ تکلیف تم کو مائیکہ میں بھی ہوئی تھی یا یہاں آکر ہوئی ہے اور اگر وہاں ہوتی تھی تو کیا علاج کیا جاتا تھا۔
لڑکی نے کہا کہ مجھ کو یہ تکلیف بہت مدّت سے ہے اور ماں کے گھر بھی ہوتی تھی وہاں چھٹانک موتی پیسکر اور شہد میں قوام کرکے کھلاتے تھے۔ اس کے سسر نے کہا کہ تم نے پہلے سے یہ علاج کیوں نہیں بتلایا اتنی تکلیف ناحق اٹھائی، اب بہت سی دوا تیار کرکے رکھ لو تاکہ جب کبھی دردِ سر ہو فوراً استعمال کرلی جائے دوا بنانے کا انتظار و توقف نہ ہو اور نوکر کو حکم دیا کہ سوا سیر موتی اس کے سامنے بیٹھ کر کھرل میں پیسو۔
فوراً سوا سیر موتی منگوا کر لڑکی کے سامنے پیسنے شروع ہوئے اور اسی انداز سے شہد منگوا لیا گیا۔ رات کو لڑکی نے سوچا کہ یہ شخص تو بڑا کنجوس تھا آج اس قدر موتی کس طرح نکال دیے۔ اور پتی سے ذکر کرنے لگی اس نے بھی کہا کہ آج تمہارے دردسر کی دوا میں اس قدر روپیہ صرف ہوا ہے پتاجی سے کہہ دو کہ تھوڑی دوا بنوالیں۔
جب ان سے ذکر ہوا تو وہ بولے کہ دیکھو بھائی ہم نے تمام روپیہ اپنی محنت شاقہ سے پیدا کیا ہے اور ہمارا جسم ایسا عادی ہوگیا ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے کچھ نہ کچھ پیدا کرکے ہی کھائیں گے اور روکھی سوکھی کھا کر ہی گزارہ کرنے کی عادت ایسی پڑ گئی ہے کہ ہمارا نفس اب زیادہ نہیں بھڑکتا۔ یہ جو کچھ روپیہ پیسہ جمع کیا ہے سب تمہارے آرام و آسائش کے لئے ہے چاہو سب آج اُڑا دو چاہے تھوڑا تھوڑا کرکے خرچ کرو لیکن روک ٹوک صرف اس لئے ہے کہ تم کو اس کی قدر معلوم ہوجائے، اعتدال سے کام میں لاؤ گے تو اس سے تم عمر بھر آرام پاؤ گے

اور جو تم کو اس نعمت کی قدر معلوم نہ ہوئی تو جا بیجا اس کو صرف کر دو گے بعد میں پچھتاؤ گے۔
یہ سن کر جناب رائیصاحب خاموش ہو گئے۔ اور پھر کبھی ایسا ذکر نہ کیا۔

(۴۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ گیانوان جو سنت ہیں اور ست شاستر جو برہم ودیا ہے اس کے مطابق پربتن یعنی تدبیر و کوشش کرنے کا نام پرشارتھ ہے۔ سنت وہ ہے جس کو سب لوگ بھلا سادھ کہتے ہیں۔ اور ست شاستر وہ ہے جس میں برہم کا برنن ہو۔ یہ جیو جو ست سنگ کرتا ہے اور ست شاستر کو وچارتا ہے اور پھر بھی سنسار کی طرف لگتا ہے تو اس کا پورب کا سنسکار بلی ہے اس سے استھر نہیں ہو سکتا ایسا جان کر پرش پربتن کا تیاگ نہ کرے۔ پورب کے سنسکار سے برخلاف نہیں ہو سکتا پرنتو پورب کا سنسکار بلی بھی ہو اور ست سنگ کرے اور ست شاستر کو کام میں لائے تو پورب کے سنسکار کو پرش پربتن سے جتن جیت لیتا ہے۔

جب پورب سنسکار کا نام پرالبدھ ہوتو پرش پر جتن ہی پرالبدھ ہے اور یہی دیو ہے۔ دیو اپنے پرشارتھ ہی کو کہتے ہیں اور پرشارتھ ہی کرم ہے اور کرم کا بیج باسنا ہے اور واسنا من سے ہوتی ہے اور من روپی پرش جس کی واسنا کرتا ہے وہی اس کو ملتی ہے منکھ کو پرتھم تو یہ کرنا چاہیئے کہ اپنے برن اور آشرم کے شبھ دھرم کرم پر چلے اور اشبھ کو تیاگ کرے پھر سنتوں کا سنگ اور ست شاستر کا بچار کرے ان کو بچار کر اپنے گن دوش کا بھی بچار کرنا چاہیئے کہ دن رات میں کیا شبھ اور کیا اشبھ کیا ہے آگے پھر گن دوشوں کا ساکشی ہو کر سنتوش، دہیرج۔ بیراگ، بچار اور ابھیاس وغیرہ جو گن ہیں ان کو بڑھاوے اور جو دوش ہیں ان کا تیاگ کرے اشبھ سے راجس سے ساتوک موکش کا بھاگی ہوتا ہے اور اس سے انتہ کرن شدھ ہوتا ہے تب پرم آنند روپ تتو کو پاتا ہے۔

اسی سلسلہ سے واسنا کا تیاگ کرے کہ پہلے شاستر کے برخلاف تامسی واسنا کو تیاگ کرے پھر دشنے کی واسنا کا تیاگ کرے اور میتری یعنی پریم بھاؤ سے کسی سے

ورودھ نہ کرنا۔
کرُونا یعنی دُکھی پر دیا کرنا۔ مُدتا۔ دھرماتما پرش کو دیکھ کر خوش ہونا۔
اُپیکشا۔ یعنی پاپی کو دیکھ کر اُداسین رہنا پر اس کی نندا نہ کرنا اس نرمل واسنا کو
انگیکار کرے اور پھر ان کا بھی ہردے سے تیاگ کرے انکا ابھی مان نہ رکھنا چاہئے۔
اگر باہرے ان کا بیوہار ہو تو بھی ہردے سے جگت میں گن کی واسنا تیاگ کر چھاتر
واسنا رکھنی چاہیئے پیچھے اس کو بھی من بدھ کے ساتھ ملا ہوا تیاگ کرنا تب جس
سے واسنا تیاگی ہے وہی رہے گا پھر اس کو بھی تیاگ کرنا ۔

سر برہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک
ترکِ دنیا ترکِ عقبیٰ ترکِ مولیٰ ترکِ ترک

پہلے وچار پوروک بیراگ ہونا چاہیئے تاکہ سنت جنوں کی سنگت اور ست شاستروں کے
وچار سے من کو نرمل کرے جب من نرمل ہوگا تب سوجینت سے پورن ہوگا اور
بیراگ اُپجے گا جب بیراگ ہوگا تب گیانوان گرو کے پاس جائے گا۔ جب گرو
اُپدیش کریں گے تب دھیان اور ارچن آدک کرم سے اور برہم ابھیاس سے پرم
پد کو پاوے گا چت میں آتم پد کی چنتا کرنا آپس میں یہ سمجھنا پرانوں کی چیشٹا اور
آتم پد کے منن کا نام برہم ابھیاس ہے۔ یہ سمان کرم ہے۔ دوسرا وشیش کرم ہے
جو اپنے آپ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے جیسے درخت سے پھل گرے
اور کسی کو مل جاوے تیسے ہی گیان اپنے آپ سے مل جاتا ہے مگر اس کو بھی
اس کا پورب کا کرم سمجھنا چاہیئے جن کا یہ جنم انت کا ہوتا ہے۔ ان میں نرمل گن
جو ویدنے کہے ہیں یعنی مترتا سب جیوؤں پر دیا کرنی۔ سوُمینا۔ سدا پرسن رہنا
مگتا ہردے میں سدا سمتا بھاؤ رہنا اور کوئی کشٹ نہ اٹھانا۔ اندریا شاستر کے
مطابق چلنا۔ گیا بتیا۔ گیان ہونا وغیرہ آکر اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہ شخص جس سادھو کی

ہے ان سب کاموں کو کرتا ہے پر نتو اس کے ہردے میں ہانی اور لابھ کا راگ دویش نہیں ہوتا ہر حال میں یکساں ہوتا ہے۔ اور اس وویک سے وہ پرم پد میں اِستھت ہوتا ہے۔

(۵۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ پرشارتھ کے چار بھید ہیں۔

۱ ناحاصل شے کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

۲ حاصل شدہ شے کی اچھی طرح حفاظت کرنا۔

۳ محفوظ شے کو اچھی طرح بڑھانا۔

۴ بڑھی ہوئی شے کو علم حقیقی کی ترقی اور رفاہِ عام میں خرچ کرنا۔

(۵۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت عیسیٰ کے سامنے چند آدمی ایک دھوبی کو لائے اور اس کی شکایت کی کہ اس نے تمام آدمیوں کو تنگ کر رکھا ہے اور بہت دکھ دیتا ہے۔ حضرت کی زبان مبارک سے نکلا کہ یہ آج شام تک مر جائے گا۔

دھوبی وہاں سے آکر کپڑے دھونے چلا گیا۔ جب اس کی لڑکی اس کے لئے کھانا لے کر گھاٹ پر پہونچی تو وہاں کوئی فقیر کامل بھوکے آپہونچے اور دھوبی سے روٹی کا سوال کیا دھوبی نے ایک روٹی دی جس کو کھا کر فقیر نے دعا دی کہ تیرا بھلا ہو۔ دھوبی نے ان کو بھوکا سمجھ کر دوسری روٹی بھی دیدی جس کو کھا کر انھوں نے فرمایا کہ تیری ناگہانی آفتیں دور ہوں۔ دھوبی نے ان کو اور بھوکا سمجھ کر تیسری روٹی بھی دیدی جس کو کھا کر بولے کہ تیرا دل برائیوں سے پاک ہو جائے۔ یہ کہہ کر وہ تو چلے گئے۔ شام کو دھوبی صحیح سلامت گھر آگیا تو کل آدمی جمع ہو کر حضرت عیسیٰ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ :-

حضرت دھوبی تو اب تک زندہ ہے۔ اس وقت حضرت نے ازراہِ باطن کل حال معلوم کر کے دھوبی کو مع کپڑوں کی گٹھری کے طلب کیا اور گٹھری کھلوائی تو

اس کے بین سے مار سیاہ نکلا۔

آپ نے فرمایا کہ جس وقت اس کی نسبت ہماری زبان سے نکلا تھا کہ یہ شام تک مرے گا اس وقت اس سانپ کو کاٹنے کا حکم دیا گیا تھا مگر فقیر کی دعا سے اس سانپ کا منہ بند ہو گیا۔ مگر اب یہ وہ دھوبی نہ رہا اب اس کا دل برائیوں سے پاک وصاف ہو گیا اور آئندہ یہ تم کو تکلیف نہ دے گا۔

مطلب یہ ہے کہ زمانۂ حال میں اچھے کام کرنے سے ماضی کے بُرے کاموں کی اور ان کے اثر کی تلافی ہو جاتی ہے اور آئندہ کے لئے بہتری بھی ہو سکتی ہے۔

(۵۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی مریض کو حکیم نے دوا دے کر کہا کہ تم اسکو شہد میں ملا کر کھانا۔ وہ دوا لے کر گھر آیا شہد تلاش کیا نہ پایا تو سوچنے لگا کہ شہد نہ سہی تو کسی اور ہی میٹھی شے میں ملا کر دوا کھا لینی چاہئیے، اور گڑ میں ملا کر دوا کھائی، بجائے فائدے کے نقصان ہوا تو حکیم صاحب کے سر ہوا۔

انھوں نے پوچھا کہ دوا کیسے کھائی تھی تو جواب دیا کہ شہد تو ملا نہیں میں نے سوچا کہ گڑ اور شہد دونوں ہی میٹھی ہوتی ہیں اس لئے گڑ میں ملا کر دوا استعمال کر لی تھی۔

اسی طرح سے بہت سے آدمی ابھیاس کو جس طرح سے کہ بتایا جاتا ہے نہیں کرتے بلکہ اپنی ودیا اور بدھی سے اس میں نئی نئی ایجادیں کر کے کام کرتے ہیں جب کام نہیں بنتا تو فقیروں کے پاس شکایت لاتے ہیں اور ان کے طریقے کی نندا کرتے ہیں مگر اپنے قصور پر نگاہ نہیں کرتے۔

(۵۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بو علی شاہ قلندر نے ایک کتاب میں کچھ نسخے کیمیا کے رقم فرمائے ایک شخص نے ان میں سے ہر ایک نسخے کو آزمایا مگر کیمیا تیار نہ ہوئی تو جناب شاہ صاحب کو اُلاہنا دینے اور غلط نسخہ تحریر کرنے کی بابت کچھ کہنے سننے کو دوا

ہوا۔ جب ان کے مکان کے دروازے پر پہونچا تو دیکھا کہ ایک بڈھا شخص وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ ان سے شاہ صاحب کی نسبت دریافت کیا۔ وہ روشن ضمیر تھے سب حال سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ حضرت شاہ صاحب تو کسی گاؤں کو چلے گئے ہیں شاید کل آئیں گے میں ان کا ملازم ہوں آئیے میں آپ کے ٹھہرنے وغیرہ کا بندوبست کردوں۔

یہ کہہ کر اندر لے گئے اور بٹھا دیا اور شام تک کھانے پینے کی خبر نہ لی۔ جب شام ہوگئی تو اس سے کہنے لگے کہ میاں صاحب جب حضرت شاہ صاحب باہر تشریف لے جاتے ہیں تو کچھ سامان فی کس کے حساب سے ناپ تول کر مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے مجھے دے جاتے ہیں اب کی مرتبہ کھچڑی کا سامان دے گئے ہیں اگر آپ خود تیار کرنا چاہئیں اور اگر اس کا حساب سنبھال لیتے تو سامان وزن کر کے دے دوں۔

اس کو خوب بھوک لگی تھی، راضی ہوگیا۔ انھوں نے دال چاول مصالحہ لکڑی حتیٰ کہ پانی تک تول دیدیا اور کہہ دیا کہ اسی سامان میں کھچڑی تیار ہوگی۔ اور کچھ چیز یہاں سے نہ مل سکے گی۔ اس نے سامان لیکر چولہا پھونکنا شروع کیا تو کچھ لکڑیاں تو دہک کر جل گئیں کچھ پانی سے دال چاول دھولئے بقایا کھچڑی میں ڈال دیا اور چولہے پر چڑھا دی چونکہ آگ بغیر اندازے کے جلائی تھی لکڑیاں پہلے ختم ہوگئیں اور کھچڑی تیار نہ ہوسکی کچھ دیگچی کے پیندے میں لگ گئی کچھ پانی اوپر بھر گیا اور چاول کی تیوں کچی رہ گئی اب بے چارہ چولہا پھونک پھونک کر پریشان ہوکر بیٹھ رہا مگر کھچڑی تیار نہ ہوئی۔ جب خوب سر مار چکا تو حضرت بولے!

کیا خوب! میں نے ہر ایک چیز ناپ تول کر اندازے کی مطابق دی تھی پھر بھی تم سے کھچڑی جیسی معمولی چیز تیار نہ ہوسکی تو تم کیمیا کیا خاک تیار کر سکتے ہو اس کے اجزاء تو تم نے اپنے ہاتھ سے تولے ہوں گے۔ حضرت نے اتنا

ہی سامان لے کر اس کے سامنے کھریٰ تیار کر کے دکھادی اور فرمایا کہ وہ کتاب بھی نکالو اور جس نسخے کو تمہارا جی چاہے آزما کر دیکھ لو درست ہوتا ہے یا نہیں۔

اس نے کئی نسخوں کا تجربہ کیا تو درست تیار ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ اگر ہر کوئی پوتھی بانچ کے تو پنڈتوں کو کون پوچھے۔ اگر تم خود کیمیا کتاب دیکھ کر تیار کر سکتے ہو تو ہماری کیا ضرورت تھی اور اب تم کو ہم نے تیار کر کے دکھا دیئے ہیں مگر اس پر تم خود تیار نہیں کر سکتے، اگر اس کے سیکھنے کا شوق ہے تو کچھ روز ہمارے پاس رہو۔ جب اس کا گُر تم کو سمجھایا جائے گا اس وقت تم اس لائق ہو گے کہ خود کام کر سکو۔ اب باوجود اس کے کہ ہر ایک نسخہ تحریر ہے اور ترکیب بھی لکھی ہوئی ہے مگر پھر بھی بغیر کرپا مرشد کے جب علمِ کیمیا ہی نہیں آسکتا تو علمِ الٰہی کا گھر دور ہے۔ جو اشخاص کتاب دیکھ کر سیکھنے کی کوشش کریں ان اصحابوں کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

(۵۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص کے پاس ایک بیل ایسا زبردست و تیار تھا جیسے چھوٹے ہوئے سانڈ ہوتے ہیں اور اس کا تماشہ دکھلاتا تھا اور اس سے اپنی روزی کماتا تھا۔

ایک کرتب اس نے یہ کیا کہ بیل کی طرف بیٹھ کر اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا اور کچھ اشارہ کیا کہ بیل نے اگلے پیر اس کی گردن پر اور پچھلے پیر اس کی کمر پر رکھ دیئے اور اس آدمی پر سوار ہو گیا۔ اور باوجود اس قدر بوجھ اوپر ہونے کے بھی اس آدمی کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر کچھ بھی اس کا اثر نہیں ہے۔ اور پھر اس شخص نے دونوں ہاتھ اس کے چاروں پیروں کے گرد کر کے اس سانڈ کو اوپر اٹھا لیا اور بڑی دیر تک اس طرح لئے کھڑا رہا جیسے کوئی چھوٹے بچھڑے کو گود میں اٹھا لیتا ہے۔ سب تماشائیوں نے اس سے اس کی بابت دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھ کو اس کی عادت ہو گئی ہے اور بات اس طرح پر ہے کہ جس وقت میرے گھر میں گائے بیاہی اور یہ سانڈ پیدا ہوا تھا تب ہی سے میں اس سانڈ کو گود میں اٹھا کر روزمرہ

مکان کے اوپر کی منزل پر لیجاتا اور روزمرہ صبح اسکو گود میں اٹھاکر نیچے لے آتا تھا یہ رفتہ رفتہ بڑھتا گیا اور میں نے بھی وہ کام برابر جاری رکھا حالانکہ اب یہ اس قدر بڑا ہو گیا ہے مگر اُس ابھیاس کیوجہ سے اب بھی میں اس کو گود میں اٹھاکر زینہ پر چڑھ سکتا ہوں۔ جب شریر کے ابھیاس کا یہ نتیجہ ہے تو من کے ابھیّاس کا تو کہنا ہی کیا ہے ؎

کرت کرت ابھیّاس کے جڑ مت ہوت سُجان
جو سری آوت جات سے سل پر پڑت نشا

(۵۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ اُپنشدوں میں لکھا ہے کہ انسان اپنی خواہشوں کے مطابق بعد مردن ان مقامات میں پیدا ہوتا ہے جہاں وہ خواہشیں پوری ہو سکیں۔ ترشنا یعنی خواہش انسان کو بار بار اس عالم میں لاتی ہے۔ جب تک اس عالم کی اشیاء کی خواہش اور ان کے ساتھ دل بستگی باقی ہے تب تک ان خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے یہاں آنا ضروری ہے خواہش ایک قلبی قوّت ہے جو اپنی کشش سے انسان کو وہاں لیجاتی ہے جہاں ان کے پورا ہونے کا سامان مہیّا ہو۔ اگر کسی شخص سے پوچھا جائے کہ تم یہاں کیوں رہتے ہو تو یقیناً وہ یہی جواب دیگا کہ یہاں چند تعلقات کے سامان اس طرح کے ہیں جو دوسرے جگہ جانے سے روکتے ہیں گو چند روز کے لئے بضرورت کاروبار یا بغرض سیر و تفریح دوسری جگہ بھی جانے کا اتفاق ہوتا ہے مگر تعلقات کی وجہ سے ہر پھر کے پھر اپنے ٹھکانے پر آنا پڑتا ہے۔ اسی طرح جب تک اس عالم کے تعلقات دل میں موجود ہیں اس وقت تک انسان کے یہاں آنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۵۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ آواگون یعنی تناسخ کے مسئلہ پر بہت سے مذہبوں کا اختلاف

ہے جہاں ہندو مذہب اور ہندو فلسفہ کے پیروکار اس کو مانتے ہیں وہاں
اہل اسلام بڑے زور و شور سے اس کے مخالف ہیں اور اس کی تردید کرتے ہیں
اور اسی طرح پر کا دیگر مذہبوں کا بھی آپس میں بہت کم اتفاق ہے اس لئے اس
بارے میں کچھ رائے ظاہر کرنا سود مند نہیں ہو سکتا کیونکہ اب تک جس قدر پیشوایان دین
اور سنت مہاتماؤں نے اس معاملہ میں سب کا اتفاق کرانے کی جو کوششیں کیں
ان میں کوئی بھی پوری طرح سے کارگر نہ ہوئیں۔

جب پیشواؤں کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا تو اہلِ قلم کی بات کا تو اثر ہی کیا
ہونا تھا اور اثر نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر ایک فرقہ اور مذہب کے
آدمی اپنے اپنے کو سب سے بڑا اور بزرگ سمجھتے ہیں اور بڑے بن کر دوسرے
پر رائے ظاہر کر کے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں بھلا اس طرح سے فیصلہ کیسے ہو سکتا ہے
فیصلہ تو اس وقت ہو جب دوسرے کو بڑا سمجھ کر اس کی بات مانے یا کسی تیسرے
گروہ کو منصف مقرر کر کے اس کے فیصلے کو منظور کرے۔ مگر جب ایسا کرنے میں سبکی سمجھی
جاتی ہے تو اس کے سوائے اور ہو ہی کیا سکتا ہے۔

دیگر شاید قدرت کا منشا بھی یہی ہے کہ یہ مسئلہ کبھی پورے طور سے
حل اور طے ہونے ہی نہ پائے اور بات تو یہ ہے کہ اس کے طے کرنے کی کوئی ضرورت
بھی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اگر دراصل آواگون ہوتا ہے تو منکر فرقوں کے
انکار کرنے سے وہ بند نہیں ہو سکتا اور اگر نہیں ہوتا ہے تو اقراری گروہوں
کے ماننے سے جاری نہیں کیا جا سکتا اور جب یہ فعل انسانی کوشش سے باہر
اور اختیار قدرت پر منحصر ہے تو اس میں سر پچانے اور فضول دوسروں کے دل
دکھانے اور زبردستی منوانے یا انکار کرانے کی ضرورت بھی کیا پڑی ہے جو مذہب
اس سے انکار کرتے ہیں وہ بہشت میں پہونچنے یا نجات حاصل کرنے کا ذریعہ عبادت
ٹھہراتے ہیں اور جو اس کو مانتے ہیں وہ بھی اس سے رہائی پانے اور مکتی حاصل
کرنے کا ذریعہ و وسیلہ بھجن ہی بتاتے ہیں۔ گویا بھجن ہی مقدم چیز ہے۔ جس کے

[illegible]

وسیلے سے آرام ابدی حاصل ہو سکتا ہے اس لئے متلاشیان آرام ابدی کو سب دلیل اور رگڑے جھگڑے چھوڑ کر بھجن اختیار کرنا چاہیئے جس سے تمام دکھ درد دور ہوں اور سچدانند کی پراپتی ہو۔

تمام جیوؤں کی فطرتی خواہش اور طبیعت کا جھکاؤ آرام ابدی حاصل کرنے پر ہے اور حتی الامکان ہر ایک جی توڑ کر اس کو پانے کی کوشش کرتا ہے مگر بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو اس کو حاصل کر سکتے ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ شخص دنیا کی ناپائیدار اور فانی چیزوں میں اس کی تلاش کرتے ہیں اور بھلا جو چیز خود فانی ہو اس سے آرام ابدی کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ ایسے شخصوں کو چاہیے کہ تمام پیشواؤں اور رہبروں اور سنت مہاتماؤں کے اتفاق رائے سے سچدانند یعنی، سرور ابدی حاصل کرنے کا ذریعہ جو بھجن اور عبادت قرار پایا ہے اسی ذریعے سے اس کی تلاش کریں اور اگر ہٹ ضد کر کے اور چندروزہ فائدہ کو مدنظر رکھ کر دوسری طرف لگے رہے تو ان کی مرضی۔ ع

جیسے کنتا گھر رہے ویسے رہے بدیس

جب ان چیزوں میں مدعا اصلی حاصل نہ ہو سکے گا تو مایوس اور ہراساں ہو کر کسی نہ کسی دن دھرم دھکے کھا کر یہ طریقہ اختیار کر لیں گے مگر بہت سے ایسے شخص ہیں جو صرف بھجن کو ہی مکتی یا نجات کا ذریعہ مانتے ہیں اور اس کو کرنا بھی چاہتے ہیں مگر یہ ان سے بن نہیں سکتا۔ ان کے معاملے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ خود چیتن ہیں مگر کاغذی رہنما اور گرو یعنی کتاب اور پوتھیوں سے جو جڑ پدارتھ ہیں سبق سیکھنا اور بھجن کا طریقہ معلوم کرنا چاہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتاب کے نام کو رٹ رٹ کر مر جاتے ہیں مگر جس آنند کی اس قدر تلاش ہے اس کا شمہ برابر بھی ان کو حاصل نہیں ہوتا وہ یہ نہیں جانتے کہ پوتھی پستک تو صرف شوق پیدا کرنے اور جو باتیں ان میں لکھی ہیں ان کی طرف توجہ دلانے کے واسطے

بنائی گئی ہیں تاکہ انسان ان کو پڑھ کر ان باتوں کی پوری پوری تلاش اور جستجو کرے
اور بھیدی سے بھید لے کر اپنا کام بنالے اور اسی لئے ہر مذہب
اور ملت کی کتابیں اسی دیش بھاشا میں لکھی ہوئی ہیں اور لکھی جاتی ہیں جس
دیش میں وہ مذہب جاری ہوا تھا تاکہ وہاں کے لوگ اس کو اچھی طرح سے سمجھ کر
اس سے فائدہ اٹھا سکیں بعدہٗ اگر اس مذہب کا دائرہ ایسا وسیع ہو جائے
کہ اس کے پیروکار دیش ودیشانتر میں پھیل جائیں تو پھر ان کتابوں کا وہاں کی دیش
بھاشاؤں میں بھی ترجمہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ سب لوگ بھی مستفیض ہو سکیں یا کبھی
زمانے کی رفتار اور گردش فلکی سے کسی دیش کی بھاشا ہی بالکل مردہ ہو جائے
یا اس کی اصطلاحات بالکل بدل جائیں تو پھر اس مذہب کے آچاریہ ان کتابوں کو
موجودہ زمانے کی بھاشا میں ترجمہ کرتے ہیں جیسے کسی زمانے میں ہندوستان
میں سنسکرت دیش بھاشا تھی اس کو دیو بھاشا بھی کہتے ہیں وید وغیرہ متبرک اور
مقدس کتابیں پہلے اسی بھاشا میں قلمبند ہوئیں جب زمانہ کی گردش اور عرصہ دراز
کی وجہ سے اصطلاحات کی تبدیلی اور رواج سے بیشتر کی سنسکرت میں تبدیلی ہو گئی
اور وہ کتابیں عام فہم میں نہ آنے لگیں تو شری ویاس جی مہاراج نے دواپر یگ
کے آخیر میں اس وقت کی پرچلت سنسکرت میں ویدوں کا ترجمہ کیا۔ اس وجہ سے
ان کا نام وید ویاس ہوا اور پھر اس کو چار حصّوں میں منقسم کیا۔

اوّل رگ۔

دوئم یجر۔

سوئم سام۔

چہارم اتھرو

گویا ایک ہی کتاب کی چار جلدیں تھیں اس میں پرا اور اپرا بانی یعنی امور
دینی و دنیوی کے انتظام کا قانون قلم بند تھا پھر ملک کی آب و ہوا اور عام طور
پر وہاں کے باشندوں کی جسمانی و روحانی حالت و ترقی کا لحاظ کر کے ان چاروں حصوں

کو ملک کے چاروں اطراف یعنی پورب۔ دکھن۔ پچھم اور اتر کیواسطے رائج کیا اور پھر جس طرح سے ملک کی زبان بدلتی گئی اسی طرح پران کتابوں کے زبان رائج الوقت میں ترجمے ہوتے رہے چونکہ ملک کے مختلف حصّوں میں بھی مختلف بھاشائیں رائج ہوگئیں جیسے بنگال میں بنگلا۔ گجرات میں گجراتی۔ پنجاب میں پنجابی وغیرہ ان کے اختلاف کی وجہ سے مختلف اوقات میں ان زبانوں میں بھی ترجمے ہوئے اور مختلف مترجموں کے خیالات اور انکی رایوں کیوجہ سے ان کے ترجموں میں بھی تھوڑا بہت اختلاف ہوگیا اور پران قرآن وغیرہ میں بھی اکثر بہت سی باتیں ہیں جن میں اختلاف نظر آتا ہے ان کو بھی اسی طرح پر سمجھنا چاہیئے کیونکہ دور دراز فاصلہ اور اس ملک کی آب وہوا میں زیادہ اختلاف ہونے کی وجہ سے وہاں کے واسطے قانون بھی یہاں سے کچھ جدا درکار تھا۔

اب جس طرح سے قانون کی کتاب خود فیصلہ نہیں کرسکتی بلکہ فیصلہ کرنے کے لئے کوئی قانون داں شخص ہونا چاہیئے۔ اسی طرح سے بھاگوت وگرنتھ خود گرو کا کام نہیں دے سکتے البتہ ان کے نفس مطلب کی تلاش کا خیال وشوق دل میں پیدا کر سکتے ہیں۔

علاوہ برایں ایسی کتابیں بھی مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں جن میں مسلسل طور پر ابھیاس کے طریقے درج ہوں۔ بھگوت گیتا جو سب سے زیادہ مستند کتاب سمجھی جاتی ہے خود اس کا یہ حال ہے کہ بات کا سر یہاں تو پیر وہاں۔ پھر ویدوں اور اپنشدوں وشاستروں کے جو حوالے دیے ہوئے ہیں ان کو دیکھے بغیر گیتا پڑھ کر کوئی شخص یوگ ابھیاس نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی کرنے کی کوشش بھی کرے تو نتیجہ ،، یہی نکلے گا۔

دیکھا دیکھی سادھے جوگ
چھیجے کایا باڑھے روگ

اگر پانچوں کے لوگ شاستر کی تلاش کرے تو پھر اس کے پڑھانے اور سمجھانے والے کا ملنا مشکل پڑھانے والا عامل نہ ہو تو پھر بھی وہی خرابی رہی اور ان کتابوں کے دستیاب کرنے میں روپے کا بھی پورا پورا صرفہ ہے جس کو ہر ایک شخص برداشت نہیں کر سکتا اور ان کے پڑھنے اور سمجھنے کیواسطے وقت بھی کتنا چاہیئے۔ جب لوگ کا یہ حال ہے تو دوسرے طریقوں کا بھی ایسا ہی حال سمجھنا چاہیئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کتاب پڑھ کر مدعا اصلی حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی علم و ہنر کو حاصل کرنا ہو تو اس کے لیئے ضرور گرو یا استاد بناتے ہیں اور جو لوگ بغیر گرو کئے اِدھر اُدھر سے کچھ سیکھ جاتے ہیں وہ لے بھاگو کہلاتے ہیں اور ان کو کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ مثل ہے کہ نگروے کی وِدیا کام نہیں آتی۔ جب معمولی علوم و فنون بغیر گرو کے حاصل نہیں ہوتے تو پھر ویدانت جو ودیا کا انت ہے اور علم خداشناسی ہی کیسے سیکھا جا سکتا ہے۔

دوسرے لوگ اس قسم کے ہیں جنھوں نے خاندانی ٹیک کے مطابق گرو کر لیا اور پرم سنت یا پورے سادھو کی تلاش نہ کی تو اس کے کام بننے کی بھی امید نہیں۔ ع

پیرے کہ خود گم است کرا رہبری کند

وہ لوگ مورت پوجنے اور تیرتھ کرنے کی ہدایت کرتے ہیں اور جگیاشو عمر بھر مندروں و مسجدوں میں سر مارتے ہیں۔ پانی میں جیسے جاتے ہیں ویسے ہی اشنان کر کے باہر آ جاتے ہیں نہ کچھ صفائی باطن ہوتی ہے نہ کچھ دل کو شانتی و آنند پراپت ہوتا ہے بلکہ آجکل تیرتھ یاتراؤں میں جو باتیں رائج ہیں اور جو کام ہوتے ہیں، ان کے پاپ اور تاپ کا الٹا بوجھ سر پر چڑھا لاتے ہیں۔ روزہ و برتوں کا جو حال ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان سے اصلی مراد یہ ہے کہ بھوک کی تکلیف کا حال معلوم ہو۔ تاکہ غریب و فاقہ کشوں کے ساتھ رحم اور ہمدردی

کا خیال پیدا ہوے اور نفس کشی بھی ہو مگر اب تو برت کے دن روزمرّہ سے زیادہ تکلّف کا کھانا بنتا ہے۔ کھاتے بھی آنا ہیں کہ منہ سے نکلنے لگے۔ اس وجہ سے اس قسم کے لوگ بھی تھک کر کمر کھول دیتے ہیں البتہ ان میں سے جو سچے اراد تمند اور متلاشی ہوتے ہیں ان پر سنت مہاتما کرپا کر کے اپنے تئیں پر گٹ کر دیتے ہیں ع

جوئندہ یابندہ

اور ان کو بھجن کا طریقہ اور راستہ بتلا دیتے ہیں لیکن ان کے سچے دربار میں جگیاسوؤں سے نہ چڑھاوا مانگا جاتا ہے نہ بھینٹ پوجا طلب ہوتی ہے اور بھجن کا طریقہ بھی ایسا سہج اور آسان اور سیدھا ہوتا ہے کہ بہت لوگوں کا تو اس پر نشچہ ہی نہیں جمتا الٹا یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے ہم کو ٹال دیا ہم نے ایسی محنتیں اور مشقتیں اٹھائیں اور روپیہ برباد کیا تیرتھ۔ برت۔ چرت۔ جپ۔ تپ۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکواۃ، سب کچھ کئے۔ بھلا جب اس سے سچدانند پراپت نہ ہوا تو پھر اس سے کیا ہونا ہے۔ اس طرح سے بے اعتقاد ہو کر کھسک جاتے ہیں۔

بعض ایسے شخص ہیں جو اپنی عمر و درجہ اور مرتبہ کا لحاظ کر کے مہاتماؤں کی بتائی ہوئی یکتی کی حسب ایماء مرشد کمائی نہیں کرتے بلکہ اپنی ودیا اور بدھی سے اس میں گھٹ بڑھت کر کے اور کچھ کتابوں کی دیکھا دیکھی باتوں سے کاٹ چھانٹ کر کے نئی یکتی تجویز کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مہاتما کا بتایا ہوا طریقہ تو مبتدیوں کے واسطے ہے ہم کو موجودہ حالت کے مطابق اور اپنی عمر و لیاقت کے لحاظ سے اس میں تغیر و تبدل کر کے کچھ اور کارروائی کرنے سے جلد مطلب برآری ہو گی اور اگر ایک طریقے کی بجائے دو یا تین طریقوں کو ملا کر سادھنے سے کام اچھا چلے گا۔

مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسا کرنے میں اکثر وہ نقطہ یا راز ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور دو چار طریقوں کی بجائے ایک بھی نہیں ہو سکتا۔ ع

"ایک ہی سادھے سب سدھیں اور سب سادھے سب جائیں"

کی بات ہو جاتی ہے البتہ جس نے سنتوں پر اعتقاد رکھا اور جس نے ان کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا اس کو تو پرمانند اور سچدانند سب ہی کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔

دیگر اوتار اور آچاریہ۔ پیغمبر و اولیاء۔ دیش اور کال کے لحاظ سے مختلف طاقتیں لے کر پرگٹ ہوتے ہیں اور ضرورت کے لحاظ سے ان طاقتوں کو کام میں بھی لاتے ہیں جیسے عرب و عجم کے باشندے بڑے سخت گیر تھے اور اس وقت کچھ سختی کی ضرورت بھی تھی تو حضرت محمدؐ صاحب اسی قسم کی طاقت لے کر ظاہر ہوئے اور ان طاقتوں کو ضرورت کے مطابق کام میں لائے۔ یعنی جو شخص راضی خوشی سے راہ راست پر نہ آئے ان کے اوپر جہاد کرنے کا حکم دے دیا اور کشت و خون کر کے ان کو راستے پر لانے کا پربندھ کیا لیکن بعد میں جو بزرگ اور اولیاء اللہ پرگٹ ہوئے انھوں نے اس قسم کی طاقت سے کام نہ لیا بلکہ پیری مریدی اور اسی طرح کی دوسری استوگنی کارروائی عمل میں لائے۔

ایسے ہی شری کرشن مہاراج سب طرح کی طاقتوں سے پورن تھے۔ سولہ کلا کا اوتار مانے گئے ہیں یعنی آٹھ بیرونی اور آٹھ اندرونی یعنی ظاہری و باطنی کل طاقتوں سے پورن تھے اور وقتاً فوقتاً سب کو کام میں لائے۔ جہاں ستوگنی عمل سے کام نہ چلا وہاں رجوگنی سے کام لیا۔ جہاں رجوگنی سے کام پورا ہوتا نہ دکھائی دیا وہاں تموگنی کارروائی جاری کر دی۔

غرض مصلحتِ وقت دیکھ کر سب طاقتیں کام میں لاتے رہے کیونکہ ان کو فوجی۔ مالی و جسمانی تینوں قسم کی طاقتیں حاصل تھیں۔

شری وید ویاس جی مہاراج اس قسم کی طاقتیں کام میں نہ لائے اور ان طاقتوں کو کام میں لانے کا ذخیرہ اور سامان بھی ان کے پاس کچھ نہ تھا نہ لڑنے کو فوج تھی نہ راج کرنے کو خزانہ تھا نہ جسمانی طاقت تھی اس لئے ان کی سب کارروائی بالکل ستوگنی تھی اور مثل مشہور ہے کہ زبردست کا ٹھینگا سر پر۔ اس لئے

جو پرتشٹھا شری کرشن جی کی ہوئی وہ شری ویاس جی کی نہ ہوئی اور اسی لئے شری ویاس جی اپنی تحریروں اور علم کو شری کرشن جی سے منسوب کیا ہے یعنی مہابھارت تمام وکمال انھوں نے لکھی تھی اور بھگوت گیتا بھی اسی کتاب کا ایک پرب یعنی باب ہے مگر اسکو زیادہ مقبول بنانے کے لئے شری کرشن جی مہاراج کے نام سے پرگٹ کیا ہے اس تحریر کو انکا تجربہ اور اُپدیش گردانا ہے اسی طرح سے آجکل یعنی کلجگ میں جو مہاتما پرگٹ ہوئے ہیں انھوں نے بھی صرف ستوگنی طاقت سے ہی کام لیا ہے اور جیوؤں کی حالت پر دیا اور کرپا کر کے خاص اس وقت کے واسطے جو طریقہ مناسب اور قابلِ عملدرآمد سمجھتے ہیں ان کو وچار کر کے جاری کیا۔

سچے جگیاسوؤں اور پرمارتھیوں کے فائدے اور ان کو شوق پیدا کرنے اور گمراہی اور بے اعتقادی سے بچانے کیواسطے مختصراً وہ طریقے درج کئے جاتے ہیں مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بغیر رہنمائی مرشد اور ان کی کسی یکتی کی کمائی نہیں ہو سکتی

(۵۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہر شخص میں علیحدہ علیحدہ قسم کے میلانِ طبعی ہوتے ہیں۔ کوئی شراب کا عادی ہے کوئی عیاشی کا خوگر ہے کوئی جوگ میں سرگرم ہے کوئی تپ کا شائق ہے۔ یہ میلانِ طبعی اس کے کسی خیال ...... یا کسی کام یا کسی بات کے برابر اعادہ کرتے رہنے سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ عادت بن جاتے ہیں۔ جو عادتیں کسی کام یا بات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور جنکا تعلق کسی اشیاء بیرونی یا حواس بیرونی سے ہے اس کی خواہش کسی قدر پوری ہو رہتی ہے مگر خیال میں جو خواہش ہے اس کی عملی شکل اتنی جلد نہیں بنتی اس لئے اس کا سلسلہ چلتا ہے۔ سلسلہ کو کرم اور بات کا بھی چلتا ہے وہ بھی سنسکار روپ سے من میں موجود رہتے ہیں مگر خیال کے سنسکار دل میں بکثرت پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

جیسے شیشے میں عکس اگر قائم ہوتا ہے ویسے ہی ان کا لطیف اثر من میں ٹھہر جاتا ہے۔ جب تک ان میں کمزوری رہتی ہے یہ دبے پڑے رہتے ہیں۔ موافق حالتوں اور صورتوں کے پیدا ہونے سے ان میں جب مضبوطی آگئی پھر یہ کام کرنے لگ جاتے ہیں اور خواہشوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ایک کرم یا خواہش کے سلسلہ میں دوسرے کرم اور دوسری خواہشیں پیدا ہوتی جاتی ہیں اور چونکہ یہ کرم اور خواہشیں اگلے سنسکاروں کا نتیجہ ہوتی ہیں اس لئے اسی سنسکار کا نام سنچت کرم ہے۔

ان خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے اوزار کی ضرورت بھی ہے اور یہ جسم وہ اوزار ہے کہ جب تک اس میں کسی خواہش یا کرم کے پورا کرنے کی طاقت اور لیاقت موجود ہے تب تک وہ رہتا ہے جب اس میں کمزوری آگئی اور وہ بھوگنے میں اسمرتھ ہوا تو اس کی تبدیلی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اس تبدیلی کو ہی موت یا انتقال کہتے ہیں۔ گویا یہ خواہشیں ہی موت و انتقال و بندھن کا باعث ہوئیں اور اس سے چھٹکارا پانا ہی اصل مکتی ہے۔

دیکھنے میں تو یہ بڑا سہج اور آسان کام ہے کسی بات کی خواہش نہ کرنی اور مکتی ہوئی۔ مگر دراصل اس سے مشکل کام دنیا میں اور کوئی بھی نہیں ہے۔ انسان کے دل میں سینکڑوں خواہشیں بھری ہیں۔ جب تک وہ پوری نہ ہولیں خواہ جب تک ان کے پیدا ہونے کے سلسلے میں جڑ نہ کاٹ دی جائے تب تک مکتی کا ملنا مشکل ہے اب دیکھنا چاہئے کہ دنیا کے سازوسامان یا ان جڑ پدارتھوں سے اپنی خواہش پورا کرنے میں ہم کیوں قاصر رہتے ہیں اور ان سازوسامان سے ہماری سب خواہشیں پوری ہو کر ہم کو مکتی کیوں نہیں ملتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آتما دائمی ہے اس لئے اس کی خواہشیں بھی دائمی ہیں۔ وہ لامحدود ہے اس لئے ان کی خواہشیں بھی لامحدود ہیں۔

جب تک لامحدود خواہش کا سامان بھی لامحدود نہ ہو تب تک اس کی

آسودگی کیسے ہوسکتی ہے۔ سچھ لو آتما بھوکا ہے اور یہ برہمانڈ اس کی تھالی ہے اس میں بے شمار قسم کے اسبابِ محفل اس کے بھوگنے کے لئے رکھے ہیں۔ یہ بھوک صرف اس کے معدے ہی میں نہیں ہے آنکھ روپ کی بھوکی ہے ناک گندھ کی بھوکی ہے زبان رس کی بھوکی ہے کان راگ کے بھوکے ہیں اسی طرح چار ہاتھ پاؤں لنگ وغیرہ سب کو بھوک لگی ہے۔ من ان سب کے خیالات جذبات اور محسوسات کے سنسکار اپنے اندر رکھ لیتا ہے اور دل ہی دل کے اندر ان کے پورا کرنے کی خواہش پیدا ہو کر بھڑکتی رہتی ہے اسی وجہ سے جسم جو ان کے بھوگنے کا اوزار ہے اس کے دھارن کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

انسان میں گیارہ اندریاں بتائی گئی ہیں، پانچ کرم اندری، پانچ گیان اندری اور گیارہواں من پرکرتی کے تین گن ست۔ راج تم کیوجہ سے ان میں ہر ایک کی تین تین شکلیں ہیں۔ ان میں سے ہر اندری کا اِن گنوں سے کام رہتا ہے۔ کبھی یہ ساتوِکی ہیں۔ کبھی راجسی اور کبھی تامسی ہیں اگر ان گیارہ کو تین سے ضرب دی جائے تو ان کی صورت تینتیس قسم کی بنیں گی اِن تینتیس قسم کی خواہشوں کے سلسلے میں کروڑوں طرح کی خواہشوں کا شمول ہے اسلئے اگر تینتیس کو کروڑ سے ضرب دی جائے تو تعداد تینتیس کروڑ ہوگی اور چونکہ ایک ایک خواہش کا پورا کرنے والا ایک ایک دیوتا ہوتا ہے اس لئے ان دیوتاؤں کی تعداد بھی تینتیس کروڑ تک پہونچے گی اور چوبیس اجزاء کی ترکیب باہمی سے جو رغبت۔ نفرت۔ آرام۔ تکلیف۔ موت۔ زندگی پیدائش کی سات حالتیں یعنی وِکار پیدا ہوتے ہیں۔ جسکا ذکر بھگوت گیتا کے ادھیائے تیرہ کے منتر ساٹھ میں انکو بصورت صفر بڑھایا جائے تو بھی تینتیس کروڑ کا عدد بنتا ہے اسی طرح پر آکاش پون اگنی جل پرتھوی من وبدھی یہ سات پرکرتیاں ہیں ان کو تین گنوں سے ضرب دیا جائے تو اکیس کا عدد بنتا ہے چونکہ مخلوقات عالم چار قسم کے ہیں جیرج۔ انڈج۔ سویدج۔ وادبھج اس لئے اکیس کو چار سے ضرب دینے

سے چوراسی کا عدد بنتا ہے اور پانچ عناصر جن کو جڑ وغیر متحرک مانا گیا ہے بطور صفر بڑھا جاوے تو چوراسی لاکھ کا عدد بنتا ہے یہ بھی چوراسی لاکھ جونی مانی مانی گئی ہیں۔ پس دیکھو جہاں اس قدر بے شمار خواہشیں ہوں وہاں ان کے پورا ہونے کی کون امید ہے یہی وجہ ہے کہ بھوگوں کو بھوگ کر نجات حاصل کرنا یا ان خواہشوں کے سلسلے کو قطع کرنا امر محال ہے۔ ان کے سلسلے کی جڑ کاٹ کر مکتی البتہ حاصل ہو سکتی ہے اس کی ترکیب یہ ہے کہ یہ من جو تمام خواہشوں کا بھنڈار ہے اس کی حد سے پار نکل جائے۔ اور اس سے پار نکلنے کے واسطے جو یکتی یا ترکیب مہاتماؤں اور بزرگوں نے نکالی ہے اس کے رفتہ رفتہ متواتر طور پر ابھیاس کرنے سے بیشک یہ کام پورا ہو سکتا ہے۔

اس متواتر رفتہ رفتہ ابھیاس کرنے کا نام ہی کرم یعنی سلسلہ ہے یعنی جس طرح سلسلہ سے بندھن ہوا ہے اسی طرح سلسلہ سے ٹوٹ جائے گا اگر ایکبارگی بندھن ہوا ہوتا تو یکبارگی ٹوٹ جاتا۔

(۵۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایسی روایت مشہور ہے کہ منصور کو سولی دی گئی اور اُس کا خون گرا تو اس سے بھی انا الحق کی آواز نکلی تھی اور ایسا بھی سننے میں آیا ہے کہ مولانا روم اس کا کچھ خون شیشی میں بھر کر اپنے گھر لے آئے تھے۔ ایک کنواری لڑکی نے شربت سمجھ کر اس خون کو پی لیا اسکو حمل رہ گیا۔ بعد اختتام میعاد مقررہ حضرت شمس تبریز اس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جب بڑے ہوئے تو انھوں نے مولانا صاحب کی تمام کتابیں دریا میں ڈال دیں۔ جب مولانا صاحب نے ان سے گفتگو کی تو اُن کی ذہانت اور علم روحانی کو دیکھ کر عقل حیران رہ گئی اور ان کو اپنا مرشد یعنی گرو تسلیم کر لیا تب حضرت شمس تبریز نے کل کتابیں ان کی دریا سے نکال کر دکھائیں

من ز قرآں مغز را برداشتم
استخواں پیش سگاں انداختم

یہ علم سینہ میں ہوتا ہے سفینہ میں نہیں ہوتا۔

(۵۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت محی الدین ابنِ عربی نے طواف مکہ میں دیکھا کہ ذرات ہوا میں جانداروں کی صورت میں اڑتے پھرتے ہیں ان کو دیکھ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں تو جواب ملا کہ ہم ۵۰۰۰ ہزار آدم ہیں جو پیشتر گزر چکے ہیں۔ کتب مذہب اسلام میں ایسا ہی لکھا ہے کہ ۱۲۴۰۰۰ ولی اور پیغمبر پیدا ہو چکے ہیں لیکن حضرت محمد صاحب کے زمانے سے اب تک کو دیکھا جائے تو اتنے تھوڑے عرصے میں اتنے پیغمبروں کا پیدا ہونا عجیب سا معلوم ہوتا ہے بلکہ اس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ آنحضرت کے زمانہ سے پیشتر بھی پیغمبر ہوتے آئے ہیں۔

(۶۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کتاب گلدستۂ کرامت میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی ایک دن تن تنہا جوشِ باطن وجذب الٰہی کی حالت میں جنگل کو چلے گئے اور دریا کے کنارے یادالٰہی میں مشغول تھے کہ چند مستورات کسی پاس کے گاؤں سے دریا پر پانی بھرنے آئیں۔ سب تو اپنا اپنا گھڑا لے کر واپس چلی گئیں مگر ایک بڑھیا وہیں بیٹھ رہی اور ایسی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی کہ صحرائی اور آبی جانوروں کا پتہ بھی اس کی آہ وزاری کو سن کر پانی ہونے لگا۔

حضرت کے کان میں بھی جب اس درد کی آواز پہونچی تو بیتاب ہو گئے۔ اتنے میں حضرت کا ایک مرید آپ کو ڈھونڈتا ہوا آپہونچا۔ اس کو دریافت حال کے لئے بڑھیا کے پاس بھیجا۔ بڑھیا نے عرض کیا۔

"عرصہ بارہ سال کا ہوا کہ میرا جوان بیٹا دریا پار کسی گاؤں میں شادی کرنے گیا اور جب شادی کر کے مع دلہن اور کل باراتیوں کے واپس آرہے تھے کہ کشتی اس مقام کے سامنے دریا میں غرقاب ہو گئی اور سوائے مجھ بدنصیب کے سب ڈوب گئے۔ اس لڑکے کی یاد میں ہر روز یہاں کسی نہ کسی بہلانے سے

آتی ہوں اور رو رو کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر پھر اسی طرح سے زار و قطار رونے لگی۔ جب یہ کل حال حضرت کو جاکر سنایا تو آپ کو بڑا رحم آیا اور حضرت نے کہلا بھیجا کہ صبر کرو، مگر وہ خاموش نہ ہوئی تب پھر حضرت نے مرید کو بھیجا کہ کسی نہ کسی طرح سے اس کو خاموش کرو اس کا لڑکا مل جائے گا۔

غرض بڑھیا تو خاموش ہوگئی اور ادھر حضرت نے دستِ دعا اٹھایا مگر ایک ساعت دعا کا اثر ظہور میں نہ آیا۔ پھر دعا کی اس کا بھی اثر ظہور میں نہ آیا۔ تب حضرت نے بہ جناب ربانی نازِ محبوبانہ شروع کئے۔ ہاتف غیب سے ندا آئی کہ اے محبوب اس قدر توقف اس کام میں بر سبب تغافل نہیں بلکہ راہِ حکمت ہے کہ کارخانۂ مشیت ایزدی کے سب کام بسہولیت ہوتے ہیں تعجیل کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ ہم چاہتے تو عالم کائنات کو ایک لمحہ میں پیدا کردیتے مگر برائے حکمت چھ دن کے عرصے میں اس کا ظہور ہوا تاکہ لوگ جانیں کہ امور تقدیر میں تعجیل بکار نہیں ہے تسہیل مطلوب ہے اور عرصہ بارہ سال کا ہوا کہ یہ کشتی غرق بحر فنا ہوچکی ہے۔ تجھ محبوب کی خاطر کل اجزاء جزو و کل ان کے جمع ہوئے اور ہر ایک کے رگ و پوست و استخواں مرتب ہوکر روح حیوانی اس میں داخل ہوئی اور اتنے برسوں کے مردوں کو کسوت حیات اور زندگی کا لباس پہنایا گیا اب قدرت مجھ قادر حقیقی کی دیکھ کر کس طرح سے وہ کشتی جس کا نشان عالم وجودات میں موجود نہ تھا اسی مقام سے جہاں غرق ہوئی تھی نکلتی ہے اور کشتی کے سوار بہ قدرت پروردگار زندہ ہوتے ہیں پھر وہ کشتی مع سواروں کے اسی مقام سے جہاں ڈوبی تھی نکلی اور بڑھیا اپنے مردہ لڑکے کو پھر زندہ پاکر بہت خوش ہوئی۔

(٦١)

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ جنک ایک دن روٹی کھا رہے تھے اور ان کا رسوئیا گرم گرم روٹی پکا کر دیتا جاتا تھا۔ رسوئیے نے گرم توے کو بجائے چمٹے کے ہاتھ

ے پکڑ لیا جس سے اس کا ہاتھ جل گیا راجہ کی زبان سے نکلا کہ "ارے یہ راکھشش"
یہ سن کر رسوئیا بولا کہ مہاراج آپ کا بچن منتھیا تو نہ ہوگا اب مجھ کو راکھشش تو بننا
پڑے گا پھر میری مکتی کی تدبیر بھی بتلائیے۔

راجہ بولا کہ کلجگ میں تم سنتھرے کا شریر دھارن کرو گے اور ہم نانک کا
شریر دھارن کریں گے اس وقت تمہاری مکتی ہوگی۔

(۶۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ شری بابو یوگانند جی کے پوربلے جنم (گرہستھ اشرم)
کے پتا پنڈت گوکل چند جی مہاراج بڑے سنسکاری اور اچھی برتی کے آدمی تھے،
ان کا سبھاؤ ایسا شانت تھا کہ بری بھلی کیسی بھی بات ان سے کوئی کہہ جاوے وہ
ہنسکر ہی چپ ہو جاتے۔ بہت ہی کم سخن تھے اور ایک جگہ آسن لگائے چپ چاپ
بیٹھے رہتے تھے ان کی دھرم پتنی کا سبھاؤ بڑا سخت تھا وہ اکثر پنڈت جی کو سخت و
سست اور برا بھلا کہتی رہتی تھیں مگر ان کو کچھ پروا نہ تھی۔ ان کے پاس سیاہ رنگ
کا ایک بہت خوبصورت بیل تھا اتفاقاً اس کا پیر ٹوٹ گیا تو پرورش کے لحاظ سے
اس کو ماڑی کے بازار میں بٹھا دیا تھا وہ بازار میں پڑا رہتا اور خود پنڈت جی مہاراج
اس کو دیکھنے بازار میں جاتے۔

پنڈت جی نے بہت عرصہ پیشتر سے کہہ دیا تھا کہ فلاں یوم کو فلاں وقت
ہم چولا تیاگیں گے۔ اور پھر یہ بھی کہا تھا کہ جب یہ بیل مرے گا تب ہم مریں گے یا
جب ہم مریں گے اس وقت یہ بیل بھی مر جائے گا۔

اور ایسا ہی ہوا کہ ایک دن بیل مر گیا اور لوگوں نے پنڈت جی سے اسکی
خبر نہ کی۔ مگر جب ایک آدمی ان سے ملنے گیا تو انھوں نے پوچھا کہ کیوں جی آج
وہ بیل تو مر گیا۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں مہاراج مر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ
اب ہم بھی چولا تیاگتے ہیں۔

اور یہ کہہ کر اسی وقت شریر برت گیا۔

(۶۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بلاوڑا ریاست جے پور میں کسی رئیس کے ایک ہتھنی تھی۔ اس کو ایک بیل سے ایسا تعلق تھا کہ اپنے راتب سے روٹی بچا کر رکھ چھوڑتی تھی اور جب وہ بیل وہاں سے گزرتا تو اس کو کھلا دیتی تھی۔ اس کے مالک اور مہاوت نے کئی مرتبہ اس کو مارا اور بڑی نگہ بانی کری تاہم جب ان کی نگاہ بچتی وہ پیر کے تلے روٹی دبا کر رکھتی اور اس بیل کو کھلا دیتی۔

بچے اکثر اس بیل کو کنو کے نام سے کہہ کر چھیڑتے تھے مگر جب کبھی اس ہتھنی کے سامنے کوئی یہ نام لیتا تو بڑی غصہ ہو کر مارنے دوڑتی۔

ایک دفعہ اس نے اسی بات پر ایک چھوٹے بچے کو چیر کر پھینک دیا جب وہ بیل مر گیا تو ہتھنی بھی بیمار ہو گئی اس حالت میں بھی جب کہ اس سے چلا نہیں جاتا تھا اگر کوئی "کنو" اس کے سامنے کہہ دیتا تو مارے غصے کے چکر کھانے لگتی تھی۔ آخر کار کچھ عرصے بعد وہ بھی مر گئی۔ اس سے پچھلے تعلقات کا کچھ پتہ چلتا ہے۔

(۶۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی شخص نے ایک مہاتما کے پاس جا کر مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ مہاتما نے فرمایا کہ بھائی پیری مریدی بہت مشکل کام ہے اس ارادے سے باز آؤ، اور کچھ بات چیت کرو۔

جب وہ شخص بضد ہوا تو مہاتما اس کو ساتھ لے کر سفر کو روانہ ہو لئے اور رات کو ایک درخت کے نیچے جا کر قیام کیا۔ قریب آدھی رات کو جب وہ شخص سویا تو ایک سانپ پھنکار مارتا ہوا آیا اور اس کو کاٹنا چاہا مگر مہاتما نے اٹھ کر اس کو روک دیا اور پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ مجھ کو اس سے خون کا بدلہ لینا ہے وہ دلوا دو۔ اس کا خون پئے بغیر اسکو نہیں چھوڑوں گا۔

یہ سن کر مہاتما اس آدمی کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور ایک تیز چھرا بغل سے

سے نکال کر اس کا گلا کاٹنے لگے تو وہ آدمی بھی جاگ اٹھا مگر ان کو چھرا لئے گلا کاٹتے دیکھ کر نہ ان کو منع کیا اور نہ کچھ کشمکش کی اور انھوں نے اطمینان سے اس کے گلے کا گوشت کاٹ کر دس پانچ بوندیں خون کی سانپ کو پلادیں اور بعدہٗ مرہم پٹی کردی لیکن اس شخص نے پھر بھی دم نہ مارا تو مہاتما نے اس شخص سے پوچھا کہ بھائی تم نے مجھے گلا کاٹتے دیکھ کر منع کیوں نہیں کیا اور روکا کیوں نہیں؟

اس نے جواب دیا کہ میں آپ کو اپنا گرو مان چکا ہوں اور گرو جو کچھ چیلے کے ساتھ کرتے ہیں اس کے حق میں درست اور اس کی آئندہ بہتری و بہبودی کے واسطے ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے سمجھ لیا تھا کہ میرا گلا کٹنے میں ہی شاید کچھ مصلحت اور بہتری ہوگی اس لئے چپ چاپ پڑا رہا۔

یہ بات سن کر مہاتما بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ واقعی تم چیلے بننے کے لائق ہو۔ اس کو اپنا شِشیہ بنالیا۔

(۶۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بعض ایسا اعتراض اٹھاتے ہیں کہ مالک کل اوتار سروپ نہیں دھارن کرسکتا اور دیہہ سروپ میں نہیں سما سکتا کیونکہ اگر وہ دیہہ میں سمائے تو اس کا لوک خالی رہے گا۔

اس کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے دریا جو سمندر سے ملے ہوئے ہیں جس وقت سمندر میں جوار بھاٹا اٹھتا ہے تو سمندر کا پانی دریا میں میلوں اور کوسوں تک آجاتا ہے اور گھنٹوں تک دریا میں رہ کر پھر واپس سمندر کو چلا جاتا ہے تو کیا اس وقت سمندر خالی ہوجاتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ دریا اور سمندر دونوں میں سمندر کا پانی موجزن ہوتا ہے۔ اور دریا کے پانی کا ذائقہ سمندر کے پانی کی طرح کھاری ہوجاتا ہے۔

اسی طرح سے مالک کل بھی جب اوتار سروپ دھارن کرتا ہے تو وہ دیہہ اور دنیا سب جگہ اسی طرح بھرپور رہتا ہے۔

(۶۶)

ایک روز ارشاد ہوا۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شدہ بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت محی الدین ابن عربی نے کسی بزرگ کی قبر کو دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ نبی۔ ولی۔ بزرگ۔ سب کا اثر زندگی تک محدود ہے۔ اب یہ بزرگ پیوند زمین ہو گئے اس سے اوپر اور باہر ان کا کیا اثر ہے۔

یہ کہتے ہی فی الفور اس قبر سے میّت کا پیر نکل آیا۔ پیر پر روئی لپٹی تھی اور بالکل ایسا تھا جیسے زندہ آدمی کا ہوتا ہے۔

(۶۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ دیہہ تین قسم کے ہیں۔ استھول شوکشم و کارن۔ استھول شریر پچیس تتوؤں کا رچا ہوا ہے یعنی ایک ایک تتو کی پانچ پانچ وستو ملی ہوئی ہیں آکاس کے پانچ تت۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موھ۔ بھے۔ پون کے پانچ تتوئی دوڑنا اچھلنا۔ پسرنا۔ سنکوچنا۔ ہلنا یعنی پھدنا۔ اگن کے پانچ تتوئیں۔ کام۔ بھوک۔ پیاس نیند۔ آلس۔ کرانت شغل۔ جل کے پانچ تتوئیں۔ خون۔ منی۔ کف۔ پیشاب۔ لپسینہ پرتھوی کے پانچ تتوؤں۔ ہڈی۔ گوشت۔ چرم۔ ناڑی۔ روم یعنی بال۔ ان پچیس تتوئیں سے جو مرکب ہے اس کو استھول شریر کہتے ہیں

شوکشم شریر سترہ تتوؤں سے رچت ہے۔ پانچ گیان اندری یعنی ناک کان۔ آنکھ۔ زبان۔ کھال اور پانچ کرم اندری یعنی ہاتھ۔ پاؤں۔ گدا لنگ اور باک۔ پانچ پران یعنی پران۔ اپان دیان اُدان اور سمان اور دو انتہ کرن یعنی من و بدھی۔ ان سترہ کے مجموعے کو شوکشم شریر کہتے ہیں۔

تیسرا کارن شریر یہ ایک مرکز نور ہے اس جسم میں مثل شوکشم شریر کے

حواس جداگانہ نہیں ہوتے صرف ایک ہی قوت حس ہوتی ہے جو کل حواس کا کام دیتی ہے۔ خیالات کا اظہار اس عالم میں الفاظ کے ذریعے سے نہیں ہوتا بلکہ ایک خوشنما۔ خوش رنگ خوبصورت تصویر کے ذریعے سے پورا پورا ادا ہو جاتا ہے اور یہ شریر اور شریروں کی بنیاد یعنی عدم و خزانہ ہے۔

رباعی

یارب چہ خوش است بے دہاں خندیدن
بے واسطۂ چشم جہاں را دیدن
بنشیں و سفر کن کہ بغایت خوب است
بے منّتِ پا۔ گردِ جہاں گردیدن

ان تین شریروں کے مطابق تین اوستھائیں بھی ہیں۔ جاگرت سپن و سکھپت۔ جب چودہ ترپٹی یعنی دس اندری و چار انتہہ کرن کام کریں یعنی چت کی برتی اندریوں کو لے کر بہر مکھ ہو اسکو جاگرت کہتے ہیں اسکا تعلق استھول شریر سے ہے جب سوکشم شریر جو ستوگن سے مرکب ہے موجود ہو یعنی چت کی برتی تماترا کو لے کر اوج دہات (انتر مکھ ہردے) میں پھرتی ہے اس کو سپن کہتے ہیں۔
جب استھول و سوکشم سماج اگیان میں لے ہو کر کیول آنند گھن اوستھا رہے وہ سکھپت ہے۔

جب انسان سوتا ہے اور حالت خواب میں جاتا ہے تو اسکا استھول شریر بے کار ہو جاتا ہے مگر اپنی گذشتہ تمام دن کی خواہشات و افعال کے مطابق طرح طرح کے خواب دیکھتا ہے اور ان میں رنج و راحت محسوس کرتا ہے اسی طرح سے جب انسان مرتا ہے تو اس کا استھول شریر ناش ہو جاتا ہے مگر حالت زندگی کے افعالِ جسمانی و خواہشات کے مطابق سوکشم شریر سے دکھ یا سکھ بھوگتا ہے اس کو دوزخ۔ بہشت اور اعراف کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ جب حالت خواب رفع ہو کر خواب گراں طاری ہوتا ہے

تو سپنے وغیرہ مطلق نہیں دکھائی دیتے بلکہ انسان کو ایسا آنند وسکھ معلوم ہوتا ہے کہ جاگنے پر کہتا ہے کہ آج تو بڑے آرام سے سوئے رات ایک منٹ کے برابر معلوم ہوئی اور بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے اور دوسرے دن کے کام کے واسطے تروتازہ ہو کر مستعد ہو جاتا ہے اور اپنے پرکرت آچرن میں لگتا ہے۔ اس طرح سے جب انسان موت کے بعد اپنے افعالِ جسمانی وخواہشات کا بھوگ بھوگ چکتا ہے تو سُوکشم شریر سے کارن شریر میں داخل ہوتا ہے اس وقت روح کو ایک ایسا آنند وسرور حاصل ہوتا ہے کہ دورِ حیات کی کل کلفت وتکلیف رفع ہو جاتی ہے۔

جب خیالات کی قوت ختم اور سوگ کے بھوگ پورے ہو چکتے ہیں تو بذریعہ کارن شریر ایسے ملک وقوم وخاندان میں پُنر جنم ہوتا ہے کہ جہاں اعمالِ گذشتہ کے موافق جسمانی دماغی وروحانی قواء کا ظہور ہو سکے۔ گذشتہ جنم کی خواہشوں کے مطابق اس کا سُوکشم شریر بنتا ہے اور انہیں کی مناسبت سے اَستھول دیہہ تیار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کی خواہشات کے مطابق اس کی حالت وصورت میں پیدائشی اختلاف ہے۔

اس پنر جنم کے مضمون سے واضح ہوگا کہ کارن شریر انسان کا وہی رہتا ہے یعنی انسان دراصل وہی رہتا ہے صرف بیرونی دو غلاف بدل جاتے ہیں پس جو کرم رام لعل نے کئے تھے اب وہی رام لعل بشکل شیام لعل ان کی سزا وجزا پاتا ہے صرف نام وروپ جو اس استھول شریر کی شناخت کے واسطے فرض کئے گئے ہیں بدلتے ہیں وہی شخص رہتا ہے۔

اس کارن شریر میں جنم ہائے گذشتہ کے آثار تیجس کے ذریعے سے موجود رہتے ہیں مگر عوام کو اس پردے سے واقفیت نہیں اس لئے اسکے حالات منکشف نہیں ہوتے البتہ ولی اور مہاتما فوراً یاد کر لیتے ہیں اب عرف یادداشت کا اعتراف ہوتا ہے کہ ہم کو جو سزا دی جاتی ہے

اسکے جرم کا حال بھی تو ہم کو معلوم ہونا چاہیئے تاکہ آئندہ ایسے فعل سے پرہیز کریں اس کی وجہ یہ ہے کہ یاد کا انحصار عموماً دماغ پر ہے اور دماغ دوسرے جنم میں تبدیل ہوجاتا ہے اسی واسطے گزشتہ جنم کی یاد آئندہ جنم میں نہیں رہتی۔ اور یہ قاعدہ غایت درجے کے رحم پر مبنی ہے کیونکہ معمولی انسان کو جنم ہائے گزشتہ کی یاد رہے تو وہ اپنے افعالِ قبیحہ کی ندامت کے مارے آئندہ ترقی و اصلاح سے محروم رہ جائے۔ چنانچہ خاص اس زندگی کے افعالِ بد کی یاد بھی دل میں اضطراب پیدا کرکے یکسوئی میں خلل ڈالتی ہے اور یہ بات روحانی ترقی کے مانع ہے جب ایک جنم میں افعالِ گذشتہ کی یاد کا یہ نتیجہ ہے تو سابقہ جنموں کی یاد بہت ہی مضر ہوتی پس یہ عین رحم ہے کہ افعال کی یاد نہیں رہتی اور انکے نتائج ملجاتے ہیں۔

انسان اپنے حالات جسمانی دماغی و روحانی سے منجملہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس کے افعالِ گزشتہ نیک تھے یا بد؟ کچھ ضروری نہیں کہ ان کی تفصیل سے بھی واقف ہو۔ البتہ جب آدمی کو ترکِ خودی کے ذریعے سے پورا ضبط اور کامل اطمینان حاصل ہوجاتا ہے تو وہ کارن شریر میں پہونچکر گزشتہ جنموں کے حالات سے واقف ہوتا ہے اور اپنے افعالِ بد کا دفعیہ کرتا اور آئندہ اُن سے بچتا ہے۔

(۶۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جیسے کسی دُراچاری کی نندا کرنا ممنوعہ ہے ویسے ہی شبھ آچاری کی تعریف کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی ہے بلکہ ان کے بارے میں ایسا لکھا ہے کہ ان کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ ہر ایک اپنی پرکرتی اور سبھاؤ انوسار برتتا ہے۔ کوئی اپنی پرکرتی کو چھوڑ کر اس کے خلاف نہیں کرسکتا۔

(۶۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ انسان دنیا کے کاموں میں تو خوب مستعدی سے جتن کرتا ہے اور دوسروں کا محتاج ہے مثلاً بیماری میں حکیم کا معاملہ، مقدمہ میں وکیل کا اور ایسے کاموں میں خوب جان لڑا کر کوشش کرتا ہے اور رات دن لگا رہتا ہے مگر کیسے افسوس کا مقام ہے کہ روحانی کاموں میں انسان نہ تو جتن کرنا چاہتا ہے اور نہ اپنے کو کسی کا محتاج سمجھتا ہے یعنی نہ تو کچھ بھجن ابھیاس کرنا لازمی سمجھتا ہے نہ گرو و مرشد کی ضرورت مانتا ہے بلکہ بلا کوشش و محنت کے خود خدا بن بیٹھتا ہے۔ ایسے شخص باتوں کے مہاراج ہوتے ہیں اور اصلیت سے کوسوں دور رہتے ہیں اور دنیا کے دکھ سکھ اور آشا ترشنا وغیرہ ان کو بری طرح ستاتے ہیں۔

اگر یہ واقعی خدا ہیں اور دکھ سکھ کو سمان سمجھتے ہیں تو بستر و چارپائی کے محتاج نہ رہ کر دس بیس دن روڑی پر سو کر دیکھیں جیسے بابا نانک جی سوئے تھے اس وقت ان کو دکھ سکھ کی سمانتا کا پتہ چلے اور ان کی عقل ٹھکانے آوئے۔ ویدانت کو ان لوگوں نے بڑی سہج بات سمجھ لیا ہے۔ اصلیت میں وید کہتے ہیں اصلیت کو اور انت معنی تمام پائے ہو جانا یعنی جو کچھ جانا ہے اس میں ملجانا۔ اور سما جانا۔ عاشق۔ عشق۔ معشوق تینوں کا ایک ہو جانا۔

(۷۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ویدانت کے ادھیکاری کے لئے ددیک۔ بیراگ۔ کھٹ سمپت ممکشتو چار سادھن کے علاوہ چار انو بندھ یہ ہیں:۔

(۱) ادھیکاری یعنی چاروں سادھنوں سے موصوف ہو۔

(۲) سمبندھ یعنی برہم کا پانا جو وید وغیرہ شاستروں کا مدعا یا نفس مضمون ہے اور وید شاستروں کے تعلق کو بخوبی سمجھ لینا۔

(۳) وشئے سب شاستروں کا اصلی مدعا برہم کا پانا ہے اور اس مدعا کو

مدِّ نظر رکھنے والے آدمی کا نام وِشئی ہے۔

(۴) پریوجن (آخری مقصد) سب دکھوں کا دور ہونا اور راحتِ کامل حاصل کر کے مکتی کی خوشی پانا۔ اس کے بعد شروَن چتشٹے یعنی چار قسم کا سننا ہے:۔

(۱) شروَن۔ جب کوئی عالم اُپدیش کرے تب شانتی سے دھیان دے کر سننا، خاص کر برہم ودیا کو کیونکہ یہ سب علموں میں سے دقیق ہے۔

(۲) منن۔ تنہا جگہ میں بیٹھ کر سنتے ہوئے کا بچار کرنا اور شکوک کو رفع کر لینا۔

(۳) ندِ دھیاسن۔ جب سننے اور غور کرنے سے شکوک رفع ہو جائیں تو سمادھی لگا کر اس کی حقیقت کو جاننا۔ اسی کو دھیان یوگ کہتے ہیں۔

(۴) ساکشات کار یعنی جس چیز کی جیسی اصلیت ہو اس کو ویسا ہی جان لینا۔

(۱۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ مریدوں کے دو اقسام ہوتے ہیں۔ ایک امیدوار دوسرا مقبول۔ مریدان امیدوار کی مدت تک نگرانی کی جاتی ہے۔ ہر قسم کے امتحان لئے جاتے ہیں۔ عمدہ سے عمدہ اسباب خوشی اور سخت سے سخت سامانِ رنج ان کی روح کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں جب طالب اس امتحان میں مستقل رہتے ہیں اور قابل اطمینان سمجھے جاتے ہیں تب وہ مقبول مریدوں میں شامل کئے جاتے ہیں اور چار سبقوں کے ذریعے سے جن کو سنسکار کہتے ہین کمال روحانی حاصل کرتے ہیں۔

جن طلباء کو پیر طریقت کی یہ تعلیم نصیب ہوتی ہے ان کو ذوِج یا دوجنما کہتے ہیں۔ ایک جنم تو انسان کا والدین سے ہوتا ہے دوسرا مرشد کامل سے کہ جس کے ذریعے سے روحِ انسانی عالم بالا میں پیدا ہو کر ان چار سبقوں کے ذریعے سے مکمل ہوتی ہے۔ یہ دماغی یعنی جسم کثیف میں نہیں ہوتے بلکہ

روحانی یعنی اجسام لطیف میں ہوتے ہیں وہ چار سبق حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) جب سالک پہلا سبق اپنے پیر طریقت سے پاتا ہے تو اس کو سنیاسی یعنی تارک کہتے ہیں۔ اس عالم کی کوئی کشش اس میں قطعی باقی نہیں رہتی۔ اس کی کوئی جائے سکونت مستقل نہیں ہوتی۔ حسبِ ہدایت اپنے مرشد کے وہ عالم میں بکار متعلقہ اپنے آتا جاتا ہے اور کسی خاص جگہ کا پابند نہیں ہوتا۔

یہ پہلا سنسکار جسمِ لطیف میں ہوتا ہے کہ جس کی پوری خبر سالک کو ہوتی ہے۔ اس سنسکار سے انسان اس عالم سے قطعی علیحدہ ہوکر عالم بالا میں پیدا ہوتا اور پھر اس عالم کو واپس نہیں آتا یعنی اس عالم سے پھر کسی قسم کا تعلق دوبارہ پیدا نہیں ہوتا۔

اس پہلے سنسکار کو پاکر عموماً سات جنم میں سالک جیون مکتی کے مرتبہ کو پہونچتا ہے۔ اس سنسکار سے دوسرے سنسکار میں پہونچنے تک تین امور کا ترک لازمی ہے:-

اوّل ترک خودی۔ اس مرتبے کو پہونچکر سالک کو پورا علم انانیت شخصی کا ہوجاتا ہے اور وہ پھر کبھی اس کے دھوکے میں نہیں آتا، یہاں مرید کو عین الیقین ہوجاتا ہے کہ روح ایک ہی ہے جو جمادات نباتات اور انسان میں منقسم معلوم ہوتی ہے۔ جب سالک کی چشم بصیرت وا ہوتی ہے اور اسکو روح کا پورا علم ہوتا ہے تب خودی باطلہ قطعی فنا ہوجاتی ہے۔

دوم ترک تواہم واشتباہ۔ جب سالک کو عین الیقین ہوجاتا ہے تو پھر چون وچرا کا مقام باقی نہیں رہتا۔ عالم بالا کا صحیح علم اسکو حاصل ہوتا ہے اور محض دماغی علم تقلید واستدلال پر مبنی نہیں رہتا۔ یہاں پہونچکر کرم وتناسخ کے قوانین کی بابت شبہ باقی نہیں رہتا۔ جیون مکتوں اور کاملین کے وجود کا اور انکی ہدایت کا پورا علم ہوجاتا ہے۔

سوم ترک تعصب۔ اس سے ہمیشہ کو رہائی حاصل ہوتی ہے مسائل ظاہری کو چھوڑ کر حقایق باطنی کو محسوس کرتا ہے لہذا خارجی رسوم مذہبی اس کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ اصلیت کو پہونچ گیا ہے مگر یاد رہے کہ اس مرتبے کو پہونچنے سے قبل یہ رسوم ضروری ہیں کہ جن کے ذریعے سے ترقی ہوتی ہے۔

(۲) دوسری مرتبہ پر طالب کٹیچک یعنی کٹی بنانے والا کہلاتا ہے۔ کٹی سے مراد کٹی باطنی سے ہے نہ کہ ظاہری۔ یہاں طالب کا دائرہ خدمت وسیع ہو جاتا ہے یعنی عالم ظاہری تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ عالم ہائے بالا میں بھی اس سے کام لیا جاتا ہے۔ بجائے جسم کثیف کے اجسام لطیف سے بھی وہ کام کرتا ہے مگر جب تک طالب کے قواء باطنی کارآمد نہ ہوں اور چشم بصیرت نہ کھلے اور کنڈلنی شکتی نہ جاگے تب تک اس میں جسم کثیف کو چھوڑ کر اجسام لطیف میں جانے اور کام کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوتی۔ پس کنڈلنی شکتی کا دبانا اس موقعے پر لازمی ہوتا ہے۔

جب کنڈلنی شکتی جاگتی ہے تو عالم ظاہری و باطنی کے درمیان جو پردے حائل تھے وہ اٹھ جاتے ہیں اور اس میں کشف و کرامت کی قوتیں پیدا ہوتی ہیں جن کو سدھی کہتے ہیں۔ جو لوگ قبل از پختگی خود ہی ان پردوں کے اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں تنتر کی کتابوں میں ان پردوں کے اٹھانے اور سدھی حاصل کرنے کے طریق لکھے ہیں انکے مطابق عمل کرنے سے سدھیاں حاصل ہو جاتی ہیں مگر بجائے فائدے کے ان سے نقصان پیدا ہوتا ہے ایسے اشخاص کی صحت جسمانی و دماغی میں فرق آجاتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ وفاتر العقل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ قبل از پختگی حیات سے کچے پھل کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور بلا طہارت و صفائی قلب اس معبد المعبدین میں قدم رکھنا

چاہتے ہیں۔

اس مقام کی ایسی پاک ہوا ہے کہ وہاں کوئی ناپاک شے ٹھہر نہیں سکتی، صرف پاک و صاف دل مرید اپنے مرشدِ کامل کی زیر ہدایت اس معبد میں بے خطر پہونچ سکتا ہے۔ اس سنسکار کو پاکر صرف ایک جنم اور لینا پڑتا ہے یعنی اگلے جنم میں وہ جیون مکت ہو جاتا ہے۔

(۳) تیسرے سنسکار کو ہنس کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ پاکر انسان پُنر جنم سے نجات پاتا ہے اور دوئی سے رہائی حاصل کرتا ہے۔ اس کے کثیف اور لطیف حواس ایسے مکمل ہو جاتے ہیں کہ وہ نہ صرف ان مقامات میں پہونچتا ہے کہ جہاں وحدت محسوس ہوتی ہے بلکہ اس مقام کا علم اپنے ساتھ اس جسمِ کثیف میں بھی لاتا ہے جب طالب دوئی سے نجات پاکر وحدت محسوس کرتا ہے تب اس کی زبان سے الفاظ انا الحق نکلنے لگتے ہیں ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد از ایں من دیگرم تو دیگری

کا عالم ہو جاتا ہے۔ اگر رغبت اور نفرت کا عشر عشیر بھی باقی ہے تو وحدت کے علم سے وہ قطعی دور ہوتا ہے اور ظاہری تفریق جو عالم میں نظر آتی ہے پھر اس کو اپنے فریب میں نہیں لا سکتی۔ نہ صرف دنیاوی بلکہ روحانی خواہشات بھی کیسی ہی لطیف کیوں نہ ہوں جن میں تفریق کا تعلق باقی ہے فنا ہو جاتی ہیں جو شخص اس بلندی پر پہونچتا ہے خیال میں بھی اپنے تئیں اوروں سے جدا نہیں کر سکتا لہٰذا وہ ذاتی روحانی خواہشوں سے مبرّا ہو جاتا ہے۔ جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے سب کے واسطے حاصل کرتا ہے۔ وہ اس مقام پر مقیم ہے جہاں سے انسان قوت پاتے ہیں پس جو کچھ اس کو حاصل ہوتا ہے

وہ سب کو حُبّ ظرف اسمیں شریک کرتا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص سے کل عالم فیض پاتا ہے وہ برہم کی حالت کو پہونچ جاتے ہیں اور برہم کے ہر ظہور میں شریکِ حال ہوتے ہیں چونکہ ان کی دوئی مٹ جاتی ہے لہٰذا ان میں رغبت کسی خاص قوم و ملت سے باقی نہیں رہتی۔

بھگوت گیتا میں ایسے اشخاص کو سمدرشی کہا ہے کہ جو گیانی برہمن اور کتّے کے درمیان کچھ بھی فرق نہیں دیکھتے ان کی نظروں میں ہر شے برہم ہی معلوم ہوتی ہے۔ بھجن ہم کو دوئیت درشٹ نہیں آتی۔ ٹیک۔ جہاں دیکھو تہاں یہی آتما پتا پتر اور ناتی برہمن ویش۔ شودر سب ایہی نام ماتر لگاتی ٹیک یہی دیوتا یہ ہی دیوآلے پشپ دھوپ یہی باتی۔ پوجن والی یہ ہی آتما یہ ہی آپ بجھاتی۔ انڈج۔ پنڈج۔ اُبھج۔ اُدبھج سکلو ایہی ذاتی۔ یہی کارن کارج یہی دوسر ہی اکھیاتی۔ رام یاد نچار نربھے کالے کردن سنگھاتی۔ سچدانند پرکاش ہے جب مہیں بھرم نساتی۔ جو کوئی ان کے قریب آتے ہیں ان کے ترحم ربانی کے اثر کو محسوس کرتے ہیں اس واسطے لکھا ہے کہ:۔

"سچے سادھو ہر مخلوق کے دوست ہوتے ہیں دل ان کا ذات باری کے ساتھ رہتا ہے اور بدیں درجہ اسقدر وسیع ہو جاتا ہے کہ ہر شے ان کے احاطۂ محبّت میں آجاتی ہے۔ دوئی سے رہائی پاکر سالک چوتھے سنسکار میں پہونچتا ہے"۔

(۴) اس آخر مرتبے کو پرم ہنس کہتے ہیں۔ یہ جیون مکتی سے پہلے ہوتا ہے یہ سنسکار ہوتے پر حالت بیداری میں ہی سالک عالم ثریا یعنی لاہوت میں پہونچتا ہے۔ اس کو جسم کثیف چھوڑ کر عالم لاہوت میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس جسم میں رہ کر وہ عالم لاہوت میں پہونچ جاتا ہے۔ اس کا علم اسقدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ علم دماغی سے علمِ ثریا تک پہونچتا ہے۔ اس مرتبہ

کو پہونچکر سالک کے آخری پانچ قیود دور ہو جاتے ہیں۔
اوّل روپ راگ یعنی خواہش ہستی باصورت باقی نہیں رہتی۔
دوم اروپ راگ یعنی خواہش ہستی بیصورت دور ہو جاتی ہے۔

نیستی ہستی ہے یارو اور ہستی کچھ نہیں!
بے خودی مستی ہے یارو اور مستی کچھ نہیں
لامکاں کی منزلت پاتا ہے کب کون و مکاں
ہو کے ویرانے کے آگے ہے گی پستی کچھ نہیں
کچھ نہیں سب کچھ ہے یارو اور سب کچھ کچھ نہیں
غیر اسکے معنی رمز ہستی کچھ نہیں
یہ جو کچھ ہونا جسے کہتے ہیں پستی ہی میاں
فقر میں پستی یہی ہے اور پستی کچھ نہیں
بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا ہے نیاز
کچھ نہ ہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

سوم مان یعنی فخر سے رہائی ہوتی ہے سالک کو یہ خیال باقی نہیں رہتا کہ میں اس اعلیٰ مرتبہ کو پہنچا کیونکہ اس مقام پر اعلیٰ و ادنیٰ بلند و پست سب یکساں ہیں ایک ہی آتما سب میں نظر آتا ہے۔

غزل

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
خدا ہی کا جلوہ میاں دیکھتا ہوں

نہ تن دیکھتا ہوں نہ جاں دیکھتا ہوں
تجھی کو نہاں اور عیاں دیکھتا ہوں

یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عین حق ہے
کہ اک بحرِ ہستی رواں دیکھتا ہوں

اگر کوئی جانے جہاں غیر حق ہے
سو میں اسکو دھوکا گماں دیکھتا ہوں

نیاز اب کہوں کس سے رازِ حقیقت
یہ عالم سراپا گماں دیکھتا ہوں

چہارم سالک کو کسی وقوعے سے امکان واضطراب باقی نہیں رہتا یعنی پوری شانتی حاصل ہوجاتی ہے عالم ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہوجاویں تاہم اسکو اس امر کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔

غزل

مجھے بیخودی یہ تو نے بھلی چاشنی چکھائی!
کسی آرزو کی دل میں نہیں اب رہی سمائی

نہ حذر ہی ہے نہ خطرہ ہے نہ رجا ہی نے دعا ہے
نہ خیال بندگی ہے نہ تمنائے خدائی

نہ مقام گفتگو ہے نہ محلِ جستجو ہے
نہ وہاں حواس پہونچے نہ خرد کو ہے رسائی

نہ مکاں ہی نے مکیں ہے نہ زماں ہی نے زمیں ہے
دل بینوا نے میرے وہاں چھاونی ہے چھائی

نہ وصال ہے نہ ہجراں نہ سرور ہے نہ غم ہے
جسے کہئے خوابِ غفلت سو وہ نیند مجھکو آئی

اس کو صرف تبدیلی ہئیت وصورت سمجھتا ہے وہ اس حالت کو پہونچ گیا ہے جو قائم ودائم ہے اور احاطۂ فنا سے بری ہے پس کوئی شے اس کے اطمینان اور سکون میں خلل انداز نہیں ہو سکتی۔

پنجم ادویا یعنی جہل سے رہائی حاصل ہوتی ہے آخری باریک پردہ جو بصیرت کاملہ میں حائل تھا اب دور ہو جاتا ہے اور سالک جیون مکت یعنی عارف ہو جاتا ہے اور اس کو روح کی اصلیت وعالم کی ماہئیت معلوم ہو جاتی ہے پھر جنم کی ضرورت باقی نہیں رہتی اِلاّ اپنی خوشی سے جب چاہے جنم لے۔ وہ تمام ممکنات پر قادر ہو جاتا ہے۔ اور "اناالحق" کے مرتبے کو پہونچ جاتا ہے۔

۵

مردان خدا خدا نہ باشند لیکن ز خدا جدا نہ باشند
خویش را حق داں وحق بیں حق شوی

درعاقبت طالب حق را نشاں دادہ ز راہِ حق طلب
گر انا الحق زنم بعید مداں بحقم گفت حق کہ راز من است

ان چار سبقوں کے ذریعے سے جو پیر طریقت سے نصیب ہوتے ہیں روحِ انسانی درجۂ کمال کو پہونچتی ہے۔ انکا ماحصل تنسیخ خودی ہے جو روح کو کمال انسانی پر پہونچاتی ہے اور منشاء کارساز حقیقی پورا کرتی ہے اس کے بعد بدیہہ مکتی یعنی وصال ہے اس کا معاملہ حصولِ محض عنایتِ الٰہی پر منحصر ہے اسمیں کوشش کو کچھ دخل نہیں۔

(۷۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ چیلے کے چار لکشن ہیں (۱) اہنکار کا تیاگ کرنا (۲) دشئے واسنا سے رہت ہونا (۳) گرو کی سیوا تن من دھن سے کرنا (۴) گرو کے بچن پر پورن شردھا اور وشواش رکھنا۔

(۷۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ (۱) انسان کو عقلمند ہونے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ عاقل ہی دانشمندی سے دوسروں کی مدد کر سکتا ہے۔

(۲) مرید کو چاہئے کہ نہ کوئی ایسا عمل کرے نہ کوئی ایسا قول کہے نہ کوئی ایسا خیال ذہن میں آنے دے جس سے اس کے پیر کو پرہیز ہو۔ اس سے جوش محبت میں ترقی ہوتی ہے اور فنافی الشیخ کا مقام جلدی حاصل ہوتا ہے

(۳) ہر بشر اور ہر شے میں بظاہر چاہیں کچھ بھی نقص کیوں نہ ہو لیکن ان کے باطن میں جو صفاتِ الٰہی موجود ہیں ان پر ہمیشہ نظر رکھو۔

(۴) تمہارا جسم بطور سواری یا گھوڑے کے ہے جس پر تم سوار ہوتے ہو لہٰذا اس سے اچھا سلوک کرنا چاہئے اور اس کی طاقت سے زیادہ کام اس سے نہ لینا چاہئے۔

(۵) کلام کرنے سے پہلے یہ دیکھو کہ تمہارا کلام صحیح شیریں اور مفید ہوگا۔

شبد رتن انمول ہے جو کوئی جانے بول
ہیئے ترازو تول کے پیچھے مکھ سے بول

(۶) کسی شے پر اپنا مالکانہ حق نہ سمجھو ممکن ہے کہ تمہارے کرموں کی بدولت تمہاری مرغوب خاطر چیزیں سلب کر جائیں۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جن سے تم بے انتہا مانوس ہو تم سے جدا کر دیے جائیں۔ ان تمام حالتوں میں تم کو مسرور رہنا چاہئے۔ رنج و مصائب امراض و نقصانات

سب ناپائیدار اور ہیچ ہیں۔

(۷) عظمت خدا ہی کے لئے ہے تمام کار عظیم اس کے حکم سے ہوتے ہیں اور انجام پاتے ہیں۔ اہنکار فضول ہے۔

(۸) قدرت کے قوانین باطنی جاننے کی کوشش کرو اور جب ان کا علم ہو جائے تو اپنی عقل و فہم کی مدد سے اپنا نظام حیات ان کے مطابق کرلو۔

(۹) ذاتی منفعت کی خواہش میں فنا ہونے کے بعد بھی اپنے افعال نیک کے نتائج دیکھنے کی آرزو قائم رہتی ہے۔

(۱۰) جو شخص اپنی مدد کی اہمیت اور مقدار دوسروں کو جتانا چاہتا ہے اسکا اعتقاد خام ہوتا ہے۔

(۷۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ "گو"

اندھیارے جانیے "رو" کہے پرکاش

میٹ اگیان ہی گیان دے گرو نام ہی تاس

یعنی انتر کے اندھیکار اور اگیان کو مٹا کر پرکاش یعنی گیان دے وہی گرو ہے گرو کے چار لکشن ہیں۔

(۱) پورن بھگتی کر کے سمپن ہو۔

(۲) اپنے دھرم گرنتھ شاستروں اور ویدوں کے آشئے کو سمجھنے والا ہو۔

(۳) سمدرشٹ یعنی ایشر کو سب میں ویاپک ایک سمان دیکھنے والا ہو۔

(۴) چیلے کو ایشر سے ملانے بھگتی میں لگا دینے اور اس کی شنکاؤں کو دور کرنے میں سامرتھ ہو۔ ان چار لکشنوں والا گرو ایسا ہونا چاہیے کہ جس کے انترکرن میں دشیہ باسنا سے اُپرامتا آگئی ہو۔ اپنے من کو جس نے بس میں کر لیا ہو سب جیوں کے کلیان کی چنتا ہو

یعنی پر ویکاری ہو وید شاستر کے آشئے کو خوب سمجھتا ہو اور دوسروں کو سمجھا سکتا ہو وہی گرو وید کا ادھیکاری ہے۔ ایسے شخص ست اور راست کو خوب سمجھتے ہیں اپنے سروپ کا گیان نشچے رہت دھارن کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ سمہرت سنسار میرا ہی روپ ہے۔ آتما کو چھوڑ کر کبھی ان میں دویت درشٹی نہیں آتی۔ شردھا بھگتی۔ پریم شوریہ وغیرہ دیوی گنوں کے سروپ ہی ہوتے ہیں۔

(۷۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ سروتری وہ ہے جو صرف شاستر کو جانتا ہے اور نشٹھاوان وہ ہے جو کیول برہم کو جانتا ہے اور سروتری اور نشٹھاوان جو گرو ہیں وہ شاستر کو بھی جانتے ہیں اور برہم کا بھی ساکشات کاران کو ہے ان ہی کو ست گرو کہتے ہیں ایسے ست گرو ہی دوسروں کو آتما کا ساکشاتکار کرا سکتے ہیں۔

(۷۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو والدین اس کو گود میں اٹھاتے ہیں اور طرح طرح کے لاڈ لڈاتے اور ناز برداری کرتے ہیں اور اس کو اٹھا اٹھا کر اپنے سر پر رکھتے ہیں۔ وہ لاتیں چلاتا ہے تو ماں باپ کے سر میں دھڑا دھڑ لگتی ہیں مگر وہ ان باتوں کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے اور اس کا پاخانہ پیشاب اٹھانا اور طرح طرح کی خدمت کرنا سب اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اس کی مار پیٹ گالی گفتار کسی بات میں دکھ نہیں مانتے اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے تو پھر خود بخود ایسی حرکتوں سے باز آتا ہے۔ جس پر اس نے لاتیں چلائی تھیں اس کو واجب التعظیم سمجھتا ہے بلکہ والدین کے قدموں پر سر رکھ کر اور ان کی ہر طرح سے خدمت گزاری کر کے سعادت دارین حاصل کرتا ہے اور

زر و مال جسم وجان سب کو لگاتا ہے اور ثواب کماتا ہے۔
اکثر والدین اس بات کو بھی منظور نہیں کرتے کہ ان کا لڑکا باوجود بڑے ہونے کے بھی ان کی خاطر کچھ تکلیف اٹھائے بلکہ اولاد کا یہ فرض ہے کہ وہ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے۔ اسی طرح سے اوّل مرشد اپنے مریدوں کی غور و پرداخت کرتے ہیں اپنے آنند و سرور میں خلل ڈالتے ہیں اور ان کی حالت کی نگرانی اور سنبھال میں اپنا عزیز وقت صرف کرتے ہیں ان کی طرح طرح کی نازبرداری کرتے ہیں ان کی دلی خواہشیں پورا کرنے کا سامان بہم پہونچاتے ہیں اور ان کی ہر تکلیف اور دکھ میں انکی پوری پوری سنبھال کرتے ہیں اور ہر طرح سے مرید کی مرضی کے مطابق کارروائی کرکے اس کو خوش رکھتے ہیں تاکہ وہ روحانی دنیا میں بچّے سے بڑا ہو کر لڑکا اور پھر لڑکے سے بڑا ہو کر جوان ہو جائے۔ جب کبھی مرید راہ سے بھٹک کر گمراہی کا راستہ لیتا ہے تو کیسی کیسی پیار کی باتیں سنا کر اس کو راہِ راست پر لاتے ہیں۔ اس کے دل کے وسوسے اور خرخشے مٹا کر اس کو اپنے سایۂ عاطفت میں رکھتے ہیں اور یہ کل کارروائی محض رحم پر مبنی ہوتی ہے اسمیں کسی قسم کا عوض معاوضے کا خیال یا کسی نفسانیت یا خود غرضی کا دخل نہیں ہوتا نہ کسی آئندہ بدلہ یا مستقبل میں کسی فائدے کی امید ہوتی ہے لیکن جب مرید روحانی دنیا میں بڑا ہو جاتا ہے اور اچھی طرح ہوش سنبھال لیتا ہے وہاں کے آداب و اخلاق سے واقف ہوتا ہے تو پھر وہ اپنی گزشتہ باتوں کو یاد کرکے جُھرتا ہے اور ہزار ہزار دل وجان سے مرشد اور گرو کا شکریہ بجالاتا ہے اور انکی ہر طرح کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اور دھن دولت جسم وجان کو لگانے میں اپنے بھاگ کی بڑائی سمجھتا ہے اور جیوں جیوں ترقی کرتا جاتا ہے چشم بینا اور دل دانا ہونے سے اسکا شوق بڑھتا جاتا ہے اور پھر وہ خواہ کسی قسم کی بڑی سے بڑی خدمت بھی گرو کی

کیوں نہ کرے اس کے دل کو اس بات کی تسلی نہیں ہوتی کہ میں نے کچھ خدمت کی کیونکہ جو آنند و سرور اس کو مرشد کی ہدایت و رہنمائی سے حاصل ہوا ہے وہ ایسا دائم و قائم و روز افزوں ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی شے اس کے مقابلے میں نہیں ہو سکتی۔ اور دنیا کی کسی بات سے اس کی ترپتی نہیں ہوتی اسلئے وہ نت نئی نئی امنگیں اٹھا کر مرشد کی خوشی اور رضا حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کی کوشش کرتا ہے حالانکہ گرو اس سے کسی بات کی امید نہیں رکھتے نہ اس سے کسی خدمت کے واسطے کہتے ہیں بلکہ ان کا تو ہمیشہ یہی حکم رہتا ہے کہ:-

"مالک کا بھجن کرو"۔ لیکن اب اس کے شوق اور امنگ کی حد نہیں رہتی۔ اس کے دل میں ایسی ایسی باتیں اٹھتی ہیں کہ اپنا سر کاٹ کر اس کے خون سے بھی اگر مرشد کے قدم دھوئے جائیں تب بھی شمہ برابر خدمت ادا نہیں ہو سکتی۔

اب جو شخص مرشد کو اپنے جیسا دیہہ دھاری شخص جان کر اور اپنے کو اور ان کو ایک سمجھ کر برابر ہو بیٹھے یا یہ سمجھ لے کہ

اب تو آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے

اور پھر کسی رہنما کی تلاش و جستجو نہ کرے اُن سے تعلق پیدا کر کے اپنے آتما کے اُدّھار کی کچھ سبیل نہ نکلوائے تو اس کی حالت قابلِ ترس و رحم ہے یا نہیں؟"

(۷۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بُلّے شاہ بڑے مقبول مریدوں میں سے تھے انکے مرشد اپنے لڑکے سے کسی وجہ سے ناخوش ہو گئے اور اس کو دربار سے نکال دیا۔ وہ بُلّے شاہ کے پاس چلا گیا اور وہاں جا کر سب ماجرا بیان کیا۔

بُلھے شاہ نے کہا کہ تمھارے والد یعنی ہمارے مرشد تم سے ناراض ہیں اس لئے ہم بھی تم کو نہیں ٹھہرا سکتے۔ وہ وہاں سے مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔

یہ حال بُلّے شاہ کے مرشد کو معلوم ہوا تو بہت ناخوش ہوئے اور بُلّے شاہ کو بلا کر کہنے لگے کہ ہم نے تمھاری آزمائش کو یہ کام کیا تھا ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ تم میں رحم کا مادہ کہاں تک ہے۔ ہم چاہے ناخوش ہی تھے مگر آخر کو تو ہمارا ہی لڑکا تھا۔ تمھارا فرض تھا کہ تم اس کو اپنے پاس ٹھہراتے اور پھر ہمارے پاس لا کر اس کو معافی دلواتے اور بخشواتے اور یہ کہہ کر اپنے حضور سے نکال دیا کہ:۔

"اب بغیر اجازت یہاں نہ آیا"۔

انھوں نے ہر چند اور ہر طریقے سے کوشش کی مگر حضور میں جانے کی اجازت نہ ملی۔ بہت فقیروں سے ملے کوئی انکی مدد نہ کر سکا۔ ایک فقیر سے ملنے پر اس نے دریافت کیا کہ تمھارے مرشد کو کیا چیز پسند ہے تو انھوں نے کہا کہ طوائف کا مجرا پسند ہے تو اس نے ترکیب بتلائی کہ بس تم اس طوائف سے جو مجرا کرتی ہے جا کر ملو اور ناچنا سیکھو۔

یہ طوائف کے پاس گئے اور عرصہ دراز تک اس سے ناچنا گانا سیکھا جب ہوشیار ہو گئے تو طوائف نے مرشد صاحب سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بہت ہی اچھا گانے ناچنے والا آیا ہے اگر اجازت ہو تو کل اس کو ہمراہ لاؤں؟

اجازت مل گئی اور دوسرے دن انھوں نے جا کر مجرا کیا ان کے ناچ اور گانے کو دیکھ کر مرشد بہت خوش ہوئے اور دریافت کرنے لگے کہ یہ کون ہے؟

انھوں نے اس وقت سر کھول کر قدموں پر رکھ دیا اور عرض کرنے

لگے کہ میں ہوں بُھلاّ (یعنی بھولا ہوا)

آپ نے فرطِ محبت سے چھاتی سے لگالیا اور کہنے لگے کہ تو بُھلاّ (یعنی بھولا ہوا نہیں) بلکہ بُلاّ شاہ ہے (یعنی بھولا بادشاہ ہے)۔

شری مہاراج نے فرمایا کہ اگر مرید اور مرشد کے درمیان کوئی ایسی بات ہو جاوے تو مرید کو چاہیئے کہ اپنے مرشد کو ہی راضی کرنے کی کوشش کرے اِدھر اُدھر من نہ بھٹکائے اور جو بزرگ ہیں وہ ہمیشہ ایسے راندہ آدمیوں کو ایسے ہی مشورے دیتے ہیں کہ مرشد کے پاس ہی جاؤ۔ انکو میل کی ترکیب بتاتے ہیں بلکہ ان کے درمیان میل کرا ہی دیتے ہیں۔

(۷۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی برہمن کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ علم نجوم سے معلوم ہوا کہ یہ چور بنے گا۔ برہمن نے اس کو بچپن ہی سے اچھی تعلیم دینی شروع کی اور مہاتماؤں کا خوب ست سنگ کرایا اور روچک بھیانک اور یتھارتھ تینوں طرح کے شاستر پڑھائے۔

برہمن نے تو قضا کی اور لڑکے کو جوان ہونے پر کرم کے سنسکار سے چوری کی لت پڑ گئی۔ ایک شب کو راجہ کی خوابگاہ میں جا پہونچا جس چیز کو ہاتھ لگاتا ہے تو اس کو یاد آجاتی ہے کہ اس چیز کے چرانے کا یہ ڈنڈ ہے اس کو رکھ دیتا ہے اس طرح سے تمام قیمتی چیزیں اٹھا اٹھا کر ان کا شاستر کے انوسار ڈنڈ بچار کر رکھدیں۔ آخر کو کسی چیز کا چھوک پڑا ہوا تھا اس کو نکما سمجھکر اٹھا لیا کہ اس کا کیا ڈنڈ ہوگا اور لے کر چلنے لگا کہ راجہ جو اس وقت خواب دیکھ رہا تھا سپنے میں بڑبڑانے لگا کہ:-

"یہ چیز بھی میری ہے اور یہ چیز بھی میری ہے"

یہ شخص پاس کھڑا ہوا سنتا رہا چونکہ ست سنگی تھا آخر میں بول اٹھا کہ "جب آنکھ بند ہوئی تو اپنی کچھ نہیں" راجہ اس آواز کو سنکر چونک پڑا

اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟
اس نے کہہ دیا کہ میں چور ہوں۔ تلاشی لینے پر اس کے پاس پھوک نکلا تو راجہ نے کہا کہ تم نے ایسی ناکارہ چیز کس لیے چرائی یہاں پر تو ہزاروں طرح کی بیش قیمت چیزیں دھری تھیں۔
اس نے اپنے بچار کا حال کہہ دیا۔ راجہ نے اس کو معاف کر دیا اور سمجھ گیا کہ یہ امر مجبوری ہے ورنہ یہ شخص پورا ست سنگی اور واقف کار ہے سچ ہے ست سنگ کبھی نہ کبھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔

(۷۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ابھیاسی یعنی ست سنگی چار قسم کے ہوتے ہیں:۔
اوّل۔ جو پوتھی میں پڑھ کر یا زبانی سنکر ساری باتیں یاد یعنی کنٹھ کر لیتے ہیں جیسے کوئی طبابت کی کتاب پڑھکر یا زبانی سنکر صرف نسخہ یاد کر لے۔
دوسرے جو صرف دکھاوے کے واسطے دو چار منٹ یا زیادہ دیر تک آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاتے ہیں جیسے کوئی دوا منہ میں ڈال کر کلی کر دے۔
تیسرے جو محنت کر کے ابھیاس کرتے ہیں پر اکثر یا کبھی کبھی وشے آدک میں زیادہ آسکت ہو جاتے ہیں جیسے کوئی دوا بھی پیے پر پورا پرہیز نہ کرے۔
چوتھے جو ابھیاس اور محنت سچّے شوق اور پریم کے ساتھ کرتے ہیں اور وشیوں سے ہمیشہ بچے رہتے ہیں جیسے کوئی دوائی بھی پیے اور پورا پرہیز بھی کرے۔ اس قسم کے آدمی ابھیاس کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(۸۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ انسان تین درجے کے ہوتے ہیں۔
اُتم۔ مدھم اور کنشٹھ۔ کنشٹھ وہ جو وِگھن کے ڈر سے کام کو شروع ہی نہیں کرتے۔ مدھم وہ جو شروع کر کے وِگھن کو دیکھ کر کام کو چھوڑ دیتے ہیں اور اُتم وہ ہیں جو بار بار وِگھن ہونے سے بھی کام کو شروع کر کے نہیں

چھوڑتے یعنی اس کو پورا ہی کر کے چھوڑتے ہیں۔

(۸۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ عموماً تمام آدمی کسی نہ کسی کو اپنا مرشد اور پیر یا گرو کسی نہ کسی صورت میں مانتے ہی ہیں لیکن اصل میں مرید بننا بڑا مشکل کام ہے۔ مرید نام مردے کا ہے جس طرح سے گرو کہیں اسی طرح سے کرے اپنی عقل کسی بات میں پیش نہ کرے اور جب تک یہ حالت نہ آوے اس وقت تک یہ زندہ یعنی سنساری ہے مردہ یا مرتک اس وقت ہوتا ہے جب من اور مرشد سنمکھ کھڑے ہوں اس وقت من کو چھوڑ کر مرشد کا حکم مانے تب جاننا چاہیئے کہ من یعنی خودی کو مار لیا لیکن یہ بات اس وقت تک حاصل نہ ہوگی جب تک ترکٹی میں گرو کا درشن نہ ہووے اور اسی وقت اصل میں گرو پرائن ہوتا ہے ورنہ مرید کو بے پیر یعنی نگرا سمجھنا چاہیئے۔

جب تک گرو کا درشن نہ ہوئے
تب تک چیلہ نگرا سوئے

(۸۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ حسن ابدال یعنی پنجہ صاحب میں قندھاری بابا نے جب شری گرو نانک مہاراج کی کرامت دیکھ لی تو پہاڑ سے اتر کر نیچے آئے اور سوال کیا کہ سنمکھ کون ہے اور گرمکھ کون ہے۔

بابا نانک نے جواب دیا کہ آپ روز نماز پڑھنے کعبہ شریف جایا کرتے ہیں اور اب نماز کا وقت ہو گیا ہے اس لئے پہلے نماز پڑھ آیئے بعدہٗ اسکا جواب ملیگا۔

جب وہ وہاں جا رہے تھے تو انھوں نے دیکھا کہ سمندر میں بارش ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اعتراض کیا کہ سمندر میں بارش کرنے سے کیا فائدہ

آگے چل کر دیکھا کہ سمندر میں ایک جہاز ڈوبتا ہے آپ نے اس کے بچنے
کی دعا کی اور جہاز نکل آیا۔ جب کعبہ شریف میں پہونچے تو دیکھا کہ چند فقیر بیٹھے
ہیں ان سب کے واسطے غیب سے کھانا آیا۔ ان کے مہنت نے پوچھا کہ سب
کو کھانا ملگیا کوئی رہا تو نہیں۔

قندھاری بابا بولے کہ مجھ کو نہیں ملا۔

انھوں نے کھانا تو اپنے پاس سے دیدیا اور فرمایا کہ سنو یہ لوگ تو
گرمکھ ہیں جو اپنے مالک کی مرضی سے مطابقت کرتے ہیں اور منمکھ آپ
جیسے ہوتے ہیں جو مالک کے کاموں پر اعتراض اٹھاتے ہیں سمندر میں چند
جانور ہیں جو کہ سمندر کا کھارا پانی نہیں پیتے وہ صرف بارش کا پانی ہی پیا
کرتے ہیں دوسرے جہاز تو ڈوبنے والا نہ تھا ورنہ آپ ہزار دعا کرتے
تو کیا ہوتا تھا۔ صرف آپ کو منمکھ بنانے کے لئے یہ ظہور دکھلایا گیا تھا اس
لئے چاہے آپ ہر روز کعبہ میں آکر نماز پڑھیں یا ہزار کراماتیں دکھلائیں
مگر گرمکھ کا درجہ دور ہے۔

(۸۳)

ایک روز بابا لوگ آنند جی مہاراج نے عرض کیا شری مہاراج آپ نے
آج تک کسی کو چیلہ بھی بنایا ہے۔ یہ سن کر کچھ طبیعت جوش میں آگئی اور پریم
سے پورن زبان مبارک سے اسطرح فرمانے لگے کہ:۔

بیٹا تم کیسی بات کرتے ہو ہم ہی زمانے بھر کے چیلے ہیں اور ہم
کس کو اپنا چیلہ بنائیں اور سچ بات تو یہ ہے کہ نہ ہمارا کوئی گرو ہے اور نہ
کوئی ہمارا چیلہ ہے اگر کسی کو گرو بنانا ہی منظور ہوتا تو ماں باپ سے ہی
کیوں قطع تعلق کرتے۔ اگر کوئی مٹھ یا استھان قائم کرنا ہوتا تو گھر ہی
چھوڑنے سے کیا مطلب تھا اگر چیلہ بنا کر نام چلانا ہوتا کہ فلاں فقیر کے اتنے
چیلے ہیں تو گرہستی کر کے اولاد ہی کیوں نہ پیدا کرتے جس سے خوب نام چلتا۔

اگر اس بھیک میں لوگوں سے روپیہ وصول کرنا ہوتا تو کوئی نوکری یا پیشہ ہی کرنے میں کیا ہرج تھا جسکے ذریعے سے خوب دھن اکٹھا کرتے لیکن جب ابدھوت ہو گئے تو سمجھ لو کہ گرو چیلہ مٹھ استھان سمادھی یادگار سب ہی باتوں سے قطع نظر کر لی اور ہم تو تم کو بھی یہی اُپدیش کرتے ہیں کہ اگر تم نے بھیک لیا ہے تو ایسے ہی نباہنا۔

چیلہ چاٹی کا بکھیڑا ہے۔ جو مہاتما لوگوں کو مونڈ کر فقیر بناتے ہیں انکا طریقہ مجھکو پسند نہیں بلکہ یہ پرماتما کا نام بتانے اور لوگوں کو ست مارگ کا اُپدیش دینے کی خدمت جو میرے سپرد ہوئی ہے اس خدمت کو یہ جسم ادا کر رہا ہے

(۹۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ روحانی ترقی کے مسائل ایسے نہیں جن کو کسی مدرسہ یا مکتب میں پڑھ کر ان پر عمل درآمد کر سکیں اور نہ ان کے اظہار کا کوئی ایسا ذریعہ اور وسیلہ ہے جس سے ان کو زبانی طور پر باتوں باتوں میں سمجھا سکیں بلکہ اس کے واسطے اوّل اعتقاد کی ضرورت ہوتی ہے اور بعد ازاں عمل کی۔ جب اعتقاد سے انسان ان وسائل پر عامل ہوتا ہے اسوقت انکی سمجھ آسانی سے اور پورے طور سے ہوتی جاتی ہے جیسے اگر کوئی طالب علم لفظ الف کو پڑھ کر استاد سے حجت اور دلیل کرنے لگے کہ اس کو میں الف کیوں کہوں اور اس کی شکل اس طرح کی کیوں مانوں تو سلسلۂ تدریس و تعلیم جاری نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اول اس کو استاد کی بات پر یقین کرنا اور لفظ کو جیسے وہ بتلائے یاد کرنا چاہیے۔ جب حروف تہجی ختم ہو جاتی ہے تو حروف ایک سلسلہ میں نظر آتے ہیں اور پھر ان کے میل جول سے الفاظ و جملے بننے لگتے ہیں۔ پھر عبارت کے معنی سمجھ میں آنے لگتے ہیں اور علم کا لطف حاصل ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ علم

کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔

(۸۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی شخص نے ایک فقیر کامل کی بہت عرصے سیوا کی تو درویش صفا کیش نے اس کو سوہنگ کا جاپ بتا دیا۔ ایک دن اتفاقیہ کوئی بھکاری اس کے گھر پر آیا۔ اس نے اس کو آٹا دیا۔ اس کو لے کر بھکاری بولا کہ بابا سوہنگ سوہنگ جپا کر۔

یہ سنکر اس کے دل میں خیال ہوا کہ اس فقیر نے جو بات اسقدر سیوا اور ٹہل کرنے پر اتنے عرصے میں بتائی وہی بات اس نے چٹکی آٹے کے عوض بتا دی اور طرح طرح سے شک و وسوسے اس کے دل میں پیدا ہو گئے اور اپنے گرو سے جاکر حال عرض کیا۔

مرشد نے فرمایا کہ وہ سامنے طاق میں لوہے کی ڈبی میں پارس رکھا ہے سو اٹھا لاؤ چیلہ یہ دیکھ کر سمجھا کہ شائد مذاق کرتے ہیں۔ بھلا لوہے کی ڈبی میں پارس یہ کیا بات مگر گرو جی کے مکرر کہنے پر ڈبیہ اٹھا لایا تو گرو نے ڈبیہ کھول کر پارس نکالا جو کہ کپڑے کی کئی تہوں میں لپٹا ہوا رکھا تھا۔ اسکو دکھلا کر فرمایا کہ:۔

تو نے اپنی عقل تو خوب لڑائی کہ لوہے کی ڈبیہ میں پارس کیسے رہ سکتا ہے مگر اس جتن کو نہ سمجھا کہ کیسے لپیٹ کر میں نے اسکو رکھا ہے اور وہ پارس اسکو دیکر فرمایا کہ جا بازار میں اس کا سودا کر لا اور نرخ دریافت کرا۔ مگر فروخت نہ کریو۔

وہ چیلہ اوّل کنجڑے کے پاس اس کو لے گیا۔ کنجڑے نے چھدام کی کوڑی نرخ لگایا یا اس کی عوض میں تھوڑا سا ساگ دینا چاہا پھر پنساری کے پاس گیا دھیلہ نرخ ٹھہرا۔ پھر حلوائی کے پاس گیا تو اس نے ذرا سی مٹھائی دینے کا وعدہ کیا۔ اسی طرح پر دکھاتے دکھاتے اور بھاؤ کرتے کرتے وہ

جوہری تک جا پہونچا۔

جوہری نے جب اسکو دیکھا تو اس کی آنکھ کھل گئی کیونکہ آجتک نہ تو اس قسم کا پتھر کبھی دیکھا نہ اسکو یہ بات معلوم تھی کہ پارس کیسا ہوتا ہے مگر اس کے وزن اور قسم جوہر کو دیکھ کر اتنا خیال پیدا ہوا کہ پتھر بہت اعلیٰ قیمت کا معلوم ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ روپے تک قیمت لگا دی مگر چونکہ چیلے کو بیچنے کا حکم نہ تھا اس لئے واپس لاکر کل حال گرو سے عرض کر دیا۔ اس وقت مرشد نے فرمایا کہ :-

دیکھو چیز تو وہی ایک تھی مگر کہیں تو اس کی قیمت کچھ لگی کہیں کچھ۔ جس طرح پر جوہر کی قدر کنجڑے حلوائی نہیں جانتے ایسے ہی سوہنگ کی قدر کو بھی ملنگ گدا کیا جانے۔ اسی پارس کا تماشہ تجھکو اور کا اور دیکھنے میں آیا اگر اب تو اس کو راجہ کے پاس لیجائے تو قیمت اور بھی بڑھ جائے مگر وہاں لیجانے کی اجازت نہیں کیونکہ اگر اس نے پہچان لیا تو پھر وہ حاکم وقت ہے زبردستی بھی چھین سکتا ہے۔ ع

قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

اب تو خود انصاف کر کہ جس ترکیب اور باریکی اور بھید کے ساتھ سوہنگ کا جاپ ہم نے تجھکو بتلایا تھا کیا وہ سب بھید بھکاری نے بھی تجھکو در سایا؟

یہ سنکر چیلہ خائف ہوا اور گرو سے اپنے بھرم اور اشردھا کی معافی مانگی۔ ؎

اگیانی کے نکٹ میں کہو نہ آتم گیان
جیسے بہرہ موڑھ نر سنے نہ وید پران
اودیکی مرز جنھیں سکھو انھیں نہ برہم لکھاؤ
جیسے سیس کے اگر میں پتھر منی ایک بھاؤ

(۸۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جوہری کے پاس ہزاروں قسم کے جواہرات مختلف قسم اور قیمت کے ہوتے ہیں جیسا خریدار آتا ہے اس کو جوہری اس کی حسب حیثیت چیز دکھاتا ہے۔ اگر راجہ آوے تو ہزاروں اور لاکھوں روپے کی قیمت والے موتی وجواہرات یعنی گج مکتا وغیرہ دکھلاتا ہے۔ جو معمولی خریدار ہو تو اس کو ویسی دو چار پانچ روپے کی قیمت والے موتی دکھاتا ہے اگر کوئی گنوار آوے تو اس کو دس بارہ آنے والا موتی دکھادے۔

موتی گو ایک ہی ہوتے ہیں مگر آب وتاب چمک ودمک کا ضرور فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح سے جیسا ست سنگی ہوتا ہے اس کو ویسی ہی بات بتلائی جاتی ہے۔ جگیاسا اور ست سنگ کرنے سے جگیاسو کے ظرف اور حوصلے کا پتہ لگ جاتا ہے۔ دیگر جیسے خریدار اپنی ضرورت کے مطابق جواہرات خریدتے ہیں اور جوہری سب قسم کا مال خرید سکتا ہے اسی طرح سے عوام کو ظاہری اصول اور ایک دو طریقہ حسبِ ضرورت بتا دیتے ہیں اور اُپدیش وغیرہ کو عام اور تمام باتیں ظاہر کردی جاتی ہیں کہ جیسا گاہک اور خریدار اور طلب گار ہو وہ اس سے ویسے ہی لے اور اس کو ویسی ہی ضروری بات بتا دے۔ باقی زیادہ مغز پچی نہ کرے۔

جانت ہے تو چپ رہ انجان ہے تو بول
ایسی امولک رتنوں کو بن گاہک مت کھول

(۸۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس طرح سے جسمانی علاج کے ویدک یونانی ڈاکٹری وغیرہ مختلف طریقہ ہیں اسی طرح سے روحانی مرض کے دفعیہ کے واسطے بھی کئی طرح کے علاج یعنی بھجن پوجن، اُپاسنا شغل اشغال وعبادت

کے طریقے مقرر رہیں۔ جو شخص جس طریقۂ علاج کو جانتا ہے وہ اسی کے ذریعے سے اپنے مریضوں کا علاج کرتا ہے اور دوسرے طریقۂ علاج سے محض بے بہرہ رہتا ہے مگر جو حکماء کہ ویدک۔ یونانی۔ ڈاکٹری وغیرہ سب طریقوں کو جانتے ہیں وہ جس طریقے سے چاہیں اپنے مریض کا علاج کر سکتے ہیں وہ صرف ایک طریقہ کے علاج کے محتاج نہیں رہتے اور نہ کسی طریقے کی مذمت اور برائی کرتے ہیں اور نہ کسی کی بے جا تعریف میں زبان کھولتے ہیں۔

اس طرح سے تمام بھجن کے راستوں کے جاننے والے سب طرح کی تعلیم کر سکتے ہیں۔

(۸۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ اگر کوئی من یا دو من بوجھا خالی سر پر اٹھا دے تو اسکو تکلیف ہوتی ہے اور گردن ٹوٹنے لگتی ہے لیکن پانچ یا چھ سیر کی ٹھیکی گردن کے نیچے لگا کر ڈھائی منی بوری بھی آسانی سے اٹھا لیتے ہیں حالانکہ اس ٹھیکی کی وجہ سے مزدور کے بوجھے میں ایزادی ہو جاتی ہے مگر بوجھا بٹ جاتا ہے اور سہولیت ہوتی ہے اسی طرح سے ست سنگ میں جانے سے وقت ضرور صرف ہوتا ہے اور وہ وقت مصارف دنیاداری میں سے ہی نکالنا پڑتا ہے مگر ست سنگ میں وقت لگانے سے دنیاداری کے کام میں زیادہ الجھن پیدا نہیں ہوتی بلکہ ہر کام اور دکھ سکھ کے موقع پر ست سنگ ٹھیکی کی طرح ان کو بٹھا لیتا ہے اور سب بوجھا ست سنگی پر نہیں پڑتا۔

(۸۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کان تین طرح کے ہوتے ہیں یعنی بات سننے اور اس پر عمل کرنے والے آدمی تین طرح کے ہیں۔

اوّل۔ سوپ کی طرح۔ جو اچھی چیز کو رکھتا ہے اور کوڑے کرکٹ کو

پھٹک کر پھینک دیتا ہے اسی طرح سے اس قسم کے لوگ اچھی بات کو گرہن کرتے ہیں اور ناقص بات کو چھوڑ دیتے ہیں۔

دوسرے چلنی کی طرح جو بُری چیزیں یعنی چھانن کو رکھتی ہے اور عمدہ چیزیں نیچے گرا دیتی ہے سو اس قسم کے لوگ عیبوں اور برائیوں کو گرہن کر کے سار وستو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

تیسرے موسل کی طرح جو اچھے اور بُرے دونوں کو شامل کوٹتا ہے اچھے بڑے کی الگ تمیز نہیں کر سکتا ویسے ہی اس طرح کے آدمی بات کو سنکر اس پر وچار نہیں کر سکتے اور نہ اچھے بُرے کی تقسیم کر سکتے ہیں۔ ان سے دریافت کرنے پر یہی ظاہر ہوگا کہ وہ کچھ سمجھے بھی نہیں کہ یہ چیز باقی ہے یا فانی یا اچھی و کار آمد ہے یا کہ بُری و ناکارہ ہے۔

(۹۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ مہاتما آدمی کا حوصلہ دیکھ کر اس کو تعلیم و تلقین کرتے ہیں اور جب تک اس کا من شانت نہ ہو جائے اور دنیا کی خواہشات دل سے دور نہ ہو جاویں اسکو سیر ملائک کا نظارہ نہیں دکھاتے۔ من شانت ہونے سے پہلے جس کسی کی دِویہ درشٹی کھل جائے تو مجذوب یعنی پاگل ہو جانے کا اندیشہ ہے اور جب اس کا من بے قابو ہو جاتا ہے تو آکاش میں سے جو دوسرے آدمیوں کے بلکہ تمام مخلوق کے خیالات کا بھنڈار ہے۔ وہ خیالات اس کے دماغ پر پے در پے حملہ کرتے ہیں یہ انکو ہٹانے اور زیر کرنے پر قادر نہیں ہوتا اس لئے ان کے زیر اثر ہو جاتا ہے اور وہاں کے بھوگ سوکشم یعنی لطیف اور یہاں سے اچھے ہیں ان میں پھنسکر نکلنا مشکل ہو جاتا ہے اور آئندہ کی ترقی رک جاتی ہے۔

(۹۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی قصبہ میں دو سگے بھائی رہتے ہیں ـــــ باپ

کے مرنے کے بعد چھوٹے بھائی نے حکمتِ عملی سے ساری دولت اپنے قبضے میں کر لی اور بڑے بھائی کو یوں ہی کچھ تھوڑا بہت دے کر ٹال دیا۔

بڑا بھائی بڑا نیک اور ایماندار تھا اس نے تھوڑی سی پونجی سے کچھ کاروبار شروع کر دیا اور جو دو چار آنے روز اس رقم سے پیدا کرتا اس سے ہی اپنی گرہستی کا پالن کرتا تھا۔

کچھ عرصے بعد چھوٹا بھائی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے باپ کی ساری کمائی اڑا دی اب میرے پاس کچھ نہیں رہا ہے یہاں تک کہ فاقہ کی نوبت آ گئی ہے اگر تم سے کچھ ہو سکے تو میری مدد کرو۔

اس نے جواب دیا کہ میں دو چار آنے روز پیدا کرتا ہوں اس سے بمشکل تمام دن کٹتے ہیں خیر ایک روپیہ لے جا گاؤں سے دودھ لا کر بیچا کر دو تین آنہ روز بچ ہی رہا کریں گے اس سے گزارا کرنا مگر خبردار بے ایمانی نہ کرنا۔

چھوٹے بھائی نے روپیہ لے لیا اور گاؤں سے دودھ لا کر بیچا ایک دن اس کے دل میں پاپ سمایا اور دودھ میں پانی ملا کر بیچنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ چند روز میں بہت روپیہ پیدا کیا اور بہت بڑی دکان کھول لی اور اس میں بھی کپٹ کا بیوپار جاری رکھا۔

اس کے بڑے بھائی نے اس کو ہر چند منع کیا مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ ایک دن بڑے بھائی نے فقیر سے کہا کہ مہاراج اس سنسار میں بے ایمان ہمیشہ سکھی اور مالدار ہوتے ہیں اور ایماندار دکھ اور مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟

ف

اے خیانت بر تو رحمت از تو گنجے یافتم

اے دیانت بر تو لعنت از تو رنجے یافتم

فقیر نے دریافت کیا کہ وہ کیا بے ایمانی کرتا ہے؟

اس نے کہا کہ وہ دودھ میں پانی ملاکر بیچتا ہے۔

سادھو نے پوچھا کہ کیا تو بتا سکتا ہے کہ اس نے کتنے لوٹے پانی اب تک دودھ میں ملاکر بیچا ہے؟

اس نے حساب لگاکر تعداد بتادی کیونکہ یہ روز اس کو ملاتے دیکھتا اور حساب کرتا رہتا تھا۔

سادھو نے کہا کہ ایک قد آدم کے برابر گڈھا کھود اور اس میں اتنے ہی لوٹے پانی ناپ کر بھردے۔

جب برہمن نے گڈھا کھود کر پانی بھر دیا تو فقیر نے حکم دیا کہ ذرا تو اس میں اتر کر کھڑا ہوجا۔

جب برہمن گڈھے میں اترا تو اس کی گردن تک پانی آیا۔ تب سادھو نے اس سے کہا کہ ابھی پانی کی مقدار اس کو ڈبانے کے لئے کافی نہیں ہے جب اتنے لوٹے پانی اور ملے گا تب غارت ہوجائے گا اور اس کی یہ دولت اس کی بے ایمانی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے اگلے جنم کے شبھ کرموں کا پھل ہے مگر افسوس وہ بے ایمان اسکو بھی غارت کر رہا ہے۔

برہمن گھر واپس آیا اور دن گنتا رہا۔ جب پانی کے لوٹوں کی تعداد برابر ہوگئی تو شام کے وقت چھوٹا بھائی دودھ کے نیچے آگ بجھاکر ان بجھی ہوئی لکڑیوں کو لکڑیوں کے انبار میں پھینک کر سو رہا ایک لکڑی میں اتفاق سے آگ رہ گئی تھی وہ سلگ کر سب ڈھیر میں لگ گئی اور دوکان وغیرہ سب جلنے لگی۔ برہمن نیند سے چونک اٹھا۔

اڑوس پڑوس کے لوگ بجھانے کو دوڑے مگر لا حاصل۔ جو کچھ مال متاع تھا سب جل کر خاک ہوگیا۔ اس کی انٹی میں صرف ایک روپیہ بندھا

تھا وہی اس کے پاس بچا۔

(۹۲)

ایک روز کوہاٹ میں سہ ماہی جلسہ ہونے والا تھا اور تمام اردگرد کے گاؤں کے آدمی کوہاٹ میں جلسہ منعقدہ پر جمع ہونے والے تھے کہ ایک شخص نے عرض کی کہ:-

شری مہاراج ان آدمیوں کے یہاں جمع کرنے سے فضول سب کو تکلیف ہوتی ہے اور کچھ کام یا فائدہ نہیں ہوتا۔ دیا بھجن اور اُپاسنا اسکا طریقہ سب کو بتا دیا گیا ہے سب اپنے اپنے گھر بھجن کریں۔

اس وقت شری مہاراج نے فرمایا کہ کسی بوڑھے شخص نے اپنے وفات کے وقت اپنے تمام رشتہ داروں کو فرمایا کہ سب آدمی ایک ایک چھوٹی لکڑی لے کر میرے پاس آئیں۔ جب وہ تمام آدمی آگئے تو حکم دیا کہ ان لکڑیوں کو جو تم لائے ہو ایک بڑی رسی سے باندھو اور پھر ہر ایک تم میں سے اس گٹھے کو توڑنے کی کوشش کرو اور دیکھو کہ آیا تم توڑ سکتے ہو یا نہیں۔ سب نے کوشش کی مگر گٹھے کو توڑنے میں ناکامیاب رہے۔ پھر بوڑھے نے حکم دیا کہ:-

"اب گٹھے کو کھول کر علیحدہ علیحدہ ایک ایک لکڑی کو توڑو۔"

سب نے ویسا ہی کیا اور اپنی اپنی لکڑی بآسانی تمام توڑ دی۔ اس وقت بوڑھے نے فرمایا کہ:-

جب تک تم پیار اور محبت کی رسی یا رشتے سے بندھے رہو گے اس وقت تک تم کو مارنے اور زیر کرنے میں تمام دشمن ناکامیاب رہیں گے لیکن اگر تم نے اس رشتہ کو توڑ ڈالا تو پھر تمہارا توڑنا و پھوڑنا اور تباہ کرنا بہت آسان ہوگا۔ جس طرح سے ان علیحدہ لکڑیوں کا توڑنا آسانی سے ہوا ہے۔

الغرض اگر تم سب ست سنگی بھائی آپس میں ملتے جلتے رہوگے تو ان کے دکھ سکھ کا حال تم کو معلوم ہوتا ہے گا ہے گا تمھاری تکالیف ان پر ظاہر ہو سکیں گی اور اس میں رشتۂ محبت قائم رہے گا۔

(۹۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ شری سداشیو جی مہاراج اور پاربتی جی مہارانی سیر و تفریح کو جا رہے تھے کہ شیو جی ٹھہر گئے اور زمین پر ماتھا ٹیکا۔

پاربتی جی نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ یہاں پر ایک مہاتما نے بھجن کیا تھا اس وجہ سے یہ خطۂ زمین قابلِ تعظیم سمجھنا چاہیئے۔

(۹۴)

ایک روز ایک صاحب نے عرض کیا کہ لنگر اور بھنڈاروں کا کام تو بالکل فضول خرچ معلوم ہوتا ہے اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے یوں ہی سنڈ مسنڈ فقیر آنکر کھا پی جاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ کسی راجہ نے یہ سنا کہ مان سرودر میں ہنس ہوتے ہیں اور وہ موتی چگتے ہیں اور وہاں ہزاروں طرح کے پرندے رہتے ہیں لیکن وہاں سردی بہت پڑتی ہے اس لئے ہر ایک کا گزر نہیں۔

یہ سنکر ہنسوں کو دیکھنے کا شوق ہوا اور اپنے وزیر باتدبیر کو بلاکر اس بات کو ظاہر کیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں ہنسوں کے درشن آپ کو یہیں کرا سکتا ہوں لیکن اس میں اسقدر روپیہ صرف ہوگا کہ آپ گھبرا جائیں گے بلکہ عجب نہیں کہ لوگوں کے کہنے سننے سے آپ میری طرف سے بدگمان بھی ہو جائیں۔

راجہ نے اس کا ہر طرح سے اطمینان کر دیا اور کہا کہ چاہے جتنا صرفہ ہو مگر ہم کو ہنسوں کے درشن یہیں کرادو۔

وزیر نے جنگل میں پرندوں کو دانہ ڈلوانے کا انتظام شروع کیا اور قسم قسم کے اناج اور غلّہ جنگل میں روز ڈالنے لگے اور ہر طرح کا بند و بست انکے

آرام کا کر دیا گیا۔ کوئی ان پرندوں کو ایذا نہیں پہونچا سکتا تھا۔

اس آرام کی وجہ سے ملک ملک کے پرندے وہاں آکر جمع ہو گئے حتیٰ کہ مان سرور تک کے پرندے اڑ کر یہاں چلے آئے اور مان سرور خالی سا نظر آنے لگا تو ہنس کی مادہ نے ہنس سے سبب دریافت کیا اس نے تمام حال کہہ دیا کہ:-

"فلاں ملک میں پرندوں کے کھانے پینے اور رہنے کا ایسا اچھا بندوبست ہے اس لئے وہاں سب چلے گئے ہیں"

اب تو مادہ نے ہنس کو بھی وہاں جانے کو مجبور کیا کہ ایسے دھرماتما اور فیاض شخص کا جو پرندوں تک کی خبر گیری کرتا ہے ضرور درشن کرنا چاہئے۔

دونوں مان سرور سے اڑ کر اس راجہ کے ملک میں آئے اور وزیر نے راجہ کو انکا درشن کرا دیا۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ انسان اس راہ میں دولت صرف کرتا ہے اور ہر ملت اور مذہب کے فقیر اور سادھوؤں سے ملتا رہتا ہے تو اسکی سخاوت اور دھرم کا حال سنکر کبھی نہ کبھی کوئی ہنس اور پرم ہنس بھی وہاں آ ہی جاتے ہیں۔ جہاں بخل اور کنجوسی کا یہ حال ہو کہ ایک ایک آدمی کے کھانے کا رونا پڑ جائے وہاں فقراء اور سادھو جاتے ہی نہیں۔

(۹۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ دھرم کے چار چرن ہیں۔

(۱) ستیہ (۲) شوچ (۳) دان (۴) دیا۔

(۱) ستیہ جیسا دیکھا۔ سنا۔ پڑھا اور بھوگیا ہو ویسا ہی کہنا ستیہ ہے سندیہہ بھری بات کہنا۔ جیسے راجہ یدھشٹھر نے کہی تھی کہ اشوتھاما ہاتھی مر گیا یہ است ہیں پرمانت ہے ستیہ کے چھ استھان ہیں جو ان چھوں کو پراپت ہو گا وہ شیہ ست کو حاصل کر لے گا۔

(۱) ایمان کی سچائی یعنی کبھی کسی سے جھوٹ نہ بولے۔
(۲) الیشر سے پریم یعنی نشکپٹ ہردیسے پرارتھنا کرے یعنی تمام سنساری واسناؤں سے رہت ہو۔ الیشر کی اچھیا میں راضی بہ رضا ہے وہی بھگت کہلاتا ہے۔
(۳) شدھ بھاونا۔ بغیر شدھ بھاونا کے سب بھگتی بھاؤ دیرتھ ہو گا۔
(۴) پرتگیا۔ کوئی عہد کرے کہ مثلاً میں نوکر ہو کر بھگتی کہلاؤں گا پھر اس کو پورا کرنا چاہیے۔
(۵) ستنا یہ ہے کہ جیسا انتر میں ہے ویسا ہی پرگٹ کرے یہ بات انتہ کرن کی شدھتا اور سرلتا سے ہوتی ہے۔
(۶) دھارمک نیموں اور آتمک وچاروں میں صرف دوسروں کے بچن یا شاستر کے واکیوں پر بھی بھروسہ نہ رکھے بلکہ اپنے کرن میں بھی بچار اور ترک دوارا اسکا ست است جانچ لے۔ پھر سوی کار کرے۔ اپنی آتما کے برودھ کرم میں کبھی پرورت نہ ہو۔ جس میں سنیم۔ سنتوش۔ آشا۔ بھے انوراگ۔ پریت۔ بھگتی۔ ودھ لشواس ہو اُسے ست دھاری کہتے ہیں۔
(۷) شسوپرچ۔ دو پرکار کی ہے ایک بہی رنگ۔ دوسری انترنگ بہی رنگ شدھتا جل مٹی وغیرہ سے ہوتی ہے اور انترنگ ویک اور بچار سے یعنی ایرشا کپٹ چھل۔ دشمنی وغیرہ نہ کرنا۔ شدھتا کایا بانی اور من تینوں کی ہونی چاہیے۔
(۱) کایا میں تین پردھان دوش یہ ہیں - چوری دتھیں بچار اور ہنسا
(۲) بانی میں یہ تین دوش ہیں۔ نندا گالی اور متھیالاپ یعنی فضول بک بک۔
(۳) من میں چار دوش ہیں۔ کرودھ۔ ایرکھا مان اور چھل ان سے کایا بانی اور من کو صاف رکھنا چاہیئے۔
(۳) دان دو پرکار کا ہوتا ہے، اُتم دان اور ان اُتم۔ اُتم دان وہ

ہے کہ محتاج پر دیا کر کے کچھ دینا - اور دان اُتم وہ ہے کہ مان بڑائی یا بدلے کی خواہش سے دان دینا - دان صرف دھن ہی سے نہیں ہوتا بلکہ ودیا - نربھیتا اور مان وغیرہ کئی طرح کا دان ہے۔

دان دینے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرے - گپت دان دے۔ دِلمب نہ کرے۔ احسان نہ جتائے - دان لینے والے کو تچھ نہ سمجھے - دان دینے کا ابھیمان نہ کرے - اپنے دھن میں جو اتم پدارتھ ہے وہ دان کرے۔

(۴) دیا سب دھرموں میں دیا شرومنی ہے کسی پر کار کی تپسیا اور بھجن ودیا کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتی - کسی پرانی ماتر کو دکھ نہ پہونچانا دیا ہے۔

(۹۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ مہاراجہ دشرتھ جی کو جب اولاد کی خاطر یگ کرنے کی خواہش ہوئی تو رشیوں اور برہمنوں نے کہا کہ :-

" اس یگ کو سوائے شرنگی رشی کے اور کوئی نہیں کر سکتا اور وہ بالکل برکت اور آزاد ہیں انکا آنا کسی طرح نہیں ہو سکتا -

یہ سن کر مہاراجہ نے ڈھونڈھی پٹائی کہ " جو کوئی شرنگی رشی کو یہاں شہر میں لے آوے تو اس کو اس قدر مال و انعام ملے گا کہ وہ نہال ہو جاوے اور ہماری بہت خوشی ہو"۔

اور سب آدمی تو اس کام کے کرنے سے لاچار رہے مگر ایک رنڈی ان کو لانے کا بیڑہ اٹھا کر چلی اور جنگل میں جہاں شرنگی رشی تپ کرتے تھے پہونچی۔

اُس نے اوّل اس بات کی تلاش کی کہ یہ کھاتے کیا ہیں - رشی کا دستور تھا کہ بھجن کرتے کرتے جب کبھی بھوک لگتی تھی تو ایک درخت کے تنے میں جا کر منہ مارتے تھے اور واپس آ کر تپ کرنے لگتے تھے - رنڈی نے اسی درخت پر جس جگہ وہ منہ مارتے تھے اوّل روز تو کچھ گڑ چپکا دیا - منہ

مارنے پر رشی کو روز کی نسبت زیادہ سواد معلوم ہوا تو درخت کو چاٹنے لگے۔
رنڈی اُسی طرح سے رفتہ رفتہ زیادہ زیادہ گڑ چپکاتی گئی اور بعدہ' حلوا وغیرہ
لگایا۔ رشی جی بھی ان سوادوں کو چکھ کر ایسے مزے میں آگئے کہ خوب مزیدار
چیزیں کھانے لگے۔ پھر تو رنڈی ان کو کھلم کھلا مزے دار کھانے بنا بنا کر
کھلانے لگی۔ اور رشی جی اس سے بہت خوش رہنے لگے۔

جب اس نے دیکھا کہ زبان کے ذائقے میں خوب لولین ہو گئے ہیں
تب اس نے یک لخت تمام چیزیں بنانی بند کر دیں۔

رشی جی نے پوچھا کہ اب وہ کھانے کیوں نہیں بناتی ہو؟

رنڈی نے عرض کیا کہ وہ تمام چیزیں تو دھن سے پراپت ہوتی
ہیں اور میرے پاس جو دھن تھا سو ختم ہو گیا۔

رشی نے دریافت کیا کہ دھن کہاں سے ملتا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ راجہ کے پاس سے ملتا ہے اگر تم کسی راجہ
کے پاس چلو تو دھن ملجائے۔

رشی جی جانے کو تیار ہو گئے۔ رنڈی انکو ساتھ لے کر ایودھیا جی
میں آئی مگن راجہ رشی کا گمن سنکر اگوانی کو نکلے اور بڑے آدر سے
سنگھاسن پر لاکر بٹھلایا اور پھر اپنے یگ کا کام پورا کرایا اور رنڈی کو
بھی بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔

(۹۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی بادشاہ کے دربار میں ایک فقیر یہ صدا کیا کرتا تھا
کہ "نیکوں کے ساتھ نیکی کرو اور بدوں کی بدی خود ان کو تباہ کر دے گی"
ایک درباری اس صدا سے بڑا ناخوش ہوتا تھا۔ اس نے بادشاہ
سے چغلی کھائی کہ :-

"حضور فلاں فقیر ایسا کہا کرتا ہے کہ جہاں پناہ کے منہ سے بدبو آتی ہے

بادشاہ نے کہا کہ اس کو ہمارے سامنے بلاؤ ہم اس کی تحقیق کرینگے۔
چغلخور نے فقیر کو کہلا بھیجا کہ فلاں روز آپ کی بادشاہ کی طرف سے دعوت ہے
اور اس دن کھانے میں بہت سی پیاز پکوا کر اس فقیر کو کھلوائی بعدہٗ بادشاہ
کے روبرو پیش کیا۔
جب فقیر بادشاہ کے سامنے گیا تو اس کو خیال ہوا کہ کہیں پیاز کی بدبو
بادشاہ کو ناگوار نہ معلوم ہو اس لئے سامنے جاکر منہ پر ہاتھ دھر لیا۔
چغلخور نے اسی وقت بادشاہ کو سین دی کہ حضرت دیکھئے اس نے
آپ کے منہ کی بدبو سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا ہے۔
بادشاہ نے فقیر سے زبان تو کچھ نہ کہا ایک خط اپنے کوتوالِ شہر کے
نام لکھ کر فقیر کو دیا کہ جاؤ اس کو کوتوال کے پاس لیجاؤ۔
اس بادشاہ کا یہ عام دستور تھا کہ جس کسی کو خاص انعام دیتا تھا
اسکو کوتوال شہر کے نام خط لکھ کر دیا کرتا تھا۔ اس چغلخور نے سمجھا کہ ضرور اس
فقیر کو کوئی خاص انعام ملا ہے۔ جلدی سے باہر نکل کر فقیر کے پیچھے گیا اور
عرض کیا کہ:۔
"حضرت یہ خط اگر آپ مجھے دیدیں تو میں کوتوال کو پہونچادوں آپ
فضول تکلیف کیوں کرتے ہیں۔"
فقیر نے وہ خط اسی کو سونپ دیا۔ وہ جسوقت خط لے کر کوتوال
کے پاس پہونچا تو اس میں تحریر تھا کہ:۔
"بدیدن خط، حامل ہذا کو بلا تامل قتل کرادینا اور اس کی کھال
میں بھس بھروا کر ہمارے پاس بھیجو اور اگر دیر ہوئی تو بازپرس ہوگی۔"
کوتوال نے خط پڑھ کر جلاد کو حکم دیا کہ اس شخص کو فی الفور قتل کردو۔
چغلخور نے بہت واویلا اور فریاد کی اور کہا کہ ذرا تم بادشاہ سے پوچھ لو۔ مگر
کوتوال نے بازپرس کے خوف سے ذرا نہ سنی اور فی الفور اس کو قتل کرادیا۔

اور اس کی کھال میں بھس بھروا کر بادشاہ کے پاس بھیجدی۔
جب بادشاہ نے یہ حال معلوم کیا تو فقیر کو بلوا کر تمام حال پوچھا اور دریافت کیا کہ

'تم نے ہماری نسبت ایسا کہا تھا؟

فقیر نے انکار کیا تو اس نے پوچھا کہ تم نے ہمارے سامنے آتے وقت منہ پر ہاتھ کیوں رکھا تھا؟

فقیر نے جواب دیا کہ اس دن کھانے میں بہت پیاز شامل تھی اس کی بدبو آپ کو ناگوار نہ معلوم ہو اس لئے میں نے اپنا منہ بند کیا تھا۔ پھر رقعہ کا حال پوچھا تو فقیر نے کہہ دیا۔

'راہ میں اس شخص نے رقعہ مجھ سے لے لیا تھا کہ میں خود لیجاؤں گا۔ اس وقت بادشاہ کو فقیر کی صداقت ظاہر ہوئی اور اجازت دی کہ عام طور پر آپ یہ صدا کیا کریں کہ:-

نیکوں کے ساتھ نیکی کرو اور بدوں کی بدی خود ان کو تباہ کردیگی'
اس چغلخور نے واقعی اپنی بدی کی سزا اپنے ہاتھ سے پائی۔

(۹۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ طہارت یعنی شوچ تین طرح کا ہوتا ہے۔

(۱) اوّل طہارت شریعت بذریعہ وضو اور غسل کے۔

(۲) دوئم طہارت طریقت۔ ہوائے نفس کے ترک کرنے سے۔

(۳) سوئم طہارت طریقت تمام غیر اللہ سے قلب کو پاک کردینے پر منحصر ہے۔

(۹۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کوئی برہمن تیرہ سال تک ودیا پڑھ کر جب بنارس واپس آیا تو بحث مباحثہ کے خیال سے کبیر صاحب سے ملنے گیا۔ کبیر جی نے

اس کی بڑی خاطر و مدارات کی اور اسکو سوکھا سیدھا دے کر کہا کہ مہاراج جی پہلے آپ بھوجن بنا کر پا لیجئے۔

برہمن نے سیدھا لیکر مکان کو چاروں طرف سے دیکھا مگر چوکے لائق کوئی صاف جگہ نظر نہ آئی۔ کہیں تانا تن رہا تھا۔ کہیں مکھیاں بھنک رہی تھیں۔ غرض مکان سے باہر ایک تالاب کے کنارے اچھی جگہ دیکھ کر چوکا لگا کر برہمن دیوتا نے رسوئی تیار کی۔

جب کھانا وغیرہ کھا چکے تو کبیر صاحب نے ان کے چولہے کے نیچے ذرا سی زمین کھود کر بڑا لانبا اونٹ کا ہاڑ نکال کر ان کو دکھلایا اور کہا:

دیکھیئے مہاراج آپ نے اس جگہ کو پوتر سمجھا تھا۔ ابھی تیرہ سال میں آپ نے ظاہری صفائی کا علم ہی پڑھا ہے اب وہ ودیا پڑھنی چاہیئے جس سے انتہ کرن کے میل اور صفائی کا حال معلوم ہو۔

خونناب دل خور کہ شرابے بہ ازیں نیست
دنداں بجگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست
در کنز ہدایہ نتواں یافت خدا را
در مصحفِ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

صد کتاب و صد ورق در نار کن
جان و دل را جانب دلدار کن

(۱۰۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک سمور خیل سرحدی پٹھان نوکری کی تلاش میں وطن چھوڑنے کو تیار ہوا اور چلتے وقت اپنی بیوی سے کہا۔

"ہم پٹھان لوگ عزت کے پیچھے جان دیتے ہیں اور داڑھی پر ہاتھ

رکھ کر بولا کہ یہ دیکھو ہماری داڑھی کی عزت اب تمہارے ہاتھ ہے، کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جس سے سر نیچا کرنا پڑے۔

عورت نے کہا کہ کوئی فکر نہ کرو خدا حافظ ہے"

پٹھان صاحب تلاش روزگار میں بھوپال گئے اور اچھے فوجی عہدے پر مقرر ہو گئے۔ ان کے مکان کے سامنے ایک عورت رہتی تھی اس کا خاوند بھی کہیں پردیس گیا تھا۔

عید کے دن اس عورت نے خوب بناؤ سنگار کیا اور کئی دفعہ اسکے مکان کی طرف جھانکی۔ پٹھان سمجھا کہ یہ عورت مجھ پر فریفتہ ہو گئی ہے اس لئے رات کو چپکے سے جاکر دروازہ کھٹ کھٹایا۔ عورت نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے۔ یہ بولے۔

"وہی پٹھان ہوں جس کی طرف دن میں کئی مرتبہ تم نے دیکھا تھا"

وہ بولی کہ "ارے کمینے یہ کیا بات ہے؟ کیا مجھ کو اکیلی دیکھ کر آیا ہے؟ میرے پاس برچھی اور قرابین موجود ہے چلا جا ورنہ مارا جائے گا"

پٹھان اپنا سا منہ لے کر لوٹ آیا۔ جب نوکری میں بہت روپیہ پیدا کر لیا تو رخصت لے کر وطن پہونچا اور بال بچوں سے ملا۔ رات کو بیوی سے پوچھا کہ ہماری عدم موجودگی میں کوئی وقوعہ تو نہیں ہوا؟ اور ہمارے دشمنوں نے کوئی خرابی تو پیدا نہیں کی۔ اگر ایسی ویسی کوئی بات ہوئی ہو تو کہہ دو تاکہ ہم اس سے بدلا لیں۔

بیوی نے جواب دیا کہ کوئی بات نہیں ہوئی سب طرح سے خیریت ہوئی مگر پٹھان کو اطمینان نہ ہوا دوبارہ سہ بارہ دریافت کیا تو بیوی نے بہت سوچ کر اور یاد کر کے کہا۔

اور تو کوئی بات نہیں ہوئی البتہ ایک دفعہ عید کی رات کو باہر کے دروازے کا کنڈا کھڑکا تھا۔ میں نے اندر سے بہت گالی گفتار کی اور دروازہ

پر جاکر دیکھا مگر کوئی پتہ نہ چلا کہ کون تھا جس نے کنڈی کھڑ کھڑائی تھی۔

اس وقت پٹھان کو یاد آیا کہ ہم نے بھی عید کے دن اس عورت کا کنڈا کھڑ کھڑایا تھا اسی لئے ہمارا کنڈا کھڑ کھڑایا گیا۔

(۱۰۱)

ایک روز کچھ پرساد تقسیم ہوا سب آدمی ہاتھ میں لئے بیٹھے رہے کسی نے کھایا نہیں ایک صاحب اپنا حصہ کھانے لگے اور اپنا حصہ ختم کر کے جو ان کے پاس بیٹھے تھے ان کا حصہ بھی لے کر چٹ کر گئے۔ اسی طرح پر کئی لوگوں کا حصہ اڑا گئے صرف ایک صاحب کے پاس رہ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ بھی انکو اپنا حصہ دینے لگے کہ لیجئے اس کو بھی پا لیجئے تو انھوں نے جواب دیا کہ میں کیا ڈاکی ہوں جو سب کے حصہ کا پرساد کھا جاؤں اپنے حصہ کا آپ خود کھائیں۔

یہ سن کر شری مہاراج نے فرمایا کہ ایک جاٹ کا یہ دستور تھا کہ صبح کو اٹھ کر پہلے بیس روٹ کھاتا تھا جب گھر سے باہر نکلتا تو بیس روٹی ساتھ باندھ کر کھیت پر لیجاتا کہ پانی پیتے وقت انکو کھا لوں گا۔ اور انکو قریب آٹھ بجے کھا لیتا۔ قریب دس بجے اس کی لڑکی بیس روٹ اور ساگ وغیرہ لیجاتی اس کو سنان کر کے جیمتا۔ ایک دن بھول سے لڑکی بجائے بیس کے اکیس روٹ لے گئی اور کہنے لگی کہ کاکا جلدی روٹ کھا لو مجھکو گھر پر کام ہے۔ یہ سنکر جاٹ کہنے لگا کہ :-

بیٹی ابھی تو پونے دس بجے ہیں ذرا بھوک کو مارنا چاہئے۔ ہٹنگشا بھی کچھ چیز ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر میں جاٹ جی سنان کر کے آن ڈٹے اور کھانا شروع کیا۔ شمار کر کے بیس روٹ کھا گئے اور ایک جو زائد تھی رہنے دی۔ لڑکی بولی کہ اب اس روٹ کو بھی کھا لو کہاں باندھے پھروں گی۔ جاٹ بولا کہ :-

"میں کیا کوئی ڈھور ڈنگر ہوں جو اتنی روٹ کھا لوں گا" لڑکی نے

جواب دیا کہ کیا خوب اب کچھ ڈھنگر ہونے میں کوئی کسر رہ گئی ہے۔ کیا ایک روٹی نہ کھا کر ہی ڈھنگر ہونے سے بچ جاؤ گے؟

(۱۰۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شیر پنجرے میں بند تھا۔ کسی آدمی کا وہاں سے گزر ہوا تو شیر گڑگڑا کر بولا کہ بھائی تو مجھکو اس قید سے چھڑا دے تو میں تیرے ساتھ بہت اچھا سلوک کروں گا۔

اوّل تو آدمی کو خوف معلوم ہوا مگر شیر کی چاپلوسی میں آگیا اور اسکو قید سے چھڑا دیا۔ جب شیر پنجرے سے باہر نکل آیا تو بولا کہ میں تو کتنے دن سے بھوکا ہوں تجھکو کھاؤں گا۔

وہ بولا کہ "ارے ظالم یہ کیا انصاف ہے میں نے تیرے ساتھ نیکی کی اور تو بدی کرتا ہے"؟

شیر نے جواب دیا کہ "میں ٹھیک ہی تو کرتا ہوں آجکل نیکی کا بدلہ بدی ہی ہوتا ہے۔ اگر تجھکو کچھ شک ہے تو کسی اور سے دریافت کرلے"

غرض کہ دونوں دریافتِ حال کے واسطے روانہ ہوئے۔ آگے گایوں کا ایک ریوڑ چر رہا تھا وہاں جاکر دونوں نے اپنی رام کہانی سنائی اور گایوں سے فیصلہ چاہا۔ گایوں نے جواب دیا کہ اے شیر تو سچّا ہے ضرور اس آدمی کو کھا۔ آج کل نیکی کا بدلہ بدی ہے۔ دیکھ یہ انسان ہمارا دودھ پی کر موٹا ہوتا ہے۔ گھی کھاتا ہے مکھن کھاتا ہے یہاں تک کہ میرے گوبر اور پیشاب تک سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ میرے پیٹ سے جو بیل پیدا ہوتے ہیں انسے کیسے کیسے کام لیتا ہے اور پھر جب ہم بوڑھے ہو جاتے ہیں تو قصائی کے ہاتھ بیچتا ہے جو ہماری چھاتی پر چڑھ کر ہمارا گلا کاٹتا ہے۔ اب اس انسان سے پوچھ کہ نیکی کا بدلہ کیا ہے، نیکی یا بدی؟

انسان نے کہا کہ بھائی شیر! ابھی کسی اور سے بھی پوچھو۔ شیر راضی ہو گیا۔

اور آگے چل کر ایک درخت سے اپنا اپنا حال کہہ کر منصفی کے خواہاں ہوئے۔ اس نے کہا کہ شیر تم سچے ہو دیکھو میں اس جنگل میں بر سرِ راہ ایک ٹانگ سے کھڑا ہوں۔ دھوپ۔ جاڑا سب کچھ سہتا ہوں اور تمام مسافروں کو آرام دیتا ہوں۔ وہ میرے پھل کھاتے ہیں پتھر مار مار کر پکے اور کچے پھل گراتے ہیں سائے میں بیٹھتے ہیں اور پھر مجھ کو کاٹ کاٹ کر جلاتے ہیں۔ اب میری نیکی کو دیکھو اور انکی برائی کو غور کرو۔

شیر بولا کہ کہئے حضرت اب کیا خیال ہے؟

آدمی بولا کہ بھائی تین جگہ بات پوچھنے سے بالکل ٹھیک ہو جاتی ہے ایک جگہ اور دریافت کر لو۔

شیر نے قبول کیا اور آگے چلکر ایک گیدڑ دکھائی دیا اس سے بھی اپنا اپنا حال کہہ کر فیصلہ چاہا۔ وہ بولا۔

"تم دونوں جھوٹے ہو تمہاری ایک کی بھی بات قابلِ اعتبار نہیں۔ بھلا شیر جیسا طاقتور جانور پنجرے میں پھنسے اور انسان ضعیف الابنیان اسکو چھڑائے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ میں اپنی آنکھ سے دیکھے بغیر جھوٹا فیصلہ نہیں دے سکتا۔ تم دونوں وہیں چلکر مجھ کو جائے وقوعے پر کل حال دکھلاؤ کہ تم کیسے قید تھے اور اس آدمی نے کیسے چھڑایا، تب فیصلہ دونگا۔

دونوں اس بات پر راضی ہو گئے اور تینوں پھر وہیں واپس گئے جہاں شیر بند تھا اور گیدڑ کے کہنے پر شیر پنجرے میں گھسا اور آدمی نے اسے ویسے ہی جکڑ دیا جیسے کہ پہلے جکڑا ہوا تھا۔ اسوقت گیدڑ بولا کہ:۔

"اے میاں انسان تیری عقل پر کیا پتھر پڑ گئے تھے جو تو نے اپنے دشمن کے ساتھ سلوک کر کے فائدہ اٹھانا چاہا۔ تو تو بڑی راج نیتی کی پوتھیاں پڑھتا ہے اب اپنی خیر چاہتا ہے تو اپنا راستہ لے۔ دشمنوں کے ساتھ بھلائی کرنا خلاف دھرم ہے۔

(۱۰۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک قاضی صاحب کو انکے پیر و مرشد نے کلمہ لاالٰہ الا اللہ ڈ خاص ترکیب سے پڑھنا بتا دیا تھا اور قاضی صاحب نے بھی اس کا ایسا ورد رکھا کہ اٹھتے بیٹھتے ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

ایک دفعہ سفر کا اتفاق ہوا اور کسی گاؤں میں جاکر ٹھہرے وہاں کے آدمی انکے واسطے دو چار روکھی سوکھی چنے باجرے کی موٹی روٹی لے آئے اور اوران کو دیکھ کر قاضی صاحب نے لے لیا اور ان پر کپڑا ڈھک کر کلمہ پڑھا اور عرض کیا کہ اے خداوند تو بڑی طاقت والا ہے سب کو حسب توفیق رزق دیتا ہے آج یہ خوان نعمت مجھ کو بھی بخشتا ہے۔

یہ پڑھ کر جب کپڑا اٹھایا تو بجائے روٹی کے طرح طرح کے لذیذ کھانے موجود تھے۔ کچھ تو قاضی صاحب نے کھائے بقایا گاؤں والوں کو تقسیم کردیئے۔ انھوں نے دیکھا کہ اس کلمے کو پڑھنے سے سوکھی روٹی کی جگہ ایسے عمدہ لذیذ کھانے بن گئے۔ یہ کلمہ تو ہم کو بھی یاد ہے پھر روکھی روٹی کیوں چبائیں کل سے ہم بھی ایسے ہی کھانے منگوالیں گے۔

غرض دوسرے روز سوکھی روٹی پکوا کر اور کل گاؤں کے آدمی جمع ہوکر اور روٹیاں کپڑے سے ڈھک کر بیٹھ گئے اور کلمہ پڑھنا شروع کیا اور پھر چادر اٹھا کر دیکھی کہ روٹیوں کی جگہ کیا بنا۔ مگر وہ روٹیاں تو جوں کی توں موجود رہیں پھر کلمہ پڑھا اور پھر کلمہ پڑھا۔ غرض اسی طرح سے رات بیت گئی مگر روٹیاں یوں ہی رہیں تب ایک بوڑھے آدمی نے فرمایا کہ تم لوگ آج ہی کلمہ پڑھ کر نتیجہ دیکھنا چاہتے ہو۔ قاضی صاحب کو نہ معلوم کتنا عرصہ ورد کرتے ہو گیا تب کہیں یہ بات حاصل ہوئی ہے۔ بات یہ ہے کہ کل کام ترکیب اور دھارنا سے سدھ ہوتا ہے مرشد کی ترکیب اور مرید کا ابھیاس جب دونوں ملتے ہیں تب پھل کی سدھی ہوتی ہے ورنہ جوگ جپ تپ تو سب کتابوں میں

میں بھی لکھا ہے اور زبانی پڑھ لکھ کر ہزاروں آدمی اسکو جانتے بھی ہیں مگر نہ کتابوں سے دیکھ کر ہو سکتا ہے اور نہ بغیر کئے اس کا کچھ پھل مل سکتا ہے۔

(۱۰۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ آدمی کو اپنی آمدنی سے ہمیشہ خرچ کم رکھنا چاہئے تاکہ ضرورت کے واسطے کسی کا دست نگر و محتاج نہ ہونا پڑے۔ یا قرضے کی نوبت نہ پہونچے چونکہ دکھ و تکلیف۔ بیماری و پریشانی سب کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ بعض لوگ ست سنگ و خیرات کے کاموں میں یہاں تک حوصلہ کر گزرتے ہیں کہ کہ دام تک دے ڈالتے ہیں۔ خیر اگر اسی پر اکتفا کر لیں تو بھی چنداں مضائقہ نہیں بلکہ وہ تو دوسروں کی امانت تک کی پرواہ نہیں کرتے اُدھار سود ھار جو ہاتھ لگا اِدھر سے اُدھر کر دیا۔ آخر ذلت و پریشانی بھگتنی پڑتی ہے۔

ھ۔

بر احوال آں کس بباید گریست
کہ پیدا کند نوزدہ خرچ بیست

(۱۰۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ مہاراجہ پرتھی راج بڑے بھگت اور پریمی ہوئے ہیں۔ انکا یہ قول تھا کہ مالک نے مجھکو صرف دو کان عنایت کئے ہیں اگر میرے جسم کے سارے مسامات کان بن جاتے تو میں خوب سنگت کراتا اور باتیں سنتا رہتا۔ وہ ست سنگ میں بولتے بہت کم ہی تھے اکثر خاموش بیٹھ کر سنا کرتے تھے۔ ست سنگ کی بات کو سنکر اس پر غور و فکر کرنا یہ بڑا مشکل کام ہے آجکل تو معترض لوگوں کی ایسی بھرمار ہے کہ اِدھر تو زبان سے لفظ نکلا اور ادھر انھوں نے دلیل کھڑی کی۔

نقل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجھ کو اپنے ہمراہ رکھیں۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ اس لائق نہیں ہیں کہ ہمارے

ساتھ رہ سکیں کیونکہ آپ بات کی مصلحت کو سمجھنے سے پہلے اعتراض کرنے کے عادی ہیں انھوں نے جواب دیا اور وعدہ کیا۔

"آپ جو چاہیں کریں میں ہرگز کسی بات میں دخل نہ دونگا، نہ اس کی بابت آپ سے دریافت کروں گا۔" حضرت خضر نے منظور فرمالیا اور ہمراہ روانہ ہوئے۔ ایک دریا حائل ہوا اور دونوں کشتی میں بیٹھ کر اس کے پار اترے۔ جب کشتی کنارے پر پہونچی تو حضرت خضر نے اس کشتی کے پیندے کا ایک تختہ توڑ دیا اور روانہ ہو لئے۔

حضرت موسیٰ نے ان کے فعل پر اعتراض کیا کہ "یہ کیا کام آپنے کیا۔ کہ ملاح نے تو آپ کو پار اتارا اور آپ نے اس کی کشتی توڑ دی۔"

حضرت خضر نے وعدے کی یاد دلائی اور علیحٰدگی چاہی مگر حضرت موسیٰ معافی مانگ کر پھر ساتھ ہو لئے۔ آگے چلکر ایک لڑکا ملا اسکو حضرت خضر نے بیل کی شکل اختیار کر کے مار ڈالا وہاں بھی حضرت موسیٰ نے سبب دریافت کیا مگر جب جدائی کا خیال آیا تو معافی مانگ کر خاموش ہو گئے۔ آگے چلکر حضرت نے کسی ٹوٹی ہوئی دیوار کی بلا اجرت مرمت کی اس وقت بھی حضرت موسیٰ نے حال دریافت کیا تب تو حضرت خضر نے جواب دیا کہ ہماری تمھاری صحبت راست نہیں آئے گی۔

"اب ان تینوں باتوں کا سبب بتلاتا ہوں۔ کشتی کا تو یہ حال ہے کہ ایک بہت غریب اور بے کس آدمی کی تھی اور ان دنوں بیگار میں کشتیاں پکڑی جارہی تھیں اگر وہ درست ہوتی تو اس کو بھی پکڑ لیتے اور چونکہ اس کے مالک کی بسراوقات کا صرف وہی ذریعہ تھا اس لئے اس کو فاقے کرنے پڑتے۔ اب ٹوٹی ہوئی کشتی دیکھ کر کوئی نہیں پکڑے گا۔

لڑکے کے مارنے کا یہ سبب ہوا کہ اس کا والد بڑا عابد اور نیک شخص ہے اور یہ لڑکا بڑا ہی بدکار تھا۔ اگر زندہ رہتا تو اس کے باپ کی

بڑی رسوائی ہوتی اور بہت تکلیف پہونچاتا اس لئے اسکو ماردیا خداوندکریم اسکو بہتر لڑکا بخشے گا۔

دیوار کی مرمت اس وجہ سے کی کہ وہ یتیموں کی ملکیت تھی اور اس میں بڑا دفینہ تھا اگر گر پڑتی تو آدمی مال روپیہ لوٹ کر لیجاتے۔ اب لڑکے بڑے ہوکر اسکو اپنے قبضے اور تصرف میں لائیں گے۔"

یہ حال بیان کرکے فرمایا کہ اب ہماری اور تمھاری جدائی ہے جب تک تم میں ضبط پیدا نہ ہو ہماری صحبت کے لائق نہیں۔

(۱۰۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک فقیر مصر سے حضرت غوث الثقلین کی زیارت کے لئے بغداد روانہ ہوا۔ جب بغداد پہونچا تو پہلے حضرت کے اصطبل پر گزر ہوا بہت سے گھوڑے ہزار ہا روپے کی قیمت کے اصطبل میں بندھے دیکھے کہ سونے کی زنجیروں سے بندھے ہیں اور چاندی کی میخیں بنی ہوئی ہیں اور کمخواب کی جھولیں پڑی ہیں۔ یہ دیکھ کر اس کے دل میں خیال گزرا کہ جو فقیر اسقدر مال و دنیا میں مبتلا ہے اس کو یاد الٰہی کے لئے کیا وقت ملتا ہوگا اس لئے وہاں سے غصہ ہوکر واپس ہوگیا اور مسجد میں جاکر ٹھہرا۔ اتنے دور دراز سفر کی دقت اٹھانے اور رنج و غصے سے ایسا بیمار پڑا کہ قریب المرگ ہوگیا۔

اس مسجد کے ملّا نے بڑی تیمارداری کی اور حکیم کو بلاکر فقیر کو دکھلایا۔ حکیم نے بتلایا کہ فلاں قسم کا گھوڑا ہو اس کے خون سے اسکو غسل دیا جائے اور اس کا کلیجہ و جگر بھون کر اسکو کھلایا جائے تو صحت کی امید ہوسکتی ہے۔ ملّا نے اس گھوڑے کی تلاش کی تو حضرت کے اصطبل میں مل گیا۔

حضرت سے جاکر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ "اس مریض کو ہمارے یہاں پہونچادو"۔ اور جب مریض آگیا تو آپ نے کئی خادم اس کی تیمارداری کے لئے مقرر کردیئے۔ اور ہر روز ایک گھوڑا ذبح کرکے اس کے خون سے

اس کو غسل دیا جاتا تھا اور اس کا کلیجہ اور جگر بھون کر اسکو کھلایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اصطبل کے کل گھوڑے اس کی دوا میں کام آگئے اور اس نے صحت پائی۔ جس دن غسلِ صحت کیا گیا تو حضرت نے اس سے فرمایا۔

" وہ کل گھوڑے ہم نے اپنی سواری کے لئے جمع نہیں کئے تھے بلکہ ہم کو معلوم تھا کہ تم آؤ گے اور تمھاری بیماری کے واسطے اتنے گھوڑے درکار ہوں گے۔ اس لئے ہم نے اُن گھوڑوں کو ہزاروں روپیہ خرچ کر کے جمع کیا تھا وہ سب کام آگئے اور جس قدر سیمیں وطلائی سامان بچا ماندہ ہے وہ سب تمھارے روبرو تمھارے معالج حکیم کو دیں گے"۔

اور اسی وقت حکیم کو بلا کر کل سامان اسکو عطا فرمایا۔ وہ فقیر یہ حال دیکھکر انکے قدموں پر گرا اور مرید ہو گیا۔

۱۰۷

ایک روز ایک مریض خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور رفع مرض کے واسطے دعا کا ملتجی ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ "بھگوان کا نام لو"۔ اس نے کہا کہ بھگوان کا نام تو لیتا ہوں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر دعا کی التجا کی تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی ہے

نقل

ایک شخص مرضِ بسالی میں مبتلا ہو کر کبیر صاحب کے مکان پر آیا اسوقت کبیر صاحب گھر میں موجود نہ تھے۔ انکی بیوی نے کہا کہ تم ٹھہرو تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ وہ شخص یہ سنکر بہت بیتاب ہوا اور کہنے لگا کہ مائی صاحبہ اب درد کی اس قدر شدت ہے کہ میرا دم نکلنے کے قریب ہے، نہ معلوم کبیر جی کے آنے تک میں زندہ بھی رہ سکوں یا نہیں۔

مائی جی کو اسکے حال پر بہت دیا آئی اور کہا کہ کہو رام رام اس شخص نے کہا رام رام پھر اس سے کہا کہ کہو رام رام اس نے پھر کہا۔ غرض اسی طرح پر تین مرتبہ اس سے رام رام

کا نام بلوایا اور اس کو شفا ہوگئی اور وہ شخص چلا گیا۔ مگر کبیر جی اس روز شام تک گھر نہ آئے تو گھر میں فکر ہوئی اور انکی بیوی انکی تلاش میں نکلی۔

شہر سے باہر کسی جگہ جنگل میں بیٹھے تھے یہ سامنے جاکر کھڑی ہوئی تو انکی طرف سے منہ موڑلیا اور پیٹھ پھیر کر بیٹھ گئے۔

یہ بھی صاحب حال تھی سمجھ گئی کہ کچھ چوک ہوگئی اس سے یہ ناراضگی ہے۔ بہت منت سماجت کی اور پیروں میں سر دھرا تو کبیر صاحب بولے کہ:۔

"تو نے میرے صاحب کا نام اتنا سستا سمجھ لیا ہے کہ ذرا سے مرض کے لئے تین مرتبہ بلوایا۔ کیا تجھکو اتنا وشواس نہیں ہے کہ ایک مرتبہ اس کا نام لینے سے مردہ زندہ ہو سکتا ہے"۔

(۱۰۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ صابر و شاکر و راضی بہ رضا رہنا بڑے حوصلے کا کام ہے مگر جن کو خدا ایسی توفیق دیتا ہے انکے لئے کوئی مشکل بات نہیں۔ عرب کے ایک گاؤں میں ایک شخص رہتا تھا اس کا مقولہ تھا کہ ہر ایک کام میں خدا کی کچھ نہ کچھ مصلحت ہوتی ہے اور اس پر اس کا بڑا اعتقاد اور بھروسہ تھا۔ ایک دفعہ اس گاؤں کے کل کتے یک لخت مر گئے۔ لوگوں نے آکر عرض کیا کہ کتے چوکیداری خوب کیا کرتے تھے بھلا انکو ایک دم مارنے میں خدا کو کونسی مصلحت نظر آئی ہے؟

اس نے جواب دیا کہ کوئی نہ کوئی تو مصلحت ضرور ہوگی۔ دوسری شب کل گاؤں کے تمام مرغ بھی مر گئے۔ پھر سب لوگ جمع ہو کر اس کے پاس آئے کہ مرغوں کی بانگ سے وقت کا پتہ رہتا تھا نماز کا وقت معلوم ہو جاتا تھا بھلا یہ کونسی مصلحت کی بات ہے"۔

اس نے پھر وہی معمولی جواب دیا۔ تیسری شب کل گاؤں میں یہ حالت ہوئی کہ آگ بالکل روشن نہ ہوتی تھی نہ چراغ جل سکتا تھا نہ آگ سلگ سکتی تھی۔

شام کو کل آدمی اس شخص کے پاس جمع ہو کر آئے اور عرض کیا کہ حضرت اب فرمائیے کل گاؤں میں اندھیرا پٹ اور چولہا ٹھنڈا پڑا ہے نہ تو آگ سلگتی ہے نہ چراغ روشن ہوتا ہے کھانا کاہے سے پکائیں اور کیا کھائیں۔ اس نے جواب دیا کہ "صبر کرو سب حال کھل جائے گا"

رات کو آدمی جیسے تیسے سو رہے۔ اسی شب ایک غنیم لشکر عظیم لے کر لوگوں کو لوٹتا ہوا اور گاؤں کو اجاڑتا اس طرف سے گزرا۔ جب اس گاؤں کے نزدیک پہونچا تو لشکر والوں نے کہا کہ "یہ گاؤں تو غیر آباد و خالی معلوم ہوتا ہے نہ کتے بھونکتے ہیں نہ مرغ بولتے ہیں نہ کہیں روشنی نظر آتی ہے۔ اگر آدمیوں کی آبادی ہوتی تو کچھ نہ کچھ تو نشان اسکو نظر آتا۔"

غرض کہ لشکریوں نے اسطرف کا رخ نہ کیا اور گاؤں کو بغیر لوٹے اسکے پاس سے گزر گئے۔ اس وقت گاؤں والوں کو پتہ چلا کہ کتے و مرغوں کے مرنے اور آگ روشن نہ ہونے میں خدا کی یہ مصلحت تھی ورنہ آج زن و بچہ سے لے کر سب قتل ہو جاتے اور مال و اسباب سب جاتا۔

(۱۰۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ سنتوش اس کو کہتے ہیں کہ جو نہ پائی ہوئی چیز کی خواہش نہ کرے اور پائی ہوئی چیز کے اشٹ انشٹ میں راگ و دویش نہ کرے۔ سنتوشی آدمی سدا آنند میں رہتا ہے اور آتما کے ٹھہرے رہنے سے ترپت رہتا ہے اسکو خواہش کچھ نہیں سنتوش ہونے سے اس کا ہردے کھلا رہتا ہے۔

(۱۱۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک سوداگر اونٹوں پر کچھ لاد کر لیجا رہا تھا اور بغرض احتیاط اس نے کل نقد ایک بہت ہی بوڑھے لدو اونٹ پر لاد دیا تھا اور اس پر ٹوٹی پھوٹی کاٹھی رکھ دی تھی تاکہ کوئی شبہ نہ کرے بلکہ اس کو بوڑھا

سمجھ کر نہ لے۔ اتفاق سے چند سکھوں نے اسکو لوٹ لیا اور سب اونٹ چھین لئے۔ مال غنیمت لے کر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک خانصاحب ملے بہت اچھی سانڈنی پر سوار تھے اس پر کاٹھی بھی نئی دھری تھی۔ جو سردار اس بوڑھی سانڈنی پر سوار تھا اس نے خانصاحب سے کہا کہ :-

"سانڈنی ٹھہراؤ اور نیچے اتر آؤ"

وہ بیچارہ خوف کے مارے نیچے اتر آیا۔ انھوں نے اپنی سانڈنی بھی بٹھا دی اور اتر کر کہا خانصاحب تم ہماری سانڈنی لو اور ہم تمھاری سانڈنی لیں گے۔

خانصاحب نے انکار کیا تو مارنے کو تیار ہو گئے اور کچھ دست درازی بھی کی آخر جسکی لاٹھی اس کی بھینس۔ مجبوراً خانصاحب نے بوڑھی سانڈنی بدل لی اور سوار ہو کر گھر پہنچے۔ جب گھر آکر کاٹھی اتاری تو کچھ جھنانے کی آواز آئی غور سے دیکھا تو کاٹھی کے اندر تھیلی اشرفیوں کی رکھی تھی۔ اب تو خانصاحب بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ :-

اللہ میاں جب تو دینا چاہتا ہے تو جوتے مار مار کر زبردستی دیتا ہے یعنی میں اس سانڈنی کو لینے سے انکار کرتا تھا تو سردار نے جوتا مار کر مجھکو مجبوراً یہ سانڈنی دی تھی۔

جب وہ دینا چاہتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے ورنہ عمر بھر سر کھپاؤ وہی تین کانے کا داؤ موجود ہے۔

(۱۱۱)

ایک روز ایک سرکاری عہدہ دار جو شری مہاراج کے شیشیہ ہیں آن خاکسار کے پاس تشریف لائے اور اپنے افسرِ اعلیٰ کی شکایت شروع کی کہ اس نے مجھے ترقی دینے کا وعدہ کیا تھا مگر جب ترقی دینے کا وقت آیا تو دوسرے عہدہ دار کو ترقی دیدی اور رائے چاہی کہ ان کی وعدہ خلافی پر کیا کارروائی

کرنی چاہیئے۔

ہر چند سمجھانے کی کوشش کی گئی مگر اسقدر صدمہ انکی طبیعت کو پہونچا تھا کہ کوئی بات کارگر نہ ہوئی۔ وقت ٹالنے کے خیال سے میں نے رائے دی کہ شری مہاراج کو کل حال لکھ کر ان سے رائے طلب کر لیں۔ انھوں نے ویسا ہی کیا۔

شری مہاراج نے انکو تو کوئی جواب نہ دیا مگر اس خاکسار کو ایک خط لکھ کر بھیجا جس کا مضمون یہ تھا:-

ست سنگی کو لازم ہے کہ ہر حالمیں صابر و شاکر رہے ترقی ہونا مرضی مالک پر ہے دنیا میں یہ بات ظاہر ہے کہ جو اپنا افسر یا حاکم مافوق ہے ترقی اور تنزلی اس کے ہاتھ میں ہے اس واسطے شری بھگوت گیتا میں شری کرشن بھگوان نے فرمایا ہے کہ:-

"راجہ میرا سروپ ہے" بھگوت گیتا کو پڑھ اور سن لیتے ہیں مگر ان الفاظ کا خیال نہیں کرتے کہ ظہور یعنی مجاز میں شری کرشن بھگوان نے راج نیتی کے لئے فرمایا ہے کہ اپنے سے جو اعلیٰ درجہ یا لیاقت رکھتا ہو خواہ کام دنیا کا ہو یا پرمارتھ کا ہو اس کو قائل کرنا یا اس سے زیادہ دلیل اٹھانا ست سنگی کو مناسب نہیں ہے

نہ در ہر سخن بحث کردن رواست

خطا در بزرگاں گرفتن خطا است

اپنے کار متعلقہ کو ہوشیاری اور دیانت داری سے کرتا رہے اور اپنی کارکردگی اور دیانت داری پر فخر نہ کرے اور بحث مباحثہ کر کے قائل معقول کرنے کا خیال نہ رکھے یہ امر ایک قسم کے فخر میں داخل ہے اور اس سے جوش مزاج پایا جاتا ہے جو اپنی کارگزاری اور ہوشیاری پر نازاں ہوتا ہے تو اس کو سخت مزاج حاکم سمجھتا ہے کہ اگرچہ کارگزار اور دیانت دار ہے لیکن تہذیب و اخلاق

اس کا بناوٹی سے بلکہ قائل و معقول کرنے میں گستاخ سمجھتا ہے۔ عجز اور انکساری صابری و سنتوشش جس کو حاصل ہیں اور اپنی کارگزاری کو زبان پر نہیں لاتا ایسے سلیم الطبع آدمی کو اگر کوئی زیادہ پسند نہیں کرتا تو اس کی گفتگو سے نفرت بھی نہیں کرتا۔ ملازم کا کام دیانت داری وہوشیاری سے کام کرنا حکمت عملی سے ہے نہ کہ ترقی ہونے پر وعدہ ایفا نہونیکا خیال کر کے اپنی طبیعت کو پراگندہ کرنا اور جوش کھاکر ملول طبیعت ہو جانا یا کسی اعلیٰ درجہ کے افسر کی نسبت یہ کہنا یا لکھنا کہ ایسے افسر کے قول و قرار کا اعتبار نہیں۔ یہ ست سنگی کو نہیں چاہیئے اس سے تلون مزاجی پائی جاتی ہے۔

عہدہ دار صاحب کو نوشیرواں جیسے منصف بادشاہ اور راجہ ہرلش چندر جیسے سخن پرور پسند ہیں۔ انکے بزرگ اپنے نواب صاحب سے جیسا برتاؤ کرتے ہیں اسکو جناب نواب صاحب محض اس خیال سے برداشت کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہمارے قدیم خاندانی وزیر ہیں لیکن اسطرح کا برتاؤ سرکاری افسر برداشت نہیں کر سکتے۔

جب اپنے حاکم کو اپنے اوپر متوجہ و مہربان دیکھیں اس وقت اپنی ترقی کے لئے عرض کریں۔ ہر وقت ترقی کے لئے اپنے افسر یا حاکم کو دق کرنا اور نادم کرنا درست نہیں۔ اس پر جو کوئی صابر و شاکر رہے گا اس کے اوپر مالک و حاکم کا فضل اور مہربانی ضرور ہوگی۔

دیگر یہ بھی ارشاد ہوا کہ اس تحریر کو پڑھ کر جو عبارت عہدہ دار صاحب کی دلجوئی اور بہتری کی نظر آوے اور جس میں انکے دل کو ناگوار نہ گزرے اتنا لکھ دینا۔"

لہٰذا اس حکم کی تعمیل کی گئی اور ان عہدہ دار صاحب نے بھی اس پر عمل کیا اور انکی خاطر خواہ ترقی بھی ہوئی۔

(۱۱۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ دو آدمی ندی کے کنارے پر پہونچے۔ دونوں کو دریا پار اترنا تھا۔ کشتی ڈونگی کچھ نہ تھی تیرنا بھی دونوں میں سے کوئی نہ جانتا تھا۔ ایک نے پیر اولیاء منانے شروع کئے کہ بے فلاں پیر میری مدد کرنا ہے فلاں اولیاء پار اتارنا اور انکا سہارا لے کر دریا میں اتر پڑا مگر غوطے کھانے اور ڈوبنے لگا۔

دوسرا مرد میدان بولا کہ "یا خدایا" اور پانی میں کود پڑا اور پار اتر گیا۔ روایت ہے کہ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کابل کی طرف فوج لے کر گئے تو راستے میں اٹک دریا پڑا جس کی گہرائی زیادہ اور بہاؤ بڑا تیز تھا۔ تھوڑی دیر دریا کے کنارے کھڑے رہ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور آواز دی۔

اٹل راج مہاراج کا جا میں اٹک بہائے

جا کے من میں اٹک ہے سو ہی اٹک رہجائے

جتنے سواروں نے ان کے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے سب پار اتر گئے جنھوں نے انکے بعد آگا پیچھا سوچ کر اترنے کی کوشش کی سب ڈوبے۔
مراد یہ ہے کہ جو شخص کبھی پوتھی ٹٹولتا ہے۔ کبھی گرو کی شرن لیتا ہے کبھی ولی دیوتا پوجتا ہے کبھی پیر اولیاء مناتا ہے۔ ایسا ڈھلمل یقین مجھدھار میں ڈوبتا ہے اور جو ایک نام کا سہارا لے کر لنگر ڈال دیتا ہے وہ پار لگ جاتا ہے۔

(۱۱۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کتھا اور ست سنگ میں بعض اصحاب تو شرماحضوری برائے نام چلے جاتے ہیں۔ وہاں جو باتیں ہوتی ہیں انکو غور سے سننا اور

سوچنا اور اس پر عمل کرنا انکا مقصود نہیں انکا یہ معمول ہوتا ہے کہ اٹھتے وقت پلا جھاڑ کر اٹھتے ہیں گویا وہاں جو کچھ سنا اس کو وہیں چھوڑ دیا۔ ایسے آدمی اگر سو برس تک بھی ست سنگ کریں تو اُن کے من کی خاطر خواہ گھڑت نہیں ہو سکتی۔

انسان بہت دیر ست سنگ نہ کرے خواہ وہ ایک منٹ یا دو منٹ ہی ست سنگ میں شامل ہو اور ایک بات سنکر اسکو یاد کرے اور بچارے تو ایک ماہ میں تیس اور سال بھر میں تین سو ساٹھ باتیں یاد کر سکتا ہے اور اس کے کلیان کی صورت نکل سکتی ہے اور اس کا اُدّھار ممکن ہے۔

(۱۱۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ انسان کے خیلات کا اثر اس کی زندگی تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ مرنے کے بعد بھی وہ اپنا اثر دکھلاتا ہے۔

مقام رڑکی کے پاس کسی گاؤں میں ایک برہمن رہتا تھا اسکو گنگا اسنان سے بڑی نفرت تھی جب کبھی پربھی وغیرہ ہوتی اور ہزاروں آدمی گنگا اسنان کو جاتے تو اس کی بیوی اور لڑکے بالے بھی اس سے بھی کہتے تھے مگر وہ راضی نہ ہوتا۔

گاؤں والے جب کبھی اسکو نہان کے واسطے مجبور کرتے اور کہتے کہ گنگا چل کر اس کے درشن اور جل کے چھونے سے مکتی ہوتی ہے۔ تو وہ کہہ دیتا کہ :-

"گنگا تو میری بیوی کا نام ہے اگر درشن اور چھونے سے مکتی ہوتی ہے تو مجھ کو بھی نصیب ہو جائے گی"!

جب برہمن دیوتا کا شریر برتا تو ان کی استری نے ہردوار میں گنگا جی کے کنارے انکا شریر جلانے کا بندوبست کیا اور چونکہ

وہاں سے ہردوار قریب ہے اس لئے ایک بہت عمدہ سی پالکی میں ان کا شریر رکھہ کر روانہ کیا۔ ہمراہی آدمی تو راہ میں آگے نکل گئے کہاروں نے ایک جگہ پالکی رکھدی۔ اور آپ حقہ پانی کے بندوبست میں لگ گئے اس جگہ اسی گاؤں کے رہنے والے چور بیٹھے تھے انھوں نے پالکی کا دروازہ بند دیکھ کر سمجھا کہ کوئی زنانی سواری ہے فوراً وہاں سے پالکی اٹھاکر روانہ ہو گئے اور کسی دوسرے راستے سے ہوکر اپنے گاؤں کو چلے آئے۔

گاؤں کے قریب جاکر پالکی کا دروازہ کھولا تو اس میں برہمن کی لاش ملی۔ پہچان کر اس کے گھر پہونچا دیا اور بہت عذر معذرت کی۔ بیوی نے کہا کہ:۔

ان کو جیتے جی گنگا سے نفرت تھی اس لئے اب بھی گنگا جی نصیب نہ ہوئی اور سوچا کہ کہیں لاش بگڑ نہ جائے اس لئے وہیں گاؤں کے مرد گھاٹ پر پھونک دیا اور تیسرے روز ان کے کل پھول اٹھواکر ایک عمدہ مخمل کا تھیلہ سلواکر اس میں بھروادیے اور اپنے بڑے لڑکے سے کہا کہ ان کو گنگا تٹ پر داہ نصیب نہ ہو تو خیر انکی استھی ہی وہاں پہونچا دو۔

لڑکا ایک گھوڑی پر سوار ہوکر اور وہ تھیلا آگے زین پر باندھ کر ہردوار روانہ ہوا۔ کنکھل کے قریب جب گھنی جھاڑی میں پہونچا تو گھوڑے کو پیڑ سے باندھ دیا اور پھولوں کا تھیلا اسی پر بندھا رہنے دیا اور آپ کسی ضرورت سے اتر گیا۔ اس وقت ایک شیر نے جھاڑی سے نکل کر گھوڑے پر حملہ کیا اور گھوڑا اس کے خوف سے رسہ تڑاکر پتا تور بھاگا اور اپنے گاؤں کے قریب آکر دم لیا اور وہاں پیڑوں سے پیٹھ رگڑنے لگا جس سے تھیلا زمین پر گر گیا۔

گاؤں کی مہترانی نے تھیلا دیکھ کر سمجھا کہ اس میں کوئی قیمتی شے ہے اس لئے اٹھالیا مگر جب کھول کر دیکھا تو اس میں راکھ بھری ہوئی تھی

اس کو تو میلے کے ڈھیر پر الٹ دیا اور اس مخمل کی کرتی بنا کر پہن لی۔

جب برہمن کا لڑکا کنکھل سے واپس آیا تو اس نے تمام سرگذشت بیان کی سب آدمی اس کی بھاؤنا بچار صبر کر بیٹھے۔

ایک دن مہترانی وہ کرتی پہن کر پاخانہ صاف کرنے اس برہمن کے گھر گئی تو اس کی برہمنی نے کپڑے کو پہچان کر اس سے پوچھا کہ یہ کپڑا تو نے کہاں سے منگوایا۔؟

اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ گاؤں کے باہر ایک تھیلا پڑا ملا تھا اس کو کھولا تو اس میں راکھ بھری ہوئی تھی اسکو تو میں نے میلے میں پھینک دیا اور اس کپڑے کی یہ کرتی بنالی ہے"۔

یہ بات سنکر برہمنی کو بڑا افسوس اور رنج ہوا اور کہنے لگی کہ ہمارے اپاپوں سے کچھ نہ ہوا مرنے کے بعد بھی اپنا نشیچے قائم لکھا۔

(۱۱۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص کے پاس چار لاکھ یعنی بہت سی دلیلیں اس بات کی تھیں کہ خدا ہے۔ جب اس کا آخری وقت اور نزاع کی حالت ہوئی تو شیطان نے آکر اس سے بحث مباحثہ شروع کیا۔ بہت دیر تک بحث جاری رہی مگر شیطان بھی معلم الملائک ہے اس سے پیش لیجانا کوئی سہج کام نہ تھا آخر یہ شخص ہارنے لگا اور قریب تھا کہ کہدے کہ خدا نہیں ہے کہ ایک بزرگ کو جو اسوقت کسی مسجد میں وضو کر رہے تھے از راہِ بطون یہ بات معلوم ہوئی اور انھوں نے وضو کا بدھنا زمین پر دے مارا اور کہا کہ کہہ دے کہ ہم نے.......

"بلا دلیل کے مان لیا کہ خدا ہے"۔

اس شخص نے ایسا ہی کیا اور راہی ملکِ عدم ہوا۔ لوگوں نے جو اس وقت موجود تھے حضرت سے بدھنا پھوڑنے کا راز دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ

"فلاں عالم آخری وقت میں برگشتہ ہوا جاتا تھا اسکو با ایمان مرنے کی ہدایت کی ہے۔"

اور پھر شری مہاراج نے فرمایا کہ اس شخص کی حالت واچک گیانیوں سے مشابہ ہے مگر خاص لوگوں کی توجہ اور مہربانی سے ان کا بھی فوراً اُدھار ہو سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انوبھو خواہ ہو یا نہ ہو مگر ان کا معیار اعلیٰ ہے۔

(۱۱۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جو شخص محض دلائل سے خدا کی پہچان کرنا چاہتا ہے اور علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کے مدارج کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ ڈانوا ڈول یقین رہتا ہے اور اپنے مقصد کی تلاش میں ہمیشہ حیران اور سرگرداں رہتا ہے اور جب مراد پوری نہیں ہوتی تو عاجز ہو کر کہتا ہے کہ ؎

تیرے نافے کا پتہ کچھ نہ چلا اے لیلےٰ
چھان مارے ترے مجنوں نے بیاباں کتنے

(۱۱۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ:-

ऽन्यायोपार्जित्तं द्रव्य दशवर्षाणि तिष्ठती ॥
प्रापने षोडशे वर्षे सम्मूलेन वि नश्यति ॥

یعنی:- انیائے اور بے انصافی سے پیدا کی ہوئی دولت دس سال سے زیادہ نہیں ٹھہرتی بالفرض اگر سولہ برس تک ٹھہر جاوے تو تمام و کمال کا جڑ مول سے ناش کر کے جاتی ہے۔

(۱۱۸)

ایک روز کتھا میں پڑھا گیا کہ جسم انسان میں ۱/۲ ۳ کروڑ رونا ولی اور ۷ لاکھ بال ہوتے ہیں تو ایک صاحب بولے کہ کیا سب کے بال اور رونگٹے برابر ہوتے ہیں۔ شری مہاراج نے فرمایا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی۔

کسی پنڈت نے کتھا میں پڑھا کہ "جب روٹی پک کر تیار ہو تو ایک روٹی برہمن کو نکال کر دینی چاہیئے"۔

کسی شخص نے پوچھا کہ "مہاراج جس کے گھر میں ایک ہی روٹی پکتی ہو وہ کتنی روٹی دیوے"؟

برہمن نے کہا بھائی ایک روٹی کا یہ حساب نہیں ہے بلکہ گرہستی سے مراد ہے جہاں دو چار سیر آٹا پکتا ہو اس سے ایک روٹی نکالنی چاہیئے اسی طرح سے یہ بالوں کا اندازہ نیز دن اور رات کے ۲۱۶۰۰ سوانس کا اندازہ سمان اوستھا کا ہے خاص خاص تغیر و تبدل سے کمی بیشی بھی ممکن ہے جیسے بھاگنے و دوڑنے سے سانس کی رفتار میں کمی بیشی ہو جاتی ہے اسی طرح سے کمزوری کی حالت میں بال وغیرہ میں بھی فرق ممکن ہے جیسے گنجے کے بال کی تعداد کا کیا پرمان ہو سکتا ہے۔

(۱۱۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ سورج بھان بادشاہ عالمگیر کے دیوان اعلیٰ تھے۔ انکی لوگوں اور مصاحبوں نے شکایت کی کہ یہ شراب پیتے ہیں اور یہ کام بہت ہی ناجائز ہے۔

بادشاہ نے زنانی ڈیوڑھی کے ایک ملازم کو تحقیقات کے واسطے مقرر کیا۔ وہ شخص راجہ صاحب کے مکان پر کسی کام کے بہانے سے جا بیٹھا۔ جب انکا مے نوشی کا وقت ہوا تو سامان مے نوشی تیار کرنے سے پہلے ملازموں نے راجہ صاحب سے عرض کیا کہ جب یہ شخص چلا جائے تب شروع کریں۔

انھوں نے جواب دیا کہ اس کا کیا خوف ہے، سامان تیار کردو۔
جب سامان تیار ہو گیا تو آپ اس کی موجودگی میں ہی پینے کو بیٹھ گئے اور اول بیٹھتے ہی ایک پیالہ تو غصہ سے زمین پر دے مارا، دوسرا منگوایا تو اسکو بھی اسی طرح سے پھوڑ دیا۔ جب اور پیالہ آیا تو آپ نے ایک پہلا جام بھر کر پیا اور پی کر غصّے کی نگاہ سے اس شخص کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ :۔
"دیکھو کیسے لگے ہو؟" وہ شخص خوفزدہ سا ہو گیا تب آپ نے دوسرا پیالہ پیا اور اُسی طرح سے اس سے کہا کہ :۔
"تم ایک ادنیٰ ملازم ہو کر ہمارا راز معلوم کرنا چاہتے ہو" یہ سن کر وہ شخص تو خوفزدہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تب آپ نے تیسرا پیالہ پیا اور فرمایا کہ "دیکھو میں دیوانِ اعلیٰ ہوں۔ جس طرح سے یہ شراب بھٹی میں کھنچی ہے اسی طرح سے تم کو بھی بھٹی میں کھنچواؤں گا۔" اب تو مارے خوف کے وہ شخص دس قدم پیچھے ہٹ گیا تب آپ نے چوتھا پیالہ پیا اور فرمایا کہ :۔
"جا دفع ہو ورنہ تیرا کچھ بس نہ چلے گا اور اپنے کئے کی سزا پائیگا" اب اس شخص نے سوچا کہ اگر اس نے قید کروا دیا تو بادشاہ کو خبر ہونے تک میرا دم نکل جائے گا۔ اور بالفرض قتل کروا دیا تو کیا میری عوض بادشاہ اس کو جان سے تھوڑے ہی مروائے گا۔ اس لئے ڈر کے مارے بھاگ کھڑا ہوا تب راجہ صاحب نے پانچواں پیا اور فرمایا کہ :۔
"تو دور کھڑے ہو کر ہمارا حال دیکھتا ہے۔ تجھ کو زنانی ڈیوڑھی کے اعتمادی ہونے کا گھمنڈ ہے تو بیگم صاحبہ کا بھی مجھ کو کچھ خوف نہیں اور تو انکی کوشش سے بھی نہ بچ سکے گا۔ میں تیرے بھروسے پر نہیں پیتا ہوں بلکہ اپنی عقل کے بھروسہ پر یہ کام کرتا ہوں"، تب تو ڈر کر وہ شخص وہاں سے بھاگا اور بادشاہ کے حضور میں آکر کل ماجرا بیان کیا اور عرض کیا کہ :۔ حضور وہ شخص چوری چوری اس کام کو نہیں کرتا بلکہ

بڑے ڈھرے سے اپنی عقل کے بھروسے پر مے پیتا ہے اور آپ کا بالکل خوف نہیں۔"

بادشاہ اس بات کو سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ بے شک اس کی عقل اور رعب مجھ پر غالب آگیا ایسا عقلمند آدمی جو کرے کر سکتا ہے۔

بادشاہ ان سے بہت خوش تھا اور انکی حاضر جوابی کا قائل تھا۔ ایک مرتبہ بنارس میں ایک مندر کو توڑ کر مسجد تعمیر کرانے کا حکم بادشاہ اورنگ زیب نے دیا تو اس حکم کو لکھتے وقت یہ سوچا بچاری کرنے لگے۔ بادشاہ نے پوچھا:۔

"تم نے حکم نہیں لکھا کیا سوچتے ہو"؟

انھوں نے عرض کیا کہ جہاں پناہ میں سوچتا ہوں کہ ہمارا خدا بڑا بھاری ہے اور اس کی بڑی کرامت ہے کہ حضور کے خدا کو بھی جگہ دینے کی قابلیت رکھتا ہے اپنا مہمان سمجھ کر اپنا گھر اس کے واسطے چھوڑ دیا۔ کرامت کا یہ حال ہے کہ اسکا بگڑا ہوا اور گرا ہوا اور چھوڑا ہوا گھر بھی آپ کے خدا کے واسطے موزوں ہوا، اور یہ شعر عرض کیا ؎

یہ بیں کرامتِ بت خانۂ مرا اے شاہ

اگر خراب شود خانۂ خدا گردد

بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس جواب سے لاجواب ہوکر اس مندر کے توڑنے کا حکم منسوخ کر دیا بلکہ ایسا کہتے ہیں کہ آئندہ کبھی مندر توڑ کر مسجد نہیں بنوائی۔

یہ کام یعنی شراب نوشی ایسے لائق آدمیوں کو ہی زیب دیتی ہے شملہ بر اندازِ علم۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ تعصب دو قسموں میں منقسم ہے ایک کے کرنے سے نقصان دوسرے کے کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ کسی قوم یا مذہب انسان حیوان یا کسی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا اور انکو حقیر سمجھنا۔ یہ تعصب نقصان دہ ہے۔ اپنے مذہب، ملت، پنچایت، سوسائٹی کے قوانین کی پابندی کرنا اور دوسرے مذہبوں کی رسم و رواج کو نہ ماننا، یہ بھی ایک قسم کا تعصب ہے مگر فائدہ دہ ہے اور ارشاد ہوا کہ ایک شخص نجیف خاں کی لڑکی علم سنسکرت میں بڑی عالم تھی۔ اس لئے کاشی میں یہ مشتہر کرا دیا کہ سنسکرت میں جس کسی کا جی چاہے مجھ سے مباحثہ کرے اور اس کے باپ نے یہ عہد کر لیا کہ جو کوئی شخص اسکو مباحثہ میں زیر کرے گا اسی کے ساتھ اسکی شادی کروں گا۔

لڑکی کا اشتہار سن کر ایک پنڈت جگناتھ نے اپنے گرو سے عرض کیا کہ "میں اس عورت سے مباحثہ کروں گا"۔

گرو نے اس کو منع کیا اور سمجھایا کہ "دیکھو جب تک ہم زندہ ہیں اس وقت تک تو کچھ مضائقہ نہیں مگر ہمارا شریر برتنے کے بعد تم مصیبت میں مبتلا ہو گے"۔

مگر اس نے گرو کی بات نہ مانی۔ آخر لڑکی سے مباحثہ کر کے اسکو پراست کیا۔ جب لڑکی پراست ہو گئی تو اس کے والد کے عہد کے موجب پنڈت صاحب کو اس لڑکی سے شادی کرنی پڑی۔

جب مسلمان سے شادی ہو گئی تو تمام اہلِ برادری نے ان کو خارج کر دیا۔ چاروں طرف سے دھتکار پھٹکار پڑنے لگی تنگ ہو کر گرو جی کے پاس آئے اور جب تک انکا شریر رہا چین سے انکے زیر سایہ زندگی بسر کی جب ان کا شریر برت گیا تو پھر کوئی ٹھور ٹھکانہ نہ رہا۔ تمام آشنا بیگانہ

بن گئے۔ دل میں سوچا کہ جگنا تھ جی کی یاترا کو چلئے وہاں چھوت چھات کچھ نہیں۔ جب وہاں گئے تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ تم ہندو مذہب سے ہی خارج ہو گئے اب تمھارا یہاں گزارہ نہیں۔ اگر تم ہندو میں نام تک بھی ہوتے تو یہاں سما سکتے تھے۔

مجبوراً وہاں سے واپس آئے اور عورت سے اپنی پریشانی ظاہر کی تو اس نے صلاح دی کہ :-

"شری گنگا جی پتت پاون ہیں اُس میں ڈوب جائیں تو ضرور مکتی ہوگی۔"

پنڈت جی نے کہا کہ "یہ تو اکال مرتیو ہے یہ درست نہیں۔" آخر رات کو اپنے گرو کا دھیان کیا تو انھوں نے برزخ یعنی عالم ارواح میں فرمایا کہ گنگا جی میں ڈوبنا تو بے شک اکال مرتیو ہے تم ایسا کرو کہ گنگا جی کے کنارے بہت ہی اونچی جگہ پر بیٹھ جاؤ اور ممین کے وزن پر گنگا جی کی مہمائیں استوتر بنا کر کہو پریم سے گنگا جی امنگ کر اوپر آئیں گی اور تم کو بہا کر لیجائیں گی۔

پنڈت جی دوسرے دن بہت اونچی جگہ گنگا کے کنارے بیٹھ گئے اور ایک استوتر بنا کر کہا تو گنگا جی ایک سیڑھی اوپر چڑھ آئیں اور اسی طرح سے جتنے استوتر کہے اتنی ہی سیڑھی گنگا جی کا پانی چڑھا اور آخر پنڈت جی کو بہا کر لے گیا۔

ان کے کل استوتر مجموعی طور پر گنگا لہری کتاب کے نام سے موسوم ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بالکل نڈر ہو کر برتنے سے کام نہیں چلتا۔

(۱۲۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ آتم گیان سے انسان سنسار سے ترتا ہے اور آتم گیان جن چار سادھنوں سے ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) ویک (۲) بیراگ (۳) کھٹ سمپت (۴) موکشتا۔ انکا سروپ

یہ ہے:

(۱) آتما اوناشی ہے اچل ہے شریر ناشواں اور چل ہے اس کا نام وویک ہے یعنی ست اور است کی تمیز۔

(۲) برہما کے لوک تک جو بھوگ ہیں ان کو ناشوان جان کر تیاگ کرنا ویراگ کہلاتا ہے یعنی ست است کی تمیز ہو گئی ہے ـــــ ست کو گرہن کرنا اور است کو تیاگنا۔

(۳) کھٹ سمپت ان چھ سادھنوں کا نام ہے۔ شم۔ دم۔ اُپرتی تتکشا شردھا۔ سمادھان۔ من کو وشیوں کی طرف سے روکنا شم ہے۔ اندریوں کی ورتی کو روکنا دم ہے۔ پراپت کئے ہوئے وشیوں کا تیاگ کرنا اُپرتی ہے یعنی وشیوں سے سیری ہو جانا۔ نندا۔ استتی۔ پیاس۔ بھوک۔ مان۔ اپمان کا سہارنا تتکشا ہے۔ سنت، گرو اور شاستر کے قول پر یقین اور اعتقاد کا ہونا شردھا ہے۔ ست گرو نے جو اپدیش کیا ہے اس کو کبھی نہ بھولنا سمادھان ہے۔ سنسار کے بندھن سے میں کب چھوٹوں گا یہ اچھیا ہر وقت دل میں ہونی مموکشتا ہے۔

اس پرکار تتھ گیان کا سروپ اپنے آپ کو دیکھنا اور جاننا ہے اور یہ وچار سے ہوتا ہے۔ وچار یہ کہ پانچ وشے چودہ دیوتا۔ چودہ اندریاں تینوں شریر تینوں اوستھا پانچ کوش۔ تین ابھاتی ان سب کا میں جاننے والا اور سب سے نیارا اور سب کا ساکشی ہوں۔ اور جو ساکشی ہے وہی میرا سروپ ہے

تت ایشور کو کہتے ہیں اور تونگ جیو کو کہتے ہیں۔ واچ کر ایکتا نہیں بنتی، لکش کر ایکتا بنتی ہے۔ جگت کی اتپتی کرنی۔ پالن کرنا۔ سنگھار کرنا سرب گیہ شرب کشتی۔ سمپن۔ انتریامی یہ ایشور کا واچ ہے ست۔ چت۔ آنند لکش ہے۔ جیو کا واچ اندریاں۔ پران۔ من۔ بدھی استھول سوکشم

کارن الپگیہ ہے - ست چت - آنند لکشن ہے گویا جو ایشور ست چت آنند ہے وہی ست چت آنند جیو ہے - اس میں بھید نہیں -

(۱۲۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ چھما تو سب کرتے ہیں مگر دھرم بچار کر نہیں کرتے بلکہ کام کرودھ لوبھ موہ میں پھنس کر کرتے ہیں اور گھر کے سکھ کو بھی بہت لوگ چھوڑ دیتے ہیں مگر سنتوش سے نہیں چھوڑتے بلکہ بہت سے بیوہار و بیوپار وغیرہ کے بس میں ہو کر چھوڑتے ہیں - سردی - گرمی - ہوا - بارش کی تکلیف بھی سہتے ہیں مگر تپسیا کے طور پر نہیں بلکہ رات دن انیک اوپائے کر کے دولت جمع کرنے کے لئے در بدر مارے پھرتے ہیں اور دھن جمع کرنے کا دھیان کرتے رہتے ہیں مگر پرمیشر کا دھیان نہیں کرتے -

تپسیا کے جتنے کام منیوں نے کئے وہ سب ہی بڑی کوشش سے کئے جاتے ہیں مگر ان کے پھلوں میں ٹھگے جاتے ہیں یعنی چھما تپ وغیرہ سادھوؤں کے سے کرم کرنے سے منیوں کو تو برہم لوک کی پراپتی ہوتی ہے اور چھما وغیرہ بحالت مبتلا کرنے کی عوض نرک ملتا ہے -

(۱۲۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جسم ایک گاڑی ہے روح اس پر سوار ہے حواس گھوڑوں کی طرح اس میں جُتے ہیں - من گاڑی بان ہے - یہ گھوڑے روح کو محسوسات کی طرف کھینچے لئے جاتے ہیں - اگر گاڑی بان کو گھوڑوں کی روک تھام پر قابو نہیں تو یہ منہ زور گھوڑے سوار کو محسوسات کے خارزار میں لے جا ڈالتے ہیں جہاں بلا تمیز نیک و بد محسوسات مرغوب میں مستغرق ہو جاتا ہے مگر جب مرض مصیبتِ افلاس وغیرہ کا طوفان آتا ہے تو اسکو علم ہوتا ہے کہ ہر شے عالم مادی میں متغیر اور فانی ہے تو حواس ظاہری کی راہ کو چھوڑ کر حواس باطن کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن روح کو یہاں بھی اطمینان نہیں کیونکہ

محسوسات نہ سہی تصورات کا کانٹا کھٹکتا ہے اور عدم اطمینان اور شانتی سے روح کو یہ علم ہوتا ہے کہ یہ راہ بھی راحتِ دائمی کو نہیں پہونچاتی۔ ہزاروں جتن اور کوشش کرتا ہے مگر جب ہر طرح سے بجائے راحت تکلیف ہی نظر آتی ہے تو اس وقت اس کو علم ہوتا ہے کہ لذاتِ حسی و مذاقِ ذہنی دونوں خارجیات سے ہیں اور پھر باطن کی طرف دوڑتا ہے۔ البتہ یہاں آغاز سکون نظر آتا ہے اور راحتِ اصلی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس وقت اسکو باقی اور فانی کی تمیز ہوتی ہے۔ اسی تمیز کو ست اور است کا وِویک کہتے ہیں۔

جب ببیک سے ست اور است کی تمیز کرلیتا ہے تو است یعنی فانی سے اسکو نفرت ہوجاتی ہے جسکو ویراگ کہتے ہیں اسکی چار قسمیں ہیں سمشان۔ لکھوٹا۔ مند اور درِدھ۔

اوّل۔ سمشان ویراگ وہ ہے جو کسی شخص کے دفن کرنے یا جلاتے کے وقت ہمراہیوں کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور مُگری دنیا و ما فیہا ہیچ معلوم ہوتی ہے اور ذاتِ خدا کے سوا کسی کی بقا نظر نہیں آتی۔

ہ

یہ پھول اس عیش دنیا پر کہ یہ سب چند روزہ ہے
تجھے جانا وہاں پر ہے جہاں سب کا ٹھکانہ ہے

تھوڑی دیر کو دنیا کی محبت دل سے دور ہوجاتی ہے ادھر مردے کو داب یا جلاکر واپس آئے اور اپنے دنیوی مشغلوں میں مصروف ہوئے پھر وہی حسی لذات ہیں اور وہ ہیں۔ یہ ادنیٰ قسم کا ویراگ ہے۔

دوم۔ لکھوٹا ویراگ وہ ہے جو کسی مصیبت کے پیش آنے پر پیدا ہوتا ہے۔ جب تک مصیبت کا سامنا رہتا ہے یہ ویراگ بھی رہتا ہے جب مصیبت دور ہوجاتی ہے یہ ویراگ بھی رفتہ رفتہ دور ہوجاتا ہے اور

انسان پھر انھیں لذائذ نفسانی اور کاروبار دنیوی میں مشغول ہوجاتا ہے اور جیسا مصیبت سے پہلے غافل و بے خبر تھا ویسا ہی پھر ہو جاتا ہے۔

قید بھی یاں کچھ نہیں اور چھوٹ بھی سکتے نہیں
واہ واہ اس دام کو اور آفریں صیاد کو

سوم - مند ویراگ وہ ہے کہ جس میں دنیا کے ساتھ راگ اور ویراگ دونوں پائے جاتے ہیں کبھی تو یہ خیال غالب آتا ہے کہ بے شک دنیا ہیچ و پوچ ہے ناپائیدار و فانی ہے اس میں دل لگانا عبث ہے۔ اس کو ترک کرنا چاہئے یہ سوچ کر دل کو اس کی طرف سے روکتا ہے۔

دوسرے وقت خواہشات کا ایسا زبردست ریلا آتا ہے کہ اس کے جوش و خروش میں وہ ویراگ بہا چلا جاتا ہے۔ بار بار انسان کوشش کرتا ہے کبھی وہ دنیا پر اور کبھی دنیا اس پر غالب آتی ہے۔ یہ حالت کشمکش عین دیواسُر سنگرام کا وقت ہوتا ہے جسکا بیان شری بھگوت گیتا کے سولھویں ادھیائے میں کیا گیا ہے۔

اگر دنیا غالب رہی تو انسان گیا گزرا ہوا اور جو دنیا کو مغلوب کر لیا تو میدان اس کے ہاتھ رہا۔ یہ نہایت نازک وقت ہوتا ہے طالب کو چاہیئے کہ بہت سمجھ بوجھ کر قدم رکھے اور نفسِ سرکش کو اچھی طرح قابو میں کرے۔

چہارم

درِدھ ویراگ وہ ہے کہ جس میں دیوی سمپت کی جے پوری طرح سے ہوتی ہے اور دنیا کا پورا ترک ہو جاتا ہے۔ یہ ویراگ ہمیشہ ایک سا بنا رہتا ہے یہ ہی اصلی ویراگ ہے اس کے بعد کھٹ سمپت یعنی چھ صفات ہیں جو ویراگ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) شم - من کا مارنا ارتھات سنکلپ وِکلپ نہ اٹھنے دینا۔

(۲) دم اندریوں کا محسوسات کی طرف نہ کھنچنے دینا۔

(۳) اُپرتی یا اُپرام۔ جگت سے بیراگ اور ویدانت شاستر سننے کے واسطے وِیھ کی کریا ہووے و تعصب و طرفداری کا دور ہونا۔

(۴) تتکشا۔ سردی گرمی بھوک پیاس مان اپمان کو برداشت کرنا بلکہ یکساں سمجھنا۔

کنچن تجنا سہج ہے سہج تریا کا نیھ
مان بڑائی ایرشا تلشی درلبھ یھ

(۵) شردھا۔ پریت اور یقین شاستر ویدانت و کاملین کے اقوال پر کرنا۔

(۶) سماودھان۔ چت ٹھہرا ہووے یعنی شانتی ہو۔ اس کے بعد ممکشتو یعنی مکتی کی خواہش ہونے پر طالب فانی سے ہٹ کر باقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ باقی کو حاصل کر کے فانی سے ہمیشہ کے لئے نجات پاوے تلاش باقی میں مرشد نصیب ہوتا ہے جو چار سنسکاروں کے ذریعہ سے تعلیم و تلقین کر کے درجۂ کمال کو پہونچاتا ہے اس وقت راحتِ دوام نصیب ہوتی ہے مگر حصولِ راحت و دوام بلا رہبری و دست گیری مرشدِ کامل محال ہے۔

(۱۲۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک چیز کے جس طرح مثبت اور منفی دو پہلو ہیں اسی طرح راگ اور دؤیش ویراگ کی دو مختلف حالتیں اثبات اور نفی کی ہیں۔ جو شخص کہتا ہے جھوٹ نہ بولو وہ سچائی کی ہستی کا قائل ہے جو کہتا ہے سچ بولو وہ جھوٹ کی ہستی کی بطرز دیگر خبر دے رہا ہے اور جس میں جھوٹ اور سچ دونوں کا اثبات یا دونوں کی نفی ہے اس کو سچا ویراگ کہتے ہیں۔ جب پہلے پہل اشیاء کا احساس شروع ہوتا ہے منجملہ محسوسات کے اپنی حالت کے لحاظ سے بعض کو راحت رساں اور بعض کو تکلیف دہ پاتا ہے۔ پس

احساس راحت کی طرف رغبت اور احساس رنج سے نفرت کرتا ہے۔ نفرت اس بات کا خیال دلاتی ہے کہ کسی سے رغبت بھی ہے اور رغبت نفرت کی موجودگی کی خبر دیتی ہے اس لئے یہ دونوں احساس کی اثبات اور نفی کی حالت ہیں۔ جب ان دونوں کی طرف سے خیال ہٹ جائے تو ویراگ کہلاتا ہے۔

(۱۲۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس وقت سکھ دیو جی مہاراج اپنی والدہ کے بطن سے پیدا ہوئے اس وقت انھوں نے جنگل کی راہ لی۔ بیاس کی مہاراج کو اولاد کی بڑی تمنا اور اس کے لاڈ چاؤ کی بڑی ابھلاشا تھی۔ سکھدیو جی کو جنگل جاتے دیکھ کر ان کے پیچھے دوڑے اور گھر واپس آنے کے واسطے اصرار کیا سکھدیو جی مہاراج نے ان سے عرض کیا:-

"کوئی آدمی اپنی کمسن پڑوسن پر عاشق تھا۔ عورت کے گھر والے جب باہر چلے گئے تو اس نے موقع پاکر اپنے یار کو گھر بلالیا اور اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوئی دنیا و مافیہا کا خیال جاتا رہا کہ اتنے میں اس کے خاوند نے باہر سے آواز دی اور کنڈا کھٹکھٹایا۔

عورت یار کو چھوڑ کر کنڈا کھولنے چلی تو اس کے حواس باختہ ہوئے اور کہنے لگا کہ پہلے مجھکو کہیں چھپا دے جب دروازہ کھولنا۔

عورت نے کہا کہ اور کوئی جگہ تو ہے نہیں البتہ یہ سنڈاس ہے اس میں اتر جاؤ۔ وہ بیچارہ ڈر کے مارے سنڈاس میں اتر گیا۔ عورت نے دروازہ کھول کر اپنے خاوند کو بلالیا۔ وہ گھر میں آکر پاخانے گیا اور گھر کے سب آدمی بھی ٹٹی گئے سب غلاظت اس عاشق زار کے سر پر گرتی رہی۔ چونکہ سنڈاس کی کھڑکی باہر سے بند تھی اس لئے نکل نہ سکا۔

ایک دن اور ایک رات وہیں غلاظت میں اٹا پڑا رہا۔ دوسرے دن

صبح جب مہترانی نے سنڈاس کھولی اور اس آدمی کو پہچانا تو اس نے بڑی منّت وسماجت کرکے پیچھا چھڑایا اور کچھ دینا لینا کرکے اس سے اقرار کرایا کہ اس حرکت کا کسی سے تذکرہ نہ کرے۔

وہاں سے نکل کر بے چارہ گھر آیا اور اشنان کرکے جب اپنے مکان کی چھت پر چڑھا اُدھر وہ عورت بھی اپنے کوٹھے پر آئی اور اس آدمی کو اشارے سے اپنے مکان میں آنے کو کہتی ہے۔"

یہ کہہ کر سکھدیو جی نے پوچھا کہ اب فرمایئے کیا وہ شخص پھر اس عورت کے گھر جانا پسند کرے گا۔ اور اگر بالفرض وہ جانا پسند کرے تو آپ اس کو کیا سمجھیں گے؟

دیاس جی نے فرمایا کہ ایسی تکلیف جھیل کر وہ ہرگز نہ جائے گا اور اگر جائے تو اس سے بڑا مورکھ کوئی نہیں۔

سکھدیو جی نے جواب سن کر عرض کیا کہ انسان کی بجنسہٖ یہی حالت ہے اس دنیا کی محبت میں پھنسکر بار بار جنم لیتا ہے اور ہر دفعہ جنم لیتے وقت نو مہینے تک غلاظت میں رہنا ہوتا ہے اور وہی اس کی خوراک ہوتی ہے اب پرماتما کی کرپا سے باہر آیا ہوں تو پھر آپ مجھ کو اسی طرف رجوع کرتے ہیں بھلا ان تکالیف کو جھیل کر میں کیسے ادسطرف رخ کروں؟ یہ کہہ کر سکھدیو جی جنگل کو سدھار گئے۔

(۱۲۶)

ایک روز لالہ لشندھارام اتینت نوی نے عرض کیا کہ شری مہاراج بیراگ کیسے پیدا ہوتا ہے۔ آنحضور نے فرمایا کہ مہتا ورتی اور اتینت شوک یعنی دکھ سے اور مہتا درستی ایک تو ویک سے پیدا ہوتی ہے یعنی انسان کو جب ست اور است کا حال معلوم ہوجائے تو پھر است کی طرف نفرت سے پیدا ہوجاتی ہے اور ست سنگ کرنے اور مہاپرشوں کے کلام سننے اور ان کے درشن کرنے

اور ان کے حالات پڑھنے سے اور مقدس کتابوں کے مطالعہ سے یہ نفرت اور بندان بڑھتی جاتی ہے۔ جیسے مہاراجہ گوپی چندر جی کو انکی والدہ نے بارم بار خوب سمجھا کر اپدیش کیا تب انکو ویراگ ہوا۔ رشبھ دیوی جی مہاراج کے سو لڑکے پیدا ہوئے۔ اس وقت انھوں نے بچار کیا کہ:-

دنیا کے تمام سکھ بھوگ کے لئے اب راج کاج چھوڑ کر بھجن کرنا چاہئے اور انکے نو لڑکے بھی ویراگ کی وجہ سے راج کو چھوڑ گئے اور پھر نو سدھوں کے نام سے پرسدھ ہوئے جن کی ست سنگ کی کتھا سن کر راجہ جنک کو ویراگ پیدا ہوا۔ دتاتریہ جی نے ۲۴ گرو کئے اور ان کی باتوں سے عبرت حاصل کی اور بعض آدمیوں کو پرانے سنسکاروں سے یکایک ایک لفظ سننے یا ایک حالت دیکھنے سے ہی فوراً ایسا ویراگ پیدا ہو جاتا ہے جیسے بارود میں آگ لگا دی۔ جیسے دہرو جی مہاراج کو اپنی سوتیلی ماں کی یہ بات سنکر ہی کہ اگر تم کو راجہ کی گود میں بیٹھنا تھا تو میری کوکھ سے جنم لیتے۔ ایسا ویراگ پیدا ہوا کہ بچپن ہی میں سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے اور نارو جی مہاراج نے بھی ہر چند سمجھایا مگر واپس نہ ہوئے۔

مہاراجہ بھرتری جی اپنی پیاری استری شام دیئ کی ایک حرکت دیکھ کر ہی متنفر ہو گئے۔

پنگلا نے صرف دتاتریہ جی مہاراج کا درشن کیا تھا اس کے پرتاب سے ہی ایسا ویراگ پیدا ہوا اور ایسے درجے کو پہونچی جو بڑے بڑے مہاتماؤں کو نصیب نہ ہوا۔ خود دتاتریہ جی نے اس کی تعریف لکھی ہے اور اس کو گرو دھارن کیا۔

دکھن دیش میں ایک طوائف کو ویراگ پیدا ہوا اور وہ ناچتی گاتی مکٹ چڑھانے مندر کو گئی اور مندر کے قریب جاکر اس کو رجو دھرم ہو گیا اس سے ویاکل ہو گئی اسکے ویراگ کو دیکھ کر خود بھگوان کی مورت نے

سر جھکا دیا اور طوائف نے تاج پہنا دیا۔
بھگت مال میں کتھا لکھی ہے۔ بالمیک جی کو اپنے رشتہ داروں کی بے رخی دیکھ کر اور صاف جواب سنکر ویراگ ہوا۔
تلسی داس جی کو اپنی عورت کی بات سنکر کہ جتنی محبت تم مجھ سے کرتے ہو اگر پرمیشر سے کرو تو تمہارا کلیان ہو جاوے ویراگ ہوا۔
کنج بہاری بابو بلگارہ والے لبِ دریا مکان میں بیٹھے تھے کہ ملاح نے آواز دی:-
"شام ہو گئی ہے جس کسی کو پار اترنا ہو آجاؤ پھر ناؤ نہیں لگے گی" سنکر ایسا ویراگ ہوا کہ ننگے سر اور ننگے پاؤں گھر سے نکل بھاگے اور کشتی میں بیٹھ کر دریا پار ہو گئے اور بندرا بن میں آ رہے۔
ایک شخص ایک تماشے میں گیا اور وہاں کی آراستگی و پیراستگی دیکھی اور راؤ رنگ ناچ تماشہ کا ڈھنگ ملاحظہ کیا۔ دوسرے دن صبح جب میلہ ختم ہو گیا اور سب دکانیں اٹھ گئیں تو اس جگہ کی بگڑی ہوئی وضع اور سنسان مقام کو دیکھ کر ایسی عبرت ہوئی کہ یہ دنیا بھی اسی طرح سے ہے اور وہاں سے ہی فقیر ہو گئے گھر واپس نہ گئے۔
بعض لوگ سنسکاروں سے ماں کے پیٹ سے ہی ویراگ وان پیدا ہوتے ہیں مثلاً پرہلاد جی مہاراج کی والدہ کو دتاتریہ جی نے گربھ وتی کی حالت میں کتھا سنائی اور پرہلاد جی حمل میں کتھا سنکر ویراگ کو پراپت ہوئے۔
سکھدیو جی مہاراج کو پیدا ہوتے ہی ویراگ تھا۔
جڑ بھرت جی نے جب برہمن کے جنم لیا تو ان کو پچھلا حال معلوم تھا کہ ہم نے سب تیاگ کر دیا تھا مگر ہرن کے بچہ سے پیار کرنے سے اس کے موہ میں پران چھوڑے اس سے ہرن کا جنم لینا پڑا۔ اس لئے آئندہ کسی سے تعلق اور سنگ نہیں رکھنا چاہیئے۔ دوسری حالت میں اتینت شوک یعنی دکھ پیدا

ہونے سے ویراگ ہو جانا جیسے دوستوں کی نفرت۔ رشتہ داروں کی بے رخی
دولت گم ہو جانے یا کسی عزیز رشتہ دار اور پیارے دوست کی یکایک موت یا کل
دولت اور مال واسباب اور رشتہ داروں کے یکایک فوت اور گم ہو جانے سے
جیسے زلزلے میں یا آگ لگ جانے سے وغیرہ وغیرہ اور بھی بہت سے ایسے واقعات
ہوتے ہیں جن سے ویراگ پیدا ہوتا ہے۔ یعنی یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ سب کو ایک ہی
طرح سے ویراگ پیدا ہو بلکہ مذکورہ بالا حالتوں اور صورتوں میں کسی وجہ سے
یا اس کے علاوہ اور بھی کسی حالت اور صورت سے نفرت اور ویراگ پیدا
ہو سکتا ہے۔

(۱۲۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی جگہ ایک اچھے بزرگ مہاتما رہتے تھے۔ وہاں کی عورت
اور مرد سب انکی قدمبوسی کو جاتے۔ کسی عیاش آدمی کو یہ دیکھ کر بڑا رشک ہوا
اور کہنے لگا کہ یہ بابا کاہے کا ہے بالکل وشئی ہے۔ اس کا آشرم ہر وقت
پرستان بنا رہتا ہے چلو آج ہم بھی آنکھیں سینکیں گے۔

جب وہ باباجی کے پاس گیا تو انھوں نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا
"کہو بھائی کیسے درشن دیئے۔ جو کچھ تمھارا مدعا ہو سو کہو۔" اس نے فوراً
کہہ دیا :-

"ہم تو فلاں امیر کی لڑکی پر فدا ہیں مگر وہاں ہماری رسائی نہیں
اگر آپ کسی طرح سے اس سے ملا دیں تو یہی ہماری غرض اور یہ ہی مطلب
ہے۔" مہاتما نے کہا کہ :-

"یہ کیا بڑی بات ہے، تم یہیں بیٹھے رہو ابھی وہ لڑکی یہاں آئے گی
ہم اس کو تمھارے ساتھ کر دیں گے۔"

یہ سنکر اس کی تو باچھیں کھل گئیں اور مگن ہو کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر
میں اس لڑکی کے ماں اور باپ اس لڑکی کو لے کر بابا صاحب کی زیارت کو

آئے اور چونکہ بابا صاحب کے بڑے معتقد تھے اس لئے مہاتما نے ان سے کہہ دیا کہ :-

"آج اس لڑکی کو یہیں چھوڑ جانا"

وہ لڑکی کو وہیں چھوڑ گئے۔ جب رات ہوئی تو مہاتما نے اس آدمی کو بلا کر لڑکی اس کے سپرد کر دی اور کہہ دیا :-

"لو جاؤ رات بھر جو چاہو مزے اڑا لو کیونکہ تمھاری زندگی کی یہ آخری رات ہے صبحدم تم مر جاؤ گے"

یہ سنکر تو اس کے ہوش جاتے رہے رنگ پیلا پڑ گیا بہ مشکل تمام گرتا پڑتا گھر پہونچا اور چارپائی پر جا کر لیٹ گیا۔ لڑکی بھی اس کی بغل میں لیٹ رہی مگر موت کے خیال سے وہ کچھ ایسا حیران و پریشان ہو گیا کہ اس کی طرف بالکل التفات نہ کری۔

آخر اسی طرح لوٹتے پلٹتے رات گزر گئی۔ وہ تو صبحدم موت کا منتظر تھا کہ بابا صاحب کا آدمی جا پہونچا اور ان دونوں کو بلا کر مہاتما کے پاس لے گیا۔ جب مہاتما کے پاس پہونچے تو انھوں نے دریافت کیا :-

"بھائی رات کو تو خوب مزے لوٹے ہوں گے"۔ اس آدمی نے جواب دیا :-

"مہاراج مجھ کو تو موت کے خیال سے ایسی پریشانی ہو گئی کہ باوجودیکہ یہ لڑکی میرے پاس سوتی رہی مگر موت کے ڈر سے مجھ کو تو اس کی طرف دیکھنے کی بھی ہمت نہ ہوئی"

بابا جی نے فرمایا کہ موت کے خیال نے بارہ گھنٹے پیشتر سے آپ کو ایسا ڈرا دیا کہ اپنی محبوبہ سے بات بھی نہ کر سکے اور ہم تو پل پل پر موت کا خیال رکھتے ہیں بلکہ یہ سوچتے رہتے ہیں کہ یہ سانس باہر جو گیا ہے شاید اندر آئے گا بھی یا نہیں؟ پھر کیا اس کا خوف و خیال ہم کو ان باتوں کی طرف

متوجہ ہونے سے نہ رہ سکے گا۔

(۱۲۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ۔

نار مری اور سمپت ناشی
مونڈ منڈائے بھئے سنیاسی

آج کل سنیاس کا یہی حال ہے کہ دس بیس اِدھر اُدھر کے شلوک اور بانی اور ان کے ٹیڑھے سیدھے ارتھ یاد کر لئے اور بس سدھ سنیاسی مہاتما پرم ہنس سب ہی کچھ ہو گئے نہ اشٹانگ یوگ کے انگوں سے مطلب نہ گیان یوگ کے سادھنوں سے کام سب سے پہلے اہم برہم کا اپدیش لے کر نکل کھڑے ہوئے جو کوئی جگیاسا کے نمت ان کے پاس جائے تو عجب عجب ڈھونگ دیکھنے میں آتے ہیں۔

جگیاسو کو برسوں ٹکر مارتے ہو جاتی ہے نہ کچھ اپدیش کرتے ہیں نہ سادھن بتاتے ہیں اور بتاویں کیا اگر خود کچھ کیا ہو تو اسکا راستہ معلوم ہو اگر بہت ہی پرسن ہوئے اور کسی پر کرپا کی تو پہلے پہل رسائن وغیرہ کی ترکیب کا جال پھیلایا جاتا ہے جو کوئی اس داؤں میں آگیا تو گھر والی کے سر پر تار بھی دکھائی نہ پڑا گھر بیٹھے سادھوؤں سے بڑھ کر لنگوٹی بند ہو گئے۔

اگر اس قسم کی بات کو چھوڑ کر گیان چرچا کی تو بھلا واگر بہت آشرم پر ہوتا ہے۔ ارے بچہ تو کیا بھجن کرے گا ہم کو دیکھ سب گھر بار لگائی لڑکے ذات پات چھوڑنے پڑتے ہیں تب بھی پل بھر کو بھجن بننا مشکل ہے تو نے بھجن کو ایسا نانی جی کا گھر سمجھ لیا ہے کہ لگائی کی گود میں بیٹھ کر بھجن کرنے کی ٹھانی ہے ۔

کامی کرودھی لالچی ان سے بھگتی نہ ہوئے
بھگتی کرے کوئی سورما ذات برن کل کھوئے

اگر بھجن کرنا ہے تو اسطرف سے دل ہٹا کر ایک طرف کے ہو جاؤ۔

ع ایک دل میں الفتیں دو دو سما سکتی نہیں۔

نار پرائی آپ نی بھوگے نرکے جائے
آگ آگ سب ایک سی ہاتھ دیئے جر جائے

استری اور پرش کا تو گھی اور آگ کا سا بیر ہے جو اس نارک کا نزا اکھتا ہے تو استری کو تلانجلی دی ورنہ ست سنگ کا نام نہ لے۔ جو بیچارے جگیاسو کی طبیعت میں ذرا بھی بیراگ ہوا تو پھر گرہستی کی تو بڑے نما ہو گئی اور نہیں تو سر مار کر اور پاؤں ہو کر گھر آ بیٹھے۔ پھر اپنا حال دیکھو تو یہی کہا اور بیجا سب ہی حلال کھاتا ہے تو امیروں سے اچھا اور پوشاک ہے تو رئیسوں سے عمدہ۔ سواری عماری غرض سب ہی ٹھاٹ باٹ موجود ہے اور گدی دار مہنتوں نے تو غضب ہی کر دیا ہے۔ روز کی حاضری عدالت اور نالش عرضی پرزے یہ ان کا نیما تنک کرم ہے۔ ذات پات کا بکھیڑا گرہستیوں سے بڑھ کر سادھوؤں میں موجود ہے یہاں تک کہ فقیر ذات برادری بھی خارج ہوتے ہیں چوکے میں بیٹھا لکر خاص خاص کو روٹی کھلائی جاتی ہے جو برادری کا باہر ہوا اسکو چوکے میں روٹی نہیں مل سکتی حقہ چلم بھی بند ہو جاتی ہے جو برادری سے خارج ہوا اسکو ایک صافی سی نمبا کو نہیں پینے دیتے چچا زاد ماما زاد بھائی بندوں کے رشتے اور تعلق ہوتے ہیں اسی طرح فقیروں میں بھی سب کارروائی جاری ہے بس نام کی فقیری ورنہ گرہستی سے بڑھ کر گرہست ہیں بلکہ جو کام گرہستی ظاہرا طور کرتے ہیں ان کو فقیر پوشیدہ اور چوری چھپے کرتے ہیں۔

کوئی ایسی برائی نہیں ہے جس نے اس فرقے میں دخل نہ پالیا ہو۔ سچ ہے ہاتھی گرے تو کون اٹھاوے مگر آج کل ایسی کلیں ایجاد ہو گئی ہیں جن سے گرا ہوا ہاتھی بھی اٹھایا جا سکتا ہے اور سرکار نے بھی اس فرقے کی طرف ذرا توجہ دی ہے اگر یہ کارروائی کچھ عرصہ جاری رہی تو کچھ نہ کچھ کایا

ضرور پلٹ جائے گی۔ مگر روحانی ترقی کا گھر پھر بھی دور ہے۔

(۱۳۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک ورکت سادھو سنسار سے اداس بھگتی میں رت کسی جنگل میں رہتے تھے کہ وہاں سے بادشاہ کا گزر ہوا۔

بادشاہ نے ان کی ظاہری حالت دیکھ کر کہا کہ آپ شہر میں چلئے وہاں آپ کی اچھی طرح سے سیوا ہوگی اور آرام ملے گا۔

انھوں نے فرمایا کہ سنسار اور سنسار کے سب سکھ آئی تُجھ اور تھیا ہیں۔ بادشاہ نے کہا آپ نے اس کا سُکھ بھوگا نہیں اس لئے ایسا کہتے ہیں ورنہ سنساری سکون کے برابر تو کوئی سکھ ہی نہیں۔

فقیر یہ سن کر خاموش ہو گئے اور بادشاہ محل کو واپس آگئے۔ چند روز بعد بادشاہ کے پیٹ میں درد ہوا اور پیٹ پھول گیا وایو بند ہو گئی اور سخت تکلیف ہوئی۔ ہر طرح کا علاج معالجہ کیا گیا مگر آرام نہ ہوا اور حالتِ مرگ قریب ہو گئی اس وقت وہی فقیر بادشاہ کے پاس آئے۔

بادشاہ نے اسکو دیکھ کر بڑی دینتا اور دکھ بھری نگاہ سے پرنام کیا اور عرض کیا

"کچھ علاج فرمایئے تاکہ جان بچے" فقیر نے فرمایا کہ "اگر کل بادشاہت کا مجھ کو دان پتر لکھ دو تو میں تمہارا علاج کر دوں"۔

بادشاہ نے سوچا کہ اگر مر گیا تو بھی بادشاہت میرے ہاتھ سے جائے گی ہی اس لئے جان بچے تو غنیمت ہے۔ اسی وقت کل بادشاہت فقیر کے نام لکھ دی۔

فقیر نے بادشاہ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اسی وقت گوز سرزد ہوا اور بادشاہ کو آرام ہو گیا۔

فقیر نے فرمایا کہ اب بادشاہت پر تیرا کچھ قبضہ نہیں رہا وہ تو میری ہو گئی ہے لیکن میں اس تُجھ راج کو جو ایک پادِ کے برابر ہے لیکر کیا کروں گا

اس پر تو اگیانی لوگ ہی ابھیمان کرتے ہیں۔ اتنا کہہ کر جنگل کو چلا گیا۔

(۱۳۱)

ایک روز انھیں بابو صاحب نے عرض کیا کہ مہاراج کوئی قاعدہ ویراگ پیدا کرنے کا بھی ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک سو ایک[۱۰۱] مردوں کے ساتھ شمشان میں جاوے اور اس کی حالت کو بچارتا اور لوگوں کی بات چیت کو سنتا جاوے کہ کوئی کہتا ہے :-

"دیکھو کل تو کیسے اچھی طرح تھا آج چل بسا۔ سب مال دولت یہیں پڑا رہا۔ ننھا سا بچہ چھوڑ گیا کیسی خوبصورت جوان عورت روتی رہ گئی۔ بوڑھے ماں باپ بلکتے چھوڑ دیئے وغیرہ وغیرہ:-

اور جب وہاں سے واپس ہوتے ہیں تو ان باتوں کو تو بھول جاتے ہیں اور پھر وہی نون تیل لکڑی کی باتیں ہونے لگتی ہیں۔ کہ اب اس کے تیجے میں کیا کیا سامان ہوگا، تیرھویں پر لڈو کچوری کرنی پڑیں گی۔ برہمن کو اس طرح کا دان کرنا چاہیئے، مانکتہ میں اتنا دھن خرچ کرنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔

ان دونوں طرح کی باتوں کو سنکر بچار کرتا رہے تو پرماتما کی کرپا سے ضرور ویراگ پیدا ہو جائے گا اور اگر کوئی پرش ایکسو ایک[۱۰۱] براتوں میں شامل ہو اور وہاں کا رنگ تماشا ناچ گانا سنتا رہے تو لوگوں کا بیاہ ہوتے دیکھ کر ضرور اس کے دل میں یہ بات پیدا ہو جاوے کہ ہم کو بھی شادی کرنی اور ایسے سکھ بھوگنے چاہئیں اور موہ میں پھنس جاوے۔

(۱۳۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ راجہ جنک نے یاگیہ ولکیہ جی سے عرض کیا کہ مہاراج میں نے ویراگ کی حالت کو سمجھ لیا اب مجھکو ویراگ کا سروپ دکھلاؤ۔

تب یاگیہ ولکیہ جی نے وچار کیا کہ یہ راجہ وچار دان اور بڑا ست سنگی ہے

معمولی طور پر سروپ دکھانے سے کام نہیں چلے گا اسکو تو پورا کام کر کے دکھلانا چاہیئے۔ اس لئے انھوں نے اپنی دونوں استریوں کو بلا کر کہا:۔

"اب ہم تو گھر کا تیاگ کرتے ہیں، یہ دھن اور مال تمام رگڑے وبال کا گھر ہے۔ ہمارے پیچھے تم دونوں عورتیں آپس میں لڑو گی اس لئے ہمارے سامنے برابر کے حصّے بانٹ لو۔

چھوٹی عورت تو یہ سن کر رضامند ہو گئی اور مال کے حصّے کرنے کی بات منظور کر لی۔ مگر بڑی عورت گارگی مہارانی نے جواب دیا کہ:۔

"مہاراج یہ دھن دولت کوئی کم درجے کی چیز معلوم ہوتی ہے اور یہ ویراگ کوئی بڑی چیز ہے جس کی خاطر دھن دولت کا تیاگ کرتے ہو پھر میں ویراگ جیسی اچھی چیز کو تیاگ کر کے دھن کو کیوں گرہن کروں؟ تمام دھن آپ میری چھوٹی بہن یعنی اپنی دوسری استری کو دے دو میں تو وہی ویراگ جو آپ کو پیارا ہے لوں گی۔

غرض یاگیہ ولکیہ جی نے تمام مال چھوٹی عورت کو دے دیا اور گارگی جی کے سہت ویراگ کا سروپ راجہ جنک کو دکھلایا۔ ان گارگی مہارانی جی کا ویراگ ایسے اعلیٰ درجے کا تھا کہ مادر زاد ننگی رہتی تھیں۔

ایک مرتبہ راجہ جنک کی سبھا میں دس ہزار رشیشور جمع تھے اس وقت بھی یہ سبھا میں ننگی چلی آئیں اور مطلق پرواہ نہ کی۔

اسی طرح پھر راجہ جنک نے سکھدیو منی کو ویراگ کا سروپ دکھلایا کہ سکھدیو منی سے جو بات راجہ کہتے اسکا بھی معقول جواب دیتے کیونکہ پڑھے لکھے لائق اور سنسکاری تھے اور دیاس جی مہاراج کے پتر تھے۔ تب راجہ نے یوگ بل سے اگنی پیدا کی اور یہ تماشہ سکھدیو جی کو دکھلایا کہ تمام نواس میں آگ لگی ہے، ہاتھی چنگھاڑ رہے ہیں، گھوڑے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں تمام رانیاں تراہی تراہی پکار رہی ہیں مگر راجہ جنک سکھدیو جی کے

ساتھ بیٹھے ست سنگ کر رہے ہیں۔

یہ حالت دیکھ کر سکھ دیو جی کو دیا آئی اور بولے کہ راجن انکی سہائیتا کرو اور اب ست سنگ ختم کرو۔

یہ سنکر راجہ نے فرمایا کہ دیکھئے جو کچھ آپ دیکھتے اور سنتے ہیں وہ سب میں بھی دیکھتا اور سنتا ہوں۔ اگر میں ان سب کو اپنا رشتہ دار اور عزیز سمجھتا تو ضرور ست سنگ چھوڑ کر بھاگ اٹھتا مگر میں ان کو اپنا نہیں سمجھتا نمت ماتر برتتا ہوں جس وقت جس کام کو کرتا ہوں اسی میں دھیان رہتا ہے دوسری طرف سے بے پروا ہو جاتا ہوں۔

پہلے راج کاج کے کام میں مشغول تھا تو پندرہ روز تک آپ کھڑے رہے اور میں نے آپ کی بات بھی نہ پوچھی۔ پھر آپ محل میں دودھ کا کٹورا لئے بیٹھے رہے اور میں انتہ پور میں بھوگ بھوگتا رہا۔ اب میں ست سنگ میں لگا ہوں اس وقت راج تباہ ہو جاوے گھر اجڑ جاوے تمام رشتہ دار مر جاویں مجھ کو کچھ پرواہ نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ میرا ان سے لگاؤ مطلق نہیں ہے۔ یہ سب خواب کا سا تماشہ ہے میں اس کا دیکھنے والا ہوں مجھ میں اور آپ میں یہی فرق ہے۔ اتنی بات آپ کو کرنی باقی ہے

یہ مال ملک و دنیا سب خواب کا تماشہ

لالچ عبث ہے کرنا کیا لاش پر دھرے گا

امروز عیش کر لے فردا تو کیا کرے گا

یہ جسن چند روزہ کیا غار میں پڑے گا

تلسی اپنے اشٹ میں مگن رہو دن رات

ایک روز ارشاد ہوا کہ پنجاب کی طرف مثل مشہور ہے کہ "وسیشٹھ اجاڑے

"ور کرشن بساوے"

کالا باغ میں ایک مہاتما کٹی بنا کر رہتے تھے اور یوگ واسشٹھ کا وچار کیا کرتے تھے۔ ایک شب کو ایک برہمن مسافر ان کے پاس آکر ٹھہرا۔ رات کو مہاتما نے یوگ واسشٹھ کی کتھا اس کو سنائی اور ایسے اچھے ارتھ سمجھائے کہ برہمن کو تت کال ویراگ ہو گیا اور دنیا سے سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ بال بچوں کو چھوڑ کر وہیں مہاتما کے پاس رہنے لگا۔ اسکی عورت اور رشتہ داروں نے ہر چند کوشش کی کہ اسکو گھر لیجاویں مگر اس نے صاف کانوں پر ہاتھ دھر لیئے۔

عورت مایوس ہو کر گھر چلی آئی۔ ایک دفعہ اس عورت کے گاؤں میں ایک برہمن آئے جو بھاگوت کی کتھا کرتے تھے۔ تمام عورتوں کے ساتھ برہمن کی عورت بھی کتھا سننے گئی اور جتنے عرصہ تک کتھا میں بیٹھی رہی برابر روتی رہی۔ کتھا والا سمجھا کہ یہ کوئی بڑی بھگتی ہے۔

جب شروتا چلے گئے تب بھی وہ برہمنی نہیں گئی۔ اس وقت کتھا والے نے اس سے پوچھا:

"مائی تو کون ہے اور کیوں روتی ہے؟"

اس نے تمام و کمال ماجرا اپنے پتی کا سنایا۔ برہمن کو یہ حال سنکر بڑی دیا آئی اور کہا کہ اگر میں تیرے خاوند کو لے آؤں تو کیا دے گی۔ اس نے کہا مہاراج میرے پاس دعا ہے اور کچھ نہیں۔

دوسرے دن برہمن نے کتھا بند کر دی اور کالا باغ کی طرف روانہ ہو گیا اور ان مہاتما کے پاس جا ٹھہرا۔ رات کو حسب معمول یوگ واسشٹھ کی کتھا ہوئی۔ دوسرے دن کتھا کے وقت برہمن نے عرض کیا کہ:

"اگر آگیا ہو تو آج میں بھاگوت کی کتھا کروں" مہاتما نے خوشی سے منظور کر لیا۔ برہمن نے دسم اسکندھ کا مضمون ایسی بھگتی اور پریم سے بیان

گیا کہ سننے والے غش غش کرنے لگے۔ اور شری کرشن مہاراج کی لیلاؤں کا حال سنکر اس تیاگی برہمن پر ایسا پربھاؤ پڑا کہ وہ تو جوگ بیراگ سب بھول گیا اور بار بار اسی کتھا کو سننے کی اچھیا ظاہر کی۔

اس برہمن نے کہا کہ اگر یہ کتھا سننی ہے تو میرے ساتھ چلو۔ تیاگی جی اسکے ساتھ ہولئے اور وہ انکو اس کے گاؤں میں لے آیا اور دو چار روز کتھا سنانے کے بعد کہا کہ:۔

"دیکھو شری کرشن مہاراج نے کیسی کیسی لیلا کریں اور گرہست آشرم میں رہے، تم کیوں گرہستی چھوڑتے ہو"۔ اور سمجھا بجھا کہ برہمنی اس کے پلے باندھ دی۔

اس وقت سے اس ضمن میں یہ بات مشہور ہوئی کہ "وِسشٹھ اجاڑے اور کرشن بسائے"۔

(۱۳۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک راجہ ایسا بھگت تھا کہ دل ہی میں ہر وقت مالک کی یاد کرتا رہتا تھا اور باہر سے برت ایسی تھی کہ تمام آدمی اسکو مہا وِشئی و سنساری جانتے تھے۔ اس کی رانی بھی بڑی بھگت تھی مگر راجہ کی انتر شٹ پریم کا حال اس کو بھی معلوم نہ تھا اسی فکر میں رہتی تھی کہ راجہ کو کسی طرح سے بھگوت کا پریم ہو جائے۔

کسی رات سوتے میں راجہ کے منہ سے بھگوت نام نکل گیا۔ رانی نے اس روز نوبت اور نقارے بجائے اور بڑی خوشی منوائی۔

جب راجہ نے اس اُتساہ کا سبب دریافت کیا تو رانی نے کہا کہ رات کو آپ کے منہ سے بھگوت کا نام نکلا تھا اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوئی اور یہ اتساہ کیا ہے۔

راجہ نے کہا کہ مُول پران کا تو بھگوت نام شریر تھا۔ جب وہ ہی

نکل گیا تو یہ ہڈی مانس کا شریر کس کام کا ہے اور یہ کہہ کر فوراً شریر تیاگ دیا ۔

اندروں شو آشنا از بروں بیگانہ وش
ہم چنیں زیبا روش کم مے بود اندر جہاں

جنھوں کو عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

(۱۲۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ سمان بھاؤ سے برتنے کے معنی اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ سب سے برابری کا سلوک کرنا چاہیئے لیکن اگر اسکو ہی درست سمجھا جائے اور اسی کی پیروی کی جائے تو چیونٹی کو جسقدر چوگہ دیا جاتا ہے اتنا ہی راتب ہاتھی کو ملنا چاہیے۔ مگر کیا ایسا کرنے سے انتظام چل سکے گا اور ہاتھی کی زندگی رہ سکے گی ؟

اصل میں پرمارتھ اور بیوہار دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ان کو یکجا ملانے سے کام نہیں بن سکتا۔ پرمارتھ میں سمان بھاؤ سے برتنے سے یہ مراد ہے کہ سب کو مالک کا روپ اور انھیں پانچ تتو کا پتلا سمجھ کر نظر مغایرت اور دوئی کو اٹھا دینا چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ اونچ نیچ چھوٹا و بڑا۔ موٹا پتلا۔ انسان حیوان سب میں وہی مالک جلوہ گر ہے پھر کس سے نفرت کیجائے اور کس سے دشمنی کیجائے۔ اور بیوہار میں سمان بھاؤ سے برتنے کے معنی ہیں کہ جیسا جو شخص ہو اس سے ویسا ہی برتاؤ کرنا چاہیئے ۔

رام جھروکا بیٹھ کے سب کا مجرا لیت
جیسی جا کی چاکری ویسے وا کو دیت

اگر فقراء کسی امیر اور صاحب عزت کے ساتھ محبت اور خصوصیت کے ساتھ برتاؤ کریں تو اکثر لوگ ان پر طعن دراز کرتے ہیں کہ یہ دیکھو فقیروں کے پاس بھی امیروں کی ہی زیادہ آؤ بھگت ہوتی ہے۔ مگر ایسا کیوں نہ ہو جب مالک نے ان کو رتبہ اور حکومت اور حشمت بخشی ہے تو جو شخص مالک کے ماننے والے ہیں وہ کیوں نہ ان کی ویسی ہی عزت کریں۔

اگر سب کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے تو انتظام درہم برہم ہو جاوے۔

نقل ہے کہ کسی پیغمبر نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اے خدایا سب کو رتبہ اور درجہ دولت و حشمت میں برابر کر دے تو آواز آئی کہ:-

"تم اپنا کام کرو یہ ہمارا انتظام ہے اس میں کیوں دخل دیتے ہو؟ اس مصلحت کو ہم ہی خوب سمجھتے ہیں"

مگر پیغمبر نرم دل نے نہ مانا تو حکم ہوا کہ "اچھا ایسا ہی ہو جائے گا مگر اس کا انتظام اب تمہارے سپرد ہے"

حکم ہوتے ہی کل امیر و غریب سب برابر ہو گئے، سب کے گھروں میں دولت و مال اور اسباب زن و فرزند سب برابر نہ کوئی کسی کا آقا نہ کوئی کسی کا بندہ نہ کوئی کسی کا محتاج۔ نہ مہتر پاخانہ صاف کرتے ہیں نہ بہشتی پانی دیتا ہے تمام ملک میں ابتری پھیل گئی۔ پیغمبر صاحب بھی تنگ آ گئے خود ان کے کاروبار خانگی کا انتظام بھی مشکل ہو گیا تب تو دعا کی کہ مالک یہ انتظام مجھ سے نہیں چل سکتا آپ کا ملک اور آپ کا ہی انتظام ہو اور جو کچھ آپ مناسب اور درست سمجھیں ویسا کریں۔

(۳۳۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی بازار میں ایک غلام فروخت کے واسطے کھڑا ہوا تھا۔ ایک خریدار نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ غلام نے جواب دیا

کہ جس نام سے آپ مجھ کو پکاریں وہی میرا نام ہے"۔

پھر پوچھا کہ تم کیا کھانا کھایا کرو گے؟ غلام نے جواب دیا کہ "جو کچھ آپ مجھ کو کھانے کو دیں گے"۔

پھر خریدار نے سوال کیا کہ تم کون کونسا کام کیا کرو گے؟ غلام نے عرض کیا کہ "جو خدمت آپ مجھ سے لیں گے"۔

اس نے پھر دریافت کیا کہ تم کیا کپڑا پہنو گے؟ اس نے کہا کہ "جیسا آپ پہنائیں گے"۔

یہ جواب سن کر خریدار بہت خوش ہوا اور اس کو خرید کر گھر لے آیا اور تمام عمر غلام نے اوپر کی باتوں کو نباہا۔ سرمو فرق نہ ہونے پایا۔ یہ اوصاف بندگی جس میں ہوں وہ اپنے مالک کو کیوں نہ راضی رکھ سکے۔ اسکا مالک ضرور اس سے راضی رہے گا۔

(۱۳۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب نادر شاہ دہلی میں تھا تو بادشاہِ ہند کی طرف سے اس کی دعوت ہوئی۔ سینکڑوں طرح کے لذیذ کھانے۔ پوری۔ کچوری۔ حلوہ گوشت۔ پلاؤ۔ زردہ۔ قورما۔ متنجن۔ اچار۔ چٹنی۔ مربے۔ ساگ۔ بھاجی غرض کیا کچھ نہ تھا سب ہی کچھ مہیا کیا گیا اور بڑے تکلّف کا کھانا بنایا۔

جب کھانا تمام لشکریوں، سرداروں اور امیروں کے سامنے رکھدیا گیا تو نادر شاہ نے اٹھ کر ایک نگاہ سب چیزوں کو دیکھا اور یہ تکلّف دیکھکر اس کی آنکھیں کھل گئیں اور چند بہشتیوں کو بلوا کر تمام کھانے پر پانی ڈلوا کر خراب کرادیا اور کسی کو چکھنے تک نہ دیا اور بادشاہ سے کہنے لگا:۔

کیا آپ میرے سپاہیوں کو تباہ اور میرے ملک کو برباد کرنا چاہتے ہیں ہاں اگر ان لوگوں کو ایسی چیزوں کا چسکا پڑگیا تو پھر ان کی حالت بھی آپ کی سی ہوجائے گی۔ اسی لئے میرے سپاہیوں کو چاول۔ آٹا خشک اور روٹی نے

دلوا دو۔ وہ اسی طرح یہاں پر بھوں کر کھالیں گے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب ایک ملک کو فتح کرنے کے لئے ایسی نفس کشی اور لذائذ دنیا سے پرہیز کی ضرورت پڑتی ہے تو اس دل کو فتح کرنے کے لئے جس میں تمام دنیا کے سنسکار بھرے پڑے ہیں کیسی نفس کشی اور احتیاط نہ کرنی پڑتی ہوگی مگر آج کل حالت دگرگوں ہے۔ جنھوں نے دل پر قابو کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے وہی سب سے زیادہ ناچ گانا راگ رنگ۔ سیل سپاٹا اور زبان کے چٹخاروں میں پھنسے پڑے ہیں سادھو نہیں بلکہ سوادو ہیں۔

(۱۳۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ

آلی پتنگ مرگ مین گج۔ جرت ایک ہی آنچ
تلسی وہ کیسے جئے جس کو لاگیں پانچ

یعنی بھونرا۔ گندھ اور خوشبو۔ پتنگ یعنی پروانہ۔ روپ اور روشنی۔ مرگ یعنی ہرن راگ اور شبد۔ اور مین یعنی مچھلی۔ رس اور پانی۔ اور گج یعنی ہاتھی سپرش کی کامنا میں جلتے رہتے ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک کو صرف ایک اندری یعنی حواس کا ذائقہ موت کا مزہ چکھا دیتا ہے۔ پھر انسان جو پانچوں ذائقوں کا رسیا ہے وہ کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟

اصل میں ہر انسان میں اندریاں تو پانچوں موجود ہیں مگر سب اندریاں پر بل نہیں بلکہ صرف ایک ہی اندری خاص طور پر زور رکھتی ہے مثلاً کوئی شخص گانے کا شائق ہوتا ہے وہ گانے کے سوا کھانے اور خوبصورتی یعنی دوسری اندریوں کے وشیوں کی طرف بے پروا سا رہتا ہے۔

پانچوں اندریوں کا زور ہر ایک میں نہیں ہوتا۔ ہم کو ایک وقوعہ یاد ہے کہ ہم ایک فقیر صاحب سے ملنے گئے۔ ان کے پاس مہندی کا گلدستہ رکھا ہوا تھا۔ ہوا کا رخ ہماری طرف تھا اس لئے گلدستے کی خوشبو کا اثر ہمارے کپڑوں میں

ہوگیا۔ وہاں سے اٹھ کر ہم ایک اور صاحب لالہ بشنو داس کے مکان پر گئے ان کے پاس جاکر بیٹھے ہی تھے کہ وہ بول اٹھے کہ:-

حنا کی خوشبو کہاں سے آتی ہے جو شخص ان کے پاس بیٹھے تھے ان سے مذاق کرنے لگے کہ واہ کیا سوجھی آپ کو رات دن عطروں کی خوشبو ہی آیا کرتی ہے مگر لالہ صاحب برابر یہی کہتے جاتے تھے کہ ضرور بالضرور یہاں حنا موجود ہے۔ لالہ صاحب بڑے راست گو اور سنجیدہ آدمی تھے اس لئے ہم کو خیال ہوا کہ انکا کہنا کچھ اصلیت رکھتا ہے اور غور کرنے لگے تو ہم کو خیال آیا کہ ہو نہو اس گلدستہ کا اثر ہو مگر اپنے کپڑے سونگھنے سے ہم کو مطلق خوشبو نہ آتی تھی۔

جب وہ آپس میں فیصلہ نہ کر سکے تو ہماری طرف مخاطب ہوئے کہ "مہاراج آپ فرمایئے بھلا یہاں حنا کہاں سے آئی"؟

اس وقت ہم نے کہا کہ لالہ صاحب کا خیال درست ہے اور ان لوگوں سے پوچھا کہ آپ کو اس میں کچھ شبہ ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ "جب آپ فرماتے ہیں کہ لالہ صاحب سچے ہیں اب ہم کچھ نہیں کہہ سکتے"۔

ہم نے کہا کہ ہماری مروّت نہ کرو بلکہ اپنی آنکھ سے چلکر دیکھ لو اور ہم ان سب کو لے کر انھیں فقیر کے مکان پر گئے اور وہ گلدستہ حنا کا دکھا کر بتایا کہ ہم اس کے پاس ہوا کے رخ پر بیٹھے تھے اس لئے اسکی خوشبو ہمارے چولے میں بس گئی ہوگی مگر اس کی شناخت کا کمال لالہ صاحب ہی پر موقوف ہے۔ لالہ صاحب عطر کی پہچان میں بہت ہی کمال رکھتے تھے۔

(۱۲۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ اکبر بادشاہ کے پیر و مرشد حج کے واسطے روانہ ہونے لگے اور حکم دیا کہ ہم تن تنہا جائیں گے تو بادشاہ نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک ملازم ہے اس کی نسبت میں سفارش کرتا ہوں اسکو اگر اپنے ساتھ لیجائیں تو آرام رہے گا۔

تو آپ امیر گاہ انہوں نے پوچھا کہ "کیا یہ تمہارا آزمودہ آدمی ہے"

بادشاہ نے جواب دیا کہ "آپ کی صحبت سے آدمی بنجائے گا" غرض وہ اس ملازم کو ساتھ لے گئے۔ جس وقت حج سے واپس آئے تو بادشاہ سے کہا کہ "ہم تمہارے ملازم سے بہت خوش ہیں اور اس کے ساتھ ہونے سے ہم کو بہت آرام ملا بھی کس آیا سفر میں جو ہم نے اس کو کرنے کو کہا وہ کر دیا اور سوائے اس کے کوئی بات اس نے ہم سے نہ تو کہی اور نہ پوچھی۔ یہ بتاؤ کہ یہ بات اس میں کیسے پیدا ہوئی"۔

بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت جس وقت یہ شخص میرے پاس ملازم ہو کر آیا میں نے اس کو اس امر کی ہدایت کر دی تھی کہ سوائے اس بات کے جواب کے جو ہم دریافت کریں اور کوئی بات ہم سے کبھی نہ کہنا۔ اوّل تو اس نے یہ کام جان کے خوف سے کیا تھا بعدہٗ اس کی یہ عادت ہو گئی۔ چونکہ میں اس کی عادت سے واقف تھا اسی لئے اسکو آپ کے ساتھ جانے کے واسطے نامزد کیا تھا مالک کا بھجن اور عبادت بھی لوگ پہلے پہل تو خوفِ دوزخ یا امیدِ بہشت سے کرتے ہیں مگر بعدہٗ رفتہ رفتہ عادی ہو جاتے ہیں۔ اگر مرشد کامل ملجائے تو امید و بیم یعنی سوچ و بھیانک خیالات دل سے دور ہو جاتے ہیں اور فرض سمجھ کر عبادتِ خدا میں مشغول ہوتے ہیں جیسے بالک بھی اوّل تو والدین کے خوف اور استاد کی مار پیٹ سے ڈر کر پڑھنا شروع کرتے ہیں مگر جب کچھ پڑھ جاتے ہیں اور علم کا مزہ حاصل ہو جاتا ہے تو مار پیٹ یا خوف کا خیال نہیں رہتا بلکہ علم کا ایسا مزہ پڑ جاتا ہے کہ کتاب ہاتھ سے دھرنا برا معلوم ہوتا ہے۔

(۱۴۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک راجہ بڑا حق پرست اور فقیر دوست تھا ایک دفعہ ایک فقیر سے ملاقات کرنے کے لئے پا پیادہ یعنی ننگے پاؤں آگیا جب ان کی

زیارت کر کے واپس آتا تھا تو ناگاہ پیر میں ٹھوکر لگی اور انگوٹھا سخت زخمی ہو گیا بہت عرصہ تک علاج معالجہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار انگوٹھا کاٹا گیا تب پیر اچھا ہوا۔

جو لوگ دنیا پرست تھے وہ راجہ کی اس روش سے ناخوش تھے اور اس وقت انکو انگشت نمائی کا موقع ملا اور راجہ کے دل میں بھی کچھ خیال ہوا مگر آخر سوچا کہ ضرور مصلحت ہو گی۔

ایک دن راجہ شکار کے واسطے گیا اور لشکر اور ہمراہیوں سے علیحدہ ہو کر ایک جنگل میں بھٹکتا تھا کہ چند قوی ہیکل چوروں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ وہ ایک یگ کر رہا تھا اور اس کے اختتام پر ایک آدمی کے بلیدان دینے کی ضرورت تھی اس لئے راجہ کو اس کام کے واسطے پکڑ کر یگ شالہ میں لے گئے اور اس کو ہون کنڈ میں ڈالنے ہی کو تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یہ بلیدان کے لائق نہیں ہے اس کا انگ بھنگ ہے یعنی پیر کا انگوٹھا کٹا ہوا ہے۔ اس لئے راجہ کو انھوں نے چھوڑ دیا۔

(۱۴۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی دنیا دار آدمی نے آزمائش کے طور پر ایک فقیر کی دعوت کی اور اپنے ملازموں کو سمجھا دیا کہ:۔

جب فقیر صاحب کھانے کے لئے تشریف لائیں تو پیشتر بڑی عزت کے ساتھ اندر ڈیوڑھی تک لے آنا اور بعدہٗ دھکے دے کر باہر کے دروازہ تک نکال لانا پھر بلا لینا اور پھر نکال دینا۔

جس وقت فقیر صاحب کو کھانے کے لئے بلایا گیا تو حسب منشا اپنے مالک کے نوکروں نے کارروائی کی اور کئی دفعہ فقیر کو عزت کے ساتھ اندر لے گئے اور پھر دھکے دے کر باہر نکال دیا مگر جب صاحب خانہ نے دیکھا کہ فقیر صاحب نہ تو تواضع سے خوش ہوتے ہیں اور نہ تحقیر سے ناراض، تو

ان کے قدموں پر گرا اور کہنے لگا کہ :-

" معاف کریں۔ بندے نے صرف آزمائش کے طور پر ایسا کیا تھا آپ بڑے پورے مہاتما اور کامل ضبط کرنے والے ہیں اور بڑے متحمل اور برداشت والے شخص ہیں "

فقیر صاحب نے کہا کہ اس میں برداشت کی کونسی بات ہے یہ تو معمولی کتے کی سی عادت ہے کہ جب اسکو روٹی دکھاؤ دم ہلاتا ہوا پاس چلا آئے گا جب ڈنڈا دکھلا کر دھتکار دو گے تو دور بھاگ جائے گا۔ ۹

دریائے فراواں نہ شود تیرہ بہ سنگ
عارف کہ برنجد تنک آبست ہنوز

(۱۴۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک فقیر کشتی میں بیٹھ کر دریا پار جاتے تھے۔ اس کشتی میں چند اوباش آدمی بھی بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے فقیر صاحب کو تنگ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ دھول دھپّا تک نوبت پہونچادی۔ مگر فقیر صاحب ایسے ضابط تھے کہ انکی مار پیٹ پر بھی اُف نہ کی اور چپ چاپ بیٹھے رہے۔

جب ان کی شرارت حد سے گزر گئی تو قہر الٰہی نازل ہوا اور اس کشتی کے ڈبونے کا حکم ہوگیا اور یکا یک ایسا طوفان آیا کہ کشتی منجدھار میں چکّر کھانے لگی۔ ملاح کود کر علیحدہ ہو گئے اور سب سواریاں ہائے توبہ پکارنے لگیں اور آخر سب نے فقیر صاحب کی شرن لی اور ہاتھ پیر جوڑ کر معافی مانگی اور دعا کی درخواست کی تاکہ جان بچے۔

فقیر صاحب جب دست بدعا ہوئے تو آواز آئی کہ " انھوں نے بڑی شرارت کی ہے ان کو ضرور ڈبو یا جائے گا۔ یہ معلوم کر کے فقیر آبدیدہ

ہو گئے اور دعا میں کہنے لگے کہ :-

"یا الٰہی کیا جو شخص تیرے عزیزوں کے پاس آدھ گھنٹہ بھی بیٹھے وہ موت کا نشانہ بنایا جانے کا مستحق ہو"

اس پر پھر ندا آئی "کہ ان کو کچھ نہ کچھ سزا تو ضرور ملنی چاہیئے تاکہ آئندہ کو عبرت ہو" تو پھر فقیر نے عرض کیا کہ :-

"اگر سزا دینی ہے تو یہ دے کہ ان کے گناہوں کو مار ڈال یعنی عیبوں سے پاک کر دے تاکہ آئندہ ان سے ایسی حرکت صادر نہ ہو"

یہ دعا مقبول ہوئی اور تمام کشتی والے صاحبِ کمال بنا دیے گئے اس وقت ان کو فقیر صاحب کا پتہ چلا اور بڑی منّت و سماجت کر کے اپنے قصوروں کی معافی چاہی۔

۱۴۲

ایک روز جناب منشی عجب دین صاحب تحصیلدار شری مہاراج کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ اس وقت جسقدر ہندوؤں کے لڑکے اور ہندو درشنوں کو آتے تھے سب بڑے شردھا سے ماتھا ٹیکتے تھے۔ ان کو سجدہ کرتے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ :-

مسلمانوں کو بھی ایسا ضرور کرنا چاہیئے۔ جو مرشد کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کر سکتا اور عجز و انکساری کرنے سے سر پھیرتا اور گھمنڈ کرتا ہے وہ مالک کے سامنے کب دین ہو سکتا ہے اور مالک کو دینتا یا نیاز جیسا پسند ہے اور کوئی چیز پسند نہیں ؎

جھوٹ مٹ کھیلے سچ مچ ہوئے
سچ مچ کھیلے برلا ...... کوئے
جو کوئی کھیلے من چت لائے
ہوتے ہوتے ہوئی جائے

کنچن ہوں تج دیت ہیں کامن ہو تج دیھ
مان بڑائی ایرکھا دربھ تجنا ایھ

ست بچن آدھنتا پرتریہ بات سمان
ایہو سے پربھونا ملیں تو تلسی جھوٹ زبان

(۱۴۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک برہمنی بڑی ست سنگی اور بھگت تھی اور کتھا بارتا سنتی اور پوجا سیوا، اوپاسنا اپنے دھرم کے مطابق کیا کرتی تھی۔ لیکن اس کا خاوند بڑا اجڈ نپٹ گنوار اور کُسنگی تھا وہ اس کو دیکھ کر جلتا اور ہمیشہ لڑائی جھگڑا رکھتا۔ ایک دن جب بہت حجت و تکرار کی نوبت پہونچی تو اس برہمن نے پوچھا کہ :۔

"تجھکو وہاں کیا مزہ آتا ہے جو دوڑ دوڑ کر مندر اور ست سنگ میں جاتی ہے"۔ برہمنی نے جواب دیا کہ :۔

"وہاں کے آنند کا برنن کیا کروں ایسا میٹھا رس ملتا ہے کہ کسی طرح سے ترپتی نہیں ہوتی۔ تم بھی چاہو تو چل کر دیکھ لو"۔

وہ برہمن راضی ہو گیا اور کتھا سننے چلا گیا۔ جب مندر میں جا کر بیٹھا تو تھوڑی دیر بعد ہی نیند آ گئی اور منہ پھاڑ کر خراٹے لینے لگا اس برہمنی نے دو تین بتاشوں کا چورا کر کے اس کے منہ میں ڈال دیا جس کا رس گھل کر اسکے منہ میں جانے لگا۔

جب کتھا ختم ہو گئی اور وہ جاگا تو اس کا منہ میٹھا تھا زبان چٹخارے لینے لگی اور وہ برہمنی سے بولا کہ :۔

"واقعی بہت میٹھا رس ہے"۔ عورت نے جواب دیا کہ :۔

"آپ سو گئے تھے اس وجہ سے کچھ کم مزہ آیا اگر جاگتے رہتے اور غور

سے کتھا سنتے تو اس سے بھی زیادہ مزہ آتا۔"

دوسرے روز وہ پھر کتھا سننے گیا اور بہت دیر تک غور سے بچن سنے جب نیند آئی اور سوگیا تو پھر برہمنی نے وہی..... کارروائی کری۔ غرض اسی لالچ سے وہ روز کتھا سننے جانے لگا اور رفتہ رفتہ وہاں کے اثر سے متاثر ہوکر چند روز میں ست سنگی بن گیا۔

کتھا اور مندروں کے پرشاد میں بھی کم و بیش ایسا ہی اصول کام کرتا ہے

(۱۴۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت خواجہ قطب الدین حیدر کا ایک مرید ایک دن شیخ شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا جب بھوک لگی تو پیر کے شہر کی طرف منہ کر کے کہنے لگا:۔

"قطب الدین حیدر شیئاً للہ"۔ تو شہاب الدین اس کی بات سمجھ گئے۔ آپ نے کھانا منگوا کر کھلا دیا۔ جب وہ کھا چکا تو کہنے لگا کہ:۔

"الحمد للہ قطب الدین حیدر کہ آپ ہم کو ہر حال میں یاد رکھتے ہیں"۔

آپ کے مریدوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ:۔

"حضرت یہ عجب آدمی ہے کہ کھانا آپ کا کھاتا ہے اور شکر اپنے پیر کا بجا لاتا ہے"۔

آپ نے فرمایا کہ "اگر کسی شخص کو مریدی کا طریقہ سیکھنا ہو تو اس سے سیکھے کیونکہ کل جہان سے فیض اٹھاتا ہے اور اپنے پیر کی طرف سے سمجھتا ہے"۔

حاصل کلام یہ کہ مرید اپنے دل کو شیخ کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کردے اور اگر کسی اور بزرگ سے کچھ حاصل بھی ہو تو اس کو مناسب ہے کہ اپنے پیر ہی سے سمجھے۔

(۱۴۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی فقیر کے پاس دو آدمیوں نے عرض کی کہ مہاراج ہم کو مکت کر دیجئے۔ اور اسی خواہش میں بہت عرصہ تک فقیر کے پاس جاتے رہے مگر فقیر نے ان کو منہ نہ لگایا۔

ایک دن دونوں آدمی کسی گاؤں وغیرہ سے روپیہ اوگاہ کر لا رہے تھے کہ راستہ میں اس فقیر کے آشرم پر ٹھہر گئے۔ فقیر موقعہ غنیمت سمجھ کر ایک بڑا کابلی چھرا اندر سے نکال لایا اور ان سے پوچھا کہ:۔

"کیوں بھائی ایک مکت ہوگا یا تم دونوں ہی مکت ہو گئے"؟ اور یہ کہہ کر پتھر پر چھرا اپنانے لگے۔ یہ دیکھ کر ایک ڈر گیا اور اس نے سوچا کہ باباجی کے جی میں کچھ پاپ آگیا اس لئے اپنی تھیلی اٹھا کر چپکے سے کھسک گیا۔ مگر دوسرا بیٹھا رہا۔ جب باباجی چھرا تیز کر چکے تو پیچھے پھر کر دیکھا کہ ایک تو بھاگ نکلا۔

دوسرے سے کہا کہ "بھائی خیر چاہتا ہے تو تُو بھی جان بچا لیجا ورنہ مفت میں مارا جائے گا۔ میں تو اسی طرح لوگوں کو مکت کرتا ہوں۔" اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ:۔

"مہاراج اگر آپ اسی طرح مکت کرتے ہیں تو مجھ کو بہت جلد مکت کر دیجئے کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا خیال بدل جائے اور میں مکت ہونے سے رہ جاؤں۔" باباجی سمجھ گئے کہ یہ پکا آدمی ہے نہیں ٹلے گا۔ چھرے کو تو دھر دیا اور اُس کو ایک نگاہ میں نہال کر دیا۔

(۱۴۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ شری مہادیو جی اور پاربتی جی کسی راہ سے گزر رہے تھے۔ گنگا کی پربی تھی لاکھوں آدمی اشنان کو جا رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر شری پاربتی جی نے پوچھا کہ مہاراج گنگا جی کا تو بڑا مہاتم لکھا ہے تو کیا یہ سب

آدمی اشنان کر کے مکتی کو پراپت ہوں گے"۔

شری مہادیو جی نے جواب دیا کہ "آؤ تم کو ان کا تماشہ دکھائیں"۔ اور وہیں راہ پر بہت بوڑھے کوڑھی بیمار کی صورت بنا کر بیٹھ گئے اور پاربتی جی سے کہا کہ "تم ان سب سے کہنا کہ کوئی اپنے گنگا نہانے کا پھل دیدو تو میرا پتی اچھا ہو جائے"۔

پاربتی جی وہاں بیٹھکر اسی طرح سے کہنے لگیں اُن کے حُسن بیمثال کو دیکھ کر لاکھوں آدمیوں کا ہجوم لگ گیا اور کوئی کہتا تھا کہ بڈھا سمجھ کر اس نے زہر دے دیا ہے۔ کوئی تریا چرتر بتاتا تھا کوئی ہسپتال اور حکیم کے پاس جانے کی صلاح دیتا۔ کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ کہتا تھا۔ اس طرح سے بیٹھے بیٹھے شام ہو گئی اس وقت ایک برہمن اشنان کر کے واپس آیا اور ہجوم کو چیر کر اندر گیا اور کہنے لگا کہ:-

"بیٹی کیا چاہتی ہے"

"پاربتی جی نے کہا کہ اگر آپ جتنی دفعہ گنگا نہائے ہیں ان سب کا پھل مجھ کو دیں تو میرا سوامی چنگا ہو جائے"۔

برہمن نے کہا کہ "ایک دفعہ کے گنگا اشنان کے پھل سے مردہ جی اٹھتا ہے تو بیمار کے چنگا ہونے کے واسطے تمام دفعہ کے اشنان کا پھل لے کر کیا کرے گی۔ جا ایکدفعہ کے گنگا اشنان کا پھل میں نے تجھکو دیا"۔

اس کا یہ کہنا تھا کہ مہادیو جی کی کایا درست ہو گئی اور چندن سا شریر نکل آیا، دونوں برہمن کو دعا دیتے چلے گئے۔ اس وقت مہادیو جی نے کہا کہ:-

"تم نے اس کا اعتقاد دیکھا۔ ان سب میں سے یہ برہمن مکت ہوگا۔ باقی کسی کو گنگا پر اعتقاد ہی نہیں پھر اس کا پھل کیا ملتا ہے اور

اشنان کرنے بھی کتنے آدمی جاتے ہیں۔ ان سب کا تماشا تو تم نے خود دیکھ لیا کہ اکثر آدمیوں کو تو دیدہ بازی اور تماشے کا شوق گنگا تک گھسیٹ لیجاتا ہے۔

(۱۴۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی مندر میں رام چندر جی و لچھمن جی و ہنومان جی کی مورت تھی مگر اس میں درشن کو کوئی بھی نہ جاتا تھا۔ ایک برہمن نے انھیں مورتیوں کے سامنے رامائن کی کتھا شروع کر دی، اور تو کوئی سننے نہ آتا تھا وہ مورتوں کو ہی سنایا کرتا تھا۔

ایک دن ایک بڑا کنجوس سیٹھ درشن کو آگیا اس وقت اور کوئی موجود نہ تھا مگر مندر سے آواز آئی کہ :-

"ہنومان جی کل اس برہمن کی کتھا ختم ہو گی اس پر کیا چڑھنا چاہئیے؟" جواب ملا کہ "کم از کم ہزار روپیہ تو ہو" دریافت ہوا کہ اس مندر میں تو کوئی درشن کو بھی نہیں آتا۔ چڑھاوا کون چڑھائے گا؟"

عرض کیا کہ "مہاراج جہاں آپ ہوں وہاں کیا گھاٹا ہے ہزار کیا دس ہزار ہو جاویں گے"

یہ سن کر وہ سیٹھ مندر سے دوڑ کر سیدھا برہمن کے گھر پہونچا اور کہنے لگا کہ "تم اپنی کتھا کے چڑھاوے کا ٹھیکہ کر لو"

برہمن نے کہا کہ "بہت اچھا"

آخر پانچ سو روپے پر فیصلہ ہوا اور سیٹھ جی نے روپیہ گن دیا۔ دوسرے دن صبح ہی سے سیٹھ مندر میں تھیلی لے کر جا ڈٹا۔ جب کتھا ختم ہوئی تو پائی بھی چڑھاوے میں نہ آئی سیٹھ کا تو جی جلکر خاک ہو گیا اسوقت تو کچھ نہ بولا رات کو مندر میں گھس گیا اور بولا کہ :-

"یہ دیوتا بھی بڑے جھوٹے ہوتے ہیں" اور یہ کہہ کر ہنومان جی کی

مورت پر لات چلائی، مورت نے اس کی لات پکڑ لی۔ سیٹھ نے بہت زور کیا مگر نہ چھوٹی تین پہر تک اسی طرح سے کھڑا رہا آخر کو عاجزی اور واویلا کرنے لگا۔ پھر اس وقت مندر سے آواز آئی کہ:۔

"یہ کیا شور و غل ہے"؟ ہنومان جی بولے کہ:۔

"مہاراج پنڈت کو چڑھاوے میں ہزار روپے دلوانے تھے اس میں سے پانچ سو تو پہونچ گئے اور پانچ سو باقی ہیں وہ اس سیٹھ سے دلوانے ہیں جب روپے پہونچا دے گا تب ٹانگ چھوٹے گی"۔

سیٹھ نے مجبور ہو کر پانچ سو روپے پہونچانے کا وعدہ کیا اور اپنی جان بچائی۔ اِدھر اس کے لالچ نے اس کو خوار کیا اُدھر اس کے بشواس نے اس کا کام بنا دیا۔

(۱۴۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ پُرانوں میں لکھا ہے کہ نِگُرے کے دیکھنے سے پاپ لگتا ہے۔ نارد جی مہاراج نے گرو نہیں کیا تھا۔ جب وہ شری کرشن مہاراج کے جگ میں گئے تو جہاں ان کا قدم پڑتا تھا اس جگہ کو دھویا جاتا تھا۔ نارد جی نے مڑ کر اس کو دیکھ لیا اور سبب دریافت کیا تو کہا گیا کہ آپ کی مروّت سے جگ شالہ میں، آپ کو آنے سے منع نہیں کیا گیا لیکن چونکہ آپ نگُرے ہیں اس لئے آپ کے چرنوں سے جگ بھومی اپوتر ہو جانے کے خیال سے اس جگہ کو دھویا جاتا ہے۔

نارد جی کو اس کا بہت خیال ہوا اور وہاں سے روانہ ہو کر ارادہ کیا کہ جو شخص پہلے ملے گا اسی کو گرو کر لیں گے۔ اتفاق سے ایک دھیمر ملا، اسی کو گرو کر لیا اور واپس شری کرشن مہاراج کے پاس آئے اور کہا کہ:۔

اب ہم گرو کر آئے پر گرو دھیمر ملا۔ شری کرشن مہاراج نے فرمایا کہ تم کو گرو پر وشواس نہیں تم نے گرو کے پر کیسا لگایا اب تم کو چوراسی یونی بھوگنا

پڑے گی۔"

اس کو سن کر بہت رنجیدہ ہوئے اور دریافت کیا کہ "مہاراج اِس سے بچنے کا کوئی اُپائے بتا دیجئے۔"

انھوں نے فرمایا کہ اُپائے تو گرو ہی بتلا سکتے ہیں، لہٰذا پھر گرو کے پاس گئے اور سب ماجرا بیان کر کے بچنے کا اُپائے پوچھا۔ ان کے گرو نے کہا کہ اور کوئی اُپائے نہیں ہو سکتا۔ ایک ترکیب بتلاتا ہوں کہ تم شری کرشن مہاراج کے پاس جا کر ان سے کہنا کہ مہاراج میرے گرو نے پوچھا ہے کہ:۔

"چوراسی کیسی ہوتی ہے؟" اس کا نقشہ شری کرشن مہاراج سے بنوائے۔ اور جب وہ نقشہ بنا دیں تو تم اس کے اوپر لوٹ جانا۔

غرض یہ پھر لوٹ کر گئے اور عرض کیا کہ مہاراج چوراسی کا نقشہ مجھکو بتلا دیجئے۔ شری کرشن مہاراج نے کل نقشہ بنا کر تیار کیا اور نارد جی نے اس پر لوٹ لگائی اور عرض کیا کہ:۔

"وہ اصلی چوراسی بھی آپ کی بنائی ہوئی ہے اور یہ نقل بھی آپکی بنائی ہوئی ہے اِس میں اُس میں فرق کیا ہے۔ میں تو چوراسی بھوگ چکا۔"

شری کرشن مہاراج نے فرمایا کہ واقعی بات یہی ہے اور گرو کی ہماان پر دراڑھ کی اور انکو جتلائی۔

(۱۴۹)

ایک روز جناب رائے صاحب بیرسٹر متھراداس جی نے کسی صاحب سے ذکر کر دیا کہ جو اچھا جاپ بھگت امیر چند جی وغیرہ بتلاتے ہیں وہ ہم بھی بتلا سکتے ہیں۔ جب شری مہاراج کے حضور میں درشنوں کو آئے تو آنحضور نے دریافت فرمایا کہ:۔

"جناب رائے صاحب آپ کے پاس جو معاملہ مقدمہ آتا ہے اُس کا عرضی دعوی کون لکھتا ہے اور مسل کون مرتب کرتا ہے"۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ:۔"شری مہاراج میرا منشی یہ کل کام کرتا ہے۔"

پھر پوچھا کہ اگر منشی یہ کہے کہ کل کام تو میں کرتا ہوں پھر بیرسٹر صاحب کو اس قدر فیس ملنے اور عدالت میں جانے کی کون بڑائی ہے میں ہی جا کر عدالت میں وکالت اور مقدمہ کی پیروی بھی کیوں نہ کر لوں تو کیا عدالت اُس کی اِس بات کو روا کہے گی اور کیا وہ اس بات کو کر سکے گا تو بیرسٹر صاحب نے جواب دیا کہ "شری مہاراج ایسا کیسے ہو سکتا ہے منشی منشی ہی ہے اور بیرسٹر بیرسٹر ہی ہے" آپ نے فرمایا کہ پھر گرو اور چیلہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ چیلہ بیشک گرو کے اشارے سے سب کو تعلیم و تلقین کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ گرو تن تنہا کس کس کو بنا دیں اور سکھلا دیں۔ لیکن ایسا کرنے سے گرو اور چیلہ برابر نہیں ہو سکتے تعلم و تلقین سہج کام ہے مگر عدالت کی جواب دہی ٹیڑھی کھیر ہے جس نے بیرسٹری کی سند حاصل کی ہے وہی عدالت میں پیروی مقدمہ کر سکتا ہے ویسے ہی جس کو مرشد اور خدا کے حکم سے گرو کا کام سپرد ہوا ہے وہی اس ذمہ داری کو اٹھا کر راہ نجات کے معاملے میں پیروی اور کوشش کر سکتا ہے۔ کچہری سے باہر گال بجا لینا اور کام ہے مگر سچے مالک کی عدالت میں بے سند والوں کا گذر نہیں ہو سکتا۔

(۱۵۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جناب رائے صاحب سالگرام جی اپنے گرو کا سیت پرشاد لیتے تھے۔ اُس پر اُن کی اہلِ برادری نے بڑا اعتراض کیا کہ یہ کایستھ ہو کر کھتری کا جھوٹا کھاتے ہیں اور ایک بڑے عہدہ دار کایستھ صاحب نے پنچایت۔ جمع کرنے کی ایک تاریخ مقرر کی۔ جناب رائے صاحب سالگرام جی نے شری مہاراج لالہ شیو دیال سنگھ سے جا کر حالات عرض کیے انھوں نے فرمایا کہ ہم کو سب حال معلوم ہے۔ رائے صاحب تو یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ قضارا جس دن پنچایت کی تاریخ تھی۔ اسی دن صبح پنچایت جمع کرنے والے صاحب کا لڑکا کسی متھرانی کے ساتھ پکڑا گیا اور بڑی رسوائی

اور بے عزتی ہوئی۔ تمام شہر میں شور مچ گیا۔ شرم کے مارے وہ .... صاحب خود دُبک کر بیٹھ گئے اور پنچایت وغیرہ کا کسی نے نام بھی نہ لیا۔

(۱۵۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بابا نانک سچے فقیر اور بادشاہ تھے جنھوں نے روڑوں پر سو کر نفس کو مارا۔ اور سچے منصف تھے کہ اپنے لڑکوں کو دنیاوی دولت وغیرہ دی اور اپنی گدّی کے لائق ان کو نہ سمجھ کر بابا انگد جی کو گدی بخشی۔ ان کو مستقبل کا کل حال روشن تھا۔ انھوں نے کہدیا تھا کہ ہمارے بعد دس۱۰ بادشاہی ہوں گی یعنی دس تک تو بھید فقیری کے جاننے والے ہوں گے اور اس کے بعد وہ سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ بابا صاحب نے زن و فرزند کو بھی تیاگ کر کے ملک ملک گشت کیا اور بڑی سختیاں جھیلیں۔ بابا صاحب نے فقیری کی اور جانشینوں نے امیری کی۔ بابا صاحب کے بعد جو گدّی نشین ہوئے ان کی بابت وہ جانتے تھے کہ وہ ایسے نفس کش نہ ہوں گے اس لئے ان کو گھربار چھوڑنے کی اجازت نہ دی بلکہ اُن کے بعد جو گدّی نشین ہوئے وہ تو اکثر اپنے لڑکوں کو ہی گدّی دیتے رہے۔ لیکن جیسی کرنی ویسی بھرنی والی بات ہے بابا صاحب جیسی سچی روحانی بادشاہی اوروں کو نصیب نہ ہوئی۔ اکثر اُن کو دنیا کے مختلف جھگڑوں میں حصّہ لینا پڑا۔ روحانی بادشاہی تو بابا صاحب نے ہی شان و شوکت کے ساتھ کی۔ یہی حال کبیر صاحب کا تھا وہ بھی سچّے بادشاہ تھے۔ بارہ سال تک پنواڑ کا ساگ بلا نمک کے اُبال کر کھایا۔ چھتیس ۳۶ سال تک ایک جگہ بیٹھ کر عبادت کی تھی، وہ جگہ اب تک کبیر چونرا کے نام سے مشہور ہے۔ اِن بادشاہوں کی بابت آج کل لوگ کہتے ہیں کہ یہ بے علم تھے۔ یہ وید نہیں پڑھے تھے۔ مگر سچ پوچھو تو ویدوں کا بھید یہی لوگ جانتے تھے۔ وید ہمارا بھید ہے ہم ویدوں کے مانیہ۔ ہاں البتہ آج کل کے لوگوں کی طرح نہ تھے کہ جن کو فقیری کی ہوا کبھی نہ لگی ہو لیکن پڑھ پڑھ کر ملک بھر میں

لیکچر دینے اور پلیٹ فارم پر دندنانے اور لمبی چوڑی تقریریں کرنیکو ہی فخر اور فقیری سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ سینہ بسینہ علم کو پہنچاتے تھے۔ بابا نانک جی نے کوئی پوتھی پستک اور گرنتھ نہیں بنایا۔ کبیر جی نے بھی کوئی گرنتھ نہیں رچا۔ مگر اُن کی زبان علم کا بھنڈار تھی جو اُن کی زبان سے نکلتا تھا علم حقیقی تھا۔ کبیر جی نے دھرم داس جی کو جو راز بتایا اُس کے بارے میں کیسی ہدایت کی۔

دھرم داس توئی رام دُہائی
سار شبد نہیں باہر جائے

یہ لوگ دولت و دنیا کے خواہاں نہ تھے بلکہ اس کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ بابا مچھندر ناتھ جی نے کچھ اشرفیاں اکٹھی کر کے گدڑی میں سی رکھیں تھیں۔ کہ اپنے چیلہ بابا گورکھ ناتھ جی کو دیدیں گے۔ بابا گورکھ ناتھ جی نے اس گدڑی کو دریا میں ڈال دیا تو ان کے گرو مہاراج نے افسوس ظاہر کیا۔ بابا صاحب سمجھ گئے اور ان سے پیشاب کرنے کی اجازت لے کر پیشاب کیا تو کل جگہ جہاں پیشاب پڑا سونے کی ہو گئی۔ گرو مہاراج اس تاثیر کو دیکھ کر حیران رہ ہو گئے کہ ایسے لائق آدمی کو اشرفیوں کی کیا ضرورت ہے جس کے پیشاب کی دھار میں سونا بنتا ہے۔ یہ تینوں اشخاص سچے بادشاہ اور پرانے اوتار تھے۔

جنک بدیہی نانکا سکھدیو بھئے کبیر
وتاتریہ گورکھ بھئے کہتے راز فقیر

(۱۵۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ فقیر میں ان آٹھ باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ (ف) فنا فی الذات ہو کر اپنی ذات و صفات سے فارغ ہو (ق) قوت اس کی مالک کا نام ہو اس کی رضامندی پر قایم رہے (ی) یاد الٰہی میں مشغول رہے اور پرہیزگاری سے پورا حق ادا کرے (ر) رحمتِ الٰہی کا اُمید وار ہو۔

رقّت دلی اور اس کی صفائی اور اس کو اپنی خواہشوں سے موڑ کر رجوع اللہ کرے۔

(۲) فاقہ کش۔ قانع۔ یار۔ خدا اور رحیم جس میں یہ عادات ہوں۔

(۳) فعل۔ قول۔ یقین اور رفتار جس کی برابر ہوں۔

(۴) فراغت۔ قناعت۔ یگانگت اور رحمت۔ جس کی طبع ان اخلاق.... سے آراستہ ہو۔

(۵) فنا۔ قیام۔ یاس اور ریاضت۔ جس نے اِن عاداتِ حسنہ سے اپنی طبیعت کو درست کر لیا ہو اور نفس کو مارا ہو۔

(۶) فساد۔ قمار۔ یاوا گوی اور ریا۔ جو اِن عادات قبیحہ سے پاک ہو۔

(۷) فضولی۔ قلت۔ مایوسیت اور رعونت۔ اِن خیالات سے جو آزاد ہو۔

(۸) فیض۔ قیاس۔ یاوری۔ اور رسوخ جو دوسروں سے اس طرح سے برتے اور اپنی عادات سے لوگوں کو فائدہ بخشے۔

(۱۵۳)

ایک روز چند اصحاب نے عرض کیا کہ شری مہاراج آپ کے پاس سیکڑوں طرح کا پرشاد از قسم میوہ جات و شیرینی آتی ہے اور آپ کے لئے ست سنگی بھگتی بھاؤ سے بہت بہت لذیذ کھانے بنواتے ہیں مگر آپ اُن میں سے کسی کو زبان پر بھی نہیں دھرتے۔ ہمیشہ نان خشک ہی کھاتے ہیں۔ اس سے ہم لوگوں کا دل دکھتا ہے۔ کرپا کر کے کچھ نہ کچھ تو اُن چیزوں میں سے بھی چکھا کریں۔ شری مہاراج اس وقت تو سن کر ہنس دیئے مگر جب وہ اصحاب تشریف لے گئے تو خادم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ابدھوت دتاتریہ جی نے چوبیس (۲۴) گرو کئے تھے ان کے نام اور ان میں سے ہر ایک سے جو شکشا حاصل کی اس کا اختصار اس طرح پر ہے۔

پرتھوی۔ پَوَن آکاش ہے۔ نیر اگن ششن بھان۔ کپوت گرو اجگر لکھو اور

سندھ کو جان اور سندھ کو جان پتنگا بھونرا کہیئے۔ ماکھی ہاتھی مرگا میں اور پنگلا لہیے چیلھو۔ بال کنیا۔ کہوں تیر بناون ہار۔ سانپ ماگری بھرنگ جو چوبیسوں اُدھار۔

نمبر	نام گرو	بیان واقعات اور اُن سے کیا شکشا حاصل کی
۱	پرتھوی	تین گن لیئے (۱) پہاڑ پر بارش ہوتی ہے اور ہوا چلتی ہے مگر وہ ستھر ہے۔ اس سے پتھر لے جاتے ہیں مگر وہ لوبھ نہیں کرتا اور آدمی چڑھتے اترتے ہیں مگر غصہ نہیں کرتا۔ اس سے ستھرتا اور غصہ اور لابھ کا تیاگ سیکھنا۔ (۲) درخت یہ بالکل پر اُپکار کے لیئے بنے ہیں ان سے پر اُپکار سیکھا۔ (۳) زمین میں کوئی نیو کھودتا ہے تو کوئی کنواں کھودتا ہے مگر وہ کسی کو بھلا بُرا نہیں کہتی۔ کاہو کو وہ بھلو برو ہونا کہے۔ ایسے ہی برکت رہے۔ سبھی دکھ سکھ سہے۔
۲	ہوا	خوشبو سے مل کر خوشبودار و بدبو سے مل کر بدبودار بلا ملاوٹ صاف یعنی اچھے اور بُرے سنگ سے اچھی اور بُری حالات ہو جاتی ہے۔
۳	آکاش	مینھ برستا ہے۔ آندھی چلتی ہے۔ بجلی چمکتی ہے آگ جلتی ہے مگر وہ نہ سوکھتا ہے نہ جلتا ہے نہ گلتا ہے۔ مذکّر ہے نہ مونث ہے نہ مخنث۔ کانسے۔ پیتل۔ سونے چاندی کے برتن میں ایک ہی آکاش ہے۔ اسی طرح سے گھٹ گھٹ میں برہم ہے۔ پہاڑ کے پھوٹ جانے سے آکاش ہی رہ جاتا ہے۔ ایسے ہی کایا کے ناش جانے سے برہم ہی رہ جاتا ہے۔

نمبر	نام گرو	بیان واقعات اور ان سے کیا شکشا حاصل کی
۴	پانی	میٹھا اور شیتل ہوتا ہے۔ اس لیے میٹھے بچن بول کر سب کا ہردیئے شدھ اور شیتل کرے۔ برسات میں کیچڑ سے مل کر گدلا اور جاڑے میں صاف ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی گرہستیوں کے سنگ سے سادھو کا من میلا ہو جاوے تو بھجن سے اس میل کو دور کرے اور جیسے جل سے میل کو دھوتے ہیں ایسے سادھو اپنے وچن اور اپدیش سے پاپ اور تاپ کو ہرے۔
۵	آگ	اچھا برا سب کو جلا دیتی ہے۔ ایسے ہی سادھو جہاں بھوجن کریں۔ اس کے پاپ ہر لیں اور آگ کی طرح گپت رہیں جو پرگٹ کرنا چاہے تو ظاہر ہو ویں۔
۶	چندرما	اس کی کلا گھٹتی بڑھتی ہے لیکن منڈل جیوں کا تیوں رہتا ہے۔ ایسے ہی شریر کے اتپت اور پرلے گھٹنے بڑھنے میں آتما ایک رس رہتا ہے۔
۷	سورج	آٹھ مہینے پانی سوکھتا ہے اور چار مہینے مینہ برساتا ہے اس کا لوبھ نہیں کرتا۔ ایسے سادھو کو جو کوئی کچھ دے تو اچھی طرح سے لے اور اگر کوئی چیز مانگے تو اس کے دینے میں لوبھ نہ کرے۔ سورج کا عکس سیکڑوں برتنوں میں علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے مگر سورج ایک ہے۔ ایسے ہی آتما کا پرکاش علیحدہ علیحدہ گھٹ میں علیحدہ نظر آتا ہے مگر دراصل آتما ایک ہی ہے۔
۸	کپوت	کبوتر اور کبوتری بچوں کے موہ میں پھنس کر جال میں پھنس گئے۔ اس لیے عورت اور بچوں کا خیال چھوڑ کر ویراگ دھارن کرنا چاہیے

نمبر	نام گرو	بیان واقعات اور ان سے کیا شکشا حاصل کی۔
۹	اجگر	ایک جگہ پڑا رہتا ہے اور ہرن وغیرہ چوپائے اسکے منھ کے پاس آجاتے ہیں اور وہ انکو کھالیتا ہے۔ اسکو دیکھ کر میں نے دردر بھیک مانگنا چھوڑ دیا اور دھیرج دھارلی اور پرالبدھ پر بھروسہ کیا۔
۱۰	سندھ	تین گن لیے (۱) گو بہت سی میٹھی ندیاں آکر ملتی ہیں مگر وہ کھاری رہتا ہے۔ اپنا سبھاؤ نہیں چھوڑتا (۲) دوسرے گنبھیرتا یعنی تھاہ نہ ملنا (۳) برسات میں بہت ندیاں آکر ملتی ہیں مگر مریادا نہیں تیاگتا۔
۱۱	پتنگ	دیپک کی جوت دیکھ کر جل مرتا ہے اور اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ اس لیے خوبصورت عورتوں کی صحبت سے بھاگنا چاہیے۔ انکی صحبت سے گیان جاتا ہے اور نرک ملتا ہے۔
۱۲	بھونرا	بہت سے پھولوں سے تھوڑا تھوڑا رس لیکر پیٹ بھر لیتا ہے زیادہ کی چاہ نہیں رکھتا۔ ایسے ہی کئی گھروں سے تھوڑا تھوڑا مانگ کر پیٹ بھر لینا چاہیے۔
۱۳	مکھی	پھولوں کا رس اکٹھا کرتی ہے۔ جب بھرپور ہو جاتا ہے تو کوئی نہ کوئی چھتہ کو مروڑ کر رس نکال لیتا ہے اور مکھیاں مر بھی جاتی ہیں اور بہت سی سسکتی بھی رہتی ہیں۔ اس لیے جگت کی چیزیں اکٹھی نہیں کرنی چاہئیں۔
۱۴	ہاتھی	مست جنگلی ہاتھی کو کاغذ کی ہتنی دکھا کر مہاوت پکڑ لیتا ہے اور انکس لگاتا ہے اور بیڑی ڈالتا ہے۔ آزادی گئی اور بندھن میں پھنس گیا۔ ایسے ہی سادھو کے چرن اگر عورت چھوئے اور اُس سکھ کی چاہنا سے وہ عورت کرے تو بھجن پوجن چھوٹ جاتا ہے۔ کام جال سے بچنا چاہیے۔

نمبر	نام گرو	بیان واقعات اور ان سے کیا شکشا حاصل کی
۱۵	مرگ	شکاری کی بین سُن کر ہرن اسکے پاس چلا گیا۔ اس نے تیر سے نشانہ کیا۔ اسی طرح سے سر سنگار رس سُننے سے برکت خوار ہوتا ہے اسلیئے گوپال کے گُن سُنے جس سے گیان دھیان پیدا ہو۔
۱۶	مین	شکاری نے کانٹے میں گوشت لگا کر ڈالا اور مچھلی نے کھایا اور کانٹا گلے میں اٹکا اور مر گئی اس لیئے زبان کا ذائقہ سادھو کو چھوڑنا چاہیئے ورنہ لذت کے واسطے گھر گھر دھکے کھائے گا۔ ایسا بھوجن کھائیے لگے جیون اوسندھی سبھی روگ نش جائیں رہے کایا سکھی۔ زبان قابو میں ہو تو سب اندری قابو میں ہو سکتی ہیں۔ کھٹ رس کے سوادوں سے عورت کے بس ہوتا ہے۔
۱۷	پنگلا	سنگار کر کے آدمی کی آشا میں صبح سے شام تک دروازے پر بیٹھی رہی مگر کوئی آدمی نہ آیا۔ پھر پلنگ پر جا لیٹی مگر کام بش ہو کر دھیرج نہ رہا۔ کبھی اندر کبھی باہر دوڑتی رہی سنتوش نہ رہا آشا کا تیاگ کرنا چاہیئے۔
۱۸	چیل	چیل کے پاس گوشت کا ٹکڑا دیکھ دیکھ کر جانور اس کے پر نوچتے تھے اور مارتے تھے۔ اس نے ٹکڑا پھینک دیا اور پر پھیلا کر آرام سے جا بیٹھی۔ اسلیئے میں نے بھی چیزوں کا سنگرہ کرنا چھوڑ دیا۔ تھالی، پیالا، چادر کو میں ساتھ رکھتا تھا مگر دھیان کے وقت خیال ہوتا تھا کہ کوئی لنگوٹی لے گیا اسلیئے سبکو پھینک کر ننگا رہتا ہوں۔
۱۹	بالک	بالک کو کھلونا دیکر قیمتی چیز لیلو۔ مار کر پچکار لو راضی ہو جائے گا۔ مان اپمان کا خیال نہیں۔ عورت گلے سے لگا لے کام دیو نہیں بیاپتا۔ کھیل میں مست رہتا ہے۔ اس لیئے میں نے مان اپمان لوبھ اور اُپادر کرنا تیاگ دیا۔
۲۰	کنیا	مہمانوں کیواسطے دہان کوٹنے لگی تو چوڑیاں بجتی تھیں اس نے صرف

دور کیں تو بھی کھٹکا نہ مٹا پھر ایک اور توڑ دی...... تو کھٹکا
بند ہو گیا۔ اس لئے سادھو کو اکیلا رہنا چاہیے۔ ساتھ رہنے میں
کل کل تائیں تائیں ہوتی رہتی ہے۔

۲۱ **تیر گر** راجہ کی سواری ہاتھی گھوڑے اور باجے گاجے سے نکل گئی مگر
تیر گر نے تیر بنانے کے دھیان میں نہ سنا۔ اس لئے ہم نے دھیان
کا طریقہ اس سے سیکھا۔ شٹی من اور بدھی تینوں کو لگانا چاہیے

۲۲ **سانپ** اکیلا پھرتا ہے گھر نہیں بناتا جہاں رات ہوتی ہے وہیں کسی بل میں
بس جاتا ہے اس لئے ہم نے بھی کوئی گھر نہیں بنایا۔ رمتا جوگی بہتا
پانی ٹھہرے گدلا ہوئے۔

۲۳ **مکڑی** اپنے پیٹ سے جال نکال کر تانتی ہے اور پھر پیٹ میں دھر لیتی ہے۔
مکھی اس میں پھنس کر مر جاتی ہے ایسے ہی ایشور جگت کو رچتا ہے
اور پھر اپنے میں لین کر لیتا ہے اس مایا جال سے بچنے کے لئے اور جنم
مرن کا ڈر مان کر ویراگ کو دھارن کرے اور ہر کا بھجن کرے اور جگت باس
کو تجے۔

۲۴ **بھرنگی** بھرنگی کیڑے کو پکڑ کے اپنے پاس رکھتا ہے اس کی توجہ سے کیڑا بھرنگی
ہو جاتا ہے جو جس کا دھیان کرتا ہے وہ اس کا روپ ہو جاتا ہے
بھرنگی کا معاملہ دیکھنے سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ سیوک کیسے شوامی
بن جاتا ہے۔

ہم نے پنی دیہہ کو بھی گرو مانا کیونکہ ایک دن اچھا کھایا اس سے
سکھ ہوا دوسرے دن نہ ملا تو دکھ ہوا جس سکھ کے واسطے
تکلیف ہوئی پھر اچھا پہنا
کوشش کی اس میں دکھ زیادہ ہوا۔ اس لئے پرالبدھ پر بھروسہ رکھ
کر کوشش کرنا چھوڑ دیا۔ یہ دیہہ بالک پن میں ماں باپ کے ماتحت ہوتی
ہے جوانی میں عورت کے بس پڑ جاتی ہے۔ بڑھاپے میں اولاد کی محتاج

ہو جاتی ہے ــ مرنے پر آگ میں جلے یا کیڑے کھائیں۔ اس لئے یہ اپنی نہیں البتہ اس سے ایک کام نکلتا ہے کہ ہر کی پراپتی ہوتی ہے اس لئے دیکھا بھان کو تیاگ دیا ہمارے گرو مہاراج نے چوبیسوں شبدوں میں ہو کر ہم کو ہر ایک کے علیحدہ رنگ سمجھائے۔

یہ فرما کر ارشاد ہوا کہ دیکھو دھوت ذات ذئیہ جی تو ایسا کہتے ہیں کہ اب انکے اپدیش کو ماننا چاہئے یا ان لوگوں کی بات سننی چاہئے۔ یہ ہم کو ڈبونا چاہتے ہیں دیکھو زبان کے ذائقہ سے مچھلی کی کیا گت ہوئی دنیا دار فقیروں کو دو طرح سے مارتے ہیں۔ کھلا کھلا کر یا کھپا کھپا کر۔

(۱۵۵) ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک قافلہ کہیں جاتا تھا اس راہ میں قزاقوں کا ڈر تھا۔ سوداگروں نے حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی سے دعا کی درخواست کی کہ ہم خیر و عافیت سے وطن واپس آجاویں تو آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو جب مہم پیش آئے مجھ کو یاد کرنا۔ قضارا راہ میں قزاقوں نے آلیا۔ اس وقت سوداگروں کو حضرت کا فرمان یاد نہ رہا۔ خدا رسول کو بہت یاد کیا مگر کچھ اثر نہ ہوا اور ان کا سب مال لوٹ لیا گیا۔ ایک شخص کو وہ بات یاد رہی اور اس نے حضرت کو یاد کیا تو اسکا سامان لٹیروں نے بالکل نہ لیا جب سوداگروں نے یہ حال دیکھا تو واپس آکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجازاً یاد کیا تھا اگر اس طرح ہزار بار یاد کرتے تو کیا ہوتا۔ اور ابوالحسن خدا و رسول کو دل سے یاد کرتا ہے اگر تم اس کو یاد کرو اور یہ تمہارے واسطے خدا کو یاد کرے تو بیشک تمہارا کام ہو جائے گا۔

(۱۵۶) ایک روز ارشاد ہوا کہ سکندر بادشاہ کو حضرت خضر نے تصور کرنے کے لئے فرمایا تو بادشاہ نے پوچھا کس کا تصور کروں۔ حضرت نے جواب دیا کہ جو چیز تم کو پیاری ہو اس نے جواب دیا کہ سب سے چھوٹی بی بی مجھ کو پیاری ہے مگر اس کے ساتھ محبت میں نفسانیت شامل ہے۔ محبت خالص نہیں حضرت نے جواب دیا کہ اس کا تصور حرام ہوگا لیکن کچھ عرصہ اس کا تصور کرو اور اس وقت تک بی بی سے تعلق نہ رکھو بعدہٗ دیکھا جاوے گا۔

ۓ بعد بادشاہ نے عرض کیا کہ میں تصور کرتا ہوں اور تصور جمتا بھی ہے مگر نفسانیت
خیال برابر رہتا ہے اس وقت حضرت خضر نے فرمایا کہ اب تمھاری طبیعت لگ گئی
اب تم ہمارا تصور کیا کرو لیکن پیشتر تم ہمارا تصور نہیں کر سکتے تھے پیشتر تصور
ں چیز کا جمتا ہے جس پر محبت ہو خواہ وہ انسان ہو خواہ حیوان خواہ کوئی اور شئے۔

उच्चै:श्रवसम श्वानां विद्धि माममृतो द्भवम् ॥
ऐरावतं गजेन्द्राणां नराणां चनराधि पम् ॥२ ९०सच

(۱۵۰) ایک روز ارشاد ہوا ایک فقیر صاحب عارضہ بواسیر میں مبتلا اور سخت تکلیف میں
تے ہم بھی ان کی زیارت کو گئے۔ اثنا گفتگو میں مرض کی بابت ذکر آیا تو ہم نے دریافت
کیا کہ یہ مرض آپ کے والد صاحب یا والدہ صاحبہ کو بھی تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ان
کو تو نہ تھا البتہ میرے مرشد بزرگوار اس مرض میں مبتلا تھے اور ان سے ہی مجھ کو میراث
میں ملا ہے۔ یہ بات سنکر ہم کو بڑا تعجب ہوا کہ والدین کی بیماریاں تو اکثر اولاد میں
پائی جاتی ہیں۔ مرشد کی بیماری مرید کو کس طرح میراث میں پہنچی۔ اس پر انھوں نے
کہا کہ میں اُن کا تصور کرتا ہوں اُس کی وجہ سے ان کی کل باتیں مجھ میں موجود ہیں حتےٰ اگر
مرض تک منتقل ہو گیا ہے۔

(۱۵۱) ایک روز بابا ابراہیم کی بابت جو کوہاٹ میں رنگریزی کا کام کرتے تھے کسی صاحب
نے ذکر کیا کہ ان کی یہ حالت ہے کہ اکثر اوقات یہ کہدیتے ہیں کہ فلاں شخص پر اس وقت
یہ ہو رہا ہے اور پولیس انسپکٹر دیوان مہرداس سے تو ایسی خصوصیت ہے کہ وہ اُن کی
لمحہ لمحہ کی کارروائی بتا سکتے ہیں کہ اب فلاں جگہ گشت پر جا رہے ہیں اب یہ کام کر رہے ہیں
اور دریافت کرنے پر درست نکلتا ہے یہ سنکر شری مہاراج نے فرمایا کہ انسپکٹر صاحب
خود نیک نیت آدمی ہیں اور بابا صاحب سے دلی محبت رکھتے ہیں دوسرے بابا صاحب
عابد اور پارسا ہر وقت با وضو رہتے ہیں ________________ اور درود شریف
کا ورد برابر کرتے ہیں۔ پھر دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہ کوئی عجیب نہیں۔ ایک بابو
بشن سروپ ہمارے ملنے والے جیپور میں تھے۔ ان کا یہ حال تھا کہ خواہ رات کو بارہ بجے

خواہ دو بجے خواہ کسی وقت جب کبھی ہم ان سے ملنے کو روانہ ہوئے تو وہ فوراً کہہ دیتے
کہ مہاراج اسوقت تشریف لا رہے ہیں حالانکہ اس وقت بہت ہی بے وقت
ہوتا تھا اور لوگ ان کی بات کو یقین نہیں کرتے تھے تو وہ لکھ کر پرچہ رکھ دیتے تھے۔
اور یہی نہیں بلکہ قدم قدم کا حال بتا دیتے تھے کہ اس وقت فلاں مقام پر ہیں۔
اب ڈیوڑھی میں آگئے اور اب زینہ پر ہیں اور وہ نہ کوئی ورد کرتے نہ وظیفہ پڑھتے
نہ بھجن نہ گیان نہ دھیان اول درجہ کے مے نوش عیاش آدمی تھے ایک طوائف
سے ایسی محبت ہو گئی تھی کہ بالکل عاشق و معشوق کا سا حال تھا وہ بھی انکو چاہتی
تھی ڈیڑھ دو روپیہ روز ان کی آمدنی تھی اور ڈیڑھ دو پیسہ روز طوائف کا راج سے
بندھا تھا۔ یہ تین چار روپے روزانہ مے نوشی میں صرف کر دیتے تھے باقی یہ حال تھا
کہ نہ بدن پر کپڑا ثابت اور نہ بچھانے کو بستر اکثر پھٹی دھوتی پہنے بوریہ پر ہی بیٹھے
رہتے تھے جب ان سے لوگوں نے اس پیشین گوئی کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے
جواب دیا کہ اور تو میں کچھ نہیں کرتا البتہ شری مہاراج سے مجھ کو بہت محبت ہے اور اس
محبت اور لگاؤ کی وجہ سے ہی میرے قلب میں صفائی ہے۔ ایک دن ایک فقیر نے
اس طوائف کو کچھ فہمائش کی مگر اس نے اس کو گوش ہوش سے نہ سُنا تو فقیر کے منھ
سے حالت جوش میں نکلا کہ تو فلاں دن مر جائے گی اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ لالہ صاحب
اکثر شکایت کیا کرتے تھے کہ ہماری خوشی کا سامان مفت میں مٹا دیا۔ اس کے بعد
نہ تو لالہ صاحب نے شادی کی نہ کسی اور طرف متوجہ ہوئے۔

(۱۵۹) ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک عورت اپنے یار سے ملنے جا رہی تھی راستہ میں
ایک برہمن پوجن کی سامگری رکھے بیٹھا تھا عورت وہاں سے ہو کر گذری مگر کام
کے غلبہ سے ایسی مدہوش تھی کہ اس کو نہ تو برہمن دکھائی دیا اور نہ اسکی پوجا کی سامگری
نظر پڑی اور اس کے اوپر پیر رکھ کر نکل گئی جب وہاں سے واپس ہوئی اور جوش رفع
ہو گیا تو اس نے دیکھا کہ راہ میں برہمن بیٹھا ہے تو اس سے منھ چھپا کر اور بچ کر نکلنے
لگی۔ وہ دیکھ کر جھنجھلا کر بولا کہ ابھی اس طرف سے جاتے وقت تو یہ بے حیائی اور مدہوشی

کہ میرے تمام پوجا کی سامگری خراب کر دی اور اب ایسی شرم دار بن گئی۔ اس عورت نے جواب دیا کہ پنڈت جی مجھ کو تو کام کی دھن ایسی لگی ہوئی تھی کہ نہ آپ دکھائی دئے نہ میں نے آپ کی پوجا کا سامان دیکھا مگر افسوس ہے کہ آپ کیسا یگ کر رہے تھے اور کیسا دھیان لگا کر بیٹھے تھے جو مجھ کو دیکھ لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ جھوٹے دھیانی ہو۔ اگر آپ کو بھی مالک کے چرنوں میں ایسا ہی پریم ہوتا جیسا مجھ کو حرام سے تھا تو آپ کو بھی میں نہ دکھائی پڑتی ۔

کامی سوجھو نہیں تو کت جان سجان پڑھ پنڈت با پر بہو چیت نہیں بھگوان

جیسا ہیت حرام سے ویسا ہری سوں ہوئی
چلا جائے بیکنٹھ کو ہاتھ نہ پکڑے کوئی

(۱۶۰) ایک روز ارشاد ہوا کہ طریقہ خواجگان نقشبندیہ کی بنا ان گیارہ کلمات پر ہے (۱) ہوش در دم مراد ہے کہ ہر دم بیداری اور ہوشیاری رکھے اور ذکر زبانی یا ذکر قلبی حضور کے ساتھ ہو غفلت سے نہ ہو ۔

ہو زبان پر ذکر دل میں ہو حضور
ماسوا تیرے یہ دل ہو سب سے دور

(۲) نظر بر قدم ۔ یہ مقصود ہے کہ چلتے پھرتے نظر پشت پا پر رہے تاکہ نامحرم پر نظر نہ پڑے انسان کے جسم میں بڑا تیز تر شیطان کا وجود آنکھ ہی ہے کیونکہ اور حواسوں سے جب تک کوئی چیز مس نہ کرے اوراک نہیں کر سکتے مگر آنکھ وہ حس ہے کہ دور اور نزدیک سے اپنا کام لیتی ہے

کم زدہ بے ہمدمے وہوش دم ورنہ گذشتہ نظرش از قدم
بس زخود کردہ بسرعت سفر باز نماندہ قدمش از نظر

(۳) سفر در وطن ۔ سفر دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو ظاہر ابدن سے مثلاً زیارت حج یا مدینہ منورہ یا اولیاء یا علماء قبور دسیر ملک وصحرا دعجائبات دنیا دوسرا باطن دل سے ہے کہ صفات بشریہ خسیسیہ سے صفات ملکیہ فاضلہ کی طرف نقل کرے اور نفس

کے حالات سے واقف ہو کہ اس میں کسقدر محبت خلق اللہ وماسوی اللہ باقی ہے

رُبَاعِی

یارب چہ خوش است بے دہان خندیدن — بے واسطہ چشم جہاں را دیدن

بنشیں و سفر کن کہ بغایت خوب است — بے منت پا گرد جہاں گردیدن

(۴) خلوت در انجمن۔ یعنی ظاہر بخلق مشغول ہو اور باطن بحق سبحانہٗ مستغرق ذکر کا ایسا غلبہ دل پر ہو جائے کہ ذاکر بازار میں آئے جائے یا غیر آوازیں سُنے تو بھی اس کو ذکر ہی سُنائی دے ۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ باش

ایں چنیں زیبا روش کم مے بود اندر جہاں

(۵) یاد کرد کہتے ہیں ذکر کرنے کو خواہ ذکر زبانی ہو یا دلی نفی اثبات ہو یا فقط اثبات یعنی اسم اللہ جیسے مرشد تعلیم کرے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ دل ہمیشہ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے آگاہ رہے محبت اور تعظیم کے ساتھ اگر یہ آگاہی اہل جمعیت کی صحبت میں حاصل ہو جائے تو خلاصہ ذکر کا حاصل ہو گیا ۔

غافل از وے یکزماں صد مرگداں — زندگی یاد است نزد عارفاں

(۶) بازگشت ذکر کو خالص بنا دیتا ہے۔ ذاکر کے دل میں جو سرور خاطر سے وسوسہ پیدا ہوتے ہیں تو اس پر مغرور ہو جاتا ہے اور اسی کو مقصود ذکر قرار دیتا ہے اسلئے اسم اللہ کو نو یا پندرہ یا اکیس مرتبہ دل سے کہکر زبان سے یہ مناجات کرے اے خدائے کریم تو اور تیری رضا میرا مقصود ہے میں نے دنیا و آخرت کو تیرے لئے ترک کیا تو اپنی محبت مجھ پر تمام کر یعنی دل کو بار بار سوائے حق سے ہٹا کر رجوع الی اللہ کرے ۔

اسم گر خوانی مسمّٰے را بجو — بے مسمّٰے اسم کے باشد بگو

(۷) نگہداشت۔ خطرات نفسانی وسوسوں سے دل کی حفاظت کر کے ملکہ راسخہ خلو دل کا حاصل کرے خطرے اور خیال کو ابتداء ظہور ہی میں روک دیوے ورنہ جب ظاہر ہو چکے گا تو نفس اس طرف مائل و راغب ہو جائے گا۔ خطرات چار قسم کے ہیں ۔

(۱) خطرہ شیطانی۔ جو رغبت معصیت کے واسطے ہوتا ہے (۲) خطرہ نفسانی جو مطالب شہوات کے واسطے ہوتا ہے (۳) خطرہ ملکانی الہام کو کہتے ہیں۔ (۴) خطرہ رحمانی۔ غفلت سے نکلنا اور طاعت کی طرف راغب ہونا۔ اول دو خطرات فساد کی جڑ ہیں۔ ان کا موقوف ہونا فناء فی القلب ہے (۸) یادداشت بلا ذریعہ الفاظ و تخیلات ایسی خالص توجہ ذات مقدس کی طرف باطن میں لگائے کہ بوجہ ذوق دوام آگاہی حاصل ہوجائے۔

یعنی ہستی نیست کرتے ہیں عزیز
ماسوا حق کے نہیں رکھتے تمیز

خواجہ عبداللہ احرار نے فرمایا ہے کہ یادکرد ذکر میں تکلف سے مراد ہے۔ اور بازگشت سے مراد خدا کی طرف راغب ہونا کہ توہی میرا مقصود ہے۔ نگہداشت اس رجوع کی محافظت کا نام ہے اور یادداشت نگہداشت کے رسوخ سے مطلب ہے (۹) وقوف زمانی۔ محاسبہ نفس سے مراد ہے۔ سالک ہر وقت اپنے حال کا واقف رہے اور اگر حالت بسط ہو تو شکر کرے اور اگر قبض ہو تو توبہ کرے ذکر کرتے وقت ہر ساعت اپنے دل میں تامل کرے کہ غفلت تو نہیں آگئی اور اگر غفلت آگئی ہو تو اس کو دور کرے (۱۰) وقوف عددی سے ذکر قلبی بہ رعایت عدد و طلق مراد ہے یعنی ایک سانس میں تین یا پانچ یا سات یا اکیس مرتبہ تک ذکر کرے اس سے ذکر قلبی میں خواطر متفرقہ کا دفعیہ ہوتا ہے۔ اسمیں بہت کہنے سے مراد نہیں ہے بلکہ جس قدر کہے وقوف اور حضور کے ساتھ کہے ؎

پیش حق یک نارہ از روئے نیاز
بہ کہ عمرے بے نیاز اندر نماز

(۱۱) وقوف قلبی یہ دو معنوں میں بولا جاتا ہے ایک کہ ذکر کرتے وقت مذکور سے آگاہ ہوتا کہ سوائے حق کچھ نہ رہے اس آگاہی کو وصول اور وجود بھی کہتے ہیں دوسرے یہ کہ ذاکر اول سے واقف ہو یعنی دل مجازی کی طرف جو قطعہ گوشت صنوبری شکل کا بائیں طرف زیر پستان ہی متوجہ رہے اور اس کو ذکر میں مشغول کرکے مذکور سے غافل نہ ہونے دے فرما۔

مانند مرغ باش ہاں بر بیضۂ دل پاسباں
کز بیضۂ دل زایدت مستی و شور قہقہہ

اِن مذکورہ بالا اصطلاحات میں سے پہلی آٹھ خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے منقول ہیں۔ اور پچھلی تین خواجہ نقشبندیؒ سے مروی ہیں۔

۱۶۱ ایک روز ارشاد ہوا کہ خاندان نقشبندیہ میں اللہ کریم تک پہنچنے کے تین طریق ہیں۔ (۱) رابطہ (۲) ذکر (۳) مراقبہ۔ اول رابطہ کے معنی روحانی و باطنی نسبت اور تعلق کے ہیں وہ ایسے پیر طریقت کی ہم نشینی و صحبت حاصل کرنے سے پیدا ہوتا ہے جو مقام مشاہدہ تک پہنچا ہوا ہو اور تجلیات ذاتیہ سے متحقق ہوے

سب سے ہو آزاد ان کا ہو غلام	جب ملے دین کا مزہ تجھ کو تمام
با عاشقاں نشیں و ہمہ عاشقی گزیں	با ہر کہ نیست عاشق با او مشو قریں
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا	او نشیند در حضور اولیاء
جب تلک ان کا نہ ہوے خاکپائے	راز حق ہرگز نہ ہووے تجھ پہ وا

جس شخص کی صحبت اور دیکھنے سے خدا یاد آوے تو جس قدر ہو سکے اس کو نگاہ رکھے اگر موجود ہو تو اس کی دونوں ابرو کے درمیان نظر رکھے

در حضوری دوست ہر جانب نظر کردن خطا است
یکزماں حاضر نشین اے دل کہ جاناں حاضر است

اور ایسا رابطہ کرے کہ سوائے اس کے اور کسی کی ہستی نہ رہے

آنبا از صحبتش گریزاں میاش	ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت
با ہر کہ ما نشستی ونشد جمع دلت	واز تو نرمید صحبت آب و گلت

اگر ہادی کامل ملجائے تو طالب کو چاہیے کہ اس کے دل میں اپنی جگہ بنالیوے یعنی جس طرح سے ہو سکے ایسے پیر کیساتھ رضا حاصل کرے اگر نسبت میں کسی طرح سے قصور واقع ہو اور قبض ہو جائے تو ٹھنڈے پانی سے غسل کرے اور آب رواں پر جائے اور سبزی پر نظر ڈالے اور بہت زور سے سانس نکالے اور پھر تصور شیخ کی طرف متوجہ ہوئے اور تصور شیخ

کو خدا کی صفت سمجھے ؎

رابطہ کیا ہے یہ عینک ہے پسر
نورِ وحدت صاف آتا ہے نظر

دوئم ذکر۔ خدا اور خلقت کے درمیان برزخ ہے اس کے سبب سے ایسا تعلق پیدا ہوتا ہے جس کو علم لدنی کہتے ہیں جس طرح پہلے بچے جبتک ہجے نہ کریں پڑھنا نہیں آتا اسی طرح ذکر کو بطور ہجوں کے ہی اچھی طرح نہ پکایا جائے درجہ نہایت تک نہیں پہنچ سکتا۔ ذکر کی دو قسم ہیں ایک نفی اثبات دوسرا مجرد اثبات۔ نفی اثبات سلوک کا فائدہ دیتا ہے اور مجرد اثبات جذبہ کے واسطے مفید ہے۔ اس خاندان میں جذبہ کو مقدم سمجھتے ہیں۔ نفی اثبات کی ترتیب یہ ہے کہ لب کو لب پر رکھ کر منھ بند کرے اور زبان تالو سے لگائے اور دم کو روکے مگر اسقدر کہ بہت تنگ نہ ہو جائے اور دل یعنی من کو سب اندیشوں سے خالی کرے اور اس کو دل مجازی کی طرف جو بائیں پہلو میں صنوبری شکل کا گوشت کا ٹکڑا ہے متوجہ کرے اور ذکر میں اسطرح مشغول ہو کہ کلمہ لا الٰہ کو ناف کے متصل دائیں طرف سے کھینچے اور دائیں مونڈھے کو حرکت دے کر بائیں مونڈھے تک پہنچائے اور کلمہ لا الٰہ کی ضرب دلِ صنوبری مشکل پر اس طرح زور سے لگائے کہ اسکی گرمی تمام اعضا میں پہنچے اور محمد رسول اللہ کو بائیں طرف سے دائیں طرف کو لیجائے اور جب نفی یعنی لا الٰہ کہے تو اس وقت یہ خیال کرے کہ کوئی موجود نہیں اور تمام اشیاء اور نیز اپنے وجود کو بھی فانی اور نیست و نابود سمجھے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت یہ یقین کرے کہ اللہ کی ذات پاک موجود اور حق ہے بعض صرف لا الٰہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور محمد رسول اللہ کا دل میں خیال رکھتے ہیں ؎

زلا یہ گزر کرتا اسرار بینی | تو در لا نقطہ پرکار بینی

ذکر مجرد اثبات۔ اس کو ذکر خفی و ذکر اسم ذات بھی کہتے ہیں اس کی ترکیب یہ ہے کہ منھ بند کرے اور زبان تالو سے لگائے اور آنکھیں بند کرے اور قلب صنوبری شکل کی طرف متوجہ ہو کر اللہ کے اسم کو خوب مد و شد کے ساتھ ناف کے نیچے سے کھینچ کر دماغ

کی جھلی تک پہنچائے اور جو باہر کو سانس آتا ہے اس سے ہو کی ضرب دل پر لگائے اور زبان دل سے ذکر میں مشغول ہو جائے اور خدا کی ذات بیچوں و بے مانند کو خیال میں رکھے یا اپنے پیر کا تصور کرے بعض مشایخ اس ذکر کے بعد توئی مقصود اور توئی موجود کہنا بتاتے ہیں۔ ذکر کے وقت سانس کا روکنا عجب لطف پیدا کرتا ہے اس سے اطمینان دل حاصل ہوتا ہے۔ قلب کی طرف ایسے متوجہ ہو جس طرح بلی چوہے کے بل پر بیٹھ کر تاک لگاتی ہے۔ سوم مراقبہ کے معنی محافظت کرنے کے ہیں یعنی دل کی نگہبانی کرنی تاکہ اس میں سوائے خدا کے غیر خیال داخل نہوں اور تمام اشیاء بلکہ اپنے وجود سے بھی قطع تعلق کر کے جذبات غیبی و فیوض الٰہی کا منتظر رہے منجملہ اور طریقوں کے اس معرفت کے حصول کا ایک یہ طریق ہے کہ خدا کو دل کی باتوں اور باطن کے احوال کا عالم جانے اور سب بندوں کے عمل اور ہر ایک چیز پر اس کو رقیب اور محیط سمجھے تاکہ ظاہر و باطن میں کوئی حرکت نازیبا سرزد نہو جب ذاکر کے دل پر یہ حالت غالب ہو جاتی ہے کہ میرے رب نے ہر ایک جگہ اور ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور وہ سمیع و بصیر و حفیظ و نگہبان ہے اور دل میں بغیر کسی عبارت و الفاظ کے بیچگوں و بیچوں کے معنے جو اللہ سے مفہوم ہیں دھیان رکھتا ہے تو تدریج دل اس اجلال کے ملاحظہ میں ایسا ڈوبتا ہے کہ اعضاء ظاہری کی طرف بھی التفات نہیں کرتا اور وجود بیحس ہو جاتا ہے آنکھ کھولے ہوئے بھی کسی کو نہیں دیکھتا اور اسوقت جو چیز اس کے سامنے آتی ہے اسی کا رنگ پکڑ جاتی ہے ؎

جس طرف دیکھوں میں اٹھا کے نگاہ

تو ہی آوے ادھر نظر یارب

یہ مراقبہ نیستی کی سرحد اور مقام حیرت ہے اس کو فنا، فنا بھی کہتے ہیں اگر خدا اس مقام سے ترقی بخشے تو پھر بقا ہی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ خاندان نقشبندیہ کا دار و مدار لطائف ستہ پر ہے اس کو لطائف ستہ بھی کہتے ہیں۔ اس کی صورت اس طرح پر ہے

اہل تصوف کہتے ہیں کہ نفس مبدائے شہوت اور لذات حسی ہے یہ ایک لطیف بخار ہے جو جوف قلب سے بذریعہ حرارت عزیزی پیدا ہوتا ہے اور عروق کی راہ سے بدن کے تمام اعضاء واجزاء میں جاری ہے بدن کی حس وحرکت اسی سے ہے اور بھوک اور سیری اور حرص وہوا اور تمام نفسانی صفات اسی سے قائم ہیں۔ روح حیوانی اطباء کے نزدیک یہی ہے روح انسانی کا تعلق بدن کے ساتھ اسی نفس کے ذریعہ سے ہے اور لطافت اور کثافت میں دونوں طرف کی مناسبت کیوجہ سے روح اور بدن کے درمیان بطور برزخ کے ہے اور روح کا تعلق نفس کے ساتھ ایسا ہی جیسے مرد کا عورت کے ساتھ ان دونوں کے ملنے سے ایک لطیفہ پیدا ہوا ہے جسکو قلب کہتے ہیں وہ ان دونوں کے

درمیان متعلق اور منقلب ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کے احکام کے غلبہ کی وجہ سے اسی کا تابع ہے محسوسات کا مدرک نفس ہے اور معقولات کا مدرک روح ہے اور معقول و محسوس سے مرکب اشیاء کا مدرک قلب ہے اور ایسی اشیاء جو نہ معقول ہیں اور نہ محسوس جیسے کہ ذات و صفات الٰہی انکے ادراک کیواسطے جو لطیفہ ہیں وہ روح و سر و خفی و اخفی کے نام سے موسوم ہیں۔ نقشہ بالا میں جو ان لطیفوں کے مقامات میں ذرا فرق ہے اس کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ بعض نے جائے آغاز لطیفہ لی ہے اور بعض نے اس کا مقام متوسط مگر یہ صرف ظاہری و عبارتی فرق ہے۔ دراصل حالت بطونمیں ایک ہی بات ہے اور ٹھیک مقام نظر آتا ہے۔ دوئم ایک جگہ نفس کا مقام زیر ناف ہے اور دوسری جگہ دماغ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان دس لطائف سے مرکب ہے۔ ان میں سے پانچ عالم خلق یعنی عالم ملکوت سے ہیں جس کو ہندی میں سوکشم کہتے ہیں اور پانچ عالم امر یعنی عالم جبروت سے ہیں جن کو ہندی میں کارن کہتے ہیں بعض نے عالم خلق کے لطیفوں کی جگہ بتلائی ہے بعض نے عالم امر کی۔ دراصل عالم خلق کے لطیفہ عالم امر کے لطیفوں کے عکس ہیں ان کا احوال اس طرح پر ہے (۱) قلب اس لطیفے کی جگہ بائیں پہلو میں کسی قدر دو انگل زیر پستان مانی ہے اس کا رنگ زرد ہے اور اس کی ولایت حضرت آدم کے زیر قدم ہے جس کو یہ نور حاصل ہوا اس کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔ اس لطیفے کے جاری ہونے سے سر سے پیر تک ذکر اللہ میں غرق ہو جاتا ہے (۲) روح اسکی جگہ دائیں پہلو میں پستان کے نیچے دو انگل پر مانی گئی ہے۔ اس کا نور سرخ ہے۔ اس کے جاری ہونے پر غفلت دور ہو جاتی ہے اور دل پر گرمی اور چشم تر رہتی ہے۔ اس کی ولایت حضرت ابراہیم کے زیر قدم ہے جس کو یہ حاصل ہوا اس کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔ یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے (۳) سر۔ اس کی جگہ سینہ میں بائیں پستان کے اوپر ہے یہ روح سے زیادہ لطیف اور اس کا نور سفید ہے اس کے جاری ہونے سے انسان کو اپنے ہر ایک عضو سے آگاہی ہو جاتی ہے اور اسم کے ساتھ مسمی کا شہود ہو جاتا ہے یعنی بھید کھل جاتا ہے اسکی ولایت حضرت موسیٰ کے زیر قدم ہے جس کو یہ حاصل ہوا اس کو موسوی المشرب کہتے ہیں۔ (۴) خفی۔ اس کا

مقام دائیں جانب پستان کے اوپر ہے یہ سر سے زیادہ لطیف ہے اور اس کا نور سیاہ ہے۔ جب یہ جاری ہوتا ہے تو سر سے پیر تک بحر غدا میں مستغرق ہو جاتا ہے لیکن اپنے وجود کی خبر رہتی ہے اور ایک ایک بال مثل آنکھ کے ہو جاتا ہے

چشم گردد موے بموئے عارفاں

اس کی ولایت زیر قدم حضرت عیسیٰ ہے جس کو یہ نور حاصل ہوا اس کو عیسوی المشرب کہتے ہیں۔ (۵) خفی اسکی جگہ سینے کے درمیان ہے اس کا نور سبز ہے یہ جب جاری ہوتا ہے تو خدا کا جلال و نور نظر آتا ہے جس میں ہستی فنا ہو جاتی ہے۔ اسکو فنا فی الذکور کہتے ہیں اس کی ولایت زیر قدم حضرت محمدؐ صاحب ہے جس کو یہ حاصل ہوا اس کو محمدی المشرب کہتے ہیں اور یہ ولایت پنجگانہ ہے اور اس کے بعد نور بیرنگی ہے۔

(۱۶۳) ایک روز ارشاد ہوا کہ خاندان قادریہ میں تین طرح سے ذکر کی تعلیم کرتے ہیں (۱) ذکر نفی اثبات (۲) ذکر خفی (۳) ذکر جہری۔ اول ذکر نفی اثبات کا یہ طریقہ ہے کہ بہ نشست نماز قبلہ رو بیٹھے اور اپنی آنکھ بند کرے اور لا کہے گویا اپنی ناف سے نکالتا ہے پھر اس کو کھینچے۔ یہاں تک کہ داہنے مونڈھے تک پہنچے پھر الٰہ کہے گویا اس کو دماغ کی جھلی سے نکالتا ہے پھر الا اللہ کو دل پر قوت اور شدت سے ضرب کرے اور زبان دل سے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ کلمہ لا الٰہ کہتے وقت مبتدی نفی محبوبیت غیر حق سے اور متوسط نفی مقصودیت غیر حق سے اور منتہی نفی وجود ملاحظ کرے اور الا اللہ کہتے وقت ذاتِ مقدس کا دھیان کرے یہی اس کا اثبات ہے۔ دو ذکر خفی۔ دونوں آنکھوں اور دونوں لبوں کو بند کرے اور دل کی زبان سے کہے اللہ سمیع۔ اللہ بصیر۔ اللہ علیم۔ اس طریقہ کے بعض لوگ اللہ قدیر کو بھی زیادہ کرتے ہیں (مگر یہ توضیح ہے) اللہ سمیع اللہ دل سے کہے اور تصور میں ناف سے سینہ تک چڑھے۔ پھر اللہ بصیر کہہ کر سینہ سے دماغ تک اور پھر اللہ علیم کہہ کر دماغ سے عرش تک پہنچے پھر یہ بھی خیال کرتا ہوا رجعت کرے یعنی اللہ علیم کہتا ہوا عرش سے دماغ پر ٹھیرے۔ اللہ بصیر کہہ کر دماغ سے سینے پر ٹھیرے اور اللہ سمیع کہتے ہوئے ناف پر ٹھہر جاوے اور اگر اللہ قدیر کو زیادہ کرے تو تیسری

مرتبہ آسمان تک پہنچے اور چوتھی بار عرش تک سوم ذکر جہری۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ یک
ضربی۔ دو ضربی۔ سہ ضربی۔ چہار ضربی۔ شش ضربی وغیرہ (۱) ایک ضربی میں لفظ
مبارک اللہ کو سختی اور درازی اور بلندی سے دل اور حلق دونوں کی قوت کے ساتھ
کہے پھر ٹھہر جاوے۔ یہاں تک کہ ذاکر کی سانس اپنے ٹھکانے پر آجاوے پھر اسی طرح بار بار
ذکر کرے (۲) دو ضربی نماز کی نشست پر بیٹھے اور اسم ذات کو ایکبار داہنے زانوں میں
دردوسری بار دل میں ضرب کرے۔ ضرب قلبی خصوصاً قوت اور سختی کیساتھ ہو
تاکہ خاطر یکسو ہو جاوے (۳) سہ ضربی۔ چار زانو بیٹھے تو ایک بار داہنے زانوں میں اور دوسری
بار بائیں زانو میں اور تیسری بار دل میں ضرب کرے اور چاہیئے کہ تیسری ضرب سخت تر
اور بلند تر ہو (۴) چہار ضربی۔ چار زانو بیٹھے اور ایک بار داہنے زانو میں اور دوسری
بار بائیں زانو میں اور تیسری بار دل میں اور چوتھی بار اپنے سامنے ضرب کرے چوتھی ضرب
سخت تر ہو اور بلند تر ہو (۵) ذکر شش ضربی میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ضرب
لگاتے ہیں۔ ناف کے متصل دائیں طرف سے کھینچ کر اور دائیں مونڈھے کو حرکت دیکر
خیال بائیں مونڈھے تک پہنچا کر دل صنوبری پر ضرب لگاتے ہیں اور پھر بائیں طرف سے
اسی طرح داہنی طرف لیجاتے ہیں۔ اس خاندان کے بزرگ پاس انفاس بھی تعلیم
فرماتے ہیں جس میں سانس کے باہر ہونے کے ساتھ لا الٰہ اور سانس اندر جانے کے
ساتھ الا اللہ کہا جاتا ہے بعدہٗ مراقبہ وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ خاندان چشتیہ میں ذکر نفی اثبات و مجرد اثبات کا یہ
طریق ہے کہ دل بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل پر بصورت شگوفہ چلغوزہ کہا ہوا ہے
اور اس کے دو دروازہ ہیں۔ ایک باب فوقانی جو جسم سے ملا ہوا ہے اور دوسرا باب
تحتانی جو روح سے متصل ہے اوپر کے دروازے کی کشائش ذکر جلی سے یعنی جو آواز
کے ساتھ کیا جائے اور نیچے کے دروازہ کی کشائش ذکر خفی سے جو پوشیدہ طور پر یعنی
بغیر آواز کے کیا جائے ہوتی ہے۔ ترکیب ذکر یہ ہے چار زانو بیٹھ کر کمر کو سیدھا رکھے
اور آنکھ بند کرے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں ہاتھ کی کھلی رہنے دے

اور اپنے داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے پاس کی انگلی سے کیماس رگ کو دبانا چاہیے کیماس وہ رگ ہے جو بائیں زانو کے تلے ران کی جانب سے اتری ہے اس کا اس طرح سے پکڑنا دل کو عجیب طرح سے گرم کر دیتا ہے اور بطریق مذکور نشست نماز کے طور پر قبلہ رو بیٹھ کر حضور دل سے ہمت کو مجتمع کر کے اور پھر قوت کو دل سے نکال کر اور لفظ لا کا ناف سے نکالے اور اس کو کھینچے داہنے مونڈھے تک اور لفظ لا کا دماغ کی جھلی سے اشارہ کرے اس تصور میں گویا غیر خدا کی محبت کو دل سے نکال دیا اور اس کو پیٹھ کی جانب ڈالا اور پھر دوسرا دم لے سو الا اللہ کو دل میں سختی اور قوت کے ساتھ ضرب کرے اس نفی اثبات سے مبتدی ملاحظ کرے نفی معبودیت کا غیر خدا سے اور متوسط نفی مقصودیت کا اور منتہی نفی وجود کا شرطا اعظم ہمت کا جمع کرنا اور سعی کا بوجھنا ہے مگر اس شغل میں چکنائی ضرور کھانی چاہیے اور کھانا بھی چوتھائی پیٹ کھانا چاہیے۔

(۱۶۵) ایک روز ارشاد ہوا کہ اگر محبت شیخ دلیر غالب ہو تو یہ لطائف خود بخود طے ہو جاتے ہیں مگر یہ بات ذرا مشکل ہے اور بعض کے نزدیک اگر انوار مثل ستاروں کے نظر آنے لگیں تو سمجھنا چاہیے کہ پانچ لطیفے خلق اور پانچ لطیفے امر کے جو عرش پر ہیں سب حاصل ہو گئے عموماً جب ذکر کی مزاولت سے یہ لطائف ستہ جاری ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد سلطان الاذکار تلقین فرماتے ہیں اس وقت سالک کی ہر رگ و ریشہ سے ذکر جاری ہو جاتا ہے اس وقت انوار و تجلیات کا غلبہ طالب کے دل بلکہ تمام وجود پر ہوتا ہے اس وقت کبھی سکوت پسند کرتا ہے کبھی ذکر ربانی کبھی ذوق و شوق و گریہ میں ایسا محو ہو جاتا ہے کہ سوائے حق کے نہیں دیکھتا۔ یہ مراقبہ ولایت صغریٰ سے ہے اس کے حاصل ہونے پر سالک لوگوں سے وحشت کرتا ہے اور مقام حیرت میں رہتا ہے یہی حالت فکر ہے جو ذکر کے بعد پیدا ہوتی تھی۔ اس کے بعد ولایت کبریٰ کی سیر کرتا ہے اور اگر پیر دستگیری کرے تو اس وقت وجد و جذب کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس درمیان میں حسب معمول خاندان مراقبات و مکاشفات تعلیم کرتے ہیں یہ حالت تصور ہے فکر کے بعد پیدا ہوتی ہے اور ان کے لئے کچھ حد و حصر نہیں۔ ایک مراقبہ فنا۔ یہ ہے کہ آپ کو تصور کرے کہ مر گیا اور ایسی راکھ ہو گیا۔

جس کو ہوائیں اڑائیں اور آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ہر چیز کی ترکیب و شکل مٹ گئی اور مالک کو باقی و موجود دھیان کرے۔ دوم مراقبہ قربیت۔ اس میں تصور کرنا پڑتا ہے کہ ذات پاک سے فیض آرہا ہے اور وہ میری رگِ گردن سے زیادہ نزدیک ہے تاکہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے معنی ظاہر ہو جاویں۔ سوم مراقبۂ فنا فنا۔ اسمیں خدا کو بصیر خبیر سمجھتے ہیں تاکہ ظاہر و باطن میں کوئی نازیبا حرکت سرزد نہو۔ چہارم مراقبۂ بحری۔ اسمیں تصور کرتے ہیں اور سب جگہ اوپر نیچے آگے پیچھے دریا ہی دریا ہے اور میں اس میں غرق ہوں۔ پنجم مراقبۂ برّی یہ ہے کہ اپنے آپ کو لق و دق بیابان میں خیال کرو۔ غرض اسی قسم کے مراقبہ اور مکاشفے مرید کو کراتے ہیں۔ مراقبہ سے مراد ہے کہ کلمہ کو کہے اور دل میں خیال کرے اور اس کے معنی خوب طرح بوجھے پھر تصور کرے پھر خاطر جمع کرے اور لفظ کی مفہوم میں ڈوب جائے اس کو فنا بھی کہتے ہیں اور مکاشفہ کے معنی یہ ہیں کہ ظلمات کے پردے سامنے سے اٹھائے جائیں اس کے بعد سالک کے دل میں یہ محبت جوش مارتی ہے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور اس کو دوست رکھتا ہو اس کو فنا بھی کہتے ہیں۔ اس مقام میں سالک کو مقام عشرہ جس پر سلوک کی بنا ہے حاصل ہوتے ہیں۔ اول توبہ۔ توبہ کا یہ حال ہوتا ہے کہ دل پر معصیت کا خطرہ ہی نہیں گذرتا۔ پھر توبہ کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ دوم رضا۔ یعنی خدا جو کچھ موافق یا خلاف کرے اس پر راضی رہتا ہے ہر اک فعل افعال احوال اقوال حرکات و سکنات کو تقدیر الٰہی و مشیت ایزدی سے سمجھتا ہے اس کو توحید بھی کہتے ہیں۔ سوم توکل یعنی خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اس کو مقام استغنا بھی کہتے ہیں۔ چوتھا زہد یعنی دنیا و ما فیہا سے منھ پھیرتا ہے۔ پانچواں قناعت۔ چھٹا عزلت۔ ساتواں ملازمت ذکر۔ آٹھواں توجہ۔ نواں صبر۔ دسواں مراقبہ الغرض صبر و شکر و یقین و کشف اس مقام میں حاصل ہو جاتے ہیں اور دل توحید شہودی میں نرم ہو کر اسقدر پگھلتا ہے جیسے آفتاب کے سامنے برف ؎

عشق حق سے دل جلے جیسے کباب
یا کہ جیسے برف پیش آفتاب

جب مرشد کامل کی وجہ سے یہ مقامات - ذکر - فکر - تصور - فنا - توحید اور استغنا طے ہوجاتے ہیں تو اس کو بقا کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی فنا و محویت سے نکال کر بقا کی طرف لاتے ہیں اس کے بعد مرتبہ وصل کا ہے لیکن اس کا حصول محض عنایت الٰہی پر منحصر ہے اسمیں مرشد کی توجہ اور طالب کی کوشش کو کچھ دخل نہیں ہے

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۱۶۶) ایک روز ارشاد ہوا کہ شری رادھا سوامی مت کے ایک آچاریہ سے بھی ہمارا ست سنگ ہوا - روح کے عالم بالا سے نزول اور پھر عالم بالا کی طرف عروج کی بابت ان کے اکثر مریدان خوش اعتقاد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مقامات صرف اس پنتھ کے آچاریہ نے ہی طے کئے ہیں بیشتر کسی مہاتما کو معلوم نہ تھے انکا اعتقاد تو قابل تعریف ہے لیکن دراصل یہ بات نہیں سنت کبیر صاحب و بابا نانک اور بہت سے مہاتماؤں کی بانی سے اسکا پتہ چلتا ہے ہم کو اور بھی کئی مہاتماؤں سے چکر وغیرہ کے متعلق حالات اور ان کی صفائی کے طریقوں کا حال معلوم ہوا تھا حضرت مولانا روم صاحب نے بھی اپنی مثنوی میں اس کا ذکر کیا ہے - رادھا سوامی مت کا ایسا اپدیش ہے سُرت یعنی روح کا اصلی مقام انامی استھان ہے جس کو اللہ لوک بھی کہتے ہیں اس درجہ تک جسکی رسائی ہوتی ہے اس کو پرم سنت کہتے ہیں - اس مقام سے .... ایک شبد روپی دھار اُٹھ کر نیچے اتری اور دو مقام اگم اور الکھ سے ہوکر ست لوک میں آئی - یہ استھان مہا پرکاشمان اور نرمل یعنی چیتن ہی چیتن ہے - اس مقام تک پہنچے ہوئے کو سنت و ست پُرش کہتے ہیں اور اس مقام کو ہوت بھی کہتے ہیں ان مذکورہ بالا چاروں مقاموں کو دیال ویش کہتے ہیں - ست لوک سے نیچے بھنور گفا پھر مہا سنّ پھر سنّ یعنی دسواں دوار ہے اس جگہ روح برہمانڈ اور پنڈ میں پھیلی اس مقام کو آتم پد پار برہم پد ہوت کہتے ہیں - اس جگہ تک سُرت پانچ تت - تین گن اور کارن اور سوکشم اور استھول شریر سے علیحدہ ہے پُرش ویر کرتی کا ظہور اس جگہ سے ہوا اس مقام پر پہنچے ہوئے

کو پورا سادھ کہتے ہیں سن سے نیچے ترکٹی ہے - اسی کو گگن برہم - پرنو - اوم - جہان آکاشں - عرش عظیم اور عالم لاہوت کہتے ہیں - اس مقام کے مالک کو برہم - برہمانڈی من اور خدائے عظیم کہتے ہیں - یہاں سے مہاسوکشم تین گن - پانچ تت اور وید آدک آسمانی کتاب اور کل رچنا کا سوکشم مصالحہ اور نرمل مایا پرگٹ ہوئی - اوم شبد کو بھی ناد کہتے ہیں - اس کے پار جانے سے تین لوک کی رچنا کے گھیر سے نیارا ہوتا ہے اسکے نیچے سہسر دل کنول ہے اسکو جوت نرنجن - شیو شکتی - وِ بج من وغیرہ بھی کہتے ہیں اور سُنت مت میں یہاں سے ہی سادھنا شروع کرائی جاتی ہے اس استھان سے سوکشم تت یعنی شبد - سپرش - روپ رس گندھ اور اسکے پیچھے استھول تت یعنی آکاش - وایو - اگنی - جل - پرتھوی - اور سوکشم اندریاں - پران اور پرکرتیاں پرگٹ ہوئیں اسی استھان کا پرتی بمب یعنی عکس یا سایہ پہلے نقطہ سویدا یعنی تیسرے تل میں جو آنکھوں کے پیچھے بھید میں ہے پڑتا ہے اور پھر دونوں آنکھوں میں اسکی دھار آکر ٹھہرتی ہے اور سہسر دل کنول سے چار آکاش یعنی دیا پک چیتن جس کو گیانی برہم کہتے ہیں تمام پنڈ یعنی دیہہ میں اور کل رچنا میں جو اس مقام سے نیچے ہی پھیلا ہوا ہے یہاں تک درجات علوی یعنی آسمانی ہیں اس کے نیچے چھ استھان جن کو کھٹ چکر کہتے ہیں - پنڈ میں ان کے عکس ہیں اور ان کو مقامات سفلی کہتے ہیں اور پہلا چکر دونوں آنکھوں کے پیچھے ہے جہاں سُرت یعنی روح کا ٹھہراؤ ہے اور دوسرا چکر مقام کنٹھ یعنی گلے میں ہے اور اس جگہ سینے کی رچنا جیو آتما لنگ شریر کی مدد سے پیدا کرتا ہے دیہہ کے پران کا استھان یہی ہے تیسرا چکر ہردے میں ہے اور دل یعنی پنڈی من کا یہی استھان ہے سنکلپ وکلپ اسی جگہ سے پیدا ہوتے ہیں - خوشی - رنج - آس - یاس خوف بے خوفی - سکھ - دکھ وغیرہ کا اثر اسی استھان پر ہوتا ہے - چوتھا چکر نابھی کنول ہے اور استھول پون کا یہی بھنڈار ہے - پانچواں اندری چکر ہے اسی استھان سے پیدائش استھول شریر کی ہے - چھٹا گُدا چکر ہے - یہ چکر ناف کی طرف سے پرانوں کو کھینچکر نیچے کے جسم یعنی ٹانگوں اور پاؤں کو طاقت دیتا ہے پنڈ کی حد آنکھوں

تک ہے کیونکہ سفلی چکر آنکھوں کے نیچے تک ختم ہوتے ہیں۔ آنکھوں کے اوپر سہسر دل کنول کے میدان سے برہمانڈ کی شروعات ہوتی ہے اور دسویں دوار تک ختم ہو جاتی ہے اور وہی پار برہم کہلاتا ہے اور مہاشن کے میدان یعنی مہاشن کے استھان سے پرے دیال دیش ہے۔ چکروں کی تفصیل اس طرح پر ہے۔

۱	گدا چکر یا مُول آدھا	چار دَل کا کنول	یہ تینوں مقام گدا، اندری اور نابھی عالمِ ناسوت میں داخل ہیں۔	یہاں گنیش جی کا باسا ہے چونکہ اگلے زمانے میں یوگ ابھیاس اسجگہہ سے شروع کرایا جاتا تھا اسلئے یوگیوں کی دیکھا دیکھی اکثر گرہستی لوگ ہر ایک کام کو شروع کرتے وقت گنیش جی کی پوجا کرتے ہیں۔
۲	اندری چکر یا سواد	چھ دل کا کنول		برہما یعنی قوت پیدائش کا باسا ہے ....
۳	نابھی چکر یا منی پورک	دس دل کا کنول		وشنو یعنی قوت پرورش کا باسا ......
۴	ہردے چکر یا اناہت	بارہ دل کا کنول	یہ تین مقام ہردے کنول کنٹھ کنول اور شیونیتر عالمِ ملکوت میں داخل ہیں۔	مہادیو یعنی قوت فنا کا باسا
۵	کنٹھ چکر یا وشدھ	سولہ دل کا کنول		درگا یعنی قوت اچھا و خواہش کا باسا
۶	تیسرا تل یا نیتر جسکو شیونیتر شام شوبت آگیا چکر وغیرہ بھی کہتے ہیں	دو دل کا کنول		سرت یعنی پرم آتما کا باسا شروع ہے اس جگہ سرت کو سمیٹنا چاہیے اس مقام کے ساتھ اننت کرن کی ڈور لگی ہوئی ہے اور اننت کرن کے ساتھ دسوں اندریوں وغیرہ کی ڈور لگی ہوئی یہاں مقام سفلی ختم ہوئے۔

۷	سہسر دل کنول	ہزار دل کنول	جبروت	جوت نرنجن کا باسا یہاں دو آوازیں آسمانی نکلی ہیں یعنی شبد پرگٹ ہوتا ہے ان کو پکڑ کر سُرت اوپر کو چڑھتی ہے۔
۸	ترکُٹی	تین دل کا کنول	لاہوت	اوم کا باسا ہے یہ ترکُٹی سنتوں کی جو گیشوری نہیں ہے اس کو ہنس مکھی کہتے ہیں۔
۹	سُن یعنی دسواں دوار	ایک دل کا کنول	ہاہوت	پار برہم کا باسا۔ یہاں استھان علوی ختم ہوئے ۔۔۔
۱۰	مہا سُن	۔میدان۔۔	۔۔۔۔	چار شبد اور پانچواں مقام گپت ہے۔
۱۱	بھنور گُفا	۔۔۔۔۔۔	ہوت الموت	سوہنگ پرش کا باسا ہے یہ سوہنگ سوا سو نکا نہیں ہے۔ یہ دو استھان یعنی مہا سن اور بھنور گپھا دیالدیش کی حدیں ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۱۲	ست لوک	۔۔۔۔۔۔	ہوت	ست پرش کا باسا ہے اس کے اوپر تین مقام اور ہیں مگر سنتوں نے ان کو پرگٹ کر کے نہیں بیان کیا۔

برتیوں اور دہاراکو دل کہتے ہیں یعنی سفلی مقامات کے دلوں کو برتیاں اور علوی مقامات کے دلوں کو دہاریں کہتے ہیں۔ جسم یعنی شریر تین قسم کا ہے۔ استھول۔ سوکشم دکارن۔ استھول جو دکھائی دیتا ہے یہ سُرت یا جیو آتما کا ظاہری لباس اور اوزار ہے اسکا تعلق صرف جاگرت اوستھا میں ہے اس کے متعلق دُکھ سُکھ وغیرہ صرف جاگرت میں پرتیت ہوتے ہیں اسی طرح سوکشم شریر کا تعلق صرف سوپن اوستھا سے ہے گویا یہ تین غلاف روح کے اوپر چڑھے ہوئے ہیں یا یوں سمجھنا چاہیے کہ روح ایک چیتن شکتی بے شمار دہاروں والی ہے وہ دہاریں پہلے خالص نور تھیں درجہ بدرجہ ملونی ہوتی گئی ویسے ویسے آکار بننا شروع ہوا اور دہاریں درجہ بدرجہ استھول ہوتی چلی گئیں۔ جاننا چاہیے کہ سُرت یعنی روح کے برابر سوکشم یا اسکی سی طاقت و فضیلت والی کوئی چیز نہیں تاہم صرف سمجھ میں آنیکے واسطے پانی کا درشٹانت دیا جاتا ہے پس درشٹانت کا ایک انگ لینا چاہیے۔ پانی پہلے نہایت ہی سوکشم ملکہ اُروپ تھا پھر گیس روپ ہوا پھر بادل۔ بخارات بنا پھر بارش کے ذریعہ پرتھوی پر آکر استھول روپ ہو گیا بعض جگہ کیچڑ وغیرہ میں ملکر نہایت کثیف ہو گیا بعض جگہ سردی کے سبب برف بن کر بالکل بے حس و حرکت و بے جان سا ہو گیا اور عموماً برف سے بادل تک مختلف شکلیں بدل کر مختلف حالتیں حاصل کر کے کبھی روپ والا اور کبھی اروپ ہو جاتا ہے لیکن جب گیس یا اوس سے زیادہ لطیف ہو جاتا ہے تو نہایت ہی طاقتور ہو کر اونچے دیس میں جا ملتا ہے اسی طرح روح کا کوئی روپ نہیں مگر ملونی ہوتے ہوتے ان ملونیوں کا روپ دکھائی دیتا ہے اور جیسی ہی زیادہ ملونی ہوتی جاتی ہے روح کی طاقت ان ملونیوں میں جذب یا پوشیدہ ہوتی جاتی ہے اور جسوقت روح ان ملونیوں کے خولوں کی پریت چھوڑ کر شبد میں پریم پورک جوڑے گی تو اس میں مثل اس اگنی کے جس کے اوپر سے راکھ ہٹا دی جاتی ہے ایسی طاقت پیدا ہو گی جس کے ذریعہ جڑ چیتن کی گانٹھ کھل کر اور برہمانڈ چھوڑ کر ست لوک انامی استھان میں جا پہونچے گی اور اس وقت آواگون سے نجات ہو گی۔

من اندری ودیہہ جملہ سنسارک پدارتھ وشوگ وغیرہ جڑ ہیں اور سُرت یعنی روح چیتن ہے مقام ترکٹی میں انکی ملونی شروع ہوئی ہے اسی مقام تک مایا کا اثر ہے اور اسی جگہ سے جڑ وچیتن کی گانٹھ شروع ہوئی وبندھی ہے۔ اس جگہ سُرت کو جن مقامات میں ہوکر سُرت نیچے اتری ہے۔ ان ہی مقامات سے درجہ بدرجہ ابھیاس سے اوپر کی طرف کھینچ کر لیجانے سے ترکٹی میں جڑ چیتن کی گانٹھ کھل جاوے گی یعنی جڑ پدارتھ اسی جگہ رہ جاوینگے وہاں سے آگے نہیں جا سکتے۔

اگرچہ برہمانڈ کے مقامات نہایت بڑے ہیں اور دور دراز فاصلے پر واقع ہیں تاہم مثل تار برقی کے انکی ڈوریاں ہمارے انتر میں لگی ہوئی ہیں۔ جب سُرت شبد یوگ ابھیاس کرنے سے روح ہمارے جسم سے سمٹ کر اوپر کے مقامات جسم میں چڑھ جاوے گی تو جب اور جس قدر دیر تک چڑھے گی ان مقامات سے تار لگا ہوا ہے اور جو دھاریں آتی جاتی ہیں وہ بطور دوربین کے ہیں جنکے ذریعہ ہم ان مقامات دور دراز کو دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح آنکھ کے مقام سے تمام باہر کی رچنا کے ساتھ مثل سورج۔ چاند ستاروں کو جو بڑے بڑے ہیں کرنوں کی ڈوریاں لگی ہیں جن کے ذریعہ ہم ستاروں کو دیکھ سکتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔

آغاز بھگتی کا یہ لکشن ہے کہ مالک کے چرنوں میں پریم پرییت پر تبت ہونا بھگتی اُوپاسنا ہے اور یہ اسی وقت سچے دل سے ہوسکتی ہے کہ جب سنت اور مالک کا انتر میں درشن ہو۔ اور چونکہ سُرت شبد ابھیاس کو کبھی کبھی دھیان اور بھجن اور حالت خواب میں سنت ست گورو اور شبد سروپ مالک کا درشن انتر میں ہونے لگتا ہے پس اس وقت سے بھگتی یعنی اُپاسنا شروع ہو جاتی ہے اور روز بروز پریم بڑھتا جاتا ہے ترکٹی پر پہنچنے پر پریم اور بھگتی نرمل ہو جاتی ہے اور کرم کی کدورت نہیں رہتی پس ترکٹی کے پار چلنے سے سچی و نرمل بھگتی شروع ہو جاتی ہے اور اگم لوک پہنچنے پر بھگتی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے آگے انامی پد میں گیان پراپت ہوتا ہے اور جاننا چاہئے کہ گیان کے لکش ہونے سے یہ مُراد ہے کہ ست لوگ اور اگم لوک کے پرے پہنچ کر

کل مالک کے درشن کرنا اور مہا آنند کو پراپت ہو کر عین شبد اور پریم سروپ ہو جانا
اس کو گیان کہتے ہیں اس جگہ پہنچکر ابھیاسی کل مایا و صفت و قدرت کی حد سے پرے
ہو جاتا ہے اسی کا نام ابھید بھگتی اور سچا موکش ہے۔ سنت مت میں پچھلے وقتوں
کے دیوی اور دیوتاؤں اور مورتوں کی اُپاسنا اور صرف علمی گیان نہیں مانا گیا کیونکہ
اس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا مفت وقت کا ضائع کرنا اور بیفائدہ صرف تن من
دھن کا ہوتا ہے اور ہر شخص کی طاقت بھی نہیں ہے کہ پرانے وقت کے کرم اُپاسنا
کے قواعد کے بموجب اس سمے میں کارروائی کر سکے اسی وجہ سے وہ کرم دھرم پورے
نہیں بنتے اور وکار پیدا ہو جاتا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ سوامی جی مہاراج کو ایک پنتھ
چلانا منظور تھا اسلئے بزرگانِ سلف کی کارروائی کو برطرف کر کے اپنی بات قائم
کرانی لازمی ہوئی ورنہ غور سے دیکھا جاوے تو کوئی بات نئی نہیں ہے۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ شری سوامی ابدھوت دتاتریہ جی نے چکروں کو اسطرح برنن کیا ہے

(۱۶۷) मुलाधारे वारिज पत्रे सु चतुष्के
वं शं षं सं वर्णा विशालेषु विशाले
रक्तम वर्णा श्रीगण नाथं भगवंत
दत्तात्रेयं श्रीगुरुमूर्ति प्रणतोस्मि
स्वाधिष्ठाने षड् दल पत्रे सतु लिंगे
बालां तावद्वर्णा विशाले सुविशाले
पीतं वर्णी वाक पति रूपं द्रु हिणांतं
दत्ता त्रेयं श्रीगुरु मुर्तिप्रणितोस्मि
नाभौ मध्ये पत्र दशांके डफ वर्णा

लक्ष्मी कांत गरुडारूढं नर बीरं

नीलं बर्णं निर्गुनरूपं निगमांतं

दत्तात्रेयं श्री गुरु मूर्तिं प्रणितोस्मि

इन्पद्मांते द्वादश पत्रे कठवर्णी

सामवं शैवं हंस विशेठं शमूयंतं

सर्गस्य त्यंतं कुर्वंतं शिव शक्तिं

दत्तात्रेयं श्री गुरु मुर्तिं प्रणितोस्मि

कंठस्थाने चक्र विशुद्धे कमलांते

चन्द्राकारे षोडश पत्रे स्वर वर्णा

माया धीशं बीज शिवंतं निज रूपं

दत्तात्रेयं श्री गुरु मूर्तिं प्रणितोस्मि

आज्ञा चक्रे भृकुटी स्थाने द्विदलांते

हंसंबीजं ज्ञान समुद्रं गुरु मूर्तिं

विद्यु द्वर्णं ज्ञान मयंतं जटिलाख्यं

दत्तात्रेयं श्री गुरु मूर्तिं प्रणितोस्मि

मुर्धनस्थाने वारिज पत्रे शशिबीजे

शुभ्रं वर्णं पद्म सहस्रंसुविशाले

हंबीजाख्यं वर्णं सहस्रं तुरेयांतं

दत्तात्रेयं श्री गुरु मूर्तिं प्रणितोस्मि

ब्रह्मानंदं ब्रह्म मुकंदं भगवंतं

ब्रह्म ज्ञानं सत्यमनंतं भवरूपं

पूर्णं चिद्‌घनपंचमखंडं शिवरूपं

दत्तात्रेयं श्री गुरुमूर्तिं प्रणतोस्मि

शांताकारं शेषशयानं सुरवंद्यं

कांतानाथं कोमलगात्रं कमलाक्षं

चिंतारत्नं चिद्‌घन पूर्णं द्विजराजं

दत्तात्रेयं श्री गुरुमूर्तिं प्रणतोस्मि

(۱۶۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ نش کے شریر میں ساڑھے تین لاکھ ناڑی ہیں۔ ان میں سے بہتر ہزار مکھ گنی جاتی ہیں۔ میرو ڈنڈ کی بائیں جانب ایڑا چندر ادھشٹ، میرو ڈنڈ کے دہنے جانب پینگلا سوریہ دھشٹ لپٹی چلی گئی ہے۔ اس میرو ڈنڈ کے بیچ میں سکھمنا چندر سوریہ اگن ادھشٹت ست رج۔ تم تین گن میہ سیدھی اوپر کو چلی گئی ہے۔ اس کے بیچ میں چمکتی ہوئی بجر ناڑی لنگ استھان سے مستک تک لگی ہوئی ہے۔ اسکے بیچ میں بہت سوکشم چترنی ناڑی شٹ چکر کو بیدھتی ہوئی پرکاشمان ہو رہی ہے۔ اسکے بھیتر براہم ناڑی بجلی کی طرح چمکیلی چتردل چکر کی کرن کا سے نکل کر سہس دل کمل تک چلی گئی ہے جو برہم دوار سے لگا ہوا ہے۔ چکر اور انکے پتے اور ان پر اکشروں کا حال اس طرح پر ہے۔

(۱) مولادھار سکھمنا کے مکھ سے لگا ہوا لنگ سے نیچے گدا سے اوپر چار پتوں کا آدھار چکر ہے اسکے لال رنگ کے پتوں پر सं षं शं वं ورن ہیں۔ اسکے مدھیہ میں چوکور پرتھوی چکر ہے جس میں اسٹ کون نیتر ہے۔ اس پرتھوی کے بیچ میں लं ورن ہے یہاں چتر بھی برہما ڈاکنی شکتی سہت براجمان ہے۔ اسی استھان میں بجر ناڑی سے ملا ہوا ایک ترکون نیتر ہے۔ جس کے بھیتر شمبھو لنگ براجمان ہے اس کے اوپر سرپنی سروپی سوئی ہوئی کنڈلنی مہا مایا نواس کرتی ہے جو اپنے مکھ سے برہم دوار کو روکے ہوئے چندرما سے ٹپکتے ہوئے امرت کو پان کر رہی ہے یہ ادھومکھ چکر شدہ آسن

میں بیٹھنے سے یا مول بند کے بندھن سے اُردھ مکھ ہو جاتا ہے اور کنڈ لنی برہم دوار کو چھوڑ دیتی ہے۔ تب سادھک برہم ناڑی کو سہسر دل کنول میں لے جا کر امرت کو پان کرتا ہے۔

(۲) سوادھشٹان چھ پتی बं भं मं यं रं लं اکشر ہیں۔ رنگ سندور کی طرح ہے سکھمنا کے مدھیہ چترنی ناڑی سے ملا ہوا ہے۔ منڈلاکار نیتر کے بھیتر اُردھ چندر میں वं بیج ہے۔ ورن دیوتا کی گود میں راکنی شکتی کے ساتھ وشنو براجمان ہیں (۳) نابھ چکر کے مول میں منی پورک چکر دس دل کا ہے۔ جس کے پتوں پر डं ढं णं तं थं दं धं नं पं फं اکشر ہیں۔ اس میں ترکون نیتر میں रं بیج ہے۔ لاکنی شکتی کے ساتھ شیو براجمان ہیں۔ (۴) انہد ہردے میں بارہ دل کا چکر ہے جس پر कं खं गं घं ङं चं छं जं झं ञं टं ठं اکشر ہیں اسکے شٹ کون نیتر میں यं بیج ہے۔ ایشان شو کاکنی شکتی کے ساتھ براجمان ہیں۔ اس چکر کی کرن کا میں ایک چھدر ہے جس میں ہنس سروپ جیو آتما کا نواس ہے۔ پرانایام کرنے سے یہ ادھومکھی کمل سمپٹ دھیرے دھیرے اُردھ مکھی ہو کر کھل جاتا ہے۔ جب تک جیو آتما اس کے بارہوں پتے پر گھوما کرتا ہے۔ طرح طرح اچھیا ہوا کرتی ہے۔ جب جیو آتما کمل نال کے چھدر میں استھت ہوتا ہے تب من شانت پاتا ہے۔ اسی استھان میں ابھیاسی اپنے اپنے اشٹ دیو کا دھیان کر کے درشن پاتے ہیں۔ (۵) کنٹھ میں وشدھ چکر سولہ[16] پتہ کا ہے جس پر अं سے अः تک الو کھت سولہ سر یعنی اکشر ہیں۔ اس کے بیچ میں گولاکار شونیہ چکر ہے۔ हं بیج ہے۔ شاکنی شکت کے ساتھ سداشو جی براجمان ہیں۔ (۶) دونوں بھوؤں کے درمیان للاٹ میں دو دل کا سفید رنگ کا اگیا کمل ہے۔ جس کے نیتر روپی پتوں پر हं क्षं اکشر ہیں۔ ڈاکنی شکتی کے ساتھ شولنگ براجمان ہے۔ اس میں ओं بیج ہے۔ اسی استھان میں شدھ سروپ بُدھ ہستھ۔۔۔ انتر آتما نواس کرتا ہے جو پرم جیوتی سروپ ہو کر پرکاش کر رہا ہے اس کے اوپر دوج کے چاند کی طرح چندر ما پر کاشمان ہے۔ اس کے اوپر بندو روپ مکار جس کے اوپر ناد کی دُھن ہو رہی ہے اس استھان میں ایشر پورن وِدھا کو لیے چندر سورج اور اگن کے سمان پر کاشت ہے۔ اس استھان کو نرجر (دیو کا) نواس استھان کہتے ہیں۔

یوگی اس کو مکت استھان کہتے ہیں۔ اس سے اوپر سہس دل کنول ہے۔ جسکی ہر ایک دل پر ورن مالا کے अ سے لیکر क्ष تک کل اکشر شوبھا یمان ہیں اسکی بیس[20] بیس[20] پتی ایک ایک اکشر سے ملی ہیں۔ اس کمل کے چندر منڈل گولاکار میں ترکون نیتر ہے۔ وہاں پرم شیو شکتی سہت تواس کرتے ہیں۔ امرت دھارا ہمیشہ ٹپکتی رہتی ہے۔ مستک میں کپالک (कपालिक) دکشن شیرش (दक्षिणशीर्ष) اور بام شیرش (वामशीर्ष) جو تین ہڈیوں کا جوڑ ہے اس کے اگر بھاگ کو پُرجیسٹکا (पुर्जेष्ठिका) کہتے ہیں۔ جہاں انتس کرن کا نواس ہے۔ شریر کی کُل ساڑھے تین لاکھ ناڑی اس استھان سے آکر ملی ہیں۔ پُرجیسٹکا کی شکتی کبھی نشٹ نہیں ہوتی ہے۔ اپنے سنکلپ کو لئے ہوئے منشیہ دوسرا شریر دھارن کرتا ہے۔ یوگ بل سے پران بایو کو اسی استھان سے نکالنے کو برہمانڈ توڑنا کہتے ہیں۔

(۱۶۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ حضرت مولانا روم نے مقامات علوی کے بارہ میں ایسا لکھا ہے۔

اندریں عرش رفتہ دیدم نور — کشتہ شیطان وہم و سیدم صور
ہوش تن رفت روح بالا شد — جا گرفتہ بجا کہ سابق بد
درد مندان عشق بکوئی وحید — میکشم از جمع بسوئے فرید
ہر کہ گویم مشنو بگوش تمیز — روح را کشش رساں بصوت عزیز
در دماغ تو گلشن و مجلس — سیر کن تیز روز مرشد پرس
چشم در بند مردمک در کش — بر فلک رو کشادہ کن تو درش
اندرونش روح چون روئے نمود — کن تو سیرش نگر بہار وجود
درو جودت عجب تماشائے — آسمان زیر ارض بالائے
کج نئے داد راہ روحم را — دور سیدم شلسی ہر جا
شمش دیدم برنگ سرخ آنجا — حور ہزاراں نہ ہمسرش زیبا
ملک لاہوت پیش ازاں یابی — سن میگویند اور او رہندی
صوت آنجا ندا ہمی وارد — ہمچو کنگرے و سارنگی آید

حوض آب زلال دیدم پُر | میخورند عاملان در آنجا در
چون گذشتم ز عالم لاہوت | در رسیدم بہ عالمے ہاہوت
حال آنجا بگہ بگویم باز | روح رفت ہر کہ داندان آواز
صورت پوشیدہ ہست تر باریک | ساخت راہش بقدرتے تاریک
مرشد ہمراہ شد در آن میدان | شدہ حیران برائے او شیطان
روح آن را گذشت بالا رفت | صوت انا ہو شنید دید گرفت
ہوت الحوت عالم عجائب یافت | روح را اندرون دریچہ ساخت
پس برفت در رسیدم عالم ہوت | یافت آب حیات دم دم قوت
پیش ازان ہر چہ ہست ہستی است | لب من شد خموش باہم بست
جز فقیرے کسے نہ یافت مقام | ملک انامی آن را گویند نام

(۱۷۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ مقامات علوی یعنی برہمانڈی کے متعلق شری تلسی داس جی نے ایسا لکھا ہے۔

تلسی نرکھ دیکھ نج نینان | کوئی کوئی سنت پرکھ ہے بنیان
جو کوئی سنت اگم گت گائے | چرن ٹیک پی مہان سونائے
اب جیون کا کروں نبیڑا | جا سے مٹے بھرم بس بیڑا
جب یہ مکت جیو کی ہوئی | مکت جان ست گوریدسوئی
ست گرو ست کنج ہیں باسا | سُرت لائے جو چڑھے آکاسا
شیام کنج لیلا گھر سوئی | تل ہی پرمان جان جن کوئی
کھن کھن من کو تھان لگائے | ایک پلک چھوٹن ہنیں پائے
سُرت ٹھہرائے رہی آکاسا | تل کھڑکی میں نسدن باسا
گگن دوار در سے اکس تارا | انہد ناد سُنے جھنکارا
انہد سنے گُنے ہنیں بھائے | سُرت ٹھیک ٹھہر جب جائے

چوئے امرت پیئے اسائے ۔ پیوت پیوت من چھک جائے
سُرت سادھ سند یہہ ٹھہرائے ۔ تب من تھرتا سُرتے پائے
سُرت ٹھہر دوار جن پکڑا ۔ من آپنگ ہوئی مانو جکڑا
چمکے بیچ گگن کے ماہے ۔ جب ہی اجاس پاس رہی چھائے
جس جس سُرت کت دوارا ۔ تس تس بڑھت جائے اُجیارا
شویت شیام سُرت سیل سمائی ۔ جھر جھر چوئے کوپ سے پانی
من استھراس ایمن اگھ نا ۔ تتو پانچ روح بُدھی بکھانا
سیاہی سُرخ سفیدی ہوئی ۔ زرد جات زنگالی سوئی
تلی تال ترنگ بکھانی ۔ موہن مُرلی بجے سوہانی
مُرلی ناد سادھ من مُودا ۔ بلکہ رس باد بُدھی سب کھووا
کھڑکی تل بھر سُرت سمائے ۔ من تن دیکھ رہے ٹک لائے
جب اُجاس گھٹ بھیتر آوا ۔ تتو تیج اور جوت دکھاوا
جیسے مندر دیپک بارا ۔ ایسے جوت ہوت اُجیارا
جوت اوجاس پھاٹ پن گیؤ ۔ اندر تیج چندر اس بھیؤ
دیکھے تتو سوئے من راہی ۔ پن چندا دیکھے گھٹ ماہیں
چندر اوجاس تیج بھا بھائے ۔ پھولا چندر چاندنی چھائے
سُرت دیکھ رہی ٹھہرائے ۔ جیون اوجیاس بڑھت جم جائے
جیوں جیوں سُرت چڑھی پن گیؤ ۔ سیتا ٹھور ٹھام لکھ لیؤ
دیکھ سیل برہمند سمائے ۔ تارے انیک اکاس دکھائے
مہی اور گگن دیکھ اُڑ ماہیں ۔ اور انیک بات کو کھلسئے
کچھ کچھ دیوس سیل اس کینا ۔ اُگا بھان تیج کو چینا
تارا چندر تیج رٹ گیؤ ۔ جم مدھیان بھان گھٹ بھیؤ
جون دوپہر گگن روے چھائی ۔ تیسے اوجیاس بھیا گھٹ ماہیں

تانکے مدھ نرکھ نہارا — گھٹ میں دیکھا اگم پسارا
سات دیپ پرتھوی نو کھنڈا — گگن اکاس سکل برہمنڈا
اُردو ندی اٹھارہ دن کنڈا — یہ سب دیکھ پڑا برہمنڈا
چار دن کہاں جیو نج ہوئے — انڈج پنڈج اوکھج سوئے
استھاور چراچر دکھائے — یہ سب دیکھا گھٹ کے ماہیں
بہن بہن جیون کر بستارا — چار لاکھ چوراسی دھارا
اور پہاڑ تار بہتیرے — جو برہمنڈ میں جیو بسیرے
کچھک دیوس سیل اس کینا — تین لوک بھیتر میں چینا
جو جگ گھٹ گھٹ ماہیں سمانا — گھٹے گھٹ جگ جیو ماہیں جہانا
ایسے کئے دن بیت سرائے — ایک دیوس گئے اُدھر ٹھکانے
پردا دوسر پھوڑ اوڑائی — سُرت سہاگن بھئی اگوانی
شبد سندھ میں جائے سرائی — اگم دوار کھڑکی نیرانی
چڑھ گئی سُرت اگم ٹھکانا — ہیئ لکھ نیناں پُرکھ پُرانا
تان میں بیٹھ ادھر میں دیکھا — روم روم برہمنڈ کو دیکھا
انڈ انیک انت کچھ ناہیں — پنڈ برہمنڈ دیکھ ہیئے ماہیں
جہاں ست گور پورن پد باسا — پدم ماہیں ست لوک نواسا
سیت برن وہاں سیت ہی سائیں — جہاں سنتن نے سُرت سمائی
ست ہی لوک الوک سہیلا — جنھوں سُرت کرے رنج کیلا
سُرت سنت کرے کوئی سیلا — چوتھا پدست نام دوہیلا
پردا تیسر پھوڑ سمانا — پنڈ برہمنڈ نہیں استھانا
جہاں وہاں اگم اگاوہ استھائے — جانکی ست گت سنتن پائے
میں اُن لار لار لم کائے — اُن سنگ ٹھل کرن نت جائے
میں پن چین لیں وہ دھاما — برن نہ جائے اگم پور ٹھاما

نہے نامی وہ سوامی انامی　　تلسی سُرت سیل تہی دھامی
جو کر پوچھے تنئے کر لیکھا　　کس کس بھاکھوں اگم الیکھا
یہی کر چین روپ نہ ریکھا　　کس کس بھاکوں بین اودیکھا
تلسی نین سین ہئے ہیرا　　سنت بنا نہیں ہوئے نبیرا
نج نیناں دیکھا ہئے آنکھیں　　جس جس تلسی کہہ کہہ بھاکیں

پنڈ ما ہین برہمنڈ تا ہیں پار پد تے ہی لکھا
تلسی داس نوکھنڈ کہلت ہی پٹ بین بھئی

(۱۷۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ موجودہ زمانہ میں پرماتما پراپت کے چار طریقے مانے گئے ہیں (۱) ابھیاس (۲) وچار (۳) دھیان (۴) سمادھی یا لے۔ اصطلاح فقراء میں اسکو ذکر، فکر، مراقبہ و فنا کہا گیا ہے۔ فنا کے بعد بقا ہے جسکو جیون مکتی کہتے ہیں اور اسکے بعد وصال مانا گیا ہے جسکو وودیہہ مکت کہتے ہیں۔ ذکر یعنی شغل کا تعلق دل، حواس اور نفس سے ہے۔ فکر کا عقل سے، تصور قوت متخیلہ کا فعل ہے۔ فنا ترک انانیت واہنکار کو کہتے ہیں۔

(۱) ابھیاس۔ اسکے مختلف طریقے ہیں۔ مہاتما جگیاسو کے حسب حال کوئی طریقہ تجویز کر کے بتا دیتے ہیں۔ بعض کو شروع میں زبان کو قابو میں کرنے کا، بعض کو پران قابو میں کرنے کا ابھیاس بتاتے ہیں مگر کل کا مدعا اور مطلب من کا نرودھ یعنی دل کا قابو میں کرنا ہے اسکے واسطے افضل ترین ابھیاس ترکٹی دھیان ہے۔ جس کا ذکر گیتا کے پانچویں ادھیائے کے منتر ۲۷-۲۸ میں ہوا ہے اسکو سُرت سادھنا، سُن دھیان اور سہج اوستھا بھی کہتے ہیں۔ فقراء اہلِ اسلام اسکو نصیر المحمود ا کہتے ہیں۔ اس میں منھ بند کر کے سانس کی آمد و شد ناک سے رکھ کر انفاس بالا و پایئن کو مساوی کر کے نظر کو بھوں کے وسط میں جہاں ناک کا بانسہ شروع ہوتا ہے۔ ٹھہراتے ہیں۔ اس سے دل یکسو ہو جاتا ہے۔ اور بطون میں خیالات کا سلسلہ رُک جاتا ہے۔ اور کشائش باطنی حاصل ہوتی ہے ۔

اگر تو پاس داری پاس انفاس　　باسطانے رسانندت ازین پاس

ابتدا میں آنکھوں پر بڑا زور پڑتا ہے اور بہت خشکی ہوتی ہے اسلئے اس کی مشق بتدریج بڑھانی چاہیئے اور غذا میں چکنائی ضرور ہونی چاہیئے۔

ذکر چار درجوں میں منقسم ہو سکتا ہے (۱) زبان ذاکر ہے اور دل غافل (۲) زبان ذاکر ہے اور اسکے ساتھ دل اس طرح ذاکر ہے کہ کبھی کبھی غافل بھی ہو جاتا ہے اور زبان ذاکر رہتی ہے۔ (۳) زبان اور دل دونوں ایک ساتھ ذاکر رہتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی دونوں ایک ساتھ غافل ہو جاتے ہیں (۴) زبان غافل اور عاطل ہو اور دل ذاکر اور حاضر ہو۔ یہ انتہائی مقام ہے کہ اس میں حضور اور آگاہی ہے۔ یہی حقیقت ذاکر اور مقصد ذکر ہے۔

(۲) وچار۔ پنداسے کے نقش کے مٹنے پر جو حرکات قلب میں تمیز ہوویں اُن کی حقیقت کا دریافت کرنا وہ کہاں سے اور کیونکر پیدا ہوتے ہیں اور کس کا فعل ہیں فکر کہا گیا ہے۔ اس کے بھی مختلف طریقے ہیں مگر مقبول عام طریقہ وہ ہے جس کا بیان گیتا کے چھٹے ادھیا کے منتر ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ میں ہوا ہے۔ ہموار جگہ پر اپنی نشست بیحرکت قائم کرے اور جسم۔ سر اور گردن کو سیدھا اور بیحرکت قائم رکھ کر اپنی نظر کو اطراف و جوانب سے ہٹا کر ناک کے اگلے حصے یعنی نوک پر جما دے اور مستقل اور مطمئن اور توہمات سے آزاد ہو کر اور دل کو روک کر ذات کا تصور کرتا ہوا اس کے ادراک میں مشغول ہووے۔

امرِ حق کر عشق سے ایسا ادا | جیسے ہو معشوق پر عاشق فدا
پیشِ حق یک نارہ از روئے نیاز | بہ کہ عمرے بے نیاز اندر نماز
اسم گر خوانی مسمے را بجو | بے مسمیٰ اسم کے باشد نکو
گر خدا خواہی خدا جوئے بکن | ور نمے خوائی نخواں اسم کہن
ہر کہ سر را باخت اندر کوئے او | بنگرد صد بار جاناں سوئے او
غفلت از وے یکزماں صد مرگ دان | زندگی یاد وست نزد عارفان

اس شغل کی مزاولت سے قوت خیال رُک کر ساکن ہو جاتی ہے اور انسان اپنی ذات کو اپنے بطون میں مشاہدہ کر کے مسرور ہوتا ہے اور بے انتہا راحت جو اشراق میں تمیز ہوتی ہے اور حواس کے حیطہ سے باہر ہے ادراک کرتا ہے اور اصول پر قائم ہو کر حقیقت سے برگشتہ نہیں ہوتا۔ بھجن۔

من کے لگائے ہر پاوے | یوگی یا بدھ من کو لگاوے

ٹیک

جیسے تپنگ جرے دیپک میں پریت سو پران جلاوے | جگمگ جوت سہی نہیں جاوے جوت میں آن سماوے
جوگی یا بدھ من کو لگاوے | جیسے نار پنگھٹ کو جات ہی سر گاگر لاوے
سکھی سنگ سے بولت چالت سرت گاگر سے لاوے

ٹیک

جیسے نٹ کلا کے کارن گا ڈھاڑ ہول بجاوے | اپنا بوجھ سادھ سر اوپر سرت بانس سے لاوے
جوگی یا بدھ من کو لگاوے

(۲) دھیان طالب علموں کی رغبت اور حالت کے اختلاف سے مہاتماؤں نے اس کے بھی بہت سے قواعد مقرر کئے ہیں اور بہت سے طریقے اسکے مانے گئے ہیں۔ اس کے معنی ہیں کہ طالب اپنی ہستی کو جو کچھ تسلیم کرتا رہا ہو اسے غلط سمجھے یعنی پندار کے نقش کو جہاں تک ممکن ہو اپنے صفحۂ دل سے مٹا دیوے۔ اس کے عین الیقین ہونیکے واسطے ان کا سادھن جسکا بیان گیتا کے آٹھویں ادھیائے کے منتر ۱۲ و ۱۳ میں ہوا ہے سب سے بہتر مانا گیا ہے۔ سب دروازے یعنی آنکھ، کان، منھ وغیرہ بند کر کے دل کو قلب میں روک کر اور نفس کو ام الدماغ میں ٹھیرا کر اور دونوں آنکھوں کی نظر کو ام الدماغ کی جانب الٹ کر او م اسم اعظم کو کہے اور علیم۔ قدیم۔ محرک۔ لطیف سے لطیف۔ عالم کے قائم رکھنے والے قیاس سے برتر۔ مثل آفتاب کے جلال رکھنے والے اور تاریکی سے مبرا واجب الوجود کا تصور یکسو دلی سے عشق کے ساتھ کرے اس سے اسمیٔ بحث کا دیدار حاصل ہوتا ہے ؎

آنکھ کان منھ ڈھانپ کے نام نرنجن لے
بھیتر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے
نینوں کی کر کوٹھری اور پتلی پلنگ بچھائے کے
پلکوں کی چک ڈال پیا کو چھن میں چتر لبھائے لے

مراقبہ محافظت دل کی ہے تاکہ اس میں سوائے اللہ تعالے کے غیر خیال داخل نہوں

وانتظاری کہ طالب صادق تمام اشیا بلکہ اپنے وجود سے بھی قطع تعلق کرکے مالک کی عنایاتِ غیبی کا منتظر رہتا ہے۔

(۴) سما دھ یا دے سے مطلب کپالی چڑھانا نہیں ہے بلکہ یہ حالت فنا ہے جو دھیان کی مزاولت سے طالب پر طاری ہوتی ہے مگر اسکے واسطے ایک خاص قاعدہ بھی مقرر ہے جسکا ذکر گیتا کے اٹھارہویں ادھیا کے ۶۶ منتر میں ہوا ہے۔ کل اصولوں کا علمی نتیجہ اس منتر میں موجود ہے یعنی طلب کی ابتدائی تڑپ سے وصال کے اعلےٰ درجے تک تمام منازل کا ادراک شامل ہے اور علم توحید کی تلقین بھی اس پر ختم ہوئی ہے۔

अध्याय १८ सर्वधर्मान्परित्यज्य मामेकं शरणं व्रज ॥
अहं त्वां सर्वपापेभ्यो मोक्षयिष्यामि मा शुचः ॥ ६६

اس منتر کا حصہ شکتی (قوت طلب یا صدق ارادت) منتر ہے اور دوسرا حصہ کیلک (کلید معرفت) منتر ہے۔ تو سب دہرم یعنی عقیدوں کو چھوڑ کر میری ہی شرن آ یعنی ذات واحد کا طالب ہو اور میں تجھے سب گناہوں سے ضرور آزاد کرادونگا۔ دہرم کے معنی خاصہ طبعی کے ہیں اور اہنکار یا انانیت جو کہ خاصہ طبعی سے پیدا ہوا ہے اور جس سے ہم نے اپنا آپا مان رکھا ہے اس کا چھوڑ دینا ہی شرن آنا ہے یعنی جب اہنکار کا حجاب اٹھ گیا تو پھر آپا کہاں رہا مگر بغیر ابھیاس کے اہنکار کا تیاگ بھی امر ناممکن ہے اور کل ابھیاس وغیرہ بھی ایک قسم کے دہرم یعنی عمل ہیں لیکن حرکت پران جو کہ خود بخود ہر انسان میں جاری ہے وہ کسی کا فعل نہیں ہے قدرت کا فعل ہے اس لئے اجپا جاپ یعنی پاس انفاس ہی ایسا عمل ہے جس کو عمل نہیں کہہ سکتے اسکا یہ طریقہ ہے کہ ہر جاندار میں انفاس کی حرکت سے ایک ندا پیدا ہوتی ہے جسکو اپنے اپنے خیالات کے مطابق سوہم۔ اللہ ہو۔ واہ گرو وغیرہ کی مختلف آوازوں سے مناسبت دیتے ہیں مگر دراصل یہ ندا الفاظ وغیرہ سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ اسکے دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ طالب منھ کو بند کرکے ناک سے سانس لیوے اور دل سے خیالات کو دور کرکے سانس کی آمد و رشد پر توجہ کرے۔ اس سے شاغل کو ایک قسم کی آواز یعنی

شبد اپنے گھٹ میں سنائی دیگا۔ اول یہ شبد دل میں سنائی دیتا ہے اور بعدہٗ
شغل کی مزاولت سے دہنی آنکھ کے اوپر بھنوئی کے پاس سنائی دیتا ہے حالانکہ پیشتر
یہ شبد صاف طور پر سنائی نہیں دیتے بلکہ کچھ ملی جلی گڑبڑ سی آواز سنائی دیتی ہے مگر
کچھ عرصہ شغل جاری رکھنے سے صاف صاف طور پر دس قسم کی آوازیں سنائی دیتی ہیں
جن کو سنکر انسان مست و بیخود ہو جاتا ہے اور خیال خودی بالکل ترک ہو کر سمادھی میں استھتی
ہو جاتی ہے اس شغل کے ساتھ اکثر مہاتما کھیچری مُدرا بھی بنا دیتے ہیں جسکی مزاولت
سے آبِ رس دماغ سے چو کر حلق میں گرتا ہے اس سے ایسا آنند پیدا ہوتا ہے کہ بالکل
بیخودی ہو جاتی ہے۔ اس میں دانتوں کو دبا کر زبان کو الٹ کر تالو سے لگاتے ہیں۔ اس
شغل کو سرت شبد کا ملا اور شغل سرمدی سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں دس قسم
کی آوازوں کی توضیح اور وقت سماعت عامل کی حالت کا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(۱) جھینگر کی جھنکار۔ اسکی سماعت کیوقت بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔
(۲) چکی کے چلنے کا سا گھر گھر شبد۔ بدن میں کاہلی اور ایک عجب قسم کی سسنی پیدا کرتی ہے۔
(۳) آواز گھنٹہ یعنی جرس۔ عشق اور محبت کا جوش دل میں ہوتا ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

(۴) آواز شنکھ یعنی ناقوس۔ مثل نشے کے سر گھومنے لگتا ہے اور مغز میں سے خوشبو
آتی ہے۔ یہ شبد سہسر دل کنول سے سنائی دیتا ہے۔
(۵) آواز بین۔ آبحیات ام الدماغ سے تلے کو اترتا ہے۔ یہ شبد گگن یا ترکُٹی سے سنائی
دیتا ہے۔
(۶) آواز تال۔ وہ آبحیات بعد اترنے ام الدماغ کے حلق میں پڑتا ہے یہ شبد دسویں
دوار سے سنائی دیتا ہے۔
(۷) آوازِ نے یعنی بانسری یا مرلی کشف اور اشراق ہوتا ہے اور ضمیر خلایق پر آگاہی
ہوتی ہے اور دور دور کی آواز سنی جاتی ہے۔

(۸) مرد نگ یا پکھاوج - نادیدہ اشیاء کو دیکھتا ہے غرض کہ اس شبد کے سننے سے شایق روشن ضمیر ہوجاتا ہے وہ آواز جو تمام مخلوق کے دل سے برآمد ہوتی ہے عاسل کشادہ پیشانی سے سماعت کرسکتا ہے یعنی ناد بھیتر باہر سب جگہ سن پڑتا ہے - یہ شبد بھنور گفا سے سنائی دیتا ہے -

(۹) آواز نفیری خورد - اسکے سُننے سے سامع ایسا لطیف ہوجاتا ہے کہ جہاں چاہے اڑ کر جاسکتا ہے اور عوام کی آنکھ سے محجوب ہوسکتا ہے کہ وہ سب کو دیکھے اور اسکو کوئی نہ دیکھے اور وہ دیوتاؤں کو بھی دیکھتا ہے یعنی راہ ملکوت نظر نہ آنے کا پردا جو اسکی آنکھوں پر پڑتا ہے یہ ست لوک سے سُنائی دیتا ہے

(۱۰) بادل کی گرج یہی آواز انا ہد ہے - اسکے سُننے سے بر ہمہ سے مشغول کل ہوجاتا ہے اور تمام نیک و بد اور خیال اور مفہوم عقلی اور کشف اور وہب اور سیدھی شکتی اور کرامات اور معجزات کو بچوں کا کھیل سمجھتا ہے -

ان آوازوں کے سننے میں اکثر فرق ہوتا ہے یعنی کسی کو پیشتر کوئی سنائی دیتی ہے اور دوسرے کو کوئی اور آواز - مگر اس اختلاف پر دھیان نہ دینا چاہئے اور بائیں طرف کو جو شبد سُنائی دیتا ہے اس کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے اور نہ اسکو سننا چاہئے اور جوت استھان سے جہاں سدھی کی پراپتی ہوتی ہے بچکر نکل جانا چاہئے پھر منزل مقصود تک رسائی آسان ہے -

(۱۷۲) ایک روز ایک صاحب نے عرض کیا شری مہاراج میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ - یہ بات چاہتا ہوں - آپ نے فرمایا یہ تو نتیجہ ہے علم نہیں اور ذکر سلطان الاذکار تعلیم کیا اور فرمایا کہ اگر مالک کو منظور ہے تو اس سے تمھاری مطلب براری ہوجائیگی اس وقت اس نے عرض کیا کہ آپ نے اتنے عرصے تک یہ بات کیوں نہیں فرمائی اور اسکو کیوں پوشیدہ رکھا تو شری مہاراج نے فرمایا کہ بزاز کی دوکان پر باہر تو گزی گاڑھا لٹھا، ململ، مارکین، چھینٹ وغیرہ وغیرہ رکھی رہتی ہیں - مخمل اور ریشم کے تھان تو کپڑے میں لپیٹ کر اور بکس یا ڈبہ بند کرکے الماری کے اندر بند رکھتے ہیں تاکہ بازاری

کی گردو غبار اور خاک اڑا کر ان کو خراب نہ کرے البتہ جو کوئی ان کا طلبگار آتا ہے یا اگر کوئی امرا و وکان پر آویں جن سے یہ امید ہو کہ وہ اسکو خریدیں گے یا اور کوئی قدرسوان شخص آتا ہے اسکو کھولکر دکھاتے ہیں اگر جس قدر خریدار گزی گاڑھے لٹھے وغیرہ کے آئیں اور سب کے سامنے وہی مخمل ویلپس وریشم وکمخواب نکال رکھ دی جائے تو وہ اس کو کب خریدیں گے بلکہ بار بار کے نکالنے بھرنے اور کھولنے سے چیز کی قدر گھٹ جاتی ہے۔ ابھیاس کے طریقوں کے بارے میں ہمیشہ مہاتماؤں اور فقیروں کا یہی دستور چلا آیا ہے حضرت محمدؐ صاحب نے عوام کو نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی تعلیم دی اور حضرت علی اور چار یاروں اور خاص خاص اصحاب کو جو تعلیم دی تھی اس کا حال کسی کتاب میں کھلم کھلا نہیں لکھا ہے۔ یہ بات سینہ بسینہ چلی آئی ہے اور کتابوں میں بھی اشارہ کے طور پر کہیں لکھ دیا ہے مگر اسکو سمجھانے اور بتانے والا چاہیے جب مسئلہ طے ہو۔ اسی طرح پر شری کرشن مہاراج نے ارجن کو اور شری وسشٹھ جی مہاراج نے شری رامچندر جی کو خاص تعلیم و تلقین فرمائی تھی وہ بات عام طور پر نہیں بتائی گئی۔ اس لئے پوچھنے والے کا ظرف اور حوصلہ دیکھکر تعلیم کی جاتی ہے۔

(۱۷۳) ایک روز ارشاد ہوا کہ جوگ کی پانچ مدرا ہیں۔ اوّل چاچری اس میں نظر سے جوت کا دھیان اور ناسا گر دھیان کیا جاتا ہے۔ دوم بھوچری۔ آنکھوں کے چکر کو پھیر کر ترکٹی میں جوت کو دیکھا جاتا ہے۔ سوم کھیچری۔ زبان کو تالو کی طرف الٹا جاتا ہے چہارم۔ اگوچری۔ اس میں انتر سے جو شبد اٹھتا ہے اس کو سنا جاتا ہے۔ پنجم۔ انمنی اس میں سمادھی کا ابھیاس کیا جاتا ہے اور اونکار دھن کو سنا جاتا ہے۔

(۱۷۴) ایک روز ارشاد ہوا کہ جیسے پرندہ بغیر دونوں پروں کے پرواز نہیں کر سکتا اسی طرح سے یوگ بھی بغیر ویراگ اور ابھیاس کے درست نہیں ہو سکتا جیسے دریا کے بہاؤ کو روکنے کے لئے ایک مٹی کا بند باندھنے اور دوسرے نہر کے ذریعہ اس کے پانی کا رخ دوسری طرف پھیرنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح سے چت روپی بہاؤ کو روکنے کے لئے ویراگ روپی بندھ اور ابھیاس روپی نہر سے اس کے

بہاؤ کا رُخ دوسری طرف پھیرنا پڑتا ہے ویراگ وشیوں میں دویش ورشتی کو کہتے ہیں۔ یہ دو طرح کا ہے۔ پر اور اپر۔ سمپر گیات سمادھی کے ابھیاس سے دوویک حاصل کرکے تینوں گنوں کے پرپنچی بیوہار سے اُپرام ہو جانیکو پر ویراگ کہتے ہیں۔ اپر ویراگ چار قسم کا ہے (۱) تیمان یعنی من میں یہ جوش پیدا ہونا کہ شاستر اور گورو دوارا یہ دریافت کرنا ضروری ہے کہ اس سنسار میں کیا سار اور کیا اسار ہے (۲) تُریک یہ معلوم کرکے اپنے میں کس قدر دوش کام کرودھ وغیرہ بھرے ہوئے ہیں ان کے دور کرنے کی کوشش کرنا (۳) ایکندریہ۔ اس لوک اور پرلوک کے وشیوں کی خواہش دکھ روپ تصور کرکے اس سے ویراگ کرنا (۴) وشی کار۔ ہر دو لوک کے وشیوں کی ابھی لاشا کو ہردے سے قطعی طور سے پرتیاگ کرنا ابھیاس سے مراد مختلف طریقوں سے جو چار قسم کا ہے (۱) ہٹ یوگ (۲) لیے یوگ (۳) منتر یوگ (۴) راج یوگ۔ آتما کے درشن میں مل وکشیپ اور آبرن جو مانع ہے ان کو رفع کرنے اور ہٹانے کے واسطے ابھیاس کرنا لازم ہوتا ہے۔

(۱) ہٹ یوگ۔ ہکار نام سورج اور ٹھکار نام چندرما ہے ان دونوں کے ایک جگہ جمع ہونے کو ہٹ یوگ کہتے ہیں۔ ہردے میں سورج کا نواس ہے اس لئے اندر سے گرم سانس نکلتا ہے اور ناک کے باہر بارہ انگل پر چندرما ہے اس واسطے باہر سے اندر کو سرد سانس جاتا ہے پران اور اپان کو سورج اور چندرما نام دیا گیا ہے۔ پرانایام کے ابھیاس سے پران اور اپان دونوں رک جاتے ہیں اس وقت سورج اور چندرماں کی ایکتا ہو جاتی ہے۔

اس طریقہ ابھیاس میں مل کو ٹھیک کرنیکے لئے ہٹ یوگ کی مختلف کریائیں مثلاً نیتی دھوتی۔ دستی۔ کنجر۔ تراٹک۔ نیولی وغیرہ کرنی پڑتی ہیں مگر یہ طریقہ فی زمانہ بہت مشکل ہے اس کے کسی پورے شاغل سے ملنا نہیں ہوا ہمارے ایک عزیز جناب بابو کالکا پرشاد جی صاحب قوم کایستھ نقل نویس عدالت کلکٹری فیروز پور ملک پنجاب ہٹ یوگ کے بہت اچھے شاغل ہیں۔ ان ہی سے ہم نے اپنے کئی عزیزوں کو یہ کریائیں

کرائیں مگر دو سال کے بعد سب کمر ہمت کھول کر بیٹھ گئے جسمانی اور روحانی دینی اور دنیوی ہر طرح کے فائدہ اس سے حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس کے تکمیل وکمال کے واسطے عرصہ ۳۶ سال کا مقرر کیا گیا ہے گویا ۱۲ سال کی عمر سے شروع کرایا جاوے تو ۴۸ سال تک اس کے کمال کو پہنچے اس میں صرفہ۔ محبت۔ وقت اور مددگار سب کی ضرورت ہے۔

(۲) بے یوگ سامبھوی مُدرا کے ابھیاس سے بغیر پرانایام شون کی ونا کرکے سنکلپ سے رہت ہو کر من کو قابو کر لینے کا نام بے یوگ ہے چت کی درتیوں کو شرر کے اندر کی طرف کرکے آدھی کھلی ہوئی آنکھوں سے ناسکا یعنی ناک کے اگلے حصہ پر دھیان لگانے کو سامبھوی مُدرا کہتے ہیں۔

(۳) منتر یوگ۔ ہکار کرکے سوانس باہر آتا ہے اور سکار کرکے اندر جاتا ہے اس سے ہنس ہنس کا جاپ ہوتا رہتا ہے جب اسکو سشمنا ناڑی میں الٹا دیا جاتا ہے تو سوہنگ سوہنگ جاپ ہوتا ہے اس کو منتر یوگ کہتے ہیں۔

(۴) راج یوگ۔ چت کی پانچ قسم کی درتیوں کا روکنا راج یوگ ہے (۱) پرمان (۲) وپرجے (۳) وکلپ (۴) ندرا (۵) سمرتی (۱) پرمان تین قسم کے ہیں پرتکش یعنی اندریوں کے ذریعہ جو کسی پدارتھ کا وشیش گیان ہونا۔ انومان آثار سے جو دور کی چیز کا سامانیہ گیان ہوتا جیسے دھوئیں سے آگ کا اگم۔ یتھارتھ وکتا کے واک پر یقین کر لینا۔ (۲) وپرجے الٹا گیان یعنی جو چیز واقعی نہیں ہے اسمیں اس کا تصور کر لینا جیسے سیپی کو چاندی ماننا اور رسی کو سانپ سمجھنا (۳) وکلپ پدارتھ کی عدم موجودگی سے صرف شبد دوارا ہی پدارتھ کا انومان کر لینا جیسے دیودت کی گائے اس کہنے سے دیودت اور گائے کا بھید سے گیان ہو جاتا ہے (۴) ندرا۔ تمام بیرونی وشیوں کے آکاروں سے رہت ہو کر جو تموگن سے ملی ہوئی چت کی ورتی ہے (۵) سمرتی۔ پرتکش وغیرہ پرمانوں سے ان بھوگے ہوئے پدارتھ کا جو دوسرے وقت میں سنسکار دوارا سمرن کرتا ہے وہ سمرتی ورتی ہے راج یوگ کے آٹھ انگ ہیں۔ یم۔ نیم۔ آسن۔ پرانایام

پرتیہار - دھارنا - دھیان - سمادھی -

(۱) یم - کرم کانڈ کے انتظام کو کہتے ہیں۔ اسکے معنی ہیں خارج کرنے نکالنے یا ازالہ کرنیکے - اگر کسی برتن میں کچھ رکھا ہو تو دوسری چیز اس میں داخل نہیں کی جا سکتی جب تک کہ پہلی خارج نہ کر دی جائے۔ اس کے متعلق دس باتیں ہیں۔ اہنسا۔ ست استیہ تیاگ آرجو۔ کشما۔ دھیرج شوچ۔ برہمچریہ متھیاہار۔ دیا۔

(۱) اہنسا۔ من بانی اور شریر سے کسی جاندار کو دکھ نہ پہونچانا -

ست - جیسا دیکھا ہو یا انومان سے نتیجہ کیا ہو یا آپت لوگوں کے منھ سے سُنا ہو اور وہ سب کی خوشنودی کا باعث ہو اس کو ایسا ہی سمجھنا ست ہے۔ واک پر یہ بھی ہو اپر یہ واک کے موقعہ پر خاموشی درست ہے کیونکہ دل دکھانے والا سچ بھی جھوٹ کے برابر ہے۔

استیہ تیاگ کپٹ کر کے یا مالک کی مرضی کے بغیر کسی پدارتھ کا لے لینا۔

آرجو۔ ظاہر و باطن میں ایک جیسا ہونا۔ کومل بچن بولنا۔

دُشٹ پرشوں کے کھوٹے وچن اور اپمان کو برداشت کر لینا اور اس سے رنج نہ پانا -

دھیرج - باوجو مختلف وگھنوں کے ابھیاس کا پریتیاگ نکرنا اور ان کو برداشت کرنا جیسے چندن بار بار گھسنے سے کبھی اپنی خوشبو نہیں چھوڑتا -

شوچ - دو قسم کا ہے اندرونی یعنی پرانایام وغیرہ سے انتھ کرن کی صفائی کرنا و بیرونی یعنی مٹی و جل وغیرہ سے جسم کو صاف رکھنا -

برہمچریہ - میتھن آٹھ پرکار کا ہے۔ استری کا من سے سمرن کرنا اسکا کھ سے کیرتن کرنا اسکے پاس سے بلاس کرنا۔ اسکے ساتھ ایکانت میں بیٹھنا۔ اسکے بھوگ کا خیال کرنا اسکے بھوگ کا سنکلپ کرنا۔ اس سے بھوگ کا نشچے کرنا اس سے بھوگ کرنا گویا من بانی اور شریر سے ہمیشہ اور ہر حال میں استری سنگ نہ کرنے کو برہمچریہ کہتے ہیں۔

متھیاہار - سوکشم یعنی پیٹ کا چہارم حصہ خالی رکھ کے خوشبودار مدھر بھوجن کرنا۔ دیا من بانی

اور شریر سے ہمیشہ اور ہر حال میں استری سنگ نہ کرنے کو برہمچریہ کہتے ہیں

دوسرا انگ نیم - یعنی عہد کر عامل اپنا عمل ٹھیک وقت معینہ پر کرتا رہے اور جن باتوں کے چھوڑنے یا گرہن کرنے کا نیم کیا ہے اسکی پابندی کرے - یہ بھی دس قسم کے ہیں - (۱) جپ - وید کا پڑھنا یا سنانا یا گائیتری یا دیگر منتر کا اپدیش لیکر اس کا ابھیاس کرنا جپ دو پرکار کا ہوتا ہے واچک جو زبان سے کیا جاوے خواہ باآواز بلند خواہ آہستہ - دوسرا مانسک جو من سے کیا جاوے - اسمیں ایک بغیر دھیان لگائے بھی ہو سکتا ہے دوسرا دھیان لگاکر - آخر الذکر سریشٹھ یعنی افضل ہے

(۲) تپ - ریاضت کرنا مون دھارن - برت وغیرہ یہ تین پرکار کا ہے - ساتوک یعنی جو شردھا پوربک بغیر خواہش ثمرہ کے نشکام کیا جاوے - راجس جو لوگوں کو دکھلانے اور اپنا ستکار کرانیکے لئے کیا جاوے - تامس جو شریر کو غایت درجہ تکلیف دے کرہٹ سے کیا جاوے - تپ سے شریر اور اندریوں کی شدھی ہوتی ہے اور سدھیاں پرگٹ ہو جاتی ہے -

(۳) دان اپنے دھرم کے انوسار پرہیزگاری اور نیک کمائی سے جمع کردہ دھن کا ودھی شردھا پوروک حاجتمندوں اور مستحقوں کو دینا سب سے بڑھ کر دان ہے جمع کردہ دھن کے چار حصہ دار ہیں - دھرم - اگ - راجہ - چور - جن میں دھرم بڑا بھائی ہے اس کی حق تلفی کی جاتی ہے تو باقی تین زور سے اپنا حصہ چھین لیتے ہیں - کسی محتاج اور بیمار کے مکان پر جاکر اسے دان دینا اتم دان ہے - اپنے گھر بلاکر اس کو دان دینا مدھم ہے اور مانگنے والے کو دینا کنشٹ ہے

(۴) ویدانت شرون - اپنیشد وغیرہ سدھانت واکوں کو ودھی پوروک سننا -

(۵) آستک سبھاؤ - شاستر ویکت دھرم پر وشواس - یوگ میں آستک کا ہی ادھیکار ہے

(۶) ایشور پوجن - نشچے سے ایکاگر چت ہو کر ایشور چنتن کرنا -

(۷) سنتوش - پرالبدھ انوسار جو کچھ ملجائے یا فائدہ یا نقصان جو کچھ ہو جاوے اس پر صبر کرنا -

(۸) شردھا - وید شاستر کے بموجب جو یگ دان وغیرہ کہے ہیں ان پر اعتقاد رکھنا -

سب پر دیا کرنا

संसारात [illegible] यमः पञ्च उदाहृत
भावना परमे तत्वे
नित्यम नियम उच्यते.

(۹) لجا۔ لوگک ۔ اور ویدک ممنوعہ کرم کرنے سے خوف کھانا۔

(۱۰) ہوم م اگن میں سانکل وغیرہ ڈال کر ہون کرنا۔ یا گیان کی اگن میں اندریوں کا ہون کرنا۔

یہ یم اور نیم صفات ملکوتی ہیں جن کو دیوی سمپدا کہتے ہیں جن کا ذکر بھگوت گیتا کے سولھویں ادھیائے میں ہے

تیسرا انگ آسن ۔ طرز نشست کو کہتے ہیں جسقدر چوراسی لاکھ جونی ہے اسی قدر آسن ہیں اس میں پدم اور سدھ آسن مشہور ہیں۔ بائیں پیر کی ایڑی کو گدا اور لنگ کے درمیانی حصہ میں لگادیں اور دائیں پیر کی ایڑی کو لنگ کے اوپری حصہ میں استھاپت کریں اور سیدھا جسم کر کے بیٹھنے کو سدھ آسن کہتے ہیں پدم آسن کی طرز یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو بائیں جانگھ پر اور بائیں کو دائیں پر رکھیں اور سیدھا جسم کر کے بیٹھیں۔ اگر اس طرح سے نہ بیٹھا جائے تو جس طرح سے آرام سے بیٹھا جاوے وہی آسن ٹھیک ہے لیکن مذکورہ بالا طرز نشست سے کچھ اور بھی فائدہ متصور ہے۔

چوتھا انگ پرانایام ۔ پران آتما یعنی روح کا ایک ایسا مجلّی و مُصفّیٰ ظہور ہے جس میں آتما کا عکس صاف طور پر نمودار ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ روح کے ظہور کی صورت کا نام ہی پران ہے۔ مختلف مقامات پر فعلوں کا ذریعہ ہونے سے اسکے مختلف نام رکھ دئے گئے ہیں جسم انسانی میں چوراسی استھان پر چوراسی وایو مانے گئے ہیں ان میں سے دش مکھ ہیں۔ دوہا۔

چوراسی استھان پر چوراسی ہی وایو
تامیں دس یہ مکھ ہیں برنوں سنئے تاہو
پران اپان سمان ہے اور ویان اُدان
ناگ دھننجے دیودت کورم کرکل جان
دش وایو جو ایک ہیں تن میں ویرکھ دوئی
سودہ پران اپان ہیں تنہیں پہچانے کوئی
سمان است در ناف در دل پران ادان است در گلو بہ مقعد اپان

ویان ست اندر تمام بدن ٭ ایں پنج باشند نظام بدن

(۱) ویان جزو کل میں بصورت خلا ایک حالت پر قائم ہے (۲) سمان کل عالم میں بصورت ہوا اور جسم انسان میں بصورت نفس قائم ہے۔ ناھبی اس کا استھان ہے اور کل جسم میں رسوں کو پہنچانا اس کا کام ہے۔ (۳) پران۔ عالم میں بصورت حرارت اور جسم انسان میں بشکل حرارت غریزی موجود ہے دل اسکا مرکز ہے۔ سورج اسکا دیوتا ہے ہردے سے اٹھ کر......... بارہ انگل باہر جاتی ہے۔ سبھاؤ گرم اور سروپ لال ہے۔ (۴) اپان۔ کل عالم میں بصورت مادہ باردہ اور جسم انسان میں بصورت برودت موجود ہے۔ مقام گدا اسکا مرکز ہے اور پرتھی اسکا دیوتا ہے اور باہر سے اندر کو سرد ہو کر جاتی ہے۔ سروپ مانند ماہتاب وسبھاؤ سیتل ہے

فرو رفتن دم بزور اپان است ٭ بر آوردن آں بسعی پران است

(۵) اوان۔ عالم میں بصورت زمین اور اجسام میں بصورت ذرات خاکی موجود ہے۔ دیوتا چندرماں ہے اور مقام حلق ہے۔

پانچ اُپ پرانوں کا فعل یہ ہے (۱) ناک سے ڈکار آتی ہے مقام گلا ہے اور دیوتا شیش جی ہیں (۲) بھننجے بعد مرنے کے جسم کو پھیلاتی ہے اور جسم سے علیحدہ نہیں ہوتی مقام تمام جسم اور دیوتا الیشور ہے۔ (۳) دیودت۔ جمھائی لاتی ہے کام دیو اور مستورات کے جسم میں دودھ پیدا کرتی ہے۔ مقام درمیان ہردو پستان اور دیوتا کام دیو ہے (۴) کورم سے آنکھ کا پلک کھلتا اور بند ہو جاتا ہے مقام آنکھ اور دیوتا جوت یا پرکاش ہے (۵) کرکل سے بھوک لگتی ہے اور کھانا ہضم ہوتا ہے۔ مقام معدہ اور دیوتا مندا گنی ہے ہردے سے جب پران باہر نکلتا ہے تب پران کا ریچک اور اپان کا پورک ہونے لگتا ہے اور جب پران استھت ہو تب اپان کا کمبھک ہوتا ہے اسمیں جو دیش اور کال کی استھا اس میں جب من استھت ہوتا ہے تب من کا منن بھاؤ سب جاتا رہتا ہے پھر میں اپچنا یہ ہی مانت تتو آتما کا سروپ ہے یہ ہی یوگیوں کا اونترا ٹن بشکل پکش اور دن ہے۔ جب سانس باہر سے بھیتر جاتا ہے تب پرانوں کا پورک اور اپان کا ریچک ہونے لگتا ہے۔

جب اپان جاکر استھت ہوا تب پران کا کمبھک ہوتا ہے اس اوستھا میں جو سا کشی بھوت ستا ہے وہ آتم تتو ہے اسی پورک ریچک اور کمبھک کو پرانا یام کہتے ہیں۔ اس کے تین درجہ ہیں۔

(۱) کنشٹ جس میں پسینہ نکلتا ہے اور ۴۲ پل کمبھک رہتا ہے۔

(۲) مدھیم میں شریر کانپنے لگتا ہے اور ۸۴ پل کمبھک رہتا ہے۔

(۳) اوتم میں پران برہم رندھر میں پہنچ جاتا ہے اور ۱۲۵ پل کمبھک رہتا ہے۔

اسکا قاعدہ اس طرح پر ہے کہ ایکانت اور شانت استھان میں نرم آسن پر بیٹھ کر داہنے سوراخ ناک جسکو پنگلا اور سورج کہتے ہیں بند کرے اور بائیں سوراخ ناک سے جس کو اڑا اور چندرمان کہتے ہیں سوانس کو اس طرح کھینچے جیسے سوتے میں گھر گھراہٹ کی آواز ہوتی ہے پھر دونوں نتھنوں کو بند کرکے سانس کو روکے آدھا پل یا ایک پل جتنی دیر سہولیت تمام روک سکے پھر داہنا نتھنا کھول کر آہستہ آہستہ سانس کو خارج کردے اور پھر داہنے سے پورک کرے اور اسی طرح سے دونوں نتھنے بند کرکے سانس کو روکے اور بعدہ بائیں نتھنے سے خارج کردے یہ پرانا یام کا ایک چکر ہوا۔ شروع میں کم از کم تین بار ضرور کرنا چاہیے اور آہستہ آہستہ عادت بڑھانی چاہیے۔ یہاں تک کہ صبح و شام دونوں وقت اسی اسی بار اور پھر اس سے بھی زیادہ بڑھا لیوے۔ بعض مہاتما پہلے داہنے نتھنے سے شروع کراتے ہیں۔ اصلیت اس طرح پر ہے کہ لوگ کریا میں بایاں سر مکھ مانا گیا ہے لیکن بعض بعض کمبھک ایسے بھی ہیں جن میں بیشتر داہنے نتھنے سے سانس لینا ضروری ہے اصول ان میں یہ ہے کہ جب اور جس موقعہ پر جسم میں حرارت زیادہ ہو اور سردی پہنچانی ہو تو بائیں سُر کو زیادہ کام میں لانا چاہیے اور جب سردی کا زور ہو اور حرارت پہنچانی ہو تو داہنے سُر سے زیادہ کام لینا چاہیے۔ ان دونوں سُروں میں سے بار بار سانس نکالنے سے انکی حرکت اعتدال پر آجاتی ہے اور سانس پھر سکھمنا ناڑی میں کمبھک کے وقت پرویش کرسکتا ہے۔ پرانوں کو کھینچنے روکنے اور نکالنے میں وقت کا اندازہ اس طرح پر رکھیں کہ اگر سات لمحہ تک سانس اندر لیا جاوے تو چودہ لمحہ تک روکا جاوے اور سات

لمحہ میں باہر نکالا جاوے یعنی کمبھک پورک سے دونے عرصہ تک ہو۔ پرانا یام میں دم پھولنے سے کچھ تکلیف محسوس ہوتی ہے اس کے واسطے تین بند کام میں لائے جاتے ہیں۔

(۱) مول بند۔ پران پورن کے وقت بائیں ایڑی سے مول دوار کے اوپر کے حصہ میں یونی استھان کو داب کر گدا کو اوپر سکوڑ کر اپان وایو کو آہستہ آہستہ چڑھا کر پران بایو میں ملاوے۔

دیکھو رے دیکھ تر ادھنی تجھ میں۔ دم کو روک اور مول کو بند کر چانار سورج گھر ایک ناک منھ کی سانس سے منتر جپ جپ کرے اور کنول کی کلی پھبنو رچھاوے کہیں کبیر اگم کی پڑیاں سن کی سیج کوئی سنت ہی جاوے۔

(۲) جالندھر بندھ یہ پران کمبھک کے وقت کیا جاتا ہے کنٹھ کے نیچے منھ جھکا کر تھوڑی کو بروے کے چار انگل اوپر ٹیک کر بو کو پیٹ میں بھر کر روکے رکھے۔

(۳) اڈریان بند پران ریچک کے وقت مول دوار کو اوپر کو سکوڑ کر نابھی کو پیٹھ کی طرف لگاتے ہوئے یہاں تک پیچھے کھینچے کہ نابھی میرو ونڈ میں لگ جائے جیسے جیسے پران بو چھوڑی جاوے گی۔ نابھی خود بخود پیٹھ کی طرف سکڑتی جائیگی۔

پرانا یام میں سکھمنا ناڑی میں پران کا چلنا مکھ بات ہے اور یہ اُسے حاصل ہوتا ہے۔ کمبھک آٹھ پرکار کے ہیں۔

(۱) سوریہ بھان اسمیں داہنے سُر سے سوانس لیکر روکنے کے بعد بائیں سُر سے سانس خارج کیا جاتا ہے اس کو کپال دھوکنی بھی کہتے ہیں۔

(۲) اوجائی دونوں نتھنوں سے برابر سوانس لیا جاتا ہے اور گلے سے پیٹ تک ہوا بھری جاتی ہے اور روکنے کے بعد بائیں سُر سے ہوا خارج کیجاتی ہے۔

(۳) شیتکار ہونٹھ سے ہونٹھ ملانے کے بعد ذرا سا ہونٹھ بیچ سے کھلا رہے اس میں اندر سے زبان کی نوک لگا کر اس طرح سے سانس لے جیسے جاڑے کے موسم میں آدمی سی سی کرتا ہے اور کچھ ٹھہرا کر آہستہ سے دونوں نتھنوں سے ہوا خارج کرے

(۴) شیتل ۔ تالو کی جڑ میں زبان الٹ کر لگا دے اور سانس اندر لیکر کمبھک کل جسم میں کرے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دے اور پھر ناک کے دونوں سر سے سانس نکال دے ۔

(۵) بھستر کا پدم آسن ۔ بیٹھ کر منھ بند کر کے ناک سے ہوا کا ریچن کرے اور فوراً ہی جلدی سے سوانس کا پورک کرے جیسے لوہار کی دھوکنی چلتی ہے جب تھک جاوے تو پھر ذرا ٹھہر کر داہنے سُر سے پیٹ میں ہوا بھرے اور کمبھک کر نیکے بعد بائیں سُر سے ریچک کر دے ۔

(۶) بھرامری جس طرح سے بھرنگی کیڑا بولتا ہے اس طرح کی آواز ہردے کے اندر ہوتی جاوے اور زور کے ساتھ دونوں سُروں سے پورک کرے اور کمبھک کے بعد آہستہ سے ریچک کرے ۔

(۷) موچھا ۔ جیسے پپیہا میگھ دہار کو دیکھ کر پینے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح سے سوانسا کا پورک کرے اور جلندہر بند لگا کر کمبھک کر کے بائیں سر سے ریچک کرے اسمیں ریچک کرتے وقت مورچھا سی آجاتی ہے ۔

(۸) کیولیہ اس میں پون کی حرکت صرف ہردے کے اندر محسوس ہوتی ہے ۔

پانچواں انگ پرتیہار ۔ اسمیں حواسوں کو قابو میں کرنا اور روکنا ہے اور کھانے پینے میں اعتدال سے کام لینا ہے ۔ جب چت کو جگا کر پرانوں کو سمیٹنے کی کوشش میں لگو گے تو چت بار بار باہر جانے کو چاہیگا کیونکہ اس کی عادت ہمیشہ سے باہر جانے کی پڑی ہوئی ہے آسانی سے انتر مکھی نہ ہوگا اس کو قابو میں لانیکے لئے سکھمنا ناڑی کے اندر یا باہر کسی جگہ نقطہ بنا کر بار بار اس کو اس کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے ۔ یہ اس طرح سے باہر بھیتر جائیگا جیسے بانس سے بندھا بندر اوپر نیچے چڑھتا ہے ۔ یہ الٹ پھیر کی حالت کچھ عرصہ تک یوں ہی جاری رہتی ہے ۔ آخر اس نقطہ پر ٹھہرنے لگتا ہے ۔ چت کی ورتی کو اس طرح سے بار بار لوٹانے کو پرتیہار کہتے ہیں ۔

چھٹا انگ دھارنا ۔ توجہ کو کامل طور پر کسی کام یا مطلب کی طرف لگا دینا ۔ جب پران برہم رندھر میں پہنچکر ۲۵ پل تک وہاں ٹھہرے تو دھارنا ٹھہرتی ہے ۔ جب من

سکھمنا ناڑی میں ٹھہرنے لگتا ہے تو اس ٹھہراؤ کا نام دھارنا ہے **چکروں کا شوردھن** بھی کیا جاتا ہے۔ پرتھوی جل اگنی وایو اور اکاش تتو کی دآرنا کہجاتی ہے۔

ساتواں انگ دھیان ۔ سُرت یعنی توجہ کو کامل طور پر کسی چیز میں لگادینے کو دھیان کہتے ہیں۔ جب پران برہم رندھر میں پہنچکر ۲ گھڑی تک وہاں ٹھہرے تو دھیان ہوتا ہے۔ من کو لذات محسوسات کی چاٹ لگی ہوئی ہے اسلئے ان کے پیچھے دوڑتا ہے لیکن پرتیہار کرنے سے جب وہ باہر کی طرف سے چت کو موڑیگا تو اسکو یکسوئی کا خاص قسم کا آنند آنے لگے گا اور وہ آہستہ آہستہ کچھ دیر ٹھہرنے لگے گا۔ جب اس ٹھہراؤ کی مشق اس درجہ ہو جاوے کہ جم کر مرکز پر ٹھہرا رہے تو اس سے تصور کا ایک سلسلہ ہو جاتا ہے جیسے ایک بوتل سے دوسری بوتل میں تیل کی دھار جاتی رہتی ہے تو اسکو دھیان کہتے ہیں۔ تصور کا عمل اکثر ناک کے سرے یا بھنوؤں کے درمیان کے نقطہ پر کیا جاتا ہے مگر یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ بہتر یں سادھن یہ ہے کہ اندر کی طرف خیال رہے۔ البتہ جو مقامات مقرر کئے ہیں۔ ان پر سادمیتھ کرنا درست ہوتا ہے دھیان کی کئی قسمیں ہیں۔ پدستھ۔ پنڈستھ۔ رو تھ اور روپاتیت جسکو سن دھیان بھی کہتے ہیں۔

آٹھواں سمادھی ۔ تصور اور دھیان میں استغراق او محویت ہو جائے اور آنند اور سرور کی وجہ سے اور کسی بات کی خبر نہ رہے اس کو سمادھ کہتے ہیں۔ یعنی دھیان کی پختگی ایسی ہو جائے کہ تریٹی یعنی گیان گیئیہ۔ گیانا کا علم نہ رہے۔ یہاں آ کر چت کی ورتی کا نرودھ ہو جاتا ہے اور جس کے آدھار پر من اور چت کی ورتیوں کا کھیل ہو رہا تھا اس کا ابھیاس ہوتا ہے وہ اپنا ہی سچدانند سروپ ہے۔ دیگر جس وقت پران برہم رندھر میں پہنچکر ۱۲ دن تک قائم رہے تو سمادھی ہوتی ہے یہ یوگیوں کی سمادھی ہے اسمیں پران اور اپان بالکل قابو میں آجاتے ہیں اور پران اور اپان روپی سورج اور چندرما جو ہردے میں اُدے اور استھ ہوتے ہیں ان کے پرکاش سے ہردے میں جو بھاسکر دیو ہے اسکو دیکھتا ہے جس کے درشن سے من کا من بھاؤ شانت ہو جاتا ہے حالانکہ پرانایام پرماتما پراپت کا کارن نہیں ہے لیکن من کے شانت کرنیکا جس سے آتما کا درشن ہوتا ہے یہ ایک ذریعہ ہے

سمادھی کی کئی قسمیں ہیں۔ بھگت سمادھ۔ گیان سمادھ لیکن نتیجہ سب کا ایک ہے۔

یوگ نام ملنے کا ہے مگر اس طریقے پر اپنے سروپ کا گیان ہوتا ہے ملاپ کسی سے
نہیں ہوتا اسکی وجہ یہ ہے کہ آتما ہر جگہ محیط کل ہے اس سے بیوگ ہی کب تھا جو
یوگ ہوتا جس کو ایشور یا براہم کہتے ہیں۔ وہ اپنا ہی روپ ہے مگر جیسے جیسے اندر
کے پردے پھٹکر آتم روپ کا ساکشات کار ہوتا جاتا ہے ایسے ہی حقیقت کی سمجھ
آتی جاتی ہے ورنہ وہ محیط کل نقص سے بری ہے اگر یوگ کے یہ معنی ہیں کہ تم بھی رہو
اور ایشور بھی تو یہ یوگ نہیں۔ یہاں تو پھر بھی دو کے دو ہی رہے اور دوئی کا لفظ جدائی
کا مرادف ہے انتصال یا یوگ کو اس سے غرض نہیں۔ جدائی اس وقت تک رہتی ہے
جب تک ہم ایشور کو اپنے سے علیٰحدہ مانتے ہیں اور جدا سمجھ کر اس کی پوجا کرتے ہیں اگر
یہی یوگ ہے تو یوگ سے پہلے بھی یہ حالت تھی اصل غرض یوگ کی یہ ہے کہ اپنے آتم سروپ
کو دیکھ کر دُویت بھاؤ کو جو اپنی غلطی سے بندھن کا کارن بنا ہوا ہے میٹ دیا جائے۔

دوسری جگت سنسار ترنی کی باسنا یا ام یعنی گیان ہی۔ بچار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
سنسار کے پدارتھ سب بھرم روپ ہیں۔ بھرم اس کو کہتے ہیں کہ ہو کچھ اور دیکھے کچھ
سنساری پدارتھ جنکو ہم سکھ روپ سمجھتے ہیں۔ در اصل دکھ روپ ہو جاتے ہیں۔
جیسے مرگ ترشنا کا جل جسکو ہم پیاس بجھانے کے واسطے پانے کا جتن کرتے ہیں مگر
وہ نصیب نہیں ہوتا بلکہ اس کے پراپت کے ہیتو مفت دکھ اٹھانا پڑتا ہے۔ گویا دکھ کی
نورتی اور سکھ کی پراپتی کیواسطے ہی سنسار کا تیاگ اور پرمارتھ کی تلاش ہے دکھ دو
طرح کے ہوتے ہیں۔ من کے دکھ کو آدھ اور دیہہ کے دکھ کو بیادھی کہتے ہیں۔ آدھ تب
ہوتی ہے جب سنکلپ ہوتا ہے کہ فلاں سکھ مجھ کو ملے اور جب وہ نہیں ملتا تو سوچ
کر کے دکھی ہوتا ہے۔ بیادھی تب ہوتی ہے جب بات پت کپھ کا بکار شریر میں ہوتا ہے
دو طرح کی ہے۔ چھوٹی اور بڑی جب شریر کو کوئی دکھ پہنچے اس کو چھوٹی بیادھ کہتے
ہیں یہ اسنان وجپ دوا دارو وغیرہ اوپادل سے نبرت ہو جاتی ہے جنم مرن کے

کے روگ کو بڑی بیا دہ کہتے ہیں۔ اسکا دُکھ من کے شانت ہوئے بغیر دور نہیں ہوسکتا۔
دراصل بیا دہ روگ کا مکھ کارن بھی من کی چنچلتا ہے جو کچھ بھوجن آدمی کھاتا ہے تب
بھیتر جو کنڈلنی شکت پرسیشٹا سے ملی ہوئی ہے وہ اودان بایو کو اوپر مکھ ہو کر پھرتی
ہے اور اپان بایو اس سے نیچے کو پھرتی ہے اوداں اور اپان کا آسمیں بر دودھ ہے انکے
بھوبھ سے اگن اٹھتی ہے جس سے بھوجن پھر پکتا ہے اور سب ناڑیاں اپنے اپنے
بھاگ رس کو لیجاتی ہیں مگر جب راگ دویش سے چت کنڈلنی شکست میں چھوبت
ہوتا ہے تب ناڑی اپنے اپنے استھانوں کو چھوڑ دیتی ہیں اور بھوجن بھی اندر نہیں
پکتا ہے تب اس کچے رس سے روگ اٹھتا ہے جیسے جب راجہ کو چھوبھ ہوتا ہے تو اسکی
سینا بھی چھوبت ہوتی ہے اسی طرح سب روگ باسنا اور من کے بھرنے سے اوتپن
ہوتے ہیں۔ سنسار کے جتنے سکھ ہیں وہ اس شریر کے نمت ہیں جسکا کچھ قیام ہی نہیں۔
کل مرے کل دوسرا دن۔ مرنیکے بعد جو شریر کی بیوستا ہوتی ہے وہ بھی پرتکش ہے
جل کر گرد ہ کر یا کیڑے مکوڑوں کا کھا جا بنکر سب طرح سے مٹی میں ملجاتا ہے اس وقت
اسکو کوئی تکلیف کسی طرح کی محسوس نہیں ہوتی کیونکہ جلاتے یا گاڑھتے وقت کسی کو
آہ زاری کرتے نہیں سُنا۔
اب رہے پرلوک کے سکھ یعنی سورگ و نرک و جنت و بہشت سو جن جیوآتما کو موت جیسے
دکھ سے جسکے خیال تک سے آدمی کانپ اٹھتا ہے کوئی گزند نہ پہنچا اس کو اور کس چیز
سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اس لئے وہ تو خود سچدانند سروپ ہے۔ جو کچھ دکھ ہے وہ اپنے
خیالات کا بھرم ہے اور جو اس لوک یا پرلوک کے سکھ مانے گئے ہیں وہ بھی خیالات کی
گر ہنت ہے کیونکہ اگر کسی خاص پدارتھ میں سکھ ہوتا تو وہ سب کو یکساں ہونا چاہیئے۔
مگر ایسا نہیں ہوتا۔ ایک شخص جس سے کو دکھ روپ سمجھتا ہے دوسرے کے واسطے وہ
بڑی سکھ روپ ہے۔ آدمی میلے سے نفرت کرتا ہے سور اسکو بڑی رغبت سے کھاتا
ہے اس لئے خیال کی ہی درستی لازم ہے اور پانچ ہت سکھ روپ پدار اگر حاصل بھی
ہو جائیں تو پھر چند روز بعد اس سے پورا سکھ پر تیت نہیں ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ

سکھ انی پدارتھ کی تلاش و جستجو ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس پرایت سکھ کا اپنے سچدانند سروپ سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو وہ تچھ نظر آتا ہے اور دوسرے کی خواہش ہوتی ہے جیسے کسی کے پاس اشرفی ہو اور وہ کوشش کر کے پیسہ حاصل کرے مگر جب پیسے اور اشرفی کا مقابلہ ہو تو پیسہ کی کوئی حقیقت نظر نہ آئے گی۔ دراصل پورا سکھ اپنے سروپ میں ہی ہے لیکن اس کے سنکھ ہونا اور اس کا دیدار جبکی وجہ سے یہ سب سکھ ہیچ دکھائی دیں ضرور ہے مگر دیدار اسوقت نصیب ہوتا ہے جب من سب چیزوں کی تمنا اور باسنا کو چھوڑ کر اسکی طرف رجوع ہو اور من کو رجوع جب ہی کر سکتے ہیں جب وہ ہمارے قابو میں ہو اور اسکی چنچلتا مٹ جائے اس کی چنچلتا مٹانیکے واسطے ہی بزرگان دین نے بہت سے شغل اشغال مثلاً ذکر فکر تصور و مراقبہ وغیرہ مقرر کئے ہیں جنکی مدد سے من شانت ہو جاتا ہے اور من کے شانت ہونے سے جو پران اپاں روپی رتھ پر سوار اور ہردے میں براجمان گنیہ ہے اس کا گیان ہوتا ہے جب اپنے سچدانند سروپ کا درشن ہوا پھر سب باسنا مٹ جاتی ہے۔

(۱۷۵) ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی مہاتما نے کسی ذکر کی فضیلت دکھلائی ہے کسی نے کسی اور ذکر کی اور درجہ بھی گھٹا بڑھا کر رکھے ہیں مگر ہماری سمجھ میں تو سب کا درجہ برابر سا ہے او مکاری برت بات ہے کسی کو کوئی آسان ہوتا ہے کسی کو کوئی۔ ہیں سب ذکر ذکر زبانی۔ ذکر قلبی۔ ذکر سری۔ ذکر روحانی۔ ذکر دوامی۔ فنا فی المذکور۔ ان میں سے جو کوئی کسی ایک کو کرتا ہے وہ ایک ہی اسکو منزل انتہائی تک پہنچا دیتا ہے ؏

ایک ہی سادھے سب سدھیں سب سادھے سب جائیں

(۱۷۶) ایک روز ارشاد ہوا کہ اس دوہے میں تین شغل درج۔ دوہا۔

آنکھ۔ کان۔ مکھ۔ مونار۔ موندکے نام نرنجن لے

بھیتر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

اوّل۔ آنکھ بند کرنے سے مراد ہیچ سماوہ ہے جس میں ایک ہاتھ کی دو انگلیوں کو پلکوں پر رکھ کر پلکوں کو ادھر ادھر چلاتے ہیں اور پھر دونوں انگلیوں سے آنکھوں کی

مجازی اور متصل جینی کو دباتے ہیں۔ یہ اعلیٰ مراتب وصال کا ہے۔
دوئم۔ کان بند کرنے سے انہد شبد سُنا جاتا ہے۔ اس کو سن سمادہ بھی کہتے ہیں۔
سوئم۔ منھ بند کرنے سے مراد ادم اسم اعظم کا اُچارن اور پرنو کا جاپ ہے اس کے مختلف طریقے ہیں۔ اول پرایانام میں بھی رے چک پورک وکمبھک کے ساتھ ادم کا اچارن کرتے ہیں۔ دوئم منھ بند کرکے ناک سے سانس لیجاتی ہے اور سانس کی آمد و شد پر خیال رکھا جاتا ہے۔ اور اول نظر کو ناک کی نوک پر جماتے ہیں اور دل میں تصور کرتے ہیں۔ اسکو ناسا گر دھیان کہتے ہیں اسکی ہدایت بھگوت گیتا کے ادھیائے ۶ کے منتر ۱۲ اور ۱۴ میں کی گئی ہے۔ پھر مشغل کی مزاولت سے نظر اوپر کیجانب کو چڑھتی ہے اور دلمیں خیالات کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے جب نگاہ اوپر چڑھنے لگی تو بجائے ناک کی نوک کے ناک کی جڑ یعنی ترکٹی استھان پر جو دونوں بھوؤں کے درمیان ہی نظر کو ٹھراتے ہیں اور اسی جگہ پر ناک سے آنے جانے والی سانس پر خیال رکھتے ہیں۔ اس سے سانس کی رفتار میں ایک قسم کا سکون ہوجاتا ہے اور بطون میں خیالات کا سلسلہ رک جاتا ہے اس کو سہج اوستھا۔ سن دھیان سرت سادھنا اور ترکٹی دھیان بھی کہتے ہیں۔ گیتا کے ادھیائی ۵ منتر ۲۷، ۲۸ میں یہ مشغل درج ہے۔ دوئم جبسوقت خیالات کا سلسلہ رک جاتا ہے تو بہت ہی آنند معلوم ہوتا ہے اور ترکٹی پر دھیان کرنے سے جو کچھ نظر آتا ہے اسکی وجہ سے نظر اور اوپر کیطرف جانے لگتی ہے اس وقت سب دروازوں یعنی جسم کے کل سوراخوں کو بند کرکے دل کو قلب میں روک کر اور نفس کو ام الدماغ میں ٹھراکر پرنو کا اُچارن کرتے ہیں۔ اس کا ذکر گیتا کے ادھیائے ۸ کے منتر ۱۲، ۱۳ میں ہے اور جوگ تشبہہ کے ۵ پرکرن اور سرگ ۷۹ میں اسکی تشریح ہے۔ سوم سدہ آسن یا پدم آسن کی ترکیب سے بیٹھ کر تھوڑی کو کنٹھ سے ملادوے یا گردن سیدھی رکھے اور نظر کو ناک کی نوک پر جماکر سانس کی آمد و شد پر توجہ رکھے اور نظر کو اوپر چڑھاتا جاوے یہاں تک کہ ترکٹی پر پہنچ جاوے مگر اس طریقے میں اول اول ذرا تکلیف ہوتی ہے۔ چہارم ناف سے دس انگل اوپر دل بند کنول کے پھول کی طرح پر رکھا ہوا ہے۔ اسمیں دو دروازے یا سوراخ ہیں اوپر کا سوراخ یعنی

باب فوقانی جسم سے ملا ہوا ہے اور نیچے کا دروازہ یعنی باب تحتانی روح سے ملا ہوا بائیں چھاتی سے چار اونگل نیچے کی طرف ہے۔ اس جگہ پر نظر جمانے اور دھیان کرنے سے دلمیں جو محل برہم کا ہے رسائی ہو جاتی ہے اور اسکے ذریعے سے اوپر کا راستہ مل جاتا ہے۔ دوہا۔

تلسی ایسی پریت کرے جیسے چندر چکور
چونچ جھکی گردن لگی چتوے داہی اور

نظر جمانے کے واسطے اس جگہ چندن یا سفیدی یا سیاہی یا کسی اور چیز کی بندی نشان لگا لیتے ہیں۔

(۱۷۷) ایک روز ارشاد ہوا کہ اجپا جاپ کے سدھ ہونیکے واسطے یہ عرصہ مقرر کیا ہے ۸ ماہ منھ سے جپے اور ۱۶ ماہ کنٹھ سے اور ۳۲ ماہ ہردے سے تو اوسکا دل نرمل ہو اور اس کے سب پاپ دور ہو جاویں۔ اور اگر کوئی شخص ۵ سال ناپھ سے جپے تو رگ رگ ریشہ ریشہ سے نام مالک جاری ہو۔

(۱۷۸) ایک روز ارشاد ہوا کہ اجپا جاپ کرنیوالے مہاتما بہت کم دیکھنے میں آئے اور دراصل اسکے ساد ہنے والے ہوتے بھی بہت ہی کم ہیں۔ اسکے کامل ایک مہاتما سے ایک مرتبہ اس طرح ملنا ہوا کہ پورب کے اضلاع میں ہم ایک استھان پر جا کر ٹھہرے وہاں اکثر ست سنگی جمع ہوتے تھے ہم کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ یہاں ہی رہا کیجئے۔ ایک پرم ہنس یہاں رہا کرتے تھے عرصہ تین سال سے چلے گئے ہیں لیکن یہ کہہ گئے ہیں کہ پھر ایک مرتبہ ملیں گے۔ یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ اچانک وہ ہنس آ گئے سب دیکھ کر حیران ہو گئے وہ فوراً تاڑ گئے اور بولے کہ تم سے ملنے کا وعدہ کیا تھا سو پورا کرنے آئے ہیں۔ ہر چند لوگوں نے بیٹھنے کو کہا مگر بیٹھے نہیں اور واپس جانیکو تیار ہو گئے۔ ان لوگوں کے اصرار سے ہم نے بھی بیٹھنے کو کہا تو بیٹھ گئے۔ جب سب لوگ چلے گئے تو رات کے وقت ہم سے کہا کہ آؤ چلیں بازار میں کچھ کام ہے ہم ساتھ ہو لئے ایک ساہوکار کی دوکان پر گئے تھوڑی دیر وہاں بات چیت کی پھر وہاں سے ہم کو لیکر ایک

اور جگہ گئے پھر وہاں سے قریب بارہ بجے رات کے ایک سیٹھ کے مکان پر جوان کے
شش تھے پہنچے۔ دروازہ بند تھا مگر ہم کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ انکے ہاتھ لگاتے
ہی وہ دروازہ ایسے کھل گیا جیسے کہ صرف کواڑ بھڑے تھے۔ زینہ پر چڑھ کر اوپر پہنچے
تو سیٹھ اور سیٹھانی سو رہے تھے انکو جگایا وہ بھی دیکھ کر بہت حیران ہوئے بڑی
عزت اور خاطر سے بیٹھایا۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ کھنے کو بھی ہے۔ اتفاق سے کوئی کھانے کی
چیز موجود نہ تھی سیٹھانی کھانا بنانے کو اٹھیں ان کو منع کر دیا اور فرمایا کہ آم اور پیڑے
جو رکھے ہیں وہی لے آؤ۔ اور انہوں نے وہی پیش کر دئے تھوڑے سے آپ کھائے
ہم کو بھی دئے لیکن چونکہ بہت بے وقت تھا اس لئے ہم نے تو نہ کھائے پھر آپ نے
پانی پیا اور ہم سے کہنے لگے کہ پرم ہنس جی ان لوگوں سے ملنے کا وعدہ کیا تھا سو پورا کرنا
تھا دیکھئے اجپا جاپ ایسی چیز ہے کہ پران کی گت اس سے بالکل قابو میں آجاتی ہے اور
ہم کو دکھلا کر اجپا کیا اور وہیں چولا چھوڑ دیا۔ واقعی بہت ہی کامل شخص تھے۔ انکو جسم
اور جان کے متعلق امور پر پورا اختیار تھا۔

(۷۹) ایک روز ارشاد ہوا کہ جبلپور میں ایک ملا صاحب گنڈے تعویز کرتے تھے پراپکاری
تھے اور بڑے بزرگ مشہور تھے لیکن فقیری میں ان کا درجہ اعلےٰ نہ تھا انکے ہاں ایک
فقیر آئے ملا صاحب نے ان کو اپنے بالا خانہ پر ٹھہرا دیا وہ رات بھر اجپا میں مشغول چھت
پر گھومتے رہتے تھے۔ ملا صاحب کی نیند میں فرق آتا تھا۔ دو دن تو مہمان نوازی کے
خیال سے کچھ نہ کہا تیسرے دن باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ آپ تو کچھ دیوانے سے معلوم
ہوتے ہیں۔ وہ ہنسکر بولے کہ ہم تو آپکو بھی دیوانہ سمجھ کر ہی آئے تھے مگر افسوس ہے کہ آپ
تو دانا نکلے ہم کو تو درد کے ایک پل نیند بھی حرام ہے اور اس دن وہاں سے اٹھ آئے
اجپا کرنیوالے ایک اور بزرگ سے ملنا ہوا وہ ایک طوائف کے مکان پر رہتے تھے ان کا
درجہ اعلیٰ تھا۔

(۸۰) ایک روز ارشاد ہوا کہ انسان کی زندگی کا اندازہ۔ دن۔ ماہ۔ برس پر نہیں بلکہ
سانسوں کی تعداد پر منحصر ہے۔ حالت صحت میں ۲۱۶۰۰ سانس روز مرہ کی مقرر ہیں ان

کی کمی بیشی سے زندگی کے عرصہ میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ لہذا جن کاموں میں سانس زیادہ چلے ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بیٹھک بارہ۔ چلت اٹھارہ۔ سووت پچیس اور مینتھن ساٹھ لہذا سمادھی وغیرہ لگانے سے جس میں سانس بالکل رک جاتی ہے زندگی بہت بڑھ جاتی ہے۔

(۱۸۱) ایک روز ارشاد ہوا کہ جسوقت شری بابا نانک صاحب بھجن سے فارغ ہوئے تو جابجا گشت کرنا اپدیش دینا شروع کیا جب راجہ شبوناتھ سنگھ کو سرت شبد مارگ کا اپدیش بنام سہج یوگ کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ مہاراج کتب مقدسہ و متبرکہ قدیمیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر مہاتما لوگ چکروں کی صفائی و پرایانام بتاتے تھے جب وہ درست ہوجاتا تھا اس وقت سہج یوگ بتلاتے تھے آپ نے مجھے پہلے ہی سے سہج یوگ بتایا اس میں کیا مصلحت ہے تو بابا صاحب نے جواب دیا کہ اول تو بیشتر کے زمانہ میں عمر دراز ہوتی تھیں اس لئے سب کام اتنے عرصہ میں ہوسکتا ہے۔ اب عمر اس قدر کم ہوگئی ہے کہ سلسلہ سے کل کام اس عمر میں نہیں ہوسکتا۔ دوم اب آدمی ایسے جفاکش اور سادھنا والے نہیں جو اس کو پورا ڈال سکیں اکثر گھبرا کر کمر کھول دیتے ہیں اور کام ادھورا رہ جاتا ہے تیسرے چکروں کی صفائی سے سدھی شکتی حاصل ہوجاتی ہیں اس میں اول تو آدمی کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ دوسرے اس کا اثر صرف اس خاکی جسم تک رہتا ہے چوتھے یہ سفلی مقامات میں ہیں گذر ہوتا ہے اور سہج یوگ کے ذریعہ سے علوی مقامات میں یکدم سے رسائی ہوجاتی ہے اور یہ طریقہ ایسا سہج اور آسان ہے کہ چہ مرد و چہ عورت چہ جواں و چہ پیر ہر ایک اس کو بلا خیال فرصت و وقت کے کرسکتا ہے اس لئے آدمیوں کی عمر و جسمانی تندرستی و مالی ملکی حالت و فکر معاش وغیرہ کل باتوں کا خیال کرکے مہاتماؤں نے اس زمانے کے لئے اس طریقہ کو سب سے زیادہ موزوں و درست سمجھا ہے اس لئے اسکو رواج دیا ہے۔ تم اپنے دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ لاؤ اور اس کو کماؤ۔

(۱۸۲) ایک روز ارشاد ہوا کہ کھچری سوز گداز پیدا کرتی ہے اور اسکو بڑھاتی ہے۔ پرانایام جذبہ کے بڑھنے میں مدد دیتا ہے اور سہج سمادہ سکھمنا کا راستہ کھولتی ہے اور پرکاش ہوتا

ہے۔ ابھیاسے سرت کی ایکتا ہوتی ہے لیکن ان میں سے جس کسی کو بھی ڈرڑھ کر کے کیا جاوے تو ہر ایک منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔ ع

ایک ہی سادھے سب سدھیں سب سادھے سب جائیں

(۱۸۵) ایک روز ارشاد ہوا کہ یہ سات باتیں بھی طالب خدا کو دھیان میں رکھنی چاہئیں اور ان پر عمل کرنا چاہیئے (۱) دوام الوضو (۲) دوام الخلوت (۳) دوام الصوم (۴) دوام الربط القلب بالشیخ (۵) ترک الاعتراض (۶) على الله و على الشیخ (۷) دوام الرضا بقضاء اللہ تعالےٰ۔

(۱۸۶) ایک روز ارشاد ہوا کہ بھوگ اور یوگ میں اوتار اور چڑھاؤ کا فرق ہے یعنی بھوگ میں جیو بندھ دوار اوپر سے نیچے کو اترتا ہے اور یوگ میں ناد دوار نیچے سے اوپر جاتا ہے ہٹ یوگ دوار اس کی سادھنا چھ کریا کر کے ہوتی ہے۔

(۱) گنیش کریا۔ اپان وایو دوار اگنیش کریا ہوتی ہے اور ادھار چکر سادھا جاتا ہے۔ گدا سے جل کھینچ کر اوپر چڑھاتے ہیں اور پھر گرا دیتے ہیں ایسے بار بار مبارک کرنے سے ادھار چکر ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے یوگی اوپر کو چلتا ہے اور تب ادھار چکر شدہ ہو جاتا کہلاتا ہے۔

(۲) بجرولی کریا۔ ادھار چکر کے اوپر سوادھشٹھان چکر ہے جب ادھار چکر شدہ ہو جاتا ہے تب سوادھشٹھان چکر کو بیدھتے ہیں۔ بارہ ادنگل کی سلائی بنا کر لنگ دوار میں اوسے بار بار چلاتے ہیں جس سے پیشاب کی اندری کا چھید شدہ اور صاف ہو جاتا ہے پھر اس اندری کے دوار اجل کھینچ کر چڑھاتے ہیں جب جل کو اچھی طرح چڑھانے اور اتارنے کا ابھیاس بڑھتا ہے تب سلسلہ سے دودھ اور شہد اور پارہ چڑھاتے اور اتارتے ہیں۔ جب ہاؤ بھر پارہ کو چڑھا کر جیون کا تیوں اتارنے کا ابھیاس ہو جاتا ہے تب یہ چکر شدہ ہو جاتا ہے۔

(۳) دھوتی کریا۔ سوادھشٹھان چکر صاف ہونیکے بعد پران اور سمان وایو کو شامل کر کے دھوتی کریا کی جاتی ہے۔ نوگز لمبی اور کہیں کہیں پندرہ ہاتھ اور چودہ ہاتھ لکھی

ہے) چار انگل چوڑی باریک اور نرم ابستر کی پٹی یا دھوتی بتاتے ہیں اسکو تھگوکر منھ کی راہ نگل کر اور پیٹ میں پہنچا کر نکال لیتے ہیں اور پانی پی کر بھیتر آنتوں کو صاف کرتے ہیں اور کپڑے میں جو کف وغیرہ لگ کر آتا ہے اس کو صاف کر کے پھر دھوتی کو نگلتے ہیں اور نکالتے ہیں۔ ایسے بار مبار کرنے سے یہ کریا پوری ہو جاتی ہے اور تب یوگی نابھ سے وایو کو اٹھا کر مٹی پورک چکر میں بھرنا ہے۔ یہ پٹی نئے کپڑے کی ہو جب ذرا بھی پرانی ہو جائے تو پھر بدل دینی چاہئے۔ ورنہ ٹوٹ جائے گا اندیشہ ہوتا ہے۔

(۴) دانتن۔ مہین سوت کی بنکر اور انگوٹھے کے برابر موٹی سوا ہاتھ لمبی دانتن بنا کر گلے میں ہو کر پیٹ میں چلاتا ہے اور پیٹ بھر پانی پی کر نکالا جاتا ہے اس سے پیٹ کلیجہ اور پھیپھڑے کا کف وغیرہ نکل جاتا ہے اس کریا کو کنجر کریا اور گج کرم بھی کہتے ہیں۔ اس سے بڑا آنند ملتا ہے اور پرکاش ہوتا ہے۔ اس کریا سے یوگی اناہد شبد سننے لگتا ہے۔

(۵) لمبکا یوگ۔ پران اپان اور سمان تینوں کو کنٹھ استھان میں اکھٹا ملاتا ہے۔ اسکے سادھن کے سمے کیول دودھ ہی پی کر رہنا پڑتا ہے اناج نہیں کھایا جاتا مکھن اور سیندھے نمک سے جیبھ کو روز مرہ رگڑ کر پتلا کرنا اور جیبھ کی جڑ کی رگوں کو آہستہ آہستہ کاٹ کے اسکو اتنا بڑھانا پڑتا ہے کہ جس سے دسویں دوار تک پہنچ سکے پھر جیبھ کو الٹ کر برہم رندھر کے مارگ کو روک کر اوپر سے ٹپکتے ہوئے امرت کو پیتا ہے۔ اس کے پینے سے شریر کی کانت تیج مے ہو جاتی ہے اور لمبکا یوگ پورا ہو جاتا ہے اور لبشدہ چکر صاف ہو جاتا ہے۔

(۶) نینی بشدہ چکر کے آگے اگنی چکر ہے۔ سوت کی بتی بالشت بھر لا بنی بنا کر ناک میں چلا کر برہمانڈ کو بجلی پر کار صاف کر کے اپنے کنٹھ کی وایو کو اگن چکر میں استھاپت کرنا ہوتا ہے اس سے بڑا آنند ہوتا ہے۔ وایو کو اوپر چڑھا کر جلیبھ سے کنٹھ کے مارگ کو روک کر کنبھک کر کے یوگی سمادھ کو پراپت ہوتا ہے اور شریر شکنت میں مرنگ کے سمان ہو جاتا ہے اور دسویں دوار میں پہنچ کر یوگی نر بکلپ سمادھ کو پراپت ہو جاتا ہے اور استھان پر پہنچ کر یوگی آٹھ سدھ اور نونِدھ کو پراپت کرتا ہے مگر اس یوگ کا

ابھیاس گرو دوارا اور ان سے پوچھ کر کرنا چاہیئے۔ دیکھا دیکھی اور کتاب پڑھ کر کرنے سے کام خراب ہو جاتا ہے۔

دیکھا دیکھی سادھے یوگ
چھیجے کایا باڑھے روگ

بعض مہاتماؤں کی زبانی اور گرنتھوں میں اسکے یہ چھ نام ہی سنے اور دیکھے ہیں۔ (۱) نیتی (۲) دھوتی (۳) وستی (۴) گج کرم (۵) نیولی (۶) نراٹک۔ لیکن یہ صرف لفظی فرق ہے۔ گنیش اور بجرولی دونوں کو وستی کہہ سکتے ہیں۔ نیولی اور نراٹک دونوں کا ابھیاس لمبکا یوگ میں آجاتا ہے۔ ہٹ یوگ میں ان ادویات کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ **ترکیب داتن بنانیکی** مہین سوت کا تار ۲ گز یا ۳ گز لمبا ہو جتنی موٹی داتین بنانی ہو اسی انداز سے اسکی ایک لڑ موٹی بنانی چاہیئے۔ ایسی تین ڈوریوں کو خوب بٹکر اور دوہرا کر کے پھر بٹ لیں جس طرح سے رسی بٹنے کے واسطے لڑیں تیار کرتے ہیں۔ تینوں لڑوں کے عین نصف میں شکم کی جگہ سے دو دو انگل دونوں طرف بٹکر چار انگل کا حلقہ سا بنالیں اسکے بعد گانٹھ دیدیں گانٹھ کے بعد صرف تین ڈوڑے بٹے رہنے دیں۔ باقی کا بل نکال کر نرم کر لیں اور ان کھلے تاگوں کو بالکل بیچ میں رکھکر اوپر سے اُن تینوں بٹی لڑوں کو ایک ایک کر کے رسی کی طرح سے خوب بٹ دیں۔ قریب ایک ہاتھ تک بٹنے کے بعد پھر گانٹھ لگا دیں تاکہ بٹا ہوا حصہ کھل نہ جاوے اسکے بعد کل سوت کھولدئے جاویں اور وہ گبھا یعنی پھندنا کھلے سوت کا گرہ بھر لانبا ہو باقی حصہ کو کاٹ دیا جاوے۔ داتن کی کل لمبائی ہاتھ بھر سے دس گرہ تک ہونی چاہیئے۔ **ترکیب نیتی بنانیکی**۔ بارہ بارہ تار کی چھ بالشت لانبی تین لڑ بناویں تینوں کو علیحدہ علیحدہ خوب بٹلیں پھر دو لڑوں کو درمیان سے ملا کر تین۔ تین انگل کے بعد تیسری لڑ بھی درمیان سے ملا کر تینوں کو بل دیں۔ تقریباً ایک سے سوا بالشت تک بٹجاوے تو گانٹھ لگا دیں تاکہ بل نہ کھلے اسکے بعد بل کو نکالکر سوت کو کھولدیں۔ کل نیتی کھلی اور بٹی ہوئی ایک ہاتھ لانبی ہونی چاہیئے

(۱۵۵) ایک روز ارشاد ہوا کہ پیشتر عام طور سے بہا تما لوگ علم سرودہا کے عالم ہوتے تھے اپنے کل کاموں میں اسکے مطابق دستورالعمل کرتے تھے اس کا طریقہ اس طرح پر ہے کہ جسم انسانی میں تین تین ناڑیاں یعنی اڑا پنگلا و سکھمنا مخصوص رکھی گئی ہیں انکی رفتار پر دھیان رکھنے کو سرودھا کہتے ہیں اور انکے ذریعے سے سانس کی آمد و رفت ہونے سے جسم انسانی پر کیا اثر پڑتا ہے اور پنچ تتو وغیرہ بیرونی مادہ سے ان کا کیا تعلق ہے اس کو اس طرح پر سمجھنا چاہیے۔

داہنے نتھنے کو پنگل یعنی سورج مانا گیا ہے اس سے اگر سوانس کی آمد و رفت ہو تو سورج چلنا کہا جاتا ہے بائیں نتھنے کو اڑا اور چندرما چلنا کہتے ہیں۔ اگر دونوں نتھنوں سے سانس برابر جاری ہو یا حال ہی داہنے سے اور حال ہی بائیں سے چلے تو اس کو سکھمنا کہتے ہیں چت کو استھر کرکے ناک کے اگلے سرے یعنی نوک پر نظر جما کر سوانس کو دیکھنے سے سُروں کا حال معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک سُر ایک نتھنے سے ایک مرتبہ پانچ گھڑی یعنی قریب دو گھنٹے چلتا ہے پھر دوسرا بدل جاتا ہے جب ایک سُر سے دُوسرا سُر بدلتا ہے تو سکھمنا چلتا ہے۔ ایک دن رات میں پانچوں تتوؤں کے بارے دور ہو جاتے ہیں۔ سروں کا حال اس طرح پر ہے۔

نمبر سلسلہ	نام تتو	چال	رنگ	پرمان	جسم میں استھان	آدھار	کرم اندری دوار	گیان اندری	آکار	مزہ	گن	سُر جس سے تعلق ہے	کون کام کرنے کی قوت تیز ہیں	متفرق حالات
۱	پرتھوی	سنمکھ	پیلا	۱۲ انگل تک	کلیجہ	کھانا پینا	گدا	ناسا	چوکور	میٹھا	ستوگن	چندرما	استقلال کے	اس تتو کے وقت لڑائی میں جاوے تو لڑائی برابر رہے
۲	جل	نیچے	سفید	۱۶ "	بھال	میتھن	لنگ	زبان	لانبا	مسیٹھا			جلدی کے	" " فتح ہو
۳	اگنی	اوپر کو	لال	۴ "	پتہ	لوبھ موہ	پیر	آنکھ	ترکونی	چرپرا	رجوگن	سورج	سخت محنت کے	" تو ہارے اور زخمی ہو
۴	وایو	ترچھی	ہرا	۸ "	نابھ	گندہ سگندھ	ہاتھ	توچا	گول یا چھکونی	کھٹا			چر	" تو ہارے
۵	آکاش	ناک کے دونوں سُر پورن	شیام	نتھنوں سے باہر سے معلوم ہو	شیش	شبد کشبد	منھ	کان	شونیہ	کڑوا	تموگن	سکھمنا	بھگوت بھجن	تو مارا جاوے

(۱) داہنے سُر یعنی سورج یا پنگل چلتے وقت یہ کام کرنے چاہئیں۔ تلوار اٹھانا۔ دشمن سے لڑنا۔ بحث مباحثہ کرنا۔ بھوجن۔ اسنان۔ پاخانہ۔ میتھن۔ افسر سے ملاقات۔ لکھنا پڑھنا۔ وِدیا یعنی علم سیکھنا۔ بیوپار۔ گھوڑے

(۲) بائیں سُر یعنی چندرما یا اڑا چلتے وقت یہ کام کرنے چاہئیں۔ بواہ۔ دان۔ تیرتھ۔ کپڑے اور زیور پہننا۔ نئے مکان میں جانا۔ کتاب لکھنا۔ یوگ ابھیاس۔ دوستی۔ دوا کھانا۔ کھیتی باڑی کرنا اور اناج بونا۔ منتر لینا

ہاتھی کی سواری۔ نئی بدیا سیکھنا۔ منتر سدھ کرنا۔ دشمن کے گھر جانا۔ قرض دینا یا مانگنا۔ زہر اور بھوت اتارنا۔ خرید فروخت وغیرہ یعنی کل چر کام اس سُر میں کرنے چاہئیں۔

کرشن پکش یعنی اندھیرے پاکھ کا اس سُر سے تعلق اس طرح پر ہے یعنی اول تین روز سورج چلتا ہے اور پھر تین یوم تک چندرما۔ اسی طرح سے علی الترتیب۔

۱۔۲۔۳	۴۔۵۔۶	۷۔۸۔۹	۱۰۔۱۱۔۱۲	۱۳ - ۱۴۔۱۵
سورج	چندرما	سورج	چندرما	سورج

دونوں میں منگل۔ اتوار اور سنیچر اور راشیوں میں کرک۔ میکھ۔ تلا اور مکر اس سے ملے ہوئے ہیں اور تتووں میں اگن وایو تو اس سُر میں کام کرنے کے لئے ٹھیک ہیں۔

راج گدی پر بیٹھنا۔ گپھا حویلی مکان بنوانا۔ چھپر چھوانا۔ باغ لگوانا۔ حاکم کا قلع میں جانا۔ پانی پینا۔ پیشاب کرنا وغیرہ کل تھر کام اس سُر میں کرنے چاہئیں۔

شکل پکش یعنی اجالے پاکھ کا اس سُر سے تعلق اس طرح پر ہے یعنی اول تین روز چندرما اور پھر تین دن تک سورج اور پھر اسی طرح سے یکے بعد دیگرے۔

۱۔۲۔۳	۴۔۵۔۶	۷۔۸۔۹	۱۰۔۱۱۔۱۲	۱۳۔۱۴۔۱۵
چندرما	سورج	چندرما	سورج	چندرما

دونوں میں۔ سوموار۔ برہسپت۔ اور شکر اور راشیوں میں برکھ۔ برشچک سنگھ اور کمبھ اس سے ملے ہوئے ہیں اور تتووں میں جل پرتھوی چندرما سُر میں کام کرنے کے لئے ٹھیک ہیں۔

(۳) اگر سکھمن میں دنیا کے کوئی کام کرو تو دیر یا نقصان ہو۔ تکلیف یا کلیش ہو۔ کسی سے ملنے جاوے تو آدمی نہ ملے۔ یہی متھن۔ کنیا اور دھن اسکی راشیوں میں اس میں بھجن اور یوگ اور آتم ابھیاس کرنا چاہیئے۔

عمرانسانی پران تتووں کا اثر اور اس سے حالات ذیل متعلق ہیں۔

دن کو چندرما اور رات کو سورج چلنے سے عمر بھرپور ہوتی ہے اگر اس کے خلاف کارروائی ہو تو بیماری پیدا ہو۔ اور اگر اگنی تتو قائم ہو اور آٹھ پہر تک برابر سورج چلتا رہے تو تین سال کا یار ہے۔

اگر سولہ پہر تک برابر چلتا رہے تو دو سال کا یار ہے۔

اگر تین رات و تین دن برابر چلتا رہے تو ایک سال کا یار ہے۔

اگر سولہ دن رات برابر سورج چلتا ہے تو ایک مہینے کا یار ہے۔

اگر ایک ماہ دن رات برابر سورج چلتا رہے تو دو دن کا یار ہے۔

اگر تین رات دن آکاش تتو چلے تو ایک سال کا یار ہے۔

اگر ایک ماہ تک رات کو برابر چندرما اور دن کو سورج چلے تو چھ ماہ میں موت ہو جاوے۔ اگر منھ سے سانس چلنا شروع ہو تو چار گھڑی میں موت ہو۔ پانچ گھڑی تک برابر سکھمن چلے تو مرتیو ہو یا مکتی ہو جاوے۔

کرشن پکش اور دکشنائین سورج میں یوگی شریر تیاگے تو راجہ ہو اور اترائین سورج اور شکل پکش میں شریر تیاگے تو مکتی ہو۔ اگر چار یا آٹھ یا بارہ یا بیس دن تک چندرما چلے تو عمر بڑی ہو۔ جب آئینہ میں اپنا منھ نظر نہ آوے تو پندرہ دن قیام زندگی کا سمجھے۔ جب کسی کو اپنی ناک یا بھویں دیکھنے سے نظر نہ آویں تو تین دن کا مہمان ہے۔ تیل اور پانی وغیرہ اشیاء مجلی میں جب چہرہ یا کوئی عضو چہرہ کا نہ دکھائی پڑے تو اپنے کو پانچ روز کا مہمان سمجھے۔ جب خوشبو اور بدبو تمیز باقی نہ رہے تو تین دن کی زندگی سمجھے۔ اگر بیمار کا سانس ناک سے ٹھنڈا اور منھ سے گرم نکلے تو زیست کی امید نہیں۔ اگر نہاتے وقت پانی جسم پر پڑ کر بالکل نہیں ٹھہرے

تو دس رات کی زندگی سمجھے۔
بیماری کی حالت دریافت کرنے میں یہ بات دیکھی جاتی ہیں کہ اگر پوچھنے والا بائیں طرف بیٹھ کر پوچھے اور بایاں سر اور دھرتی تتو ہو تو روگی مرے نہیں اگر چندر ما بند ہو کر سورج چلنے لگے تو مریض نہ جیوے۔
سفر کے وقت سُروں سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ اگر سورج کا دن ہو اور داہنا سُر ہو تو پہلے تین قدم آگے رکھے۔ اگر چندرما کا دن ہو اور بایاں سُر ہو تو پہلے بایاں قدم چار مرتبہ آگے رکھے۔ داہنے سُر میں پورب اور اتر کو جاتا اور بائیں سُر میں دکھن اور پچھم کی طرف جانا درست ہے۔ اسکے خلاف خراب ہوتا ہے۔ چندرماں کا دن ہو تو بایاں پیر اور سورج کا دن ہو تو داہنا پیر پہلے اٹھانا چاہیئے۔ جون سا سُر چلتا ہو پہلے وہی قدم چلے تو بھی درست ہو جاتا ہے۔
اگر کوئی گربھ کی بابت دریافت کرے تو یہ باتیں دیکھی جاتی ہیں۔ استری کے گربھ کی بابت اگر کوئی دریافت کرے کہ گربھ ہے یا نہیں تو جس طرف دریافت کرنے والا بیٹھا ہے اگر اس طرف کا سُر بند ہے تو گربھ ہے اگر سر چلتا ہو تو گربھ نہیں ہے۔ اگر کوئی دریافت کرے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی تو اگر اسوقت داہنا سُر چلتا ہو تو لڑکا ہوگا اور اگر بایاں سُر چلتا ہو تو لڑکی ہوگی۔
اگر داہنا سُر چلتے وقت دریافت کرے اور اس وقت بایاں سُر بدل جائے تو لڑکا ہو کر مرے گا۔
اگر بایاں سُر چلتے دریافت کرے اور اسوقت داہنا سُر بدل جائے تو لڑکی ہو کر مر جائے گی۔
اگر سکھمن چلتے وقت سوال کرے تو دو بچے یعنی جوڑے ہوں۔
اگر آکاش تتو چلتے وقت سوال کرے تو سنتان نہ ہو یا ہجڑا یا نامرد۔
اگر اگن تتو چلتے وقت سوال کرے تو چھپایا ہو۔ بڑھے نہیں۔ پیٹ میں ہی بلما جائے۔

اگر جل تتو چلتے وقت سوال کرے تو لڑ کا ہو۔
اگر پرتھوی تتو چلتے وقت سوال کرے تو لڑکی ہو۔
گربھادھان کے بارے میں اس طرح پر ہے کہ جس وقت عورت چوتھے دن نہاوے اگر اسکا چندر ما سُر چلتا ہو اور اس کے خاوند کا سورج تو جان لو کہ لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کے برخلاف ہو تو لڑکی۔
اگر جل اور پرتھوی کے یوگ میں گربھ رہے تو لڑکا ہو۔
اگر پرتھوی تتو کے یوگ میں گربھ رہے تو لڑکا دھن وان۔ خوبصورت اور راجہ ہو۔
اگر اگن تتو کے یوگ میں گربھ کرے۔ ماں دکھی ہو اور مر جائے۔
اگر وایو تتو کے یوگ میں گربھ رہے تو لڑکی ہو اگر وایو تتو اور داہنے سُر میں بھوگ کرے۔ اور گربھ رہے تو شریر میں بیماری ہو۔
اگر آکاش تتو کے یوگ میں گربھ رہے تو سوتک موت۔
عام معاملات میں سوال کرتے وقت یہ باتیں دیکھی جاتی ہیں۔ جو سُر چل رہا ہو اُسی طرف سے اگر سوال کرے اور وہ سُر بند ہو جاوے تو کام نہو۔ جل یا پرتھوی تتو ہو اور سورج سُر ہو اور داہنی جانب سے سوال کرے تو کام بنا سمجھو جس طرف کا سُر ہو اسی طرف سے سوال کرے تو اچھا ہوتا ہے۔ اسکے خلاف خراب۔ اگنی یا وایو یا آکاش تتو چلتے وقت دریافت کرے تو شبھ کارج نہو۔ اندر کی طرف سوانس جاتے وقت کوئی سوال کرے تو کہو کام شرطیہ ہوگا جو باہر کی طرف سانس آتے وقت سوال کرے تو کام نہو۔
سُروں سے مرض کا علاج بھی ہوتا ہے یعنی مرض حارمیں چندر سُر کو چلاتے ہیں اور مرض بارد میں سورج کو چلاتے ہیں۔ رات کو بائیں کروٹ سے سونا چاہئے۔

تتوؤں کی پہچان اس طرح پر کرلینی چاہئے۔ ایک شیشہ لو اور زور سے ناک سے اس پر سانس لو تو شیشہ کسی قدر دھندلا ہو جائے گا اگر اس دھندلے حصے کے چار زاویہ ہیں تو سمجھو کہ پرتھوی تتو چل رہا ہے۔ آدھے چاند کی سی شکل ہے تو جل تتو چل رہا ہے۔ مثلث کی سی شکل ہے تو اگنی گول شکل ہے تو وایو اور اگر کان کے مشابہ شکل ہو تو آکاش تتو سمجھنا۔ ایسے بھی کرتے ہیں کہ پانچ گولی ایک ایک تتو کے رنگ کی بنوالیں اور ان کو جیب میں ڈال کر جب تتو معلوم کرنا ہو آنکھ بند کرکے ایک گولی نکال لیں۔ جس رنگ کی گولی نکلے اکثر وہی تتو چل رہا ہوگا۔ مگر یہ بات چرنے مزاولت سے ٹھیک ہوتی ہے۔

سُروُدے کے ذریعہ یوگی لوگ برس پھل یعنی سمت آیندہ کا حال بھی دیکھتے ہیں۔ جس دن اور جس گھڑی میکھ کی سنکرانت لگتی ہے خواہ درمیانی چیت کے مہینے میں پڑوا کو جب شکل پکش لگتی ہے تو علی الصباح دیکھئے کہ کون سُر اور کون تتو چل رہا ہے اور ان کا پھل اس طرح پر ہے۔

اگر پرتھوی تتو اور چندر سُر ہو تو راجہ اور پرجا سکھی ہو۔ ملک میں بارش ہو۔ اناج چارہ بہت پیدا ہو۔

اگر جل تتو اور چندر سُر ہو تو خوب بارش ہو اور آنند منگل سے رعایا رہے۔ اور دھرتی خوب پھلے اور خوب سما ہو۔

اگر پرتھوی اور جل تتو سورج کے ساتھ ہو تو مدھیم سما ہو۔ اگر اگنی تتو ہو تو پرجا کو روگ اور دکھ ہو، راجہ کا مان گھٹے۔ کال پڑے تھوڑی بارش ہو۔ جا بجا آگ لگے ملک میں خوف کلیش اور دنگا ہو۔

اگر وایو چندر سُر میں چلے تو لوگ خوفزدہ رہیں۔ کال پڑے کچھ دنگا فساد ہو۔ اگر وایو تتو سورج سُر میں چلے تو نہ بارش ہو نہ غلہ پیدا ہو۔ آکاش تتو ہو تو اکال پڑے اور تنکا بھی نہ اوگے۔ مینہ نہ برسے اور زراج اپتات ہو۔

اگر سکھمنا سُر ہو تو راج میں اپنا تت ہوا کال پڑے اور دیکھنے والا بھی مرجائے۔

(۱۸۶)

ایک روز علم سُروُدے کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ایک دیوان جوگراج جی نے اس کے ایک عامل کا حال بیان کیا کہ وہ ہر ایک کام سوانسوں کو دیکھ کر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ دیوان صاحب سے ملنے آئے ان کا مکان اندرون محلہ تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ بغیر دریافت و تلاش مکان کے اندر گھستے ہوئے چلے گئے۔ دیوان صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو مکان کا پتہ کیسے چلا تو جواب دیا کہ

"راستہ میں جس قدر چوراہے وغیرہ ملتے گئے وہاں ٹھہر کر سوانس کو دیکھ لیتے تھے جس طرف کا سُر چلنے لگتا اسی طرف کو روانہ ہو جاتے۔ اسی طرح سے دیکھتے ہوئے جب آپکے دروازے کے سامنے پہنچے تو سُر بالکل بند ہو گیا اور ذرا ٹھہر کر بایاں سُر چلا اسی لئے اُسی مکان کے دروازے میں چلا آیا۔

(۱۸۷)

ایک روز بابو کالکاپرساد جی نے ذکر کیا کہ ہم ایک جگہ گئے اور اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ یہاں کوئی فقیر ملنے کے لائق ہیں انہوں نے جواب دیا کہ دو فقیر ہیں ایک مرد اور ایک عورت۔ مرد تو شہر سے باہر رہتے ہیں اور مسلمان ہیں مگر مہابیر کی اُپاسنا کرتے ہیں اور ایک مورت ہنومان جی کی رکھی ہے جو بیمار آتا ہے اس مورت کے سامنے کر دیتے ہیں اور وہ اکثر چنگا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص گٹھیا کا بیمار آیا اس کو تین مرتبہ مورت کے سامنے پیش کیا مگر وہ چنگا نہ ہوا تب تو فقیر صاحب سونٹا اٹھا کر پلٹ پڑے اور مورت کو کھنڈت کر دیا اتفاق سے وہ آدمی چنگا ہو گیا اور نذر بھینٹ لیکر آیا تو فقیر صاحب نے کہا کہ ہمارے بابا نے تم کو اچھا کیا مگر ہٹ کر اور مار کر کھا کر۔ اس لئے تم ان کی مورتی کو درست کرا دو اور نیا چولا چڑھا دو ان سے ہماری بھی بات چیت ہوئی۔ دوسری عورت تھی بازار میں بیٹھی تھی جب ہم اسکے پاس گئے تو وہ تماشا کر رہی تھی۔ ہم اور ہمارا دوست پاس جا کر بیٹھ گئے مگر اس کو

خبر نہیں ہوئی گھنٹے بھر تک نرا ٹک کرتی رہی - بعد دو گھنٹے تک اپنا جسم دیکھتی رہی۔
قریب تین گھنٹے بعد ہوش میں آئی تو ہماری طرف مخاطب ہوئی - وہ ڈائن کا منتر
بھی جانتی تھی - ہم نے اس سے کہا کہ منتر ہم کو بھی سکھا دو - اس نے جوابدیا۔
"اس کو سیکھ کر ناحق خوار ہوگے - میں نے سیکھ کر ہی کیا لیا - گھر بار چھوڑ کر
یہاں پڑی ہوں - اپنے پرائے سب سے بیزار ہوں جب ہم نے اصرار کیا تو سکھلا دیا -
اکیس یوم میں سدھ ہوا - اسکی وجہ سے آنکھ کی پتلیاں الٹ گئیں تھیں اور الٹی مورت
آدمی کی پتلی میں نظر آتی تھی - انھوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ ہم ایک ہٹ یوگی سادھو سے
بھی ملے تھے وہ اُدر تپیا کریا کرتے تھے جسکے اثر سے ان کو یہ بات حاصل ہوگئی تھی
کہ لنگ اندری کو خواہ اندر جسم میں سمیٹ لیں خواہ بڑھا کر لانبا بنالیں اکثر وہ اندری کو
بڑھا کر اتنا لانبا بنا لیتے تھے کہ لنگوٹ اسی کا باندھے رہتے تھے -

(۱۸۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شکتی یا طاقت کل سنسار میں کام کر رہی اور کل
سنسار کی رچنا اسی کا کرشمہ ہے جسم انسان میں بھی وہی کام کرنیوالی شکتی
ہے - اسکو کنڈلنی مہامایا کہتے ہیں اور نابھی تلے اسکا استھان ہے - پیٹ میں
مانس کا ایک کمل ہے اس کمل کے بیچ ہردے کمل ہے اس کمل میں سورج اور چندرمان کی ارستھتی
ہے - اس کمل کے اندر دو اور کمل ہیں ایک نیچے اور دوسرا اوپر ہے آکاش اور
پرتھوی روپ ہیں - نیچے کے کمل میں چندرماں اور اوپر کے کمل میں سورج کا باس
ہے ان دونوں کے بیچ میں کنڈلنی مہامایا رہتی اور سانپ کی طرح ساڑھے تین
لپیٹے مار کر بیٹھی ہے - موتیوں کے بھنڈار کی طرح پرکاشمان ہے اس سے خود بخود
جو وایو نکلتی ہے وہ سانپ کی پھنکار کی طرح پران اور اپان کی صورت میں منتشر
ہوتی ہے اور یہ دونوں وایو ٹکر کھاتی ہیں تو ان سے حرارت غریزی پیدا ہوتی
ہے - جٹھر اگنی اسکا دوسرا نام ہے - یہ پیٹ میں اس طرح سے رہتی ہے جیسے سمندر
میں بڑواگنی رہتی ہے - یہ دونوں جل کو سوکھن کرتی ہیں - پران اور اپان آپس

میں ٹکر کھاتے ہیں۔ اس سے ہردے میں بڑا پرکاش ہوتا ہے اس ہردے میں ایک بھنورا سو نیلے رنگ کا ہے۔ اس بھنورے کے درشن کرنے سے یوگی کی در لاکھ جوجن نیت پر پہنچتی ہے سیتل وایو کو چندرماں اور گرم کو سورج کہتے ہیں۔ اس کے منہ سے پھنکار کی آواز نکلتی ہے اس آواز کو انکار شبد اور پرنو۔ اوراوم اور من وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ واسناؤں سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور طرح طرح کی سنسارک واسنا اس کا وشے ہیں۔ جب کنڈلنی میں پھرنا ہوتی ہے۔ تب من پرگٹ ہوتا ہے۔ جب نشچہ ہوا تب بدھی اتپن ہوئی جب اہم بھاؤ ہوا تب اس سے اہنکار اتپن ہوا جب چنتن ہوتا ہے تب چت اتپن ہوتا ہے۔ رس لینے کی اچھیا سے جل سونگھنے کی خواہش سے پرتھوی۔ اسی طرح سے پانچوں تن ماترا چاروں انتش کرن۔ چودہ اندریان اور سب ناڑیاں اسی کنڈلنی سے پیدا ہوتی ہیں۔ من سے تین لوک چاروں وید اُتپن ہوتے ہیں اور سب کرم دھرم اسی سے پرگٹ ہوتے ہیں۔ یہ ستھول روپ سے پنڈ میں اور سوکشم روپ سے برہمانڈ میں براجمان ہے اور پنڈ سے برہمانڈ کو سکھمنا ناڑی میں ہو کر راستہ ہے پران اور اپان دونوں وایوؤں کو یوگیشور لوگ سکھمنا ناڑی کے مارگ سے برہمانڈ میں پہونچاتے ہیں اک چھن اس استھان پر وایو ٹھہرانے سے سدھوں کا درشن ہوتا ہے۔ سکھمنا کے بھیتر جو برہم رندھر ہے اس میں پورک دوارا جب کنڈلنی شکتی ستھت ہوتی ہے یا ریچک پران وایو کے پریوگ سے بارہ اُنگل تک مکھ سے باہر یا بھیتر یا اوپر ایک مہورت تک ایک ہی بار ستھت ہوتی ہے تب بھی آکاش میں سدھوں کا درشن ہوتا ہے۔

(۱۸۹)

ایک روز دھین صاحب اور میاں کریم کی الف۔ ب کے اشعار پڑھے اور فرمایا کہ اسکے نفس مضمون پر غور کرنا واقفیت کے لئے اس میں کافی مصالحہ موجود ہے۔

الف ایک بھورنگ سائیں ہر گٹ میں واکی پرچھائیں۔

جہاں دیکھو تہاں روپ ہی نیارا۔ ایسا ہے بھورنگی پیارا

وجہن کہے تو کیا کہے کچھ کہنے کی نہیں بات
سمندر سمایو بوند میں اچرج بڑو دکھات

ب بن گر گیہوں بھید نہ پایا دھرتی سے آکاش لو دھایا
پہلے پیت گرو سے کرے۔ پریم ڈگر میں پگ تب دھرے
بن گرو جہن لبت ہے جو کوؤ بسن رنگائے
یہ جگ کی تم جانیو وہ دوؤ داؤ رسے جائے

ت تب جوگ نرائن ابھرے۔ جب برن پد بدھا جھیرے
وہی ہے من میں کپٹ کی ٹاٹی جن سب کھیل کیا ہی ماٹی
جو من کی مین میں چھٹے اور تین تین کا بند ہے تار
وجہن صاحب ابھی ملے تننگ نہ لاگی بار

ث ثابت ہوئے دھیان جو لاگے۔ اپوئی آپ بھرم سب بھاگے
اجپا جاپ تو جپ لے بھائی چھوٹ جائے درپن کی کائی
وجہن کہت سو جاپ کر بیٹھو دھیان لگائے
سرت پھرت وہ راکھئے برتھا سانس نجائے

ج جگت ہیں اور ہم ہیوں۔ جب تو ہیں اکلا کرتہیوں
ابھیں تو وہ سنگی نہیں چھوٹے ون دوپہر جن بیڑا لوٹے
کہنے کو تو پانچ ہیں اور ہیں وہ پورے تیس
انہیں کے کارن نا ملے ابھین لو جگدیس

ح حد بھر یہ بھول ہے تیری۔ ایکو بات نہ مانی میری
اب لگ تو ایسا ہو جاتا۔ جیسے کوؤ بھلا مسدہ ماتا
کہاں گئی تھی بدہ نبری اور کہاں گیا تھا چیت
ایسی مایا پائے کے جو ہرسے گئے نہ ہیت

خے خاوند کیا کہیں ہے پیارا۔ منھ دیکھ تو وسود وارا
سن پڑھے الحمد کا باجا پرجا سے ہوئے جیسے راجا
سبھی ساج تن میں بجیں اور ایسی مچی ہیں راگ
وہن جا کو سن پڑے بڑے ہیں واکے بھاگ

دال دیا من میں جو راکھے پریم کا رس کیسے نا چاکھے
بن مدہ پیئے ہوئے متوارا۔ بس باسر یا کرے بنجارا
وہن جگت میں آئے کے کر یونا توئی مان
دیا دہرم نا چھانڈے جب لگ گھٹ میں پران

ذال ذوق جب لگ تہیں آوے کتنوں ہی کوئی من بھٹکاوے
ہردے لگے نہ پریم کی گانسی کیسے ملیں کہو ابناسی
جبلگ تن ناہیں جرت اور من ناہیں مُرجھات
تب لگ مورت سیام کی وہن کہاں دکھات

رے راز ہیں ایسا کھولا۔ جیسا کچھ منصور تھا بولا۔
سو سب سے رہا توہیں کورا۔ جان پڑت مت لیگے چورا
لاج کا جر تہیں تورے سو تیں ڈارے دھوئے
وہن کہت کیسے بھلا درسن پیا کا ہوئے

زے زر دیکھ تو بھوار ہے سکری ہیں اکارت جیسے
پریم بھٹی کا مدہ پیو چوکھا۔ مٹ جیسے سب من کا دھوکھا
ہوا نسے کا کہہ آدا نتھا اور یہاں کیسے کا آئے
جھوٹی مایا دیکھ کے کیسا رہا بھلائے

سین سہج کا سیکھ لے لٹکا رکا ہے پھرت ہے رات اُت بھٹکا
سو پنچ نہ کر ابہیں ہے سبیرا۔ تر کٹی کوٹ میں کرلے ڈیرا
لاکھ جتن کا جتن ہے سو وہن دیا بتائے

جو سائیں کرپا کریں تو سبھی بات بنجائے

شین۱۳. شور تن میں ہے جھکا۔ اہیں لونہیں جینے دھکا

دن بھر لکھا کرت ہے پاٹی۔ سانجھ بھئی دے سو دت ٹاٹی

شاہ سے کچھ پرچی نہیں اور چوروں سے بیوہار

وجھن کیسا دیکھ تو ہے بھول رہا سنسار

صاد۱۴. صبوری سادھ کو چہیے کٹھن پڑے ناکیھو سے کہئے

یہ سمجھے اپنے من ماہیں۔ ہونا وہی جو ہر چاہے سائیں

آسن مار کے بیٹھ رہو راکھو من میں دھیر

صاحب کے پرتاب سے کٹ جیہے سب بھیر

ضں۱۵. ضرورت اتنا کیجئے۔ نس دن ناؤں نبی کا لیجے

بس تو من بس یہی بچارا۔ تب ہو یہے تورا نستارا

وجھن جگت میں آئے کے جا میں پچھ ہو گیان

نبی نام کی سمرن کرے اور علی سے راکھے دھیان

طوئے۱۶. طالب تو کہاں ہے پورا۔ پریم نگر کا لانگھا نہیں دھورا

واکے آگے اور ہے چلنا۔ سہج نہیں صاحب کا ملنا

پیر نگر کو پہنچے تبی نگر کو جائے

تب وجھن گھٹ ہی کے اندر ہر کا گانوں دکھائے

ظوئے۱۷. ظاہر باطن ہے وہی۔ وہی وہی سب وہی وہی

جیں اپنے من میں یہ بوجھا۔ ہر ہر میں۔ ہر واکو سوجھا

پریم کی ندی گہری جو کوئی اترے پار

عاشق اور معشوق میں ہووے کون وچار

عین۱۸. عشق کا بیڑا ہے نیارا۔ وہاں ودجے کا نہیں گذارا

سیس کاٹ کے ہاتھ جو دھرے تب درشن دہ پیا کا کرے

گلی سانکری بہت ہے اور بیری ہے سب گاؤں
ٹھوکر بہت بچائے کے سنبھل کے دھریو پاؤں

غین۔ غرور نے کھیل بگاڑا۔ دیکھ پڑا نا بیتم پیارا۔ اور ہی باتن رہت ہے راضی کیسا ہارا جات ہے بازی
بازی میں دوجے کا نہیں گذراؤں
جو تو جینا جیت ہے تو صاحب کا جپ ناؤں

فے۔ فرمان طلب کا ایہے۔ کا مکھ لیکر پی کے جیہے وادن کا کچھ سوچ نہ کینے ہر کا ناؤں کبھوں نا لینے
آگے تو کبھوں نا سنی اور ابھوں کہت ہوں چیت
اکدن پھر پچھتائے ہے جب چڑیاں چگیں کھیت

قاف۔ قول تیرا ہے جھوٹا اور ڈھنگ جو ہے سوانوٹھا۔ سنا کیا سادھن کی بانی، پر اب لو بھوا گیانی
جو مت کا ہپنا بھوا واکی کون ہے بات
پہلے کو سوچت نہیں اور باچھے کو پچھتات

کاف۔ کرم ان بڑا ہی کینا۔ مانکھ جنم ایسا ہی دینا۔ یہ تو من میں سوچ گوارا آپ چھپا اور تو ہے اُگھارا
واکا بدلا ایک ہی سو میں دیوں بتائے
بر سیرت لا ایک ہی سو میں دیوں بتائے

لام۔ لوبھ کی چھوڑ دے باتیں۔ میں جو کہی ہیں سیکھ لے گھاتیں۔ جیوتورا چندر کو جیسے چہت چکورا اس لگئے پیا سے
آجو توئی پریم کے رنگ میں تن من لے رنگائی
بور میں دیکھئے لو بھ کدھر دھو جائے

میم۔ محبت چھیئے من میں۔ گھر میں رہے دیے چھہے بن میں

گلے پڑے جب پریم کی پھانسی کہاں اجودھیا کہاں کاشی

جا کے ہردے لگت ہے وجھن پریم کا بان

چھوٹ جات ہے پریم سب اور بہو لجات ہی گیان

۲۵ نون نہیں دو جا کو جگ ہیں۔ اکو ئی آپ ساہی سب ہیں

ہت چت سے سن لے یہ بینا۔ کھل جہیں تورے دھیان کے نینا

وجھن کہے سو بوجھ لے ابہیں ہے یہ بوجھ

اکدن یا ہی بوجھ میں ہو جئے پر سوجھ

۲۶ واؤ۔ وہی اک یار ہے تیرا۔ تسکی گلی کیے نہیں پھیرا

وجھن تھے سو میت بنائے۔ سمجھا نہ مورے سمجھائے

میں جانا تھا چتر ہے تو پر ہے نادان

کتنوں میں سمجھاوت رہوں ایکو کئے نہ کان

۲۷ ہ ہادی ایسا تورے پائے ماٹھوں سوا اپنا چت نہ لگائے

یہی سوچ مو نہیں ادھکاری۔ دیکھئے کیا گت ہوئی تمہاری

یہیں کے ہارے ہار ہے اور یہیں کی جیتے جیت

وجھن کہیں سو مان لے صاحب سے کر پیت

۲۸ ی۔ یاری اب ہر سے کرنا۔ یہی انچھر ہروے لیچ دھرنا

بنت بنت بن جیہے ایسا۔ کوئی دن منصور تھا جیسا

وجھن انچھر ایسے کہے ہیں سادھن کے ہتھیار

بڑھا کے میدان میں پیت کے راکھن ہار

---

۱ الف۔ ایک ایسا رب پیارا۔ جن بھیلا یا جگ سنسارا

کاف نون سے کیا ظہور۔ ایسا ہے صاحب بھرپور

کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
ملا رہے اور نا ملے تا سوں کہا بسائے

ٹ باری یہ تیری بھائی۔ اس باری سے بار نہ آئی
سوچ سمجھ کر دل میں رو۔ نقد عمر کو تم مت کھو
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
عمر بڑھے دنیا کہے سو پل پل گھٹتی جائے

ٹ۔ تسبیح تم مین بس جپنا۔ سچ پوچھو یہ مال ہے اپنا
یہ دنیا دھوکے کی سپنا۔ لاکھوں مر گئے کر کر اپنا
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
نیکی اپنا مال ہے جو حق لے بخشائے

ث۔ ثابت شریعت پر رہنا۔ بن شریعت کوئی بات نہ کہنا
تھوڑا کرے بہت سا پاوئے
نیت پاک سے جو بن آوے
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
نیت شرع میں مول ہے جو کچھ کرے سو پائے

جیم۔ جگت میں کپٹ نہ کیجے سچے دل سے رب بیچ لیجے
کپٹی رب سے دور پڑا ہے
کپٹ نیت یہ کار بڑا ہے
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
کپٹ کی طائی دور کر تبھی خدا کو پائے

ح۔ حلال جس نے پہچانا کلوا من طیبات کمانا۔ چھوٹے مورکھ سچا سیانا
اس نے مانا
سچا دو جگ بھلا
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
حلال کھائے اور سچ کہے وہی خدا کو پائے

خ - خالق سے دھیان جو لاوے بزرگ جان کے دنیا دہائے
جو سمجھے برا آپ کو وہی بڑا ہوشیار اللہ کا محبوب ہے خلق کرے گی پیار
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
مرنے سے پہلے مرے نبی دیا فرمائے
دال - دین بس سے نہیں جانا۔ بیس اکارت اپنی مانا
اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ رب نے کہا۔ قَالُوْا بَلٰی کا وعدہ رہا
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
عدم سے کیا کہہ چلے یہاں کیا کیا آئے
ذال - ذکرِ جو نیہ نہ لایا۔ خود ہی گمان جو رب بسرا ایا
جاگن کیدن سو رہا رب کو دیا بھلائے چیذن پیڑ لگا ہے کے بیری دی بوائے
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
اب سمجھو تو خوب ہے مرگ بعد پچھتائے
رے - ریاض ایسا کر بھائی جس سے دیوے رب دکھلائی
بے مرشد یہ کب ہو بھائی - دل درپن جب چھوٹے کائی
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
بے مرشد یہ کب بنے جنم اکارت جائے
زے - زر مال بہت سا لینا۔ راہِ خدا میں کبھو نہ دینا
مالک تھے سو مر گئے جگ میں سوم کہلائے مال پڑا سب رہ گیا جو چاہی سو کھائے
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
دیا ہاتھ کا ساتھ ہے دیا ہوئے تو پائے
سین - سر ایک ادر بتا دیں جس سے لوگ خدا کو پا دیں
منہ کان کر آنکھیں بند۔ گوشہ پکڑ یہی ہے پسند

کریم کہے تو کیا کہے۔ کچھ بھی کہا نہ جائے
نسخہ یہ مشہور ہے جو چاہے آزمائے

شین[۱۳] ۔ شمس سے بات ہے ظاہر۔ سنت نبی سے ہو تو ماہر
بے سنت جو پکڑے گیان۔ آدم نہیں وہ ہے شیطان
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
خلاف نبی کے جو کرے وہ کب منزل پائے

ص[۱۴] ۔ صاحب سے دھیان لگاؤ۔ اِدھر اُدھر مت من بھٹکائے
نحن اقرب رب نے کہا، شہ رگ سے نزدیک رہا
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
چھپا گلے کے پاس ہے ڈھونڈھا کرے تو پائے

ض[۱۵] ۔ ضرور اتنا ہے بھائی۔ عجز کرو تو ہووے صفائی
جس سے عجز خدا سے کیا۔ حق عبدیت اُس نے لیا
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
ربنا ظلمنا آدم بولے بخشا اُسے خدائے

ط[۱۶] ۔ طمع مت کر جنجالی۔ طمع کے تینوں حرف ہیں خالی
طمع دنیا کی کچھ مت کرو۔ طمع دین کی ہردے دھرو
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
طمع کرے محروم ہو کچھ بھی ہاتھ نہ آئے

ظ[۱۷] ۔ ظلم بے جا ہے بھائی۔ ظالم نے کچھ عمر نہ پائی
پڑھا ہووے کر عمل اور بوجھ اَن پڑھ ہو عالم سے پوچھ
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
حدِ شرع جو توڑ دے وہ ظالم کہلائے

۱۸ عین - عبادت خالص کرنا - دوجے پر مت ہر دے دھرنا
دوئی دلوں سے دور کر تجھ کو دیا بتائے - ایک سچے کو پوچ لے جو تو سچا ہو جائے
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
ہے تیری مٹھیونا ہری خود چاہے تو آئے
۱۹ غین - غرور برا ہے بھائی - عزازیل کی دیکھ تباہی
بغض و تکبر دور کر کر سینے کو پاک سینہ سے کینہ کٹے تبھی ہو آئے پاک
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
مرشد کی خدمت کرے تبھی بھید یہ پائے
۲۰ ف - فقیری ایسی کیجیے - شریعت باہر قدم نہ دیجے
ایک لفظ منصور تھا بولا - اس پر حکم شرع تھا کھولا
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
شریعت اندر خوب ہی مرشد دے بتلائے
۲۱ ق - قناعت اتنی جانو - بھوکے نبی کی تم پہچانو
جب حضرت کو فاقہ ہوا - صبر کی رب سے مانگی دعا
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
فخر فاقے کو جان لے تبھی یہ کوچہ پائے
۲۲ ک - کرم رب ایسا کینا - نبی سا مرسل ہم کو دینا
گنہ کریں منہ مسخ نا ہووے - اگلی امت بندر ہووے
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
احمد ایسا پیشوا اس کو دیا بنائے
۲۳ گ - گمان تم بد مت کرنا ظنوا المومنین اخیر پڑھنا
جو پکڑے نیچے کا ساتھ وہ ڈوبے گا اوگھٹ گھاٹ

کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
اوچھے کر سے جو کرے پھر پاچھے پچھتائے

ل۲۲۔ لیاقت تب بن آوے۔ بیری نفس جو مار گراوے
سانپ نفس یہ کال بڑا ہے۔ اس کا کاٹا کون بچا ہے
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
سو رہے تحقیق جو اس کو مار گرائے

م۲۳۔ موت برحق ہے مرنا۔ دل آزاری کبھی نہ کرنا
کعبہ ابراہیم بنایا۔ دل پر خاص خدا کا سایا
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
وہ آدم سب سے بُرا جو دل کو دے دکھائے

ن۲۴۔ نصیحت ہردے دھرنا۔ جو کچھ کہے وہ ہردے دھرنا
کل کی کس کو بوجھ ہے جان جسم کا ساتھ۔ انت کال پچھتائے گا جب پڑا رہے گا کھاٹ
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
دم غنیمت جان لے جو تن میں من سمائے

و۲۵۔ وقوف جب ہی کچھ آوے۔ جب اچھوں کی صحبت پاوے
یوں اللہ ہے سب کے پاس جیسے ہووے پھول میں باس
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
تل کی اوٹ پہاڑ ہے جو مرشد دے بتائے

ہ۲۶۔ ہم راز اک اور بتا دیں۔ فقیر علماء کی دولی چھڑا دیں
باطن میں سب ایک ہیں اور ظاہر میں کچھ اور۔ شریعت پر مضبوط ہو تو بھی ملے یہ ٹھور
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
تل کی اوٹ پہاڑ ہے جو مرشد دے بتائے

۲۹ لا نفی کا ہا اثبات۔ الا اللہ تب ہووے سانت
محمد رسول کا کلمہ یہی بنا دین کی اس پر رہی
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
بے کلمہ بے کام ہے جو ظاہر کرو چھپائے

۳۰ یاد رب ہر دم کہنا۔ کراما کاتب دوے ڈرنا
غیبت فحش یا لفظ قرآں۔ منہ سے نکلے لکھ لین جان
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
اچھی بات نکالیو کر بری نہ لکھی جائے

۳۱ تیسوں شعر ہو ہوئے کر بس۔ شعر ہوئے اٹھی اور دس
جو کوئی کہے سنے اے یار۔ حق بخشے در روز شمار
کریم کہے تو کیا کہے کچھ بھی کہا نہ جائے
تھوڑی بہت سی بندگی کر جو کچھ بن آئے

(۱۹۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ سدھیاں تین طرح کی ہوتی ہیں۔ (۱) اپادی سدھ کہ یہ چیز مجھ کو ملے۔ اس کے لیے اگیانی جتن کرتے ہیں دوسری سدھی ہے کہ یہ دکھ میرا نبرت ہو اور میں سکھی ہو جاؤں یہ چنتا اگیانی کو رہتی ہے۔ تیسری سدھی یہ ہے کہ میں جو کرم کرتا ہوں اس کا پھل مجھ کو ملے۔ یہ وچار کرنے والا بھی اگیانی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو کرتا مانتا ہے۔ گیان وان اس سے خلاف رہتا ہے اور جو وہ اس میں برتتا ہے تو بھی اس کو یہ نشچے رہتا ہے کہ میں نہ کرتا ہوں نہ بھوگتا ہوں جوگ کر کے یہ آٹھ سدھیاں پراپت ہوتی ہیں۔ دیش کال وستت کر یا سب ان کے بش ہو جاتی ہے۔

(۱۹۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ آٹھ سدھیاں یہ ہیں۔ (۱) انوما اس کی سدھا سے یوگی اپنے شریر کو جتنا چاہے چھوٹا بنا لے ہے (۲) مہما کے دوارا اپنی دیہہ کو جتنا چاہے بڑا کر لیتا ہے (۳) گرما کے دوارا جتنا چاہے بھاری ہو جاتا ہے۔ (۴) لگھما کے دوارہ جتنا چاہے شریر کو ہلکا بنا سکتا ہے۔ (۵) پراپت سے یوگی جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ (۶) پرکاشکایا پراکامیہ سے من مانچھت سب کچھ پراپت ہو جاتا ہے (۷) ایشتا کے دوارا اپنے کو سب سے سریشٹھ پرمانت کرا سکتا ہے۔ (۸) بشی کرن کے دوارا وشو کو اپنے بس میں کر سکتا ہے۔

(۱۹۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ نو ندھی یہ ہیں۔ (۱) مہا پدم (۲) پدم (۳) کچھپ (۴) مکر (۵) مکند (۶) کھرب (۷) شنکھ (۸) نیل (۹) کند۔ ان نو ندھیوں میں علیحدہ علیحدہ گن ہیں۔ ہر ایک ندھی پر دیوتاؤں کی چوکی ہے۔ جب ان نو ندھیوں کو پراپت کر لیتا ہے تب اپنی شکتی سے جس کو چاہے راجہ یا دردری بنا سکتا ہے اس میں تمام ایشوریہ آجاتے ہیں۔ یہ نرنجن کا استھان کہلاتا ہے

دوہا۔

مہا پدم اور پدم پن کچھپ مکر مکند
شنکھ کھرب اور نیل لے اپر کھاوت کند
یہ نو ندھ ہے جگت میں بر لے کا ہو دیکھ
تے پا بلبھ راج کے پرت بھکاری بھیک
مہا پدم کچھپ پدم مکر نیل اور کند
شنکھ کھرب یت نام لے نو ندھ سہت مکند

महा पद्म श्च पद्म श्च शंखो मकरकच्छपी
मुकुन्द कुन्द नीला श्च खर्व श्च निधयानव

(۱۹۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک شخص بارہ سال عبادت کرکے اپنے گرو سے ملنے آیا تو راستہ میں جو دریا تھا اس کے اوپر سے چل کر نکل آیا اور اپنے مرشد سے اس شکتی کے حاصل کرنے کا حال عرض کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ تم نے بارہ سال میں ایک تانبے کا پیسہ پیدا کیا۔ کیونکہ دریا کی اترائی کی یہی اجرت ہوتی ہے۔

(۱۹۴)

ایک روز ایک صاحب نے عرض کیا کہ مہاراج بیداری کی حالت میں شبد اکثر سنائی دیتا رہتا ہے مگر حالتِ خواب میں بالکل نہیں سنائی دیتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شبد سنائی دیتا ہے ستھول مقام کا ہے کیونکہ حالتِ سپن حالتِ جاگرت کی نسبت لطیف اور سوکشم ہے اس حالت میں داخل ہونے سے شبد غائب ہو جاتا ہے۔ شری مہاراج نے سن کر فرمایا کہ جو شبد سنائی دیتا ہے وہ تو اعلیٰ مقام کا ہے مگر وجہ یہ ہے کہ حالتِ جاگرت میں سُرت پر کچھ قبضہ اور اختیار ہو گیا ہے اور سُرت ٹکنے لگی ہے اس لئے شبد برابر سنائی دیتا رہتا ہے مگر حالتِ سپن میں جو کہ لطیف ہے سُرت بالکل نہیں ٹکتی۔ اس لئے شبد نہیں سنائی دیتا۔

(۱۹۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ اہلِ ہنود اور اہلِ اسلام دونوں مذہب کے بعض بعض بزرگوں کا ایسا خیال معلوم ہوا ہے کہ جب سلطان الاذکار کا غلبہ ہوتا ہے تو ذاکر اپنے ذکر کی آواز خود ہی نہیں سنتا ہے بلکہ غیر آدمی بھی حسبِ مراتب ذکرِ قلب کی آواز سنتے ہیں گو ایسا ہوتا ہو مگر ہمارا ذاتی طور سے اتفاق نہیں کہ غیر بھی سن سکیں وجہ یہ ہے کہ ذاکر بھی جو سالک ہو وہی اپنے دل کا ذکر سن سکتا ہے اور کو قوت نہیں۔ پھر خیال کرنے کا مقام ہے کہ دوسرے آدمی ذاکر کے قلب کے ذکر کی آواز کیسے سن سکتے ہیں۔ ذاکر کی خود البتہ ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ اگر اس کے

اس ڈھول نفیری بھی بجتے رہیں اور کیسا ہی شور و غل ہوتا رہے وہ اپنے قلب کی آواز اور انا ہد شبد کی آواز سن سکتا ہے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ جس وقت انسان مانسی شریر یعنی من کے طبقہ تک پہنچ جاتا ہے اس وقت وہ البتہ سب کے دل کا حال اور سب کے دل کی آواز سن سکتا ہے اگر دوسرے آدمیوں سے مراد ایسے ہی کسی شخص سے ہو تو البتہ اس کے واسطے ممکن ہے۔

(۱۹۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ یہ تو ہر ذی عقل تسلیم کرتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور جس صفت کے باعث وہ اور حیوانوں سے ممتاز ہے وہ عقل ہے اسی کی بدولت وہ نیکی بدی برائی اور بھلائی میں تمیز کرتا ہے یہی عقل اس کو بتلاتی ہے کہ درد یا بے چینی اگر جسم میں پیدا ہو جائے تو ان کو رفع کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے اور کس طرح سے رفع کرنا چاہیئے۔ جب انسان کو کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تو وہ اپنے آپ کو تندرست سمجھتا ہے۔ جب کسی باعث سے اسے درد یا بے چینی محسوس ہو تو اس حالت کو بیماری کہتے ہیں۔ یہ بیماریاں کئی قسم کی ہیں جب سے انسان بنا ہے تب سے ہی اسکی بیماریاں بھی ساتھ ہیں اور تب ہی سے اسکے معالج بھی موجود ہیں۔ پہلے کون ڈاکٹر تھا اور اس نے کیونکر علاج سیکھا اس سے بحث نہیں مگر ہاں رفتہ رفتہ حکمت کا علم پختہ ہو گیا۔ ایک یہ بات بھی ہے کہ انسان کے ذمہ صرف یہی فرض نہیں کہ وہ اپنے جسم کا ہی خیال رکھے بلکہ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے اخلاق بھی ٹھیک ہوں اور وہ دنیا میں امن و چین سے زندگی بسر کرے۔ اس بات کو ہر شخص مانے گا کہ گو انسان خوب تندرست و موٹا ہو اگر وہ ڈاکو زانی یا مفسد ہے تو اس کے وجود سے سوسائٹی کو کوئی فائدہ نہیں۔ اگر کوئی تندرست آدمی خلق کا بھی اچھا ہو تو اس کی ذات سے کئی قسم کے فائدہ وابستہ ہوتے ہیں جس قدر زیادہ فائدہ کسی شخص سے لوگوں کو پہنچے گا اتنا ہی وہ زیادہ نیک اور مقبول بارگاہِ الٰہی ہوگا۔

حسد، کبر، غرور وغیرہ اخلاقی امراض ہیں۔ قلبِ انسانی کی وہ حالت جب کہ وہ مطمئن ہو روحانی صحت کہلاتی ہے اور جب اس میں اضطراب ہو تو ایسا دل بیمار دل کہلاتا ہے۔ کانشنس یعنی ضمیر سے انسان کو اپنے فعل کا بھلا یا بُرا ہونا معلوم ہوتا رہتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بار بار گناہ کرنے کے باعث دل سخت ہو جائے اور آدمی محسوس نہ کرے۔ غرض جہاں جسمانی امراض کے علاج اور معالج ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اخلاقی وروحانی مرضوں کا علاج اور اس کے معالج بھی ضرور ہونے چاہئے۔ ان معالجوں کو نبی۔ رسول۔ صوفی۔ سنت۔ سادھو وغیرہ کہتے ہیں ان کے اوصاف یہ ہیں کہ ان کے نفسانی جذبات ہمیشہ کے لیے دب گئے ہوں اور اعلیٰ اخلاق کی زندہ تصویر ہوں۔ ان کا دل خداوند پاک کی محبت سے پُر اور رے، عشقِ الٰہی سے سرشار ہو اور ہر وقت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں سمجھے۔ ایسے شخص کو دنیاوی عزت وجاہ وجلال کا مطلق خیال نہیں ہوتا اور گو وہ دنیا میں رہتے ہیں مگر اس کی چیزوں سے دل نہیں لگاتے۔ ان کا دل مخلوقِ خدا کی ہمدردی سے پُر ہوتا ہے ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ بندگانِ خدا کے روحانی امراض کا علاج کریں جس طرح سے جسمانی معالجوں کے اصول ہیں اسی طرح سے سنت مت کے بھی چند اصول ہیں۔

گیتا کے ادھیائے دویم کے منتر ۵۵ سے ۵۸ تک میں ان کی تعریف اس طرح سے کی ہے کہ جو انسان دل کی سب خواہشوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور اپنی ذات میں مسرور ہو جاتا ہے تب وہ ستھانت بُدھی کہلاتا ہے۔ جو دکھ کا اندیشہ نہیں کرتا اور سکھ کی تمنّا نہیں کرتا اور الفت، خوف اور غصّہ سے بری ہے وہ ستھانت بُدھی والا ہے۔

جو سب سے بے تعلق رہتا ہے اور نیکی بدی کے پیش آنے پر خوشی اور رنج نہیں کرتا وہ ستھانت بُدھی والا ہے۔

مثل کچھوے کے جو اپنے عضووں کو چاروں طرف سے سمیٹ لیتا ہے اور

حواسوں کو محسوسات سے ہٹا دیتا ہے وہ شانت بدھی والا ہے ۔ اور قرآن شریف میں بھی لکھا ہے کہ جس دن مال اولاد کچھ کام نہ آئیں گے مگر وہ جو اللہ پاک کے ... سامنے سلیم دل لے کر حاضر ہو۔

ڈاکٹروں کا قول ہے کہ تندرست اعضاء سے ہی تندرست افعال ظاہر ہوتے ہیں ۔ یہ ممکن نہیں کہ آنکھ بھینگی ہو اور انسان ٹھیک دیکھ سکے یہی حال انسانی من کا ہے اگر یہ من سلیم یعنی تندرست ہے تو اس کے اخلاق بھی اچھے ہوں گے۔ یعنی سنتوں کا سارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسانی من کی حالت صحت میں آجاوے۔ اس من کی بہت سی برتیوں میں سے ایک یہ بھی برتی ہے کہ جس کی طرف انسان پورے طور سے دھیان کرتا رہتا ہے اس کے فوٹو اپنے میں جذب کر لیتا ہے ۔ یہ تعجب کی بات نہیں لوہا جب مقناطیس کے پاس دیر تک رکھا جاوے تو اس میں کشش کی طاقت ہو جاتی ہے سنتوں کا وچن ہے کہ مالک سب سے بزرگ و برتر ہے اور جس قدر شبھ گن ہیں سب اسی ذات پاک میں بدرجۂ کمال موجود ہیں اس لیے انسان کو بھی سب تعلقات چھوڑ کر اسی کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہیئے ۔ شری کرشن بھگوان جی کا ارجن کو گیتا کے اٹھارھویں ادھیائے کے منتر ۶۶ میں اپدیش ہوا کہ سب دھرموں کو چھوڑ کر میری شرن ہو ۔ ایسا ہی قرآن شریف میں ایک آیت ہے :-

و تبتل الیہ تبتیلا - یعنی سب کو چھوڑ کر اسی کا ہو رہ ۔ یہ ہر دو اقوال اس پر دال ہیں اور ان کی یہی منشا ہے اور جب یہ حالت ہو جائے گی تو ایشوری گنوں سے ہر انسان رنگا جائے گا اور جس قدر تعلق ہیں سب عارضی ہیں صرف یہی تعلق دائمی ہے اسی بات کے حاصل کرنے کے لئے انھوں نے مختلف طریقے تجویز کیۓ ہیں اور ان کو ابھیاس کی جگتیاں اور طریقت کے قاعدے بھی کہتے ہیں ان پر عمل کرنے سے انسان کا دل آروگ ہو جاتا ہے ۔

امراض دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ متعدی و غیر متعدی ۔ متعدی کی عام مثال طاعون ہے ڈاکٹر لوگ ہدایت کرتے ہیں کہ بیماری کے آغاز میں مریضوں کو

الگ کیا جاوے جب بیماری زیادہ پھیل جاوے تو انسان کو چاہئے کہ انسان خود بیماروں سے الگ رہے اکثر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ روحانی بیماری بھی متعدی ہوتی ہے چونکہ خداوند کریم کی عادل حکمی کا مرض سو میں سے ۹۹ کو ہوتا ہے اور مجرے اخلاق بھی کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں اس لئے یہ تو ممکن نہیں کہ لوگوں کو الگ کیا جاوے مجبوراً انسان کو خود برے لوگوں سے الگ رہنا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان تارک الدنیا ہو بیٹھے بلکہ چند دنوں کے واسطے ان سے الگ رہے یہ ہی خلوت اور تنہائی کے معنی ہیں۔ جس طرح سے طالب علم کچھ مدت کے واسطے اپنے خویش و اقارب سے تعلیم کی خاطر دور کیا جاوے تو اس کو نکما نہیں کہہ سکتے بلکہ اس علیحدگی سے اس کے متعلقین کو ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی سے بہترین امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ ویسے ہی اس چند روزہ الگ رہنے سے مبتدی کو نکما یا ناکارہ کہنا سخت غلطی ہے بلکہ یہ شخص چند ایام الگ رہ کر اپنے باطنی علم میں کمال حاصل کر کے اپنے ابتدائی جنس کو فائدہ پہنچاتا ہے اس کے متعلق ایسا کہا گیا ہے کہ سنت خواہ ہزار سال تک الگ رہے آخر اس کو یہی حکم ہونا ہے کہ اگر ہماری بارگاہ میں پہنچنا ہے تو مخلوق خدا میں جا کر رہو اور ان کی خدمت کرو۔ بعضوں کے نزدیک خلوت در انجمن ہی کافی ہے۔

چوں ہر ساعت از تو بجائے رود دل　　بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی
دگر مال و جاہ است و زرع و تجارت　　چوں دل با خدا است خلوت نشینی

اگرچہ مطلب سب حکیموں کا ایک یہ بھی ہے کہ بیمار کو صحت ہو تاہم طریق عمل مختلف ہے کوئی یونانی حکیم ہے کوئی ویدک کوئی ہومیوپیتھک کوئی ایلوپیتھک ہے لیکن ایک صحت قائم کرنے کے واسطے مختلف طریقہ علاج برتے جاتے ہیں۔ ہر ایک ملک کی آب و ہوا و طریق روش گرمی سردی تغیر و تبدل اختلاف طبائع کے

مطابق مختلف ادویات کے تبدیل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح سے روحانی
حکیموں کا مطلب بھی ایک ہے کہ قلب انسانی یعنی پنڈی یا جیوانی من سیدھا ہو کر ایک
عمدہ حالت میں آجاوے یہ لوگ بھی مختلف واقعات ہر نوع کے جاننے والے ہوتے
ہیں اس لئے لوگوں کے حوصلے واعتبار کے مطابق مختلف طریقوں سے ان کو تعلیم
و تلقین کرتے ہیں اور جس طرح سے ایک ہی ادویہ کے مختلف طریقے علاج میں مختلف نام ہوتے
ہیں اسی طرح سے سنت اور فقیروں کا اپدیش بھی یکساں ہے صرف بولی کا فرق ہے۔ علاج معالجہ میں دوا
کا اثر اور اعتقاد، دو چیزوں کی سخت ضرورت ہے اگر اعتقاد حکیم پر نہ ہو تو علاج کیسے شروع ہو۔
البتہ فائدہ اور دوا کے اثر کے ساتھ اعتقاد میں کمی بیشی کی صورت ہو جاتی ہے پہلے پہل یہ اعتقاد
دوسروں سے حکیم کی شہرت سن کر ہوتا ہے اور شروع شروع میں جب کسی آدمی کو سخت تکلیف
ہوتی ہے تو وہ چوں چرا کئے بغیر اس حکیم کے حکم کی تعمیل کرنے پر آمادہ ہو
جاتا ہے اس کو ادویات کے فائدہ استعمال کے اصولوں پر بحث کرنے کی
فرصت نہیں ہوتی ہے اسی طرح سے روحانی مرض شدید جس آدمی کو ہو وہ
بھی بہت بحث و دلیل نہیں کرتا بلکہ دفعۂ مرض کے واسطے اعتقاد سے کام لے
کر سنتوں کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے لگ جاتا ہے۔ اعتقاد و عقل سے
پختہ ہو جاتا ہے لیکن اتنا خیال رکھنا چاہئے کہ عقل انسانی کی پہنچ کی بھی کوئی حد
ہے۔ حواسِ خمسہ پر عقل کا سارا دار و مدار ہے اور حواسِ خمسہ بہت ہی غلطی
کرتے ہیں۔ درخت جو کہ یقیناً زمین پر جمے کھڑے ہیں آنکھ کی غلطی سے
ناؤ پر بیٹھے ہوئے آدمی کو چلتے نظر آتے ہیں جیسا حال بصارت کا ہے ویسا
ہی اور حواسوں کا بھی ہے۔ سائنس میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کو عقل تحقیق
نہیں کر سکتی مثلاً پانی سو درجہ پر پہنچ کر جوش مارنے لگتا ہے اور پھر چاہے
جتنا گرم کیا جاوے جب تک پانی پانی کی صورت میں رہے گا اس کی حرارت
ایک خاص درجہ سے نہیں بڑھتی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ پہلے سو درجہ تک
حرارت کیوں بڑھتی گئی اور بعدہ پھر آنچ کو کتنا ہی تیز کریں حرارت نہیں بڑھتی۔

کہا جاتا ہے کہ پھر زیادہ گرمی بخارات بنانے میں مصروف ہوتی ہے تو سوال یہ ہوتا ہے کہ کیوں سو درجہ سے پہلے بخارات بننے شروع نہیں ہوتے غرض اور بھی بہت سی باتیں دنیا میں ایسی ہیں جن کو عقل حل نہیں کر سکتی۔ عقل کی مثال ایک ربر کے رسے کی طرح سمجھنی چاہیئے ایسے رسے کو ایک حد تک کھینچ سکتے ہیں مگر زیادہ کھینچنے پر اس کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے یہی حال عقل کا سمجھنا چاہیئے جہاں تک اس کی پہنچ ہے وہیں تک اس سے کام لینا چاہیئے جنھوں نے اس کی طاقت سے بڑھ کر کام لیا تو تاریخ شاہد ہے کہ آخر ہمیشہ کے لئے ان کی عقل بے کار ہو گئی لہٰذا جہاں عقل نہ پہنچ سکے اس سے انکار نہ کرنا چاہیئے ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد اس بات کو سمجھنے کی قابلیت ہو جاوے۔

(۱۹۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ چشم ظاہر بین سے یہ جسم ٹھوس ماس کا لوتھڑا سا نظر آتا ہے مگر دراصل یہ ایسا نہیں ہے اگر خوردبین سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک مربع انچ جگہ کے اندر ہزاروں بلکہ لاکھوں سوراخ ہیں مگر اس سے زیادہ باریک بیں آلہ کی مدد سے کام لیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ وہ چھید نہیں ہے بلکہ ذرات ہیں جن کو پرمانو بولتے ہیں اور وہ سب علیحدہ علیحدہ ہیں اور ایسی صورت میں جمع کئے گئے ہیں جس نے جسم کی شکل اختیار کر لی ہے یہ ہر ایک پرمانو جاندار ہے اور ان کی حس و حرکت بھی علیحدہ ہے ان سب کے متحرک رہنے سے جسم میں حرکت پیدا ہوتی ہے جس کو شریر کا کام یا شریر کا بھاؤ بولتے ہیں علاوہ بریں اس جسم میں ایک اور حرکت بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے یہ شریر اپنے سبھاؤ کے خلاف کسی خاص طور پر بھی کام کرتا نظر آتا ہے اس کو من کی پریرنا کہتے ہیں۔ اس کی مثال اس طرح پر سمجھنا چاہیئے جیسے کہ بھیڑیں جنگل میں چرنے جاتی ہیں تو ایک تو اپنی خوشی سے ادھر ادھر چرتی پھرتی ہے دوسرے چرواہا ان کو جدھر لے جانا

چاہتا ہے ہانک کرلے جاتا ہے پہلی حالت کو قدر کہتے ہیں یعنی جس طرف وہ جانا چاہیں اس میں قادر ہیں اور دوسری حالت کا نام جبر ہے یعنی انکو مجبوراً خاص طور پر کام کرنا پڑتا ہے ۔

چلا تھا کعبہ کی سمت کو میں تو میکدہ میں ہوا گذارا
کھلا یہ اس وقت راز مجھ کو کسی کے میں اختیار میں ہوں

مگر فقراؤں کے نزدیک مجبوراً کام کرلے کا نام صبر نہیں بلکہ رضا و تسلیم کا خوگر ہونا اور نفس پر صبر کرنا یعنی سرنا گتی بھاؤ کو صبر کہتے ہیں ۔

صبر وہ ہے پیشِ چوگانِ قضا
بن کے صابر دم نہ مارے تو ذرا

جیون مکت مہاتما آخر الذکر منزل کو طے کرلیتے ہیں اور بدیہہ مکت پرشوں میں دونوں کریاؤں کا ابھاؤ ہو جاتا ہے اب یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جس میں من اور شریر دونوں کی کریا کا ابھاؤ ہو وہ تو جڑ پدارتھ ہوا لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ ان کی مثال چراغ اور سانپ کے من کی سی سمجھنی چاہیے، جیسے جب تک چراغ میں تیل اور بتی ہوتی ہے اس وقت تک پرکاشت رہتا ہے اور ان دونوں یا دونوں میں سے ایک کے ابھاؤ ہونے سے نربان ہوتا ہے اسی طرح سے جب تک پرالبدھ اور سنچت کرم روپی تیل اور بتی موجود ہے اس وقت تک جیون مکت مہاتما کی چیشٹا رہتی ہے اور کرباد کھلائی پڑتی ہے۔ جب کرم تتیت ہو جاتے ہیں اس کے شریر کا بھی ابھاؤ ہو جاتا ہے اور سانپ کی من بنا تیل اور بتی کے پرکاش سروپ ہوتی ہے

اور اس میں کوئی کریا بھی نظر نہیں آتی اسی طرح سے بدیہہ مکت پرش دونوں طرح کی کریاؤں سے رہت بھی پرکاش روپ رہتے ہیں۔ اس وقت ایک صاحب نے عرض کیا کہ "شکر یہ اور پرکاش روپ یہ تو پرماتما کی تعریف ہے تو کیا سانپ کے من پرماتما سے نسبت رکھتی ہے؟ تو شری مہاراج نے فرمایا کہ درشٹانت کا ایک انگ لیا کرتے ہیں سرب انگوں کو لینے سے مطلب حاصل نہیں ہوتا اور پرماتما سے اس کی مناسبت درست بھی ہے مگر دیش اور کال کا فرق ظاہر ہے اب جس طرح سے پنڈ یعنی جسم میں جو برمانڈ کا نمونہ ہے۔ دو طاقتیں کام کرتی ہیں اسی طرح سے برمانڈ کا حال سمجھو۔ وہاں انسان کا من بمنزلہ جسم کے ہے اور پرماتما کی طاقت جس کو برہما کہتے ہیں بمنزلہ من کے ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ تمام اجسام اور یہ سب پسارا من روپ ہے اور جس طرح سے جسم کی حرکت خود بخود ہوتی ہے اسی طرح انسان بھی فعل کرنے پر مختار ہے اور جس طرح سے شریر من کے تحت میں کام کرتا ہے اسی طرح سے انسان کو قدرت کی منشاء کے مطابق بھی فعل کرنا پڑتا ہے اب مجبوراً فعل کرنا یا رضائے تسلیم کے میدان میں ڈیرہ ڈال دینا یہ بات دوسری ہے اس میں دو کی جگہ ایک ہی رہ جاتا ہے۔

(۱۹۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ اکثر اصحاب کا مکتی کی نسبت ایسا خیال ہے کہ یہ ایک جڑ اوستھا ہے لیکن دراصل یہ بات نہیں بلکہ مکتی میں چوبیس طاقتیں ہوتی ہیں ۱۔ قوت ۲۔ طاقت ۳۔ کشش ۴۔ ترغیب ۵۔ حرکت ۶۔ خوف ۷۔ غور ۸۔ فعل ۹۔ حوصلہ ۱۰۔ حافظہ ۱۱۔ یقین ۱۲۔ خواہش ۱۳۔ رغبت ۱۴۔ نفرت ۱۵۔ ملاوٹ ۱۶۔ تقسیم ۱۷۔ ملانے والی طاقت ۱۸۔ تقسیم کرنے والی طاقت ۱۹۔ قوت سامعہ ۲۰۔ قوت لامسہ ۲۱۔ قوت باصرہ ۲۲۔ قوت ناطقہ ۲۳۔ قوت شامہ ۲۴۔ علم جب جیو یہ طاقتیں رکھتا ہے تو اس حالت کو جڑ کیسے

کہا جا سکتا ہے لہذا مکتی میں بھی وہ راحت محسوس کرتا ہے۔

۱۹۸

ایک روز ارشاد ہوا کہ نکت پرشوں کے حالات اور ان کی ترقی کا ٹھیک حال تو پرماتما ہی خوب جانتا ہے مگر بھومکاؤں کے لحاظ سے ان کے سات درجہ ہوتے ہیں۔ یوگی۔ سادہو۔ منی۔ رشی۔ مہرشی۔ مہاتما۔ برہمن۔ اور اہلِ اسلام میں ان کو یہ نام دیئے گئے ہیں۔

صوفی۔ اوتاد۔ ابدال۔ غوث۔ خضر۔ قلندر و قطب۔

یوگی۔ صوفی

خارجی زندگی دور ہو کر یگانگی باطنی کا محسوس ہونا یوگ کہلاتا ہے۔ جس کو یوگ حاصل ہے وہ یوگی ہے۔ خودی علیحدگی پر مبنی ہے چونکہ یوگی یگانگی باطنی کو محسوس کرتا ہے لہذا اس کی خودی دور ہو جاتی ہے اور خودی دور ہونے پر رغبت۔ نفرت۔ عارضی سکھ دکھ۔ تفریق مکان و زمان و اشیار علیحدگی بیرونی سے نجات پاتا ہے اور تینوں قیود سے پاک ہو جاتا ہے لہذا عالم کی کسی کی کشش یوگی میں باقی نہیں رہتی وہ تمام اشیار دنیوی سے انگ یعنی بلا تعلق رہتا ہے اس کو ہمیشہ تخلیہ حاصل ہوتا ہے اور اپنی قابلیت کے مطابق انسان یوگیوں سے فیض پاتے ہیں اہلِ اسلام میں اُن کے دو درجہ مانے گئے ہیں۔ صوفی ابن الوقت و صوفی ابوالوقت۔ صوفی ابن الوقت وہ ہے جو صفائی ظاہر و باطن کی رکھتا ہو اور وقت کا پابند ہو یعنی جب کوئی حال باری تعالیٰ کی طرف سے اس پر صادر ہو تو مدہوش ہو جاوے اور بے اختیار ہو کر اس کو دور نہ کر سکے جیسے لرزہ یا بخار کا مریض اور صوفی ابوالوقت وقت پر قادر ہوتا ہے یعنی حالت اسکے اختیار میں ہوتی ہے جب چاہتا ہے طاری کر لیتا ہے

جب چاہتا ہے دور کر لیتا ہے۔ یوگی کو پرتھوی تتو کا پورا گیان ہوتا ہے اور اس پر قادر ہوتا ہے حسبِ ضرورت پرتھوی ذرات ملانا یا علیحدہ کرنا۔ لطیف سے کثیف و کثیف سے لطیف کرنا۔ معدنیات و نباتات کا بنانا اور حیوانات و انسان کے کثیف و لطیف اجسام تیار کرنا مرد و عورت کی تفریق قائم کرنا۔ چاند و سورج کا پیدا کرنا جن کی روشنی سے معدنیات و نباتات پرورش پاتے ہیں و موسم موسم کی چیزیں پیدا کرنا۔ پرتھوی کا گن گندھ یعنی بو ہے لہٰذا اشیاء میں اور انسان و حیوانات میں قوتِ شامہ پیدا کرنا یوگی کا کام ہے۔ اسی طرح سے اپنا کام کرتا ہوا ترقی پاکر سادھو کے مرتبہ کو پہنچتا ہے۔

سادھو۔ اوتار

جو ایشور کے سنکلپ (ایکوہم بہو سیام) کا سادھن کرے اور کراوے وہ سادھو ہے۔ سادھو سب میں اس سنکلپ کی تحریک کرتا ہے اور سنکلپ کی تکمیل میں مدد دیتا ہے۔ راہِ سلوک کو جانتا ہے اور اس سے اور لوگ طریقت کا علم حاصل کرتے ہیں اس لئے سادھو سنت کا بڑا اہتمام ہے سچے سادھو جہاں جاتے ہیں وہاں سب خوش و خرم ہو جاتے ہیں اس لئے سادھو کا ست سنگ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ سادھو کو جل تتو کا پورا گیان ہوتا ہے اور اور اس کے ذرات پر پوری قدرت حاصل ہوتی ہے ان ذرات کو ترتیب کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پہنچانا ان کے اجتماع و علیحدگی قیام و تحریک سے مختلف اشیا لطیف و کثیف کو ترتیب دینا سردی کی کمی بیشی کا بہ لحاظ وقت ضرورت انتظام کرنا پانی کے جانوروں کو پیدا کرنا بادل بارش دریا سمندر وغیرہ کا انتظام کرنا اور جل کا گن رس یعنی ذایقہ ہے اس لئے تمام اشیاء میں کھٹ رس یعنی چھ قسم کے ذائقہ پیدا کرنا اور انسانات و حیوانات کو قوتِ ذایقہ دینا و دیگر کل کارروائی جو جل کے متعلق ہے وہ سادھو کے زیرِ اہتمام ہوتی ہے۔ سادھو اپنا کام کرتے ہوئے ترقی پاکر منی کے درجہ کو پہنچ جاتے ہیں۔

مُنی - ابدال

مُنی یعنی سنکلپ کا منن یعنی غور کرتا ہے شاستر سنکلپ سادہن کی تجویز بتاتے ہیں تمام شاستر کا وچار کر کے جس جگہ جس قدر گیان کی ضرورت ہوتی ہے اس جگہ اس قدر گیان مُنی لوگ بہم پہنچاتے ہیں علم روحانی کی خواہش بذریعہ شاستر مُنی سے پوری ہوتی ہے۔ خواہش دو طرح کی ہوتی ہے معمولی و غیر معمولی اس کو مُنی جان کر قابلیت کے مطابق پورا کرتے ہیں۔ اہلِ اسلام میں یہ ستر تن مانے گئے ہیں۔ مُنی کو تیجس یعنی اگنی تتو کا پورا علم ہوتا ہے اور وہ اس پر قادر ہوتا ہے۔ جمادات نباتات۔ حیوانات و انسان میں روپ یعنی خوبصورتی و بدصورتی و کثافت و لطافت و اشیاء میں روشنی و حرارت و جاندار وں میں قوتِ باصرہ اور آگ کے رہنے والے جانور انھیں کے زیرِ اہتمام و نگرانی پیدا ہوتے ہیں یہ ترقی پا کر رشی کے درجہ کو پہنچتے ہیں۔

رشی - غوث

رشی وید مارگ کو جانتے ہیں اور حسبِ ضرورت اس کا اپدیش کرتے ہیں گیان دیتے ہیں اور اس کے مطابق کتابیں بناتے ہیں جن کو آرش باک کہتے یعنی رشی کا کلام کہتے ہیں یہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ متعلقِ کرم۔ ۲۔ متعلق اپاسنا۔ ۳۔ متعلق گیان۔ ۴۔ متعلق ہر سہ بحالتِ مجموعی۔ ان کلاموں سے انسان سنکلپ سادہن کے طریق معلوم کر کے ان پر عمل کرنے سے منزلِ مقصود پر پہنچتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق کتابوں کو بہم پہنچاتے ہیں اور ضرورت نہ ہو تو ہٹا دیتے ہیں ان کی کتابوں سے رنج و راحت کے اسباب و نیز قوانینِ قدرت سے مخالفت

و مطابقت کا علم ہوتا ہے جس سے انسان مخالفت کو ترک اور مطابقت کو اختیار کرتا ہے۔ گویا بندگانِ خدا کے معاملات میں ظاہرًا و باطنًا عدل و انصاف فرماتے ہیں۔ غوث کی شناخت مشہور ہے کہ جب چاہیں اپنے اعضاء جدا کر لیتے ہیں۔ رشی دایو تتو کی کریا کو خوب جانتا اور اس پر قادر ہوتا ہے۔ ہوا کے پرندوں کو پیدا کرنا اور دایو کا گن سپرش یعنی لمس ہے لہٰذا اشیاء میں سختی و نرمی و جانداروں میں قوت لامسہ پیدا کرنا اور کل عالم کو حرکت دینا رشی کے متعلق ہوتا ہے پرتھوی جل تیجس و دایو کی یکجائی و جداگانہ حالت کو رشی بخوبی سمجھتے ہیں اور جہاں جس تتو کی ضرورت ہوتی ہے وہاں اس کو تحریک کرتے ہیں اور ترقی پا کر مہرشی کے مرتبہ کو پہنچتے ہیں۔

مہرشی۔خضر

آکاش کے تین اقسام ہیں۔ چداکاش۔ جہاکاش و مہدہیاکاش۔ مہرشی کا کام چداکاش میں ہوتا ہے۔ مہرشی آواز کی شکتی یعنی آواز کی قوت کو بخوبی جانتے ہیں اور برمانو اور روپ میں شبد کا قائم کرنا اور نطق و سمع کی قوت اور خوش گلوئی و خوش بیانی پیدا کرنا اور علم موسیقی یعنی راگ راگنی کا علم فصاحت و بلاغت و مردوں عورتوں کی آواز کا اختلاف سب ان کے زیرِ اہتمام ہوتا ہے۔ چونکہ شبد میں شکتی ہوتی ہے اس لئے اس کے گیان سے اور ان کی خاص ترتیب سے منتر بنانا اور منتروں کے ذریعہ تتو و تتو کے ذرذں کا اتصال اور انفصال کر کے ہر ایک چیز کو حسبِ خواہش منتر سے پیدا کرنا اور زمانہ کے موزوں منتر بنانے یہ سب ان کے ادھین ہوتے ہیں۔ یہ ترقی پا کر جہاتما کے رتبہ کو پہنچتے ہیں۔

مہاتما۔ قلندر

مہاتما کا کام مہاکاش میں ہوتا ہے۔ انسانوں کے ظاہری و باطنی افعال کے نتائج اور ان کے بھوگ کی معیاد قوانینِ قدرت کے مطابق مہاتما قائم کرتے ہیں۔ مہاتما سنچت کرم میں سے ایک حصہ جنم آئندہ کے واسطے معین کرتے ہیں وہ پرالبدھ کہلاتا ہے اور اس کے مطابق انسان کو ایسے ملک و قوم و خاندان میں اور ایسے والدین کے گھر وقتِ مناسب پر جنم دیتے ہیں جہاں اس پرالبدھ کرم کا پورا بھوگ ہو سکے اور جہاں اس کے افعالِ گذشتہ کے مطابق اس کے جسمانی و دماغی و روحانی قوائے ظہور کا پورا موقع ملے اور اہلِ سلوک کو ان کی قابلیت کے مطابق بذریعۂ جسمِ لطیف مدد دیتے ہیں۔ قوی کرم کے لحاظ سے ملک اور قوم کی حالت قایم کرتے ہیں۔ مہاتما تجریدہ و تفرید میں یکتا و بے پروا ہوتے ہیں اور تمام عالم کا حال اُن پر مثل آئینہ روشن ہوتا ہے۔ جذب و سلوک دونوں باتیں ان میں ہوتی ہیں یہ ترقی پا کر برہمن ہو جاتے ہیں۔

برہمن۔ قطب

برہمن کا کام بُدھیاکاش میں ہوتا ہے سد بُدھی یعنی فہم راست ان کے ادھین ہوتی ہے اور کرم کے مطابق ہوتی ہے۔ اس سد بُدھی کے ذریعہ انسان اپنی روحانی ضرورتوں کو سمجھتا ہے اور ست سنگ و وچار کے ذریعہ طرقی روحانی حاصل کرتا ہے اس کی ترقی سے کارن شریر ترقی پاتا ہے جس قدر کارن شریر ترقی کرتا ہے اسی قدر انسان کے اجسام کثیف و لطیف بہتر ہوتے

جاتے ہیں۔ کارن شریر مہاکلپ کے آخیر تک رہتا ہے۔ اس کی ترقی سے انسان برہمن کی توجہ کے قابل ہوتا ہے اور ان کی توجہ سے منزل مقصود کو پہنچتا ہے وہ ادھیکاریوں کو کارن شریر کے ذریعہ اپدیش کرتے ہیں یوگی سے لے کر مہاتما تک سب کی کاروائی کی نگرانی برہمن کرتے ہیں پنچ تتو اور برہمانڈ کا پورا گیان حاصل ہوتا ہے۔ کوئی رازِ قدرت ان سے مخفی نہیں رہتا۔ اہلِ اسلام میں ان کے دو درجہ مانے گئے ہیں۔ قطب ارشاد اور قطب مدار۔ قطب ارشاد سے مخلوق کو ہر طرح کا نفع ظاہر و باطن بے حساب پہنچتا ہے اور قطب مدار وہ ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور بذاتِ خود کامل و اکمل ہو اور کل مخلوقات اپنے کاموں میں ان سے مدد چاہے ان کے بدن میں کسی جگہ ناسور سائل بھی ہوتا ہے۔ شاستروں میں انھیں برہمنوں کی بزرگی بیان کی گئی ہے۔

(۱۹۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب اگیان ہوتا ہے جیو آتما اندریوں وغیرہ کے بس میں ہو کر ان کا غلام ہو جاتا ہے جیسے جاہل راجہ اپنے کارکنوں کے بس میں ہوتے ہیں کہ جتنا پانی پلا دیں اتنا پئیں لیکن جب گیان ہوتا ہے۔ تب جیو آتما ان سب کو اپنے قبضے میں کر لیتا ہے اور سب کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتا ہے اسی کا نام آزادی ہے یہی وہ کیفیت ہے جس میں غلام سے شاہ ہو جاتا ہے۔ گھر چھوڑ کر جنگل میں مارے مارے پھرنے سے آزادی نہیں ہو سکتی مگر یہ درجہ نہایت کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ جیو کی چت، بدھی، اچھیا، پران، من، اہنکار یہ چھ حالتیں ہیں۔ فرض کرو کسی چیز کی بابت سنا یا اس کو دیکھا اس پر چت چلا۔ عقل نے اس کو پہچان کر اچھا یا برا معلوم کیا۔ خواہش نے اس کو اپنی طرف کھینچا۔ اگر کھانے وغیرہ کی شے ہے تو پران نے یا جس اندری کے آنند کی چیز ہے اس نے زور کیا پھر من نے تدبیر سوچی کہ کس طرح سے حاصل کرنا چاہیے۔ جب مل گئی تو اہنکار نے اس تمام کاروائی کو اپنی طرف منسوب کیا اور اگر نہ ملی تو بھی یہ غلامی

کی حالت ہے اور گیان کی حالت یہ ہے کہ کوئی شے دیکھی چیٹ چلا' بدھی نے فیصلے کیا پران نے زور کیا من نے تدبیر سوچی مگر چونکہ جیو آتما گیانی ہے اس نے فوراً اس خواہش کو ہی نمارت کر دیا بلکہ یہ تو مکشو کی حالت ہے گیانی تو مثل پہاڑ ہو جاتا ہے اس میں تو اچھال کا ہی ابھاؤ ہوتا ہے۔

(۲۰۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ اکثر مذاہب میں تفرقہ اور اختلاف کھان پان کے مسئلہ پر ہوتا ہے ورنہ چوری زناکاری جوا بدمعاشی سے پرہیز اور دیا دھرم شانتی وغیرہ اچھے کاموں کو کرنا تو سب مذہب اور فرقہ بتاتے اور مانتے ہیں۔ بحث ہوتی ہے تو اس بات پر کہ شراب حرام ہے گوشت کھانا حلال ہے اور جائز ہے کوئی کہتا ہے یہ دونوں اشیا حرام ہیں۔ غرض یہ ہی بھید بھرم بڑا ہوا ہے لیکن اگر نگاہ اٹھا کر غور سے دیکھا جائے تو ہر ایک فرقہ میں جو لاکھوں کروڑوں آدمیوں کی تعداد شامل ہے وہ کیا کل ان چیزوں کے کھانے اور نہ کھانے سے دوزخی یا بہشتی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے سلوک اور انصاف پسند اصحاب کو ان جھگڑوں بکھیڑوں سے دور ہی رہنا چاہیئے۔ اصل چیز جو یاد الٰہی اور مالک کا بھجن ہے اس کو کرنا چاہیئے۔ اس سے مکتی یا نجات یا بہشت نصیب ہو سکتی ہے۔ کھان پان کا بھید کچھ نقصان نہیں کر سکتا کیونکہ اگر گوشت نہ کھانے پر ہی مکتی ہوتی تو پھر بھجن اور سمرن کی کیا ضرورت تھی۔ جس نے گوشت ترک کر دیا وہ سورگ کو چلا جائے گا اور اس کی مکتی ہو جائے گی مگر وید شاستر کے مطالعہ سے مکتی یا نجات کا حصول بھجن اور عبادت پر منحصر ہے نہ کہ ترک گوشت و شراب پر۔ ایسے لیئے ایسے مضمون پر بحث اٹھانا سوائے لڑائی جھگڑے کے اور کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔

(۲۰۱)

ایک روز شری بائی ودیکانندجی سے ایک شخص نے آکر دریافت کیا

کہ مجھ سے ایک شخص سوال کیا تھا کہ جڑ کس کو کہتے ہیں اور چیتن کس کو کہتے ہیں میں نے اس کو جواب دیا کہ درخت و پتھر وغیرہ یعنی جمادات و نباتات جڑ میں شامل ہیں اور حیوانات چیتن کہلاتے ہیں مگر اس جواب سے اس شخص کی تسلی نہ ہوئی۔ اب آپ کچھ فرمائیے۔ بائی جی نے فرمایا کہ میں زیادہ کچھ سمجھتی نہیں مگر میرے خیال میں تو یہ بات آتی ہے کہ جو بھگوت بھجن کرتا ہے وہی چیتن ہے اور باقی سب جڑ ہیں۔

(۲۰۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کل سادھوؤں کا پرنام بھگتی یعنی عشق ہے۔ اور عشق کا پھل مکتی یعنی نجات ہے۔ عشق دو طرح سے پیدا ہوتا ہے اول تو مالک کی کرپا سے جیسے گوپیوں کو پیدا ہوا اس کو اذلی دوہی بھی کہتے ہیں

سجل میگھ تن شیام ادھر سُو دھر مرلی دھرے
مو ہیں سب برج بام لور نہ جانت برہم ہم

دوئم بھاؤ سے یعنی بھگوت کے سچدانند سروپ میں اس کے گن سن کر پریم پیدا ہونا اور اس سے دروی بھوت ہو کر نرنکار اور بے سدھ ہو جانا یعنی برتی کو اس طرح سے لگانا جیسے دریا کا بہاؤ ہوتا ہے یا گرو کی تعلیم اور ان کی کرپا سے عشق کا پیدا ہو جانا۔ اس کو کسبی کہتے ہیں۔ اس طرح سے جو سروپ ہردے میں ساکشات کار ہوا اس کا نام بھاؤ ہے۔ یہ دو طرح سے پیدا ہوتا ہے۔ اول بھگوت بھگتوں کے پرتاپ سے جیسے نارد جی کی کرپا سے پرہلاد کو ہوا۔ دوئم سادھن سے جیسے چرتروں کو سن کر اس پر آچرن و سادھن کرنا۔ اس بھاؤ کے چار بھید ہیں۔ اول چت کی

بھکتی سدا بھگوت بھجن میں لگی رہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ (الف) جس کو کبھی دنیا کے وشئے وسواد کی چاہنا نہ ہو جیسے پرہلاد و سنکادک (ب) جس کو سنسار کے سکھوں کی چاہ ہو جاوے جیسے ارجن۔ دوم پریم کے وقت سمادھی کی حالت ہوتی ہے جیسے سکھدیو جی کی۔ سوم بڑی کشش اور زور سے دل کو لگاتے ہیں تب پریم کی حالت پیدا ہوتی ہے جیسے اکروجی کو ہوئی۔ چہارم من میں سوچ و پچھتاوا کرتے ہیں کہ ہمارا دل گوپیوں کی طرح پریم سے پورن ہو جیسے اودھو اور وششٹھ کا۔

عشق و پریم کی دو حالتیں ہیں۔ (۱) سینوگ یعنی وصال (۲) بیوگ یعنی ہجر۔ یہ بیوگ سنساری بھوگوں کی طرح دکھ کی دینے والی نہیں ہوتی بلکہ پریم و چنتون کی بڑھانے والی ہوتی ہے یہ ایک تو معشوق کی جدائی سے پیدا ہوتی ہے جیسے گوپیوں کو کرشن چندر مہاراج کا بیوگ ہوا تھا۔ دوسرے پریمی جنوں کی حالت کے دھیان۔ روپ اور گن کے شرون اور پڑھنے سے بھی ہوتی ہے جیسے رام بنواس کا حال سن کر دشرتھ اور کوشلیا کی سی حالت ہو جاتی ہے جب دھیان پکا ہونے لگتا ہے اس وقت پریم کی جھجک سے دیہہ روپ کا بیوگ برہ پیدا ہوتا ہے یعنی جس صورت کا تصور کیا جاتا ہے اس کی جدائی ہجر کی تکلیف پیدا کرتی ہے اور اس آہ سے اور دھیان اور چنتون سے سروپ سوبھاوک ساکشات کار کے مطابق ہو جاتا ہے۔ پریم کی پختگی بیوگ سے ہوتی ہے اور مکھا بھرائی جو نت سینوگ یعنی مکت ہے۔ وہ بھی بیوگ سے جلد حاصل ہوتا ہے

پریم کی بارہ دشا یعنی حالتیں ہیں اور کسی کسی نے باریکی نکال کر پندرہ اور اس سے بھی زیادہ دکھلائی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔

اُپت۔ محبوب کی سندرتا اور گنوں کو سن کر اس کے دیکھنے کی

چاہ پیدا ہونی اور جب وہ دکھلائی دے تو سوائے اس کے نظارے کے کسی اور پیاری چیز کی خواہش نہ ہو جیسے جانکی جی کی حالت سوئمبر کے وقت ہوئی تھی یا سونیکشن جی کی شری راجندر جی سے ملنے کے وقت۔

۲

پت کسی قاصد سے معشوق کے حالات پوچھنے کے وقت بکلتا اور ان حالات کو سن کر خوشی اور پیار پیدا ہونا۔ اور قاصد سے بات چیت کرنے وقت جو آنند ہوتا ہے جیسے اُدھو جی کے آنے کے وقت گوپیوں کی حالت ہوئی تھی۔ یا راجندر جی کے جانے کے وقت جنک پور کی استریوں کی سی

پائے سگ بوسید مجنوں خلق پرسید ایں چہ بود
گفت ایں سگ گاہے گاہے کوئے لیلی رفتہ بود

۳۔

للت۔ محبوب کو دیکھنے کی ترنگ و جوش میں بزرگوں اور گرو جنوں کی شکشا و تاڑنا کو من میں نہ لانا اور بار بار دیکھنے کے بمنت چاہ ہونا اور شرم چھوڑ کر دیکھنے کو پیچھے ہو لینا۔ جب نگاہ بھر کے دیکھ لیا تب گرو جنوں سے شرم ہونا جیسے جب کرشن مہاراج بن سے آتے تھے تو گوپیاں شرم و خوف چھوڑ کر دیکھنے کو جاتی تھیں اور سوئمبر کے وقت دھنش توڑنے سے پہلے جو حالت سیتا جی پر گزری۔

۴۔

ولنت۔ محبوب کی جدائی میں رنگ بدل جانا اور نیند نہ آنا۔ خوراک گھٹ جانا۔ جسم دبلا ہو جانا۔ بکلتا ہونی اور کوئی چیز نہ سہانی اور روتے روتے

بے ہوش ہو جانا اور محبوب کا دل میں دھیان کر کے تن سے ہو جانا اور من کومل ہو جانا جیسے راس لیلا سے پہلے جب کرشن چندر انتردھیان ہو گئے تو گوپیوں پر جو حالت گذری جانکی جی پر لنکا جاتے وقت اور اشوک باٹکا میں جو حالت گزری۔

۵۔ ملت۔ محبوب سے بہت عرصے تک جدا رہنے میں جو بے چینی ہو اور بھانت بھانت کے منورتھ کرتا رہے اس کے بعد ملنے پر جو حالت ہوتی ہے جیسے انتردھیان ہونے کے بعد راس لیلا میں کرشن چندر گوپیوں سے آکر ملے اور شری رام چندر لنکا فتح کر کے اجودھیا میں واپس آئے۔

۶۔ کلت۔ من کا سنجوگ کے آنند سے وردی بھوت ہو کر پریم میں ڈوب جانا یہ دو طرح کی ہے اول پرتکش ملکر دیکھنا اور بات چیت وغیرہ کرنا۔ دوئم دھیان چنتوں میں مل کر جو چاہ تھی وہ جیون کی نیوں پراپت ہوئی اور آنند ہونا۔ جیسے تنہائی میں کرشن چندر کسی گوپی سے ملے اور جیسا اس کا خیال تھا اسی مطابق راز و نیاز کی گفتگو وغیرہ درمیان میں آئی۔

۷۔ چھلت۔ انتہائی محبت میں محبوب پر خفا ہو کر اس کی بے اغتنائی کی شکایت کرنا یہاں تک کہ جوش سے جسم کانپنے لگنا یا ہونٹ پھڑکنے لگنا اور غصے سے آپے کو بھول کر اس سے تدا کار ہو جانا۔ مثلاً شری رام چندر جی کو طعنہ دینا کہ تم نے بالی کو شکاری کی طرح مارا حالانکہ اس کا گوشت کام آیا نہ کھال کام آئی تم نے شورپ نکھا کے ناک کان کاٹ کر نہ اس کو اپنے کام کا رکھا نہ میرے کام کا رہنے دیا۔ بن باس جاتے وقت لچھمن جی

کو رام چندر جی پر غصہ آیا کہ آپ فضول بن کو جاتے ہیں۔

۸۔

جلت ۔ دیہہ تیاگ کے وقت محبوب کا دھیان کر کے پریم کی حالت میں یہ مانگنا کہ دوسرے جنم میں بھی مجھ کو اسی کا پریم ہو جیسے ستی جی نے دکش کے یگ میں جسم چھوڑنے کے وقت چاہنا کی ہے

پندار ایں کہ حرت از دلِ عاشق دو ہر گز
چو میر و مبتلا چو خیزد مبتلا خیزد

۹۔

کرانت ۔ محبوب کا چنتون یعنی تصور کرنے سے ہے سروپ میں ظاہر ہو اپنی خواہش کے مطابق اس کا سنگھار کرنا ۔ ہنسنا کھیلنا ، بولنا وغیرہ اور سوائے اس کے دکسی سے بولنا نہ کسی کی بات سننا۔ اصلیت تو یہ ہے کہ اگر عاشق کو معشوق کے دھیان چنتون کا سکھ نہ ہو تو شوق کی تکلیف سے زندہ نہ رہ سکے اور جو ہر وقت تصور میں مگن رہے تو بھی تھوڑے ہی دن زندہ رہے۔ بکرانت ۔ کرانت کا ایک انگ ہے بھگت کی بھگتی حاصل ہونے سے اپنے کو خوش قسمت سمجھنا اس کے ملنے کا آنند اور اس کی مشکلات کو برنن کرنا...... اس سے جن جن لوگوں کو محبت ہو ان کو سراہنا اس سے نہ ملنے اور اس کو نہ دیکھنے کا فکر رہنا جیسے بھاردواج وغیرہ نے رام چندر سے مل کر اپنے کو خوش قسمت سمجھا یا ایسا کہ گوپیاں مبارک ہیں جو ہر وقت شری کرشن جی کو دیکھتی ہیں۔ سنکرانت ۔ کرانت د بکرانت کا انگ ہے۔

۱۰۔
بھرت ۔ اپنے محبوب کے پریم کو سب پر ترجیح دینا کیونکہ مکت جس میں کرشن کے پریم کی ادھکتا نہیں وہ موت ہے اور موت جس میں کرشن کا پریم ہو ہزار جیون مکت کے برابر ہے ۔

اگر پا دیں نہ جنت میں صنم دل شاد کیونکر ہو
ہمارے واسطے بے یار جنت نار ہو جائے

سنہرت بھی بھرت کا ایک انگ ہے ۔

۱۱۔
گلت ۔ محبوب کی سندرتا کا چنتن کر کے یا دیکھ کر گلائی چاندی سونے کی طرح من کا دروی بھوت ہو جاتا ہے

عشقِ حق سے دل جلے جیسے کباب
یا کہ جیسے برف پیشِ آفتاب

بہ بالید از بس کہ برخیستن
ز شادی نہ گنجید در پیرہن

۱۲۔
سنتر پت ۔ سچدانند گھن پورن برہم پرماتما چھپ سمندر شو دھام میں ایسا من لگا ہوا کہ جہاں تہاں در و دیوار میں وہی دکھائی دے اور اس روپ انوپ میں ایسا بیدہ و مگن ہو کہ تنک بھی دوسری

طرف من کی برتی نہ جاوے ۔

درد و آر درپن بھئے جت دیکھوں نت توئی
کانکر پاتھر ٹھیکری بھئے آرسی موئی

یہ سب اُپاسناؤں نشٹھاؤں کا سار ہے بھگوت گیتا میں یہ لکھا ہے کہ جو باسدیو روپ کو سب جگہ دیکھتا ہے سو مہاتما ہی سودرلبھ ہے۔ اس اوستھا کو پرانورکت یعنی پرابھگت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس بھومکا پر درڑھ ہونے کا نام جیون مکت ہے اور پھل اس کا مکتی و پرم پد ہے۔

(۲۰۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بہت سے بھگت اور پریمی اور عاشق تم نے ایسے دیکھے ہوں گے کہ عرصہ دراز تک انھوں نے مالک کی بھگتی اور اُپاسنا کی لیکن جھوں مدعا نہ ہوا اور کر کھول کر بیٹھ گئے اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق اور پریم میں جو رس ہے وہ ان کو حاصل نہیں ہوا۔ اگر اس کا مزہ چکھ لیتے تو پھر کر کھولنا تو درکنار عشق عاشق اور معشوق تینوں میں سے ایک بھی یاد نہ رہتا۔ عشق میں خاص بات رس یعنی ذایقہ ہے۔ جس کی بابت سُرتی کہتی ہے रसोवैस یعنی ایکاگر چت کی برتی جس آنند کے سواد کو چکھ کر سکھ میں ڈوب کے بیدہ ہو جائے۔

نہ رہے دھیان کچھ تعین کا
لاتعین بھی ایک تعین ہے

دھیان میں جو سروپ سا کشاتکار ہو اس میں چت کی برتی درڑھ

ہو جائے اس کو رس کہتے ہیں جیسے مٹی سے جدا جدا نام و سروپ کے برتن
تیار ہوتے ہیں مگر اصل مٹی ایک ہے اور پانی میں جیسا رنگ ملایا جائے
ویسا ہی دکھلائی دینے لگتا ہے اسی طرح پر یہ رس اصل میں تو ایک ہے
مگر سندرتا وغیرہ کے لحاظ سے یہ بھی مختلف نام سے موسوم ہوا۔ کوش
شاستر والے آٹھ رس کہتے ہیں اور ساہتیہ شاستر والے نو رس مانتے ہیں۔
۱۔ شرنگار۔ ۲۔ ہاسیہ۔ ۳۔ کرونا۔ ۴۔ رودر۔ ۵۔ ویر۔ ۶۔ بھیانک۔ ۷۔
وی بھتسیہ۔ ۸۔ ادبھت۔ ۹۔ شانت اپنشد میں شانت رس کو مول اور باقی کو
اس کی شاکھا بتلایا ہے۔ بعضوں نے مرتو کو دسواں رس مانا ہے مگر اس
کو ویبھچاری سامگری میں شامل کیا ہے بھیانک و وی بھتسیہ رسوں
سے کوئی اُپاسنا نہیں کرتا مگر چونکہ راون وغیرہ کا اس روپ سے
اُدھار کیا اس لئے یہ بھی رسیں شامل ہیں۔ شرنگار اور شانت رس اور
سکھیہ داسیہ۔ واتسلیہ بھاؤ یہ پانچ خاص باتیں ہیں کیونکہ بھگوت کے جلدی
اور نشچے پراپت ہونے کی ان میں خصوصیت ہے۔
یہ رس چار سامگری سے پیدا ہوتے ہیں۔ ۱۔ وبھاؤ۔ ۲۔ انوبھاؤ
۳۔ ساتوک۔ ۴۔ ویبھچاری۔

۱ وبھاؤ۔ اس کو کہتے ہیں جو کارن مول اس رس کے پرگٹ ہونے
کا ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔ آلمبن وبھاؤ اور اُدیپن وبھاؤ۔ آلمبن وبھاؤ
دو قسم کا ہے۔ اوّل آشر یالمبن وہ ہے جو رس کے رہنے یا اپتن ہونے کا
کا استھان ہو سو وہ دھیان کرنے والا اور سنیہہ سکت ہے یعنی عاشق و
عشق۔ دوئم۔ دشیالمبن یعنی مورتی سنگار رس کہ جس کا دھیان کیا جاوے
یعنی معشوق و محبوب۔ اُدیپن وبھاؤ چار قسم کا ہوتا ہے اول گن۔ یہ سندریہ
سروپ کی لاونتا یعنی ملاحت و نویونتا یعنی چڑھتا جوبن و سموہنتا وکشوریا

بالک سروپ میٹھا بولنا و پریت وغیرہ دویم چیشٹا - کانت و جہلک و سکمارتا کا گربھ دھاؤ گتا مکش - سویم النکار یعنی کپڑے و سجاوٹ زیور وغیرہ سے

سہس روپ آدمی ہزار روپ کپڑا
لاکھ روپ زیور کروڑ روپ نکھڑا

چہارم تنٹشتھ یعنی عطربان پھول وغیرہ سانگری۔

۲۔

انوبھاد۔ یعنی عاشق و معشوق کے ملنے پر جو بات ظاہر ہو اور جو رس ظہور میں آوے یعنی آپس میں ملنا گلے میں ہاتھ ڈالنا۔ کھیلنا ہنسی ٹھٹھا وغیرہ۔

۳۔

ساتوک اس کو کہتے ہیں کہ اپنے محبوب کو دیکھ کر یا اس کی جانب سے دکھ یا سکھ پہنچنے سے من کی برتی جس جس حالت کو پراپت ہوتی ہے۔ یہ حالتیں آٹھ ہوتی ہیں۔ ۱۔ استنبھ جیون کا تیوں سکتہ کے سے عالم میں رہ جانا ۲۔ پرلیہ مورچھا اور غشی۔ ۳۔ رومانچ جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جانا۔ ۴۔ سویدیا پسینہ ہو آنا۔ ۵۔ وبرن۔ مکھ کا رنگ بدلجانا۔ ۶۔ کمپ جسم کا نپنے لگنا۔ ۷۔ آشرو آنسو بہانا۔ ۸۔ سُربھنگ۔ شبد میں بھید پڑ جانا یعنی آواز بدل جانا۔

۴۔

ونبھچاری۔ جو حالت دسوں رس کے پہلے یا پیچھے ظاہر ہو کر پھر جاتی رہے سو یہ حالتیں تینتیس ۳۳ ہیں اور سب رسوں میں اُن کی ویاپکتا برابر نہیں۔ ۱۔ نروید۔ معشوق کی جدائی یا دوسرے شخص کے ساتھ اس کی

محبت یا کوئی خلاف بات سمجھ لینے کا دکھ۔ ۲۔ گلانی بل گھٹ جانا اور امنگ کا نہ رہنا۔ ۳۔ شنکا۔ پیارے کے ملنے میں کسی وگھن کے سندیہہ کا دھیان ہو آنا۔ ۴۔ سنرم یعنی تکان جیسے راہ چلنے یا سمبھوگ کے بعد۔ ۵۔ دھریتی۔ من کی سنتشٹتا۔ ۶۔ جڑتا۔ دیوگ وغیرہ کے دکھ سے جیون کا بیوں رہ جانا۔ ۷۔ ہرش پیارے کو دیکھ کر یا اس سے بات چیت ہونے سے یا کسی اور وجہ سے ہرش ہونا۔ ۸ دینتا۔ بے چینی سے من چھوٹا ہو جانا اور بیوگ کو نہ سہہ سکنا۔ ۹۔ اگرتا۔ محبوب کی طرف جو بے اعتنائی ہو اس کی وجہ سے کرودھ آ جانا۔ ۱۰۔ چنتا۔ پیارے کے ملنے کے نمت سوچنا۔ ۱۱۔ نزاس۔ اچانک کسی خوف کا آجانا۔ ۱۲۔ ابرشا۔ اپنے محبوب میں دوسرے کی محبت کا ساکشی پن نہ سہ سکنا۔ ۱۳۔ امرش محبوب نے جو بے اعتنائی کی اس کا دکھ ہونا اور نا پہارنا۔ ۱۴۔ گرب اپنے سے دوسرے کو ادھک نہ جاننا۔ ۱۵۔ سمرتی۔ اپنے پیارے کو یا اس کے گنوں کو سمرن کرنا۔ ۱۶۔ مرن۔ مرنے کا اپائے کرنا یا مر جانا۔ ۱۷۔ مد۔ ہرش و گرب کے اکھٹے ہونے سے جو حالت ہوتی ہے یعنی کاریہ اکاریہ کا وویک نہ کرنا۔ ۱۸۔ ندرا۔ باہر کے انوسندھان سے انتر کی برتی میں ایکاگرچت کا ہونا جیسے سپن۔ ۱۹۔ سکھپت گہری نیند۔ ۲۰۔ ادبودھ۔ اودہانتا بیدھ ہوئے پیچھے سدھ ہونا۔ ۲۱۔ بر برڑا۔ لجا یا شرم۔ ۲۲۔ اپسمار۔ دکھ اور آشا اور دیگر وجوہات سے من کو تاپ ہونا۔ ۲۳۔ موہ۔ من کے ڈگمگ ہونے اور دکھ اور خوف سے جو کمی ہو۔ ۲۴۔ ہیست۔ آدسدھانت جو پتھ ہے وچار کر کے نشچہ کر لینا۔ (۲۵)۔ آلس کاریہ میں آپائے کی کمی۔ ۲۶۔ آویش۔ من کی رغبت و نفرت کا اچانک پرگٹ ہو جانا اور اسی وجہ سے من کا ڈگمگ ہونا۔ ۲۷۔ وترک۔ سندیہہ سے نانا پرکار کا دھیان ہونا۔ ۲۸ اوستھتار خوشی یا رنج کی وجہ سے اپنے جانے ہوئے کو چھپانا ۲۹۔ ویادھ۔ بیوگ میں شریر سے دکھی ہو جانا۔ ۳۰۔ انماد۔ جڑ چیتن کو برابر جان لینا جیسے متوالا۔ ۳۱۔ وشاد۔ جو بات اپنے کے خلاف ہے اس کا اپائے دکھائی نہ

پڑنا۔ ۴۲۔ اَوتسکیہ औत्सुक्य اپنے محبوب کے ملنے میں دیر کو برداشت نہ کرسکنا
۴۳۔چپلتا۔ منتر و شترو کے کارن سے من کا ستھر نہ ہونا۔

بزرگانِ سلف نے سامگری سویم و چہارم یعنی ساتوک و ویبھاری کو عاشق کی چینچل دشا سمجھ کر ایک نام بل ویبھاری رکھا مگر زمانۂ حال میں یہ باریکی نکالی ہے کہ ایک دشا جو سب رسوں میں ویاپکتا رکھتی ہے اس کو ساتوک کہتے ہیں اور جو دشا ایسی ہے کہ ایک رس میں تو ویاپک ہوا اور دوسرے رس میں ویاپک نہ ہو وہ ویبھاری ہے۔

ان کے بعد ستھائی بھاؤ ہے یعنی جو رس اپنے سجاتی اور بجاتی سے دور نہ ہوسکے اور برابر اپنی حالت پر قایم رہے۔ سجاتی یہ کہ رس سے رس کا استھائی بھاؤ ہٹ جائے جیسی لڑکے ہنسی اور ٹھٹھا یعنی ہاسیہ رس میں مگن ہیں کسی بڑے آدمی نے کرودھ یعنی رودر رس سے اس ہنسی کو نورت کردیا۔ اور بجاتی یہ ہے کہ جیسے لڑکے ہاسیہ رس میں مگن ہیں پھر روٹی کھانے چلے گئے اور وہ رس نورت ہوگیا یعنی رس سے رس نورت نہ ہوا بلکہ دوسرے باعث سے نورت ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی ابگھات اور کسی پرکارن بھگوت سروپ کے دھیان اور چینتون سے نہ ہٹے وہ پدوی انت کی اور درڑھ بھاؤ ہے۔

(۲۰۴)

ایک روز ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ صوفی لوگ

جو حال کہتے ہیں یہ تو نرا ڈھونگ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا خوب مرغی اپنی جان سے جائے اور کھانے والے کو سواد ہی نہ آئے اس حال میں بزرگ تو اپنی جان سے گزر گئے اور آپ کے نزدیک یہ ڈھونگ ہی ہے۔ بابا فرید شکر گنج کے مرشد حضرت قطب الدین بختیار کاکی ایک دن قوالی سن رہے تھے کہ یہ شعر پڑھا گیا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

اس کو سن کر ایسے زور و شور کی حالت طاری ہوئی کہ عرصہ تک بے ہوش پڑے رہے جب ذرا ہوش میں آئے تو فرمایا کہ پھر وہی شعر پڑھو۔ جب پھر پڑھا گیا تو پھر وجد میں آ گئے۔ جب پھر ہوش میں آئے تو اسی کے واسطے حکم ہوا پھر وہی شعر جاری ہوئے تو پھر حال آگیا اسی طرح پر تین چار دفعہ شعر پڑھا گیا اور آپ کا اسی حالت وجد میں وصال ہو گیا ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(۲۰۵)

ایک روز اس خاکسار نے عرض کیا۔ ع

عشق کیا شے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہیئے

ارشاد ہوا کہ عشق۔ بھگتی۔ محبت۔ پریم۔ سب ایک ہی چیز کے نام ہیں مگر در اصل وہ شے کیا ہے اور کیسی ہے اس کا بیان زبان نہیں کر سکتی البتہ کوئی صاحب کمال چاہے تو مزہ چکھ سکتا ہے اصطلاحِ عارفاں میں عشق سے دو حالتیں مراد ہیں ایک جذب دوسری ضبط۔ ا۔ جذب کے معنی ہیں کشش۔ یہ وہ کشش ہے جس کے ستارے و سیارے چاند و سورج خلا میں معلق

ہیں۔ یہ پرمانو ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں یہ کشش ہی چور سے چوری کراتی ہے۔ دانی سے دان دلاتی ہے اسی نے عیسٰی کو سولی پر چڑھایا موسٰی کو فرعون سے لڑایا۔ مہاتما بدھ سے راج چھوڑایا۔ یزید سے خون کرایا۔ انسان حیوان چرند پرند بلکہ تمام برہمانڈ اسی کشش کو کہتے ہیں اس کے گرد چکر کاٹ رہے ہیں اور اسی سے قایم ہیں البتہ اختلاف حالت کے لحاظ سے اس کا طرزِ اظہار جداگانہ ہے۔ سادھو مشغولِ عبادت ہے زاہد نماز روزہ میں لگا ہوا ہے۔ رند شراب سے بدمست ہے۔ عیاش تماش بینی میں مزے لیتا ہے مگر کیا نیک و بد کا بد کام سب اسی کے زیرِ اثر ہو رہے ہیں اور سب اس کام میں خوش ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ کشش سرور ابدی و سچدانند روپ ہے چونکہ ہر ایک شے اس کشش کا مرکز ہے اور اپنے اردگرد کی تمام اشیاء کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس کی وجہ سے اس کی رفتار سیدھی نہیں ہے بلکہ دائرہ کی صورت میں ہے۔ یہ دائرہ اوّل بہت ہی تنگ صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس تنگی کی وجہ سے اس کی کشش صرف اپنے ہی چاروں طرف رہتی ہے اسلئے اسکو خود غرضی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ بچہ ہر چیز کو لینے اور اپنے واسطے رکھنے کی کوشش کرتا ہے حتّٰی کہ اگر سانپ بھی سامنے آ جائے تو ہاتھ سے پکڑ کر منہ میں دھر لے اگر کوئی چیز اس سے لی جائے تو بہت ہی ناخوش ہوتا ہے اور ہرگز ہرگز اس کو دینا پسند نہیں کرتا خواہ وہ چیز نقصان پہنچانے والی ہی کیوں نہ ہو۔ مگر جیوں جیوں انسان بڑا ہوتا جاتا ہے اسی طرح وہ دائرہ بھی کشادہ ہوتا جاتا ہے اس کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اپنے میں محدود رہنا نہیں چاہتا بلکہ ہر سمت پھیلنا چاہتا ہے اور یہ قاعدہ مسلم ہے کہ ہر ایک چیز اپنے اصلی مرکز کی طرف رجوع ہوتی ہے اور یہ کشش بھی اپنے اصلی مرکز کی طرف جانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس لئے ماں باپ بھائی بند بیوی بہن بہت سے آدمیوں کو اب وہ اپنے دائرہ کے اندر سمجھتا ہے اور رفتہ رفتہ جوان

ہونے پر جب اولاد وغیرہ ہو جاتی ہے اس وقت خود غرضی کی شکل موہ کی
صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے اب وہ جو کام کرتا ہے دوسروں کے واسطے
ہی کرتا ہے اپنی ذات کا خیال بھی مشکل سے آتا ہے اگر یہ سلسلہ اسی طرح پر
جاری رہا تو چند روز میں اس کی کشش کا دائرہ اس قدر وسیع ہو جاتا ہے۔
کہ اول اپنے خاندان پھر اپنا وطن پھر اپنا ملک اور رفتہ رفتہ تمام دنیا کو ہی وہ
اپنے دائرہ میں شامل کر لیتا ہے اور اس کی کشش دوسروں کی طرف اس قدر
کھنچ جاتی ہے کہ پھر اپنے مرکز کی طرف آنا دشوار ہو جاتا ہے اور مرکز کو چھوڑ کر رفتہ رفتہ کشش
عالمگیری میں شامل ہو جاتی ہے۔ جیسے سل ودق وغیرہ امراض ظاہری کا اثر جسم پر ہوتا ہے
اسی طرح حرص وہوا وغیرہ کے اخلاق ذمیمہ امراض باطنی کا اثر روح انسانی
پر ہوتا ہے ان کا علاج دو وجہ پر ہے ایک جزی یعنی ذکر فکر و مراقبہ
وغیرہ سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ علاج و دفعیہ کیا جاوے۔ دوسرے کلی
یعنی محبت قلب میں پیدا کی جائے جب اس کا غلبہ ہوگا تو اپنی ہستی و خودی
مٹ جائے گی اور اس دعوائے ہستی اور خودی کے مٹ جانے سے اخلاق
ذمیمہ اور امراض روحانیہ کا خود ہی استقبال ہو جاتا ہے ۔

اپنی خودی مٹا کے تو بالکل ہو بے نشان
جب آپ گم گیا تو خدا ہی خدا رہا

اس کا نام طریق جذب ہے اس کی بابت مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہر کرا جامہ زعشقی چاک شد
او زحرص وعیب کلی پاک شد

اس جد و جہد میں جو حالت پیدا ہوتی ہے اسی کو دردِ دل کہتے

ہیں ۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

جس طرح سے سمندر میں اینٹ پھینکنے سے دائرہ یا چکر اٹھ کر بہت دور تک جاتے ہیں مگر ان کے رکنے کا کوئی کنارہ یا حد نہیں ملتی تو رفتہ رفتہ پانی کی کشش عالمگیری میں وہ کشش بھی سما جاتی ہے اور اسی کا نام عشقِ حقیقی ہے ۔

زلا بگذر کہ تا آسرار بینی
تو در لا نقطۂ پرکار بینی

بالغرض انسان کے دائرہ کو بہت وسعت نہ ہوئی اور تنگ خیالی نے اسکے دائرہ کو محدود رکھا جیسا کہ اکثر انسان کے خیالات اپنے بھائی بند یا رشتہ داروں کی نفع رسانی تک ہی محدود رہتے ہیں تو جسطرح تالاب میں اینٹ پھینکنے سے چکر بڑے ہو کر کنارے تک جاتے ہیں اور وہاں بند ہوتے نظر آتے ہیں مگر دراصل وہ بند نہیں ہوتے بلکہ کنارے کی حد سے ٹکرا کر پھر اسی مرکز کی طرف جہاں اینٹ پھینکی گئی تھی واپس آتے اور وہیں پر سما جاتے ہیں اسی طرح پرچیت روپی تالاب میں جو خود غرضی یا موہ کی اینٹ پتھر پھینکنے سے خواہشات کی موجیں اٹھتی ہیں ان کے چکر راگ دویش روپی کناروں سے ٹکریں کھا کھا کر بند نہیں ہوتے ۔ بلکہ راگ اور دویش کو چھوڑ کر ویراگ کی حالت میں پھر اسی مرکز کی طرف واپس آتی ہیں جیسے انسان زمانہ کے دکھ سکھوں سے نتیجہ حاصل کر کے

سب کو، ہیچ سمجھ کر پھر اپنی ہی طرف رجوع ہوتا ہے اسی کو عشقِ مجازی کہتے ہیں اور جب وہ کشش لوٹ کر مرکز پر پہنچتی ہے تو پھر مرکز، ہی میں سما جاتی ہے اور پھر کشش کا پتہ نہیں چلتا بشرطیکہ خواہشات کا سلسلہ مسدود ہو جائے جس کے واسطے بھی قواعد مقرر کئے گئے ہیں اسی طرح پر وہ عشقِ مجازی عشق حقیقی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پریم یا پریت کھینچ شکتی یعنی قوتِ جاذبہ کو کہتے ہیں اسی شکتی سے تمام رچنا جو چھوٹے چھوٹے ذرے یا پرمانو سے مل کر رچی گئی ہے قایم ہے اور کل دیہوں یا صورتوں کا ٹھہراؤ اور کارروائی اسی شکتی سے ہے جو پریم نہ ہوے تو کوئی کسی سے میل نہ کرے۔

۲۔ ضبط کے معنی اختیار یا قابو کے ہیں۔ اگر کسی چیز پر انسان کا قابو نہ ہو تو وہ اس سے حسب دل خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ہوا یا آگ یا پانی اس کشش عالمگیر کا ایک ادنیٰ ظہور سمجھے جاتے ہیں مگر ان پر ہی اختیار حاصل کرنے سے ہزاروں طرح کے فائدہ اور کام نکل سکتے ہیں۔ دریا میں پانی بے اختیاری کی حالت میں بہتا چلا جاتا ہے جب کبھی اس کا زور ہوتا ہے تو گاؤں کے گاؤں بہ جاتے ہیں اور تباہی اور بربادی سی ہو جاتی ہے مگر نہر وغیرہ نکال کر جب اس پانی پر اختیار حاصل ہو جاتا ہے تو لاکھوں بیگھے بنجر اور اوسر زمین سے کیسے فائدے اور پیداوار ہوتی ہے فیکٹری، کلین، پن چکی وغیرہ سے کیسے کیسے کام نکلتے ہیں۔ اسی طرح پر آگ بے اختیاری کی حالت میں دم کے دم میں شہر کے شہر غارت کر دیتی ہے مگر اس پر قابو حاصل کر کے پھر کیسے کیسے کام نکالتے ہیں۔ انجن، غبارہ، اگن بوٹ وغیرہ وغیرہ سب اسی کے ذریعے سے کام کرتے ہیں۔ جب ان ادنیٰ ظہوروں پر قابو کرنے سے اتنا فائدہ نکلتا ہے تو اگر اس کشش عالمگیر پر کوئی قابو کرتا کچھ فائدہ کر سکتا ہے جس شخص کو اپنی طبیعت پر اختیار نہیں ہوتا وہ غصہ کی حالت میں کیا کچھ کھلا بُرا

نہیں کر گزرتا۔ ایسے آدمی کو جذبہ والا یا مجذوب کہتے ہیں۔ اسی طرح پر جن کا رخ اس کشش عالمگیری کی طرف بے اختیاری کی حالت میں ہوتا ہے وہ بھی مجذوب کہلاتے ہیں۔ ان کی حالت ایسی سمجھنی چاہیئے جیسے ایک دریا اپنی حالت پر سمندر کی طرف رخ کئے بہتا چلا جاتا ہے۔ اس کو کسی کے بھلے برے سے کچھ کام نہیں۔ اگر کسی کو پانی کی ضرورت ہو تو لوٹا مٹکا یا پیپا جو چاہے اس سے بھر لاوے۔ اگر کبھی اس میں پانی کا بہاؤ زیادہ ہو گیا تو اس کی بھی روک تھام کچھ نہیں۔ گاؤں شہر جو سامنے آگیا سب غرقاب ہو جاتا ہے مگر جس شخص کو اپنی طبیعت پر اختیار ہوتا ہے اس کی حرکتیں ایسی نہیں ہوتیں اس کے ہر کام ضرورت اور وقت کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ غصہ کی جگہ ضبط سے کام لیتا ہے ایسے آدمی کو کہتے ہیں کہ یہ بڑے سلوک والا ہے اور جن لوگوں کو اس کشش پر پورا اختیار یا قابو ہو جاتا ہے وہ بڑے سلوک والے یا سالک کہلاتے ہیں جس طرح اوسر اور بنجر زمین کی طرف نہریں کاٹ کر لے جاتے ہیں اور ان کو سیراب کرتے ہیں چھوٹے چھوٹے نالے نکال کر ان سے کلیں اور جنتر اور پن چکیاں چلاتے ہیں اور ہزاروں طرح کے کام نکال لیتے ہیں اسی طرح ان بزرگوں کے فیضانِ صحبت سے عالم کو بہت فائدہ پہنچتا ہے جس جگہ جو ضرورت محسوس کرتے ہیں اس کے واسطے فوراً ویسا ہی سرانجام کر دیتے ہیں کسی خاص قوم۔ مذہب فرقہ یا ملک سے ان کو خصوصیت نہیں ہوتی۔ کل عالم سے ان کا ایک قسم کا تعلق ہوتا ہے ؎

گدائی کوئے تو از ہشت خلد مستغنی است
اسیرِ زلفِ تو از ہر دو عالم آزاد است

اور وہ دیش یا کال کی قید سے بری اور آزاد ہوتا ہے۔

مثنوی شمس تبریز

اے عاشقاں اے عاشقاں من عاشق دیرینہ ام	اے صادقاں اے صادقاں من عاشق دیرینہ ام
ایں دم کہ نورِ عاشقاں از عالمِ علوی گذشت	آنجا ہمہ خود من بُدم من عاشق دیرینہ ام
چندیں ہزاراں سال شُد تا قالبم را ساختند	ایں قالب جزوی ببیں من عاشقِ دیرینہ ام
با نوح در کشتی بُدم با یوسفِ اندر قعر چاہ	اندر دم عیسےٰ بدم من عاشقِ دیرینہ ام
آدم نبود و من بُدم عالم نبود و من بُدم	ایں دم نبود و من بُدم من عاشق دیرینہ ام
شاہِ حقیقت بودہ ام پیرِ طریقت بودہ ام	شہر شریعت بودہ ام من عاشق دیرینہ ام

اسیکو اننیہ بھگتی یا عشق حقیقی کہتے ہیں۔ مگر یہ حالت حال ہی تیل وقال سے سمجھ میں نہیں آسکتی۔

(۲۰۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ پریت کے معنی عشق مجازی یا سکام بھگتی کے ہیں جس میں خوف یا خواہش لازم ہوتے ہیں جیسے بعض انسان خدا کو جبار و قہار مانتے ہیں اور عذاب دوزخ سے بچنے کے خوف سے اسکی عبادت کرتے ہیں اور بعض اس کو رحیم کریم جانتے اور اور اس کی رحمت اور آرام بہشت کے خواستگار ہیں۔ مگر سچا پریم ان دونوں باتوں سے بری اور پرے ہے۔ عاشق یا بھگت عذاب دوزخ سے ڈرتا ہے نہ آرام بہشت کا طلبگار رہے نہ اس کو قہر کی پرواہ ہے نہ مہر کا خواستگار ہے۔

نہ جنت جو بہم دنے حور نے انہار مے خواہم	نیو ارزانی اے زاہد ہمہ تن یار مے خواہم
شا آں مملکت فردوس را بالے بدست آرید	کہ من درویش عالی ہمتم دیدار مے خواہم

سچے پریم میں تین باتیں ہوتی ہیں اول تو نشکام یعنی کسی عیوض یا بدلہ کی خواہش نہیں رہتی صرف پریم ہی کی طلب رہتی ہے۔

مثنوی

نہ جاہ و جلالِ کبریا مے خواہیم
نہ درد ترا ہیچ دوا مے خواہیم

ہر کس ز درِ تو مطلبی مے خواہد
ما خستہ دلاں از تو ترا مے خواہیم

دل بکن از فکر باطل یا سیاہ
از خدا غیر از خدا چیزے مخواہ

اے نزاع گر بمیرم بخوری تمام گوشت
چشم نگاہداشت کہ بینم جمالِ دوست

دنیا میں بھی جہاں کہیں سچا پریم ہوتا ہے۔ معاوضہ کی ہوس نہیں کی جاتی۔ معشوق سے معشوق کو ہی چاہتے ہیں بس اور کچھ نہیں ؎

درحضوری دوست ہر جانب نظر کردن خطا است
یکزماں حاضر نشیں اے دل کہ جاناں حاضر است

مثنوی

اے کہ شاہ دُیار یکتائی
جلوہ گر گشت در من و مائی

روزِ وحدت بکثرت آوردی
اے تو پنہاں ز بس ہویدائی

غیر تو نیست تا ترا بیند
درحقیقت ترا تو بینائی

ہمہ سُوئے چرا ہمہ سوئی
ہمہ جائے چرا ہمہ جائی

چوں بصحرا شدی زخلوتِ صرف
عالمے شہر تست صحرائی

دیدہ و نور دیدہ جملہ توئی
از کہ برقع ز روئے نکشائی

درحجاب از کہ ماندہ ہر گاہ
خود تماشائی خود تماشائی

دوسرے پریم خوف بری ہوتا ہے۔ بھگت پرمیشور سے محبت کرتے ہیں۔ اس کی صفت قہاری و جباری سے ان کو کچھ سروکار نہیں۔ ایک جج

عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر مجرم کو پھانسی کا حکم دیتا ہے۔ عدالت میں اسکے خوف سے مجرم کی پنڈلیاں کانپتی ہیں۔ مگر جب وہ گھر آتا ہے تو گویا اسکے لڑکے بالے اس سے ڈرتے ہیں۔ وہ مجرم کے واسطے جج بھلے ہی ہو۔ یہاں اور ہی قسم کا تعلق ہے۔ یہاں وہ بچوں کا پیارا باپ اور بیوی کا پیارا شوہر ہے۔ تیسرے یہ کہ بھگتی بطور خود معراج ہے وہ خود ہی کرم اور خود ہی جزا ہے۔ **رباعی۔**

عشق است کہ آن مغزِ دل و جان نیست
برگ من و عیش من و سامان نیست
رمزیکہ توانم زِ شناسش گفتن
انیست کہ درد من و درمان منست

نقل ہے کہ ایک شخص ایک عورت کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا کہ میں تجھ پر عاشق ہوں اس عورت نے جواب دیا کہ مجھ جیسی عورت پر تم کیا دیکھ کر عاشق ہوئے ہو اگر عاشق ہونا تھا تو فلاں عورت پر عاشق ہوتے۔ وہ آدمی اس عورت کا پتہ پوچھ کر اسکو دیکھنے گیا۔ مگر وہاں پر کوئی عورت اس شکل وصورت کی نظر نہ آئی تو پھر اسی عورت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جیسی عورت تم نے بتائی ایسی تو ہم کو کوئی نظر نہ آئی۔

اس نے جواب دیا کہ میں نے تمھاری آزمائش کی تھی سو معلوم کر لیا کہ تم دغاباز اور جھوٹے ہو۔ سچے عاشق نہیں۔ اگر تم سچے ہوتے تو تم کو سوائے میرے اور کسی کا خیال تک نہ ہوتا۔ مثل ہے کہ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ ہزاروں عورتیں لیلیٰ سے زیادہ خوبصورت تھیں مگر چونکہ مجنوں کو لیلیٰ کا سچا عشق تھا اس لئے اسکی نظروں میں سوائے لیلیٰ کے اور کوئی آتی ہی نہ تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ مجنوں اور مجنوں کی نظر سب غائب ہو گئے تھے اور صرف لیلیٰ ہی باقی رہ گئی تھی۔ جب خود ہی نہیں رہتی تو اچھے بُرے کی تمیز کون کرے۔

مثنوی

گر ایں رداے عنصری از تیغ عرفانی بُری ‏— قن حقیقت میخواری بر خود مبیں در خود ببیں
شمشیر عرفاں صاف کن قطع ہمہ اوصاف کن ‏— رو با حقیقت باف کن بر خود مبیں در خود ببیں
از خود گذر در خود نگر بیخود بخود شو باخبر ‏— زیں ہر دو بالا کن نظر بر خود مبیں در خود ببیں
از خود اگر یکسو شوی بیخود سراپا او شوی ‏— از سوئے خود بیسو شوی بر خود مبیں در خود ببیں
جو پائے خود در خود جلوہ ہائے او برو ‏— حرفِ نمو و ما و تو بر خود مبیں در خود ببیں
اُو در نشاں بس بے نشاں او بے نشاں در ہر نشاں ‏— بل برتر از وہم و گماں بر خود مبیں در خود ببیں

مگر یہ پریم کا پنتھ بڑا کٹھن ہے ؎

کٹھن پریم کو پنتھ جہاں نیم کی گت نہیں ‏— کھت وید سب گرنتھ پریم بھاؤ کے بس ہری
غیر ناکامی دریں رہ کام نیست ‏— راہ عشق است ایں رہ احمام نیست

عشق میں بازی ہی سر کی کام دولت کا نہیں
اس سے بہتر کھیل ہم نے اور کوئی دیکھا نہیں
جس نے اپنا سر نہ بیچا کچھ مزہ چکھا نہیں
عاشقوں نے جیتے جی ہی تن بدن رکھا نہیں

نقل ہے کہ ایک شخص نے حضرت محمدؐ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ اِنّی احبّک یعنی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ اے خدا کے حبیب! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ استعد للفقر۔ کہ اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو فقر کے لئے تیار رہ پھر اس نے عرض کی کہ اِنّی احبُّ اللّٰہ یعنی میں خداوند سبحانہ کے ساتھ محبت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ استعد للبلاء۔ کہ بلا کے واسطے تیار رہ ؎

بیگانہ را چہ کار بود در بلائے غم
آنرا رسد کہ خاص بود آشنائے ما

اور کبیر جی بھی کہتے ہیں ۔

یہ تو گھر ہے پریم کا خالہ کا گھر ناہیں
سیس اتارے بھوں دھرے جب بیٹھے گھر ماہیں

مگر جس طرح بادشاہ و حاکم کے پاس حاضر ہوتے وقت نظر گذراننے سے جلد و باسانی تمام دربار و حضوری میں رسائی ہوتی ہے اسی طرح حاکم دو جہاں اور شہنشاہ شہنشاہاں کے حضور میں باریابی کے واسطے کچھ نذر ہونی چاہیئے۔ وہ نذر مال خزانہ نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی چیز ہونی چاہیے جسکی اس کے پاس بھی کمی ہو تاکہ وہ چیز بڑی قدر کے ساتھ منظور کی جاوے۔ ایسی چیز جو اُس کے پاس بھی نہ ہو وہ کیا ہے وہ نیاز ہے کیوں کہ اُس کا نام ہے بے نیاز اس لئے نیاز یا عاجزی و انکساری جس کو شرناگت بھی کہتے ہیں ایسی نذر ہے جس سے بڑھ کر اس کو اور کوئی چیز پسند نہیں کیونکہ اسکا اُس کے پاس بھی گھاٹا ہے اور جو چیز اپنے پاس نہ ہو وہ سب کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔

نقل ہے کہ ایک شیر کے کٹھرے میں کسی نے ایک چھوٹے کتے کو ڈالدیا۔ کتا جس وقت شیر کے سامنے گرا تو وہ بہت عاجزانہ لہجے میں پیٹھ کے بل چت لیٹ گیا اور اپنے چاروں پنجے اوپر کر کے شیر کی طرف بہت انکساری سے دیکھنے لگا گویا زبان حال سے یہ کہتا تھا کہ میں تیری پناہ میں آیا ہوں۔ مارنا اور جینا رکھنا دونوں باتیں تمہارے اختیار میں ہیں۔ شیر اُس کی اس حالت کو دیکھ کر پگھل گیا اور اس کو اپنے پنجے سے الٹ کر سیدھا کر دیا اور نہ مارا اور وہ کتا اسی پنجرے میں شیر کے ساتھ رہنے لگا۔ رفتہ رفتہ ایسا اخلاص ہو گیا کہ شیر اس کو کھلائے بغیر آپ نہ کھاتا اور وہ کتا شیر کے منھ سے جھپٹ جھپٹ کر بھی کھانا نکال لیتا تھا۔ صرف ایک دفعہ کی عاجزی نے شیر کے دل میں اس کے لئے ایسی محبت پیدا کر دی تھی ۔

جو کرے سو میری خاطر جو دھرے میرے لئے
سادگی میں میرا عاشق کیا غضب ہشیار ہے

ہو محبت اس کو ان سے جن کو میں پیدا کروں
بے طمع ہو بے غرض ہو جب وہ میرا یار ہے
مجھ سے چاہے مجھ کو اور میری پرستش میں رہے
دوسری صورت سے جب دیکھو جبھی بیزار ہے
جو بتانا تھا بتایا دیکھ کیا باقی رہا
ایک نکتہ ہے جو تیرے حق میں اب درکار ہے
ترک کر سب ملتیں لے مجھ اکیلے کی پناہ
یہ میرا ذمّہ ہے ارجن تیرا بیڑا پار ہے
مگر عشق کا گھر بڑی دور ہے جس کو دیکھو نفس کافر کے پیچھے لٹھ لئے دوڑتا
پھرتا ہے اور درد دِل سے کوسوں بھاگتا ہے ؎
نفس کافر سے بہادر بن کے لینا انتقام
اس پہ خود کرنا پکڑ کر ہاتھ میں تلوار وار
ایک دن یہ سانپ بن کے مار ڈالے گا تجھے
نفس عمارہ کیا کرتا ہے ہر دم مار مار
موسمِ گل یا خزاں ہو لالہ زار دہر میں
دل کو ایسے انقلابوں سے نہ رکھنا خار خار
سخت بیماری ہے دردِ دل تو اپنے آپ کو
بن کے نا پرہیز مت اے سرورِ بیمار مار
مگر اس عشق کا مزہ تو عاشق ہی جانتے ہیں۔ اسکی طلب میں جان دینا!
اور سر کٹوانا توان کے لئے ادنٰے کام ہے ؎
یادِ حق میں لطف کیا بس عارفاں سے پوچھئے
جام وحدت کا مزہ تو قدرداں سے پوچھئے
ڈس گیا جب مارِ دنیا تب بھی میٹھا لگا
اِن مزوں کو تو گرفتارِ زماں سے پوچھئے

عشق حق کا لطف کیا سمجھے دل دنیا پرست
لذتِ ادرک بھلا میموں سے پوچھئے
خون اپنا آپ پیویں کر کے زخمی کل دہن
استخواں بے مغز کی لذت سگاں سے پوچھئے

مثل نشترِ جناده ہے رگِ دل میں نہاں
ان نظیروں کو بیتر اس رمزداں سے پوچھئے

(۲۰۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ پریمی بھگت یعنی عاشق میں یہ چھ باتیں کم و بیش ضرور ملیں گی ؎

عاشقاں را شش نشاں ست اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم و تر
گر کسے پرسد کہ دیگر کدام
کم خورد کم گفتن و خفتن حرام

چشم تر ضعفِ بدن خشکی لب زردئی رنگ
دردِ محبت کی ملیں ہیں یہ نشانی افسوس

(۲۰۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ پریم یعنی عشق و بھگتی چار طرح پر حاصل ہوتی ہے۔ اوّل تو قدرتی طور پر جیسے دہرو جی مہاراج اور پرہلاد جی کو تھی دوسرے کسی کی کشش سے ملنا جیسے گوپیوں کو شری کرشن مہاراج نے بھگتی دیدی تھی یعنی انہوں نے نہ کچھ جپ کیا نہ تپ کیا مگر عشق اعلےٰ درجہ کا تھا۔ تیسرے مرشد کی بتائی ہوئی بھگتی کے کمانے سے اور اس کے مطابق عمل کرنے سے چوتھے تکھوڑا یعنی آنے جانے والے جیسے لاکھ جب آگ کے مقابل ہوتی ہے تو پگھل جاتی ہے۔ جب سردی پاتی ہے تو سخت ہو جاتی ہے۔ یہ کتابوں کے پڑھنے سے یا دیگر نظاروں سے ہوتا رہتا ہے۔ اِن کو

ازلی - کمالی کسی اور وہیی بھی کہتے ہیں۔

(۲۰۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایسا کہا جاتا ہے کہ گیان کو پنتھ کر پان کی دھارا یعنی گیان کا مارگ بہت کٹھن ہے اور بھگتی یعنی پریم کا مارگ بہت آسان اور سہل ہے لیکن آسان ہو خواہ مشکل آدمی اپنے کو زندہ سمجھ کر گیان کو سادھ سکتا ہے مگر بھگتی مارگ چاہے سہل ہی سہی۔ مگر جو شخص اپنے کو زندہ سمجھتا ہے وہ اس مارگ میں پیر دھرنے کے لائق بھی نہیں۔ یہ مارگ اسی واسطے ہے جو اپنے کو مردہ سمجھ لے اور سر ہاتھ پر دھر کر آ دے ؎

یہ تو گھر ہے پریم کا خالہ کا گھر نا ہیں
سیس اوتارے بھوں دھرے جب بیٹھے گھر ماہیں

خودی اور اہنکار کو تو جڑ مول سے کاٹنا پڑتا ہے اپنے پریتم کی رضا جوئی اور خوشی ہر دم اور ہر لحظ مقصود ہوتی ہے اگر یہ بات ہو سکے تو پھر اس کے واسطے کچھ مشکل نہیں وہ دم کے دم میں اپنے پریتم کو پاتا ہے۔ عشق خواہ مجازی ہو خواہ حقیقی دونوں ایک ہی راہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس مارگ میں مکھیہ سادھن دھیان ہے یعنی ہر وقت اپنے پریتم کا دھیان رہنے اور اس دھیان میں نفسانیت کا دخل نہ ہو۔ جیسے اگر استری پر بہت پریم ہو اور اس کا دھیان جما یا جاوے تو اس سے مباشرت منع ہے کیونکہ اگر مباشرت کی جاوے تو پھر یہ غرضانہ کام ہو جاوے جب وہ کام نکل گیا پھر پریم کی کمی ہو گی۔ اگر لڑکے یا دوست یا کسی رشتہ دار کا دھیان کرنا ہو تو پھر وہ کیسا بھی نقصان کر دے اسکی طرف سے دل میں میل نہ لاوے ورنہ دھیان بگڑ جائیگا۔ اگر مرشد کا دھیان ہو تو اسکی بُرائی بھلائی کسی بات کی طرف مطلق پرواہ نہ کرے یہ نہیں کہ جب تک گرو تمہاری ہاں میں ہاں ملاتا رہے تب تک تو راضی اور اگر ذرا سی بات بھی اس نے خلاف مرضی کہی یا کوئی کام خلاف طبیعت کیا تو جھٹ اکڑ گئے۔ جب یہ صورت ہے تو پریم کیسا تم تو پرمیشر اور مالک سمجھ کر اُنکا دھیان کرتے ہو پھر ایسی باتوں کو ان میں دخل دینا کب روا ہے۔ بھلا کوئی اپنے مالک کو بھی مارتا ہے یا اپنے مالک سے بھی کوئی روٹھتا ہے۔

(۲۱۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بھگتی یا پریم درجہ عاشقی کا ہے اور بھولا پن اور سیدھا سبھاؤ درجہ عاشقی ہے اس میں بھی عجب کشش ہے۔ برج کی گوپیوں کو انتہا درجہ کا پریم تھا مگر جس وقت اکرور جی مہاراج شری کرشن جی کو لینے آئے تو تمام گوپیوں کو چھوڑ کر ان کے ساتھ ہو لئے۔ اکرور کہتے ہیں سیدھے سبھاؤ والے کو یعنی جس کا سبھاؤ کر دریا ٹیڑھا نہ ہو۔ گوسائیں تلسی داس جی فرماتے ہیں۔ بھولے بھاؤ ملیں رگھوائی۔

(۲۱۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ محبت یعنی پریم میں تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے عاشق و عشق و معشوق۔ پریم خواہ حقیقی ہو خواہ مجازی دونوں بالکل ایک سے ہیں۔ مجاز میں مثال کے لئے سورج کو بطور مالک کے سمجھو۔ مالک سرشٹی کی اتپتی اور پرلے ایسی ہی کرتا ہے جیسے سورج پانی کو سوکھتا بھی ہے اور برساتا بھی ہے۔ سورج منڈل کے لحاظ سے سورج ایک دیسی بھی ہے اور روشنی اور اجالے کے خیال سے سرب دیسی بھی ہے۔ سورج کے دیکھنے میں دو طرح کا پردا ہوتا ہے۔ ایک تو ابر یعنی بادل اور دوسرا اپنی نگاہ کے فرق کا جیسے موتیا بند۔ جالا و پھولا وغیرہ۔ ابر کا پردا ہوا سے ہٹتا ہے یعنی اگر ہوا زور سے اور موافق چلے تو ابر ہٹ جائے اور سورج دکھائی دینے لگے۔ اسی طرح پر اس گھٹ میں جو پردا ہے وہ پرانا یام اور راجیا کے شغل اور عمل سے ہٹ سکتا ہے۔ یعنی مل بکشیپ وغیرہ پردے اسکی وجہ سے دور ہو سکتے ہیں۔ موتیا بند وغیرہ آنکھ کے فرق کا پردا ڈاکٹر اور حکیم کے علاج سے دور ہوتا ہے اور سورج دکھلائی دینے لگتا ہے۔ اسی طرح آبرن روپی پردا گرو کے اُپدیش اور ترکیب سے اٹھتا ہے اور آتما روپی سورج پرتکش دکھلائی دینے لگتا ہے لیکن جیسے بادل اور بینائی کا فرق دونوں کی موجودگی میں سورج کی گرمی سے اس کی موجودگی ثابت ہوتی ہے ویسے ہی مل بکشیپ اور آبرن وغیرہ پردوں کے پڑے ہوتے بھی۔ موت زندگی اور بہت سے کاموں میں لاچاری اور مجبوری وغیرہ اثرات سے مالک کی موجودگی ثابت ہوتی ہے اور

اس کا خیال ہوتا ہے مگر اس کی موجودگی سے بلا امداد مرشد کے فائدہ نہیں اٹھا سکتے جیسے باغ میں پھول لگے ہوں یا شیشی میں عطر رکھا مگر اسکی خوشبو اچھی طرح سے تبھی آوے گی جب کوئی شخص پھول کو توڑ کر ناک سے سونگھنے کی ترکیب بتادے یا عطر کے پھوئے کو جسم اور لباس میں لگائے اور ملنے کی تدبیر سمجھاوے جیسے ابر دور ہونیکے لئے موافق ہوا کا انتظار اور بینائی درست ہونے کے لئے ڈاکٹر کا احسان اور رضاجوئی کرنی پڑتی ہے اُسی طرح پرمیشور کے معاملات میں بھی پریم اور محبت اور احسان اور رضاجوئی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہٹ دھرمی سے اگر کوئی گرو مہاتما اور مالک سے منکر ہو تو دوسری بات ہے مگر پھر بھی دکھ درد اور بہت سے کاموں میں لاچاری اور مجبوری ان کی ہستی اور ضرورت منوا کر چھوڑتی ہے۔

(۲۱۲)

ایک روز سوامی یوگانند نے عرض کیا کہ شری مہاراج میران بائی اور گوپیوں میں سے کون بہتر تھے میرے خیال میں تو میران بائی کا درجہ اعلےٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے شری کرشن مہاراج کو دیکھا بھی نہیں۔ عشق غائبانہ میں ہی اس درجہ کو پہنچ گئیں اور گوپیوں کو پریم ہو جانا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو شری کرشن مہاراج کے حسن و جمال کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا۔ شری مہاراج نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے۔ درجہ گوپیوں کا ہی بڑا تھا۔ گوپیاں شری کرشن مہاراج کے ساتھ رہ کر ان کی ہر ایک بات کی برداشت کرتی تھیں اور ان کی طرف سے جو کچھ سختی سستی ظہور میں آتی تھی اس پر برگشتہ اور منحرف نہیں ہوتی تھیں۔ وہ معمولی انسان کی طرح ان کے درمیان رہتے سہتے کھاتے پیتے تھے اور پھر بھی وہ ان کو مہایوگیشر اور اوتار سمجھ کر ان سے پریم کرتی تھیں۔ میران بائی کے ساتھ یہ معاملہ کہاں ہوا۔ مورتی پوجن کو اسی واسطے جاری کیا ہے کہ لوگ بھاگ چینن کی پوجا کرنے کی طاقت اور قابلیت نہیں رکھتے ہیں مورتی پر چاہے دو سیر دودھ چڑھا دو چاہے ایک پتھر مار دو وہ نہ کچھ بولتی ہے نہ چالتی ہے۔ اس کا تصور آسان ہے اور مرشد اور گرو کا تصور اسی واسطے مشکل کہا ہے کہ وہ معمولی

انساں کی طرح لوگوں کے بیچ میں رہتے سہتے کھاتے پیتے ہیں۔ بیمار بھی ہوتے دکھی بھی نظر آتے ہیں گویا ان کی کل چیشٹا اور کارروائی معمولی آدمیوں کی سی ہوتی ہے انکی سخت و سست بات کو سنکر انکے پریمی منحرف بھی ہو جاتے ہیں اور انکی بات برداشت کرنی مشکل پڑتی ہے اس لئے ان پر شردھا آنا مشکل ہے اور چیتن کی پوجا اسی واسطے خاص خاص ادھیکاری کو بتائی جاتی ہے۔ مورتی کے پوجن میں یہ دقتیں اور مشکلیں پیش نہیں آتیں۔

۲۱۳

ایک روز ارشاد ہوا کہ گوسائین گوکل ناتھ جی بٹھل ناتھ جی کے بیٹے اور بلبھا چاریہ کے پوتے بڑے بھگت اور مہاتما گذرے ہیں۔ سدا ناتھ جی کے مندر میں کنھیا نامی خاکروب جھاڑو دینے آیا کرتا اس کو شری ناتھ جی کی مورت سے بڑا پریم تھا۔ گوسائیں جی نے مورت پر سب کی نظر کا پڑنا مناسب نہ سمجھ کر ایک پردے کی دیوار کھچوا دی جس کی وجہ سے خاکروب کو درشن نہو سکے اور بہت بیقراری ہوئی تو اس نے خواب میں سنا کہ تم گوسائیں گوکل ناتھ جی سے کہنا کہ اس پردے کی دیوار کو گروا دیں۔ خاکروب نے دل میں سوچا کہ گوسائیں جی تک پہنچنا ہی مشکل ہے۔ اگر جاتا ہوں تو دوار پال ڈھٹائی سمجھ کر مجھ کو ماریں گے یہ کیسا عجیب حکم سرکار سے ملا ہے یہ خیال کر کے چپ ہو رہا۔ مگر جب مکرر سکرر تین روز تک وہی حکم ملا تو ناچار ہو گیا۔ ڈیوڑھی والوں نے تو اس کی اطلاع نہ کری مگر کسی اور شخص نے بات چیت میں گوسائیں جی سے کنھیا خاکروب کے آنے کا ذکر کر دیا اسی وقت اندر طلب کیا اور اسکی عرض کے مطابق علیحدگی میں پوچھا تو خاکروب نے وہ سندیسا سنا دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ تین روز سے متواتر حکم ہو رہا ہے گوسائیں جی نے پوچھا کہ کیا میرا نام لیکر یہ آگیا دی ہے تو اس نے جواب دیا کہ ہاں آپ ہی کا نام لیکر کہا ہے۔ گوسائیں جی کو بھی کچھ اس بات کی انگت معلوم ہوئی تھی اسکی بات ٹھیک سمجھ کر بیدھ ہو گئے اور کنھیا کو دوڑ کر چھاتی سے لگا لیا اور حکم کی فی الفور تعمیل کی۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ خاکروب کی کتنی خاطر منظور تھی۔ دوسرے گوسائین جی کو جس بات کی انگت ہوئی وہ کنھیا کو پرتکش کہی گئی۔ سچ ہے ذات پات پوچھے نا کوئی ہر کو

بھیجے سوہر کا ہوئے۔

۲۱۴

ایک روز ارشاد ہوا کہ ندیا گاؤں میں ایک شخص گیتا کا پاٹھ کیا کرتا تھا مگر ایسے اشدھ اکشر بولتا تھا کہ پنڈت وغیرہ جو اسکو سنتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ پاگل ہے کسی نے شری کرشن چیتن جی سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا اسکو دیکھنا چاہئے اس کے پاس بیٹھ گئے جب اس نے پاٹھ کیا تو اس سے پوچھا کہ آپ کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسکے پڑھنے میں خوب آنند لیتے ہیں۔ مگر اسکا اچارن وغیرہ ٹھیک نہیں۔ اسلئے یہ فرمائیے کہ کس نمت آپ یہ کام کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ نمت وِمت تو میں جانتا نہیں اور اچارن کا بھی مجھ کو پتہ نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ جب میں گیتا پاٹھ کرتا ہوں تو مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شری کرشن جی مہاراج رتھ پر سوار ہیں ہاتھ میں گھوڑوں کی باگیں اور چابک ہے اور ارجن کو اپدیش دے رہے ہیں۔ وہی اپدیش مجھ کو سنائی دیتا ہے۔ یہ سنکر شری کرشن چیتن اس شخص سے لپٹ گئے اور فرمایا کہ:-

بھائی تم ہی گیتا سمجھتے ہو اور تمہارا گیتا پڑھنا ہی درست ہے۔

۲۱۵

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب دہلی میں نادر شاہی لوٹ اور قتل عام بند ہو گئی تو محمد شاہ نے دعوت کا اہتمام کیا اور مجلس آراستہ کی گئی۔ شاہی طوائف جس کا محمد شاہ سے بھی تعلق تھا بلوائی گئی۔ اسکو دیکھ کر نادر شاہ پھسل پڑا اور حکم دیا کہ یہ طوائف بھی ہمارے ساتھ ایران جائے۔ محمد شاہ کا تو حوصلہ کیا تھا کہ دم مار سکے۔ مجبوراً اقرار کر لیا مگر طوائف کا یہ حکم سن کر برا حال ہو گیا۔ اول تو محمد شاہ سے جدائی دوسرے ہندوستان کے عیش و آرام ادھر نادر شاہ جیسے ظالم سے پالا اور کوہستان۔ اس کا دل بھر آیا اور اس نے دل پُر درد سے محمد شاہ کی طرف دیکھ کر خطاب کر کے یہ رباعی پڑھی۔

من شمع جان گدازم تو صبح دل کشائی — سوزم گرت نہ بینم میرم چو رُخ نمائی
نزدیکت ایں چنینم دور آنچناں کہ ہستم — نہ تاب وصل دارم نہ طاقتِ جدائی

نادرشاہ سخن فہم آدمی تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسکے ہندوستان رہنے کا حکم دے دیا۔

(۲۱۶)

ایک روز ارشاد ہوا کہ محبت سے وصل خدا کی زبردست خواہش مُراد لی جاتی ہے لیکن اسکے مفہوم میں افراط خواہش خود غرضی ہے بلکہ قوتِ ارادی و عزم و استقلال تمہاری سرشت میں پیوست ہو جانا چاہئے۔ اسکا مفہوم وصل خدا کا پختہ ارادہ ہے مایوسی اور نا اُمیدی پاس تک نہ پھٹکنے پاوے۔

ہیں کان لگے مرشد کامل کیطرف
نورِ عرفاں ہے موجزن دل کی طرف
ہنگامۂ ہستی میں ہے سالک کی نظر
احکام طریقت کے مسائل کیطرف
گو مجمع ہستی میں گھرا رہتا ہے
مرشد کے اشاروں پہ فدا رہتا ہے
دنیا کے ترانوں سے جسے ساز نہیں
اُس حرف سے کان آشنا رہتا ہے

(۲۱۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بھگتی چار قسم کی ہوتی ہے۔ تموگنی۔ رجوگنی ستوگنی اور آنند یا آنندیہ۔ تموگنی بھگتی میں پریم تو ہوتا ہے مگر ہر دم یہ خواہش ہوتی ہے کہ جو بات میں کہتا ہوں وہی ہو۔ میری ہاں میں ملتی رہے یعنی خودی و اہنکار کا بڑا زور رہتا ہے۔ رجوگنی بھگتی میں مطلب پورے ہونیکا خیال رہتا ہے۔ ستوگنی بھگتی میں یہ اچھا ہوتی ہے کہ جس طرح پر میرا خیال ہے اسی طرح پر کام ہو جاوے تو اچھا ہو۔ آنند بھگتی میں یہ سب باتیں جاتی رہتی ہیں اس میں بھگت اپنے پریتم کے سروپ کے آنند میں مگن رہتا ہے۔ اپنا اور اپنے خیالات اور خواہشوں کا ناش ہو جاتا ہے۔

(۲۱۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی بھگت عورت کے پاس تین ابھیاسی ست سنگی حاضر ہوئے اور اپنی بھگتی کے اظہار میں اوّل شخص نے کہا کہ بھگت وہ ہے جو مالک کی پہنچی ہوئی تکلیف اور دکھ میں صبر کرے۔ عورت نے سنکر فرمایا کہ اس میں تو مجبوری اور اہنکار

کی بو آئی ہے۔ دوسرا بولا کہ مالک کی بھیجی ہوئی تکلیف میں شکر کرے۔ عورت نے جواب دیا کہ کچھ اس سے بڑھ کر کہو تو تیسرا بولا کہ مالک کی بھیجی ہوئی تکلیف پر خوش ہو اور آنند مانے۔ عورت نے کہا کہ یہ بھی سہارے کی ۔۔۔ بھگتی ہے تب تو وہ تینوں بولے کہ اب آپ کچھ فرمائیے اسوقت وہ عورت بولی کہ میرے خیال میں بھگتی وہ ہے جسکو اپنے پریمی کے پریم میں دکھ سکھ ہرش شوک کا خیال تک بھی نہو اور اس کا پتہ تک نہ چلے۔

(۲۱۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب پانڈووں نے یگ کیا تو شری کرشن مہاراج نے یگ شالہ میں ایک گھنٹا ٹنگوا دیا کہ جب یہ خود بخود بجنے لگے تب یگ سپھل سمجھنا چاہیئے۔ یگ بدھی پوربک ختم ہو گیا اور بڑے بڑے رشی منی مہاتما جمع ہوئے مگر گھنٹا نہ بجا۔ تب پسیچ مہاراج کو بلا کر لائے اور آدر پوربک کھانا کھلایا اسوقت خود بخود گھنٹا بجا اور یگ سپھل ہوا۔ ارجن کو یہ دیکھ کر بہت سندیہ ہوا کہ ایسے ایسے رشی منی جمع ہوئے تب تو گھنٹا نہ بجا بھلا پسیچ میں ایسی کیا خصوصیت تھی جو ان کے آنے سے گھنٹا بجا اور شری کرشن مہاراج سے اپنا سندیہ بیان کیا۔ تب وہ ارجن اور تمام رشی منی اور پسیچ جی کو ساتھ لے کر پشکر جی گئے اور سب کو تالاب کے کنارے کھڑا کر کے ارجن سے کہا کہ اب ان سب کا عکس پانی میں دیکھو۔ ارجن نے کیا دیکھا کہ کسی رشی کی صورت تو پانی میں کوّے کی سی نظر آتی ہے کسی مہاتما کی سانپ کی سی۔ سب کا یہی حال دیکھا صرف پسیچ جی کی صورت انسان کی سی نظر آئی اور شری کرشن مہاراج کا وراٹ سروپ دکھائی دیا۔ ارجن نے اپنے جسم کا عکس دیکھا تو ایک حصہ اپنے جسم کا بھی اس کو جانور کا سا نظر آیا اس وقت شری کرشن مہاراج نے فرمایا کہ دیکھ لے یہ تمام رشی منی کسی نہ کسی اہنکار اور عادت کے مطیع ہیں جس کو جو اہنکار یا عادت ہے اس کی جانور کی سی صورت دکھائی دیتی ہے جو اس عادت یا اہنکار کا نمونہ ہے جیسے جو کامی ہے اسکی صورت کتے کی سی دکھلائی دیتی ہے۔ جو اہنکاری ہے اسکی شیر کی سی۔ جو لالچی ہے اس کی

بندر کی سی۔ جو کینہ والا ہے اس کی اونٹ کی سی وغیرہ وغیرہ ان سب میں صرف پہیہ جی ہی نراہنکار بھگت ہیں اسلئے ان کی ہی صورت انسان کی سی ہے ورنہ یہ تمام انسان صورت حیوان سیرت ہیں۔

(۲۲۰)

ایک روز ارشاد ہوا:۔

الا یا ایھا الساقی ادر کاساً وناولہا

کہ عشق آسان نمود اول دے افتاد مشکلہا

اور فرمایا کہ جسوقت شکم مادر میں بچہ الٹا ہو جاتا ہے اور اسکو وہاں کی تکالیف کا گیان ہوتا ہے تو درگاہ ایزدی میں بار بار عجز وانکساری سے گریہ وزاری کرتا ہے اس وقت آواز آتی ہے کہ الست بربکم یعنی تم پیدا ہو کر میری یاد کروگے تو یہ کہتا ہے قالو بلا یعنی وعدہ کرتا ہے کہ کرونگا کہ ہے خداوند! ہے ایشر! مجھ کو اس عذاب سے چھڑا میں یہاں سے چھوٹ کر ہمیشہ تیری عبادت و یاد کروں گا اور سوائے تیرے کسی سے عشق و محبت نہ کروں گا اور کسی چیز میں دل نہ لگاؤں گا۔ مگر بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور بڑا ہوتا تو اشیائے فانی کی تڑک بھڑک اور رشتہ داروں کے تعلق اور دنیا کی محبت میں ایسا گرفتار ہو جاتا ہے کہ اس وعدہ کو یاد سے بھلا دیتا ہے اور اگر کسی کو وہ بات یاد آئی بھی تو کام کرودھ اور لوبھ موہ کے بندھن ایسے سخت ہو جاتے ہیں کہ اسکو وعدہ کا پورا کرنا سخت مشکل نظر آتا ہے۔ اسی بات کو حضرت حافظ صاحب نے اوپر کی غزل میں بیان کیا ہے۔

(۲۲۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جب شری رامچندر جی مہاراج نے شری بالمیک جی مہاراج سے پوچھا کہ مہاراج میں کس جگہ نواس کروں تو انہوں نے تین طرح پر اس کا جواب دیا۔ اول تو گیان سے یعنی سروگیہ روپ سمجھ کر شری رامچندر جی مہاراج سے کہا پوچھو ہوئے کر رہوں کہاں میں پوچھت سکچاؤں۔ جہاں نہ ہوؤ تہاں دیہوں کہہ تمہیں دکھاؤ

ٹھانوں۔ یعنی آپ مجھ سے رہنے کی جگہ پوچھتے ہیں اور میں آپ سے یہ پوچھنے میں سکچاتا ہوں کہ آپ مجھے وہ جگہ بتایئے جہاں آپ نہوں تو میں وہی جگہ آپکے رہنے کو بتا دوں یعنی آپ سے خالی کوئی جگہ نہیں آپ سرو ویاپک ہیں۔

دوسرا جواب بھگتی کی ریت سے یہ دیا کہ آپ اسکے ہردے میں اس کے

ہردے میں بسو۔

(۱) جسکے کان آپکے کتھا روپی ندی کو گرھن کر نیکے لئے سمندر کے سمان ہیں جس کے نیتر آپ کے درشن روپی سواتی کے جل کو پپیہے کیطرح ترستے ہیں۔

(۲) جس کی جیبھہ آپکے یش میں سے ہنس کی طرح موتی چگتی ہے یعنی جیسے "کے ہنسا موتی چگیں کے لنگن کو جائیں" کے ہنسا موتی چگیں کے لنگن کر جائیں" دوسرے جیسے ہنس دودھ کو علیحدہ کر کے پی لیتا ہے اور پانی کو چھوڑ دیتا ہے اسی طرح آپکے یش میں سے اپنی بدھی کے مطابق سار کو گرہن کرتے ہیں۔

(۳) جو ناسکا آپکے پرشاد کی سندر پوتر سگندھ کو گرھن کرتی ہے جو منھ آپ کے ہی پرشاد کو بھوجن کرتے ہیں جو سر کہ دیوتا گرو اور برہمن کو دیکھ کر پربت سہت جھکتا ہی جن کے ہاتھ سدا رام کے چرنوں کو پوجتے ہیں۔ جن کو رامچندر جی کا بھروسہ ہے دوسرے کا نہیں ہے جنکے چرن رامچندر جی کی تیرتھ میں جاتے ہیں۔

(۴) جو نت تمہارا ہی نام جپتے ہیں اور پریوار سہت آپکو پوجتے ہیں۔ جو انیک پرکار کے ترپن دھوم کرتے ہیں اور برہمن کو بھوجن کرا کر دان دیتے ہیں۔ جو گرو کو آپ سے بھی ادھک من میں سمجھ سب پرکار آدر سے سیوا کرتے ہیں۔ سب کا ایک یہی پھل مانگتے ہیں کہ آپکے چرن میں رتا ہوں

(۵) جنکے من میں کام کرودھ مد مان اگیان لوبھ چت کی چنچلتا راگ دویش کپٹ اہنکار اور مایا نہیں ہے۔

(۶) جو سب کے پیارے اور سب کے ہتکاری ہیں جنکے سکھ اور دکھ بڑائی اور گالی سمان ہیں جو بچار سچے اور پیارے بچن کہتے ہیں اور سوتے جاگتے آپ کی شرن ہیں۔ جن کو تمہیں چھوڑکر دوسری گت نہیں ہے۔

(۷) جو پرائی عورت کو ماتا سمان جانتے ہیں جو پرائے دھن کو زہر سمجھتے ہیں۔ جو دوسروں کی بڑھوتی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، جو دوسروں کی بپت دیکھ کر دکھی ہوتے ہیں۔ جنکو تم پران سے پیارے ہو۔

(۸) جن کے سوامی بھرتر۔ پتا ماتا۔ گرو اور پیارے سب تمہیں ہو۔

(۹) جو سب کے اوگن چھوڑ کر گن لیتے ہیں۔ جو گئو برہمن کے لئے دکھ سہتے ہیں۔ جن کی گنتی سنسار میں نیت کے اچھے جاننے والوں میں ہے۔

(۱۰) جو آپکے گن اور اپنے دوشوں کو سمجھتے ہیں۔ جنکو سب طرح آپکا بھروسہ ہے۔ جن کو رام کے بھگت پیارے لگتے ہیں۔

(۱۱) جو جات پانت۔ دھن۔ دھرم۔ بڑائی پیارا کٹمب اور استھانوں کا سموہ ان سب کو چھوڑ تم سے لو لگاتے ہیں۔

(۱۲) جنکو سرگ۔ نرک۔ موکش برابر ہیں۔ جہاں تہاں آپ کو ہی دھنش بان دھرے دیکھتے ہیں۔ یعنی آپ کا ہی تصور کرتے ہیں۔ من کرم بچن سے آپکے داس ہیں۔

(۱۳) جسے کبھی کچھ نہ چاہیے اور آپ سے سادھارن ہی پریت رکھتا ہے۔ یہ تیرہ استھان ہیں جہاں خصوصیت کے ساتھ آپکا باسا ہونا چاہیے۔

بعدہٗ عام طور سے یہ جواب دیا کہ آپ چترکوٹ میں جاکر بسیں۔

(۲۲۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جناب قاضی رکن الدین صاحب نے شری بابا نانک صاحب سے یہ پانچ سوال کئے تھے۔ (۱) فقیری کا آغاز کیا ہے۔ (۲) فقیری کا انجام کیا ہے۔ (۳) فقیری کی شناخت کیا ہے۔ (۴) فقیری کی روشنی کیا ہے (۵) فقیری کا لباس کیا ہے۔ شری گورو نانک جی مہاراج نے یہ جواب فرمائے۔

(۱) فقیری کا آغاز انانیت کو قتل کرنا ہے۔ (۲) فقیری کا انجام زندگی جاوید ہے (۳) فقیری کی شناخت عجز و نفس کشی ہے (۴) فقیری کی روشنی چپ چاپ دھیان کرنا ہے۔ (۵) فقیری کا لباس سچ اور

ہمہ اوست ہے۔

(۲۲۳)

ایک روز کئی اصحاب نے ملکر عرض کیا کہ شری مہاراج ہم نے آپکی بتائی ہوئی جگتی کے موافق اتنے عرصہ تک ابھیاس کیا مگر کچھ اثر نہیں ہوا شری مہاراج نے فرمایا کہ اوّل تو جس قدر بھجن آپ نے کیا ہے۔ اس کا حال آپکا دل جانتا ہے۔ دوسرے من لگا کر بھجن کرنے کا پھل ہوتا ہے۔ سو کسقدر من آپکا بھجن کے وقت بھجن میں لگتا ہے وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہے تیسرے بھجن کا جو نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کو آپ اچھی طرح سے سمجھ نہیں سکتے اگر اپنے دل کی اچھی طرح سے نرکھ پرکھ کرو تو فوراً معلوم ہو جاوے گا کہ آیا کام کرودھ لوبھ موہ وغیرہ وکاروں میں پہلے کی نسبت کچھ کمی ہوئی یا نہیں اور دھیرج دھرم شیل سنتوکھ وغیرہ صفات انسانی کا اثر طبیعت میں زیادہ ہوتا ہے یا نہیں۔ چوتھے آپ صاحبان شری مد بھگوت گیتا کے ۱۶ ادھیائے کے شروع کے اشلوکوں میں صفات ملکوتی و شیطانی کا ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ آیا صفات ملکوتی میں سے کسقدر آپ میں موجود ہیں کیونکہ بھجن کا قرار واقعی اثر ایسی طبیعت میں ہی ہوتا ہے۔ اسکو سنکر سب صاحب تو اپنی طبیعت میں شرمندہ ہوئے مگر ایک صاحب بولے کہ شری مہاراج اگر صفات ملکوتی ہم میں موجود ہی ہوویں تو پھر آپکے اُپدیش کی کیا ضرورت اور کیا صفات ملکوتی میں ہی آپکا اُپدیش کام کرتا ہے اور صفات شیطانی میں نہیں کرتا۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ صفاتِ ملکوتی سے ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ کل باتیں پورے طور سے کسی آدمی میں ہوں مگر کچھ بات تو ہونی چاہئیں۔ اور اُپدیش کے اثر کی یہ بات ہے کہ یہ تو دونوں صورتوں میں اثر کرتا ہے مگر صفات ملکوتی والی طبیعت کو ناہموار جگہ۔ اب انصاف کرو کہ ہموار جگہ میں جو بیج بویا جائے اس کا اثر کتنی جلدی اور کیا ہوتا ہے اور ناہموار جگہ میں بوئے ہوئے بیج کا اثر کتنی دیر میں اور کیسا ہوتا ہے۔

(۲۲۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ شری کرشن جی مہاراج نے گیتا جی

کے سولہویں ادھیائے میں دیو سمپت اور اسُر سمپت کے لکشن بیان کئے ہیں ۔ جو دیو سمپت ہوگا اسکی جلدی ترقی بھجن میں ہو سکتی ہے اور اسُر سمپت والا مدت تک ابھیاس وست سنگ سنت مہاتما کا کر کے پہلے اپنی برتی کو دیو سمپت سبھاؤ والی کرے پھر بھجن میں ترقی کرتا ہے ۔ دیو سمپت والے لکشن حسب ذیل ہیں ۔ ان کے سُننے سے انسان اپنے دل میں خیال و وچار کر سکتا ہے کہ آیا مجھ میں کونسا لکشن زیادہ ہے اور کونسا کم ہے ۔ شری کرشن مہاراج نے کل ۲۶ لکشن دیو سمپت کے ارجن جی سے فرمائے ہیں ۔ ان کی تفصیل اس طرح پر ہے ۔

(۱) ابھے یعنی بیباکی ۔ وید شاستر اور مہاتماؤں کے جو واک ہیں ان پر سنشے نہ کر کے چلنا اور قایم رہنا اور پھر دل میں کسی قسم کا وہم نہ ہونا ۔ وہی شخص ابھے وبیباک اور بے خوف ہے جس کو امید و خوف نہیں ۔

(۲) ستوسم شدھی ۔ یعنی پاک باطن ۔ انتھ کرن کا بالکل صاف ہونا یعنی پرمیشر کا سروپ جاننا دیکھنے کو دیکھنا سُننے کو سُننا کہتے اُسی شخص کو پاک باطن و نرمل کہتے ہیں ۔

(۳) گیان یوگ ارستھتی ۔ یعنی علم و عمل میں پکا ہونا یعنی گیان و یوگ میں پورے طور سے قائم ہونا ۔ علم باعمل کا ہونا ۔ یہ اوپر کے تینوں لکشن گیانی مہاتماؤں کے واسطے ہیں

(۴) دان یعنی فیاضی پرمارتھ میں یعنی موجودہ پدارتھ میں اپنی حیثیت کے مطابق بھوکے ننگے لنگڑے اپاہج محتاج کو دان دینا پرو پکار کرنا وغیرہ ۔ اُتم برہمن یا شردھا و شکتی بھگتی سے ۔

اشلوک ۲۰۔۲۱۔۲۲

معلوم ہوا کہ شری کرشن جی نے ادھیائے سترہ میں دان تین طرح کا فرمایا ۔ جو دان فرض سمجھ کر .... بدلے کی امید نہ رکھ کر اور موقع و وقت و ادھکاری یعنی جسکا استحقاق ہو دیکھ کر کرنے کو ستوگنی دان کہا ہے ۔ اور جو دان بدلے کے خیال پر مجبوری کی حالت میں کیا جاوے وہ رجوگنی ہے اور جو دان

موقع و وقت کا خیال نہ رکھ کر اور غیر مستحق کو بے قدری یعنی توہین اور غصہ یعنی کرودھ کر کے دے وہ تموگنی دان ہے۔

(۵) دم۔ یعنی ضبط حواس۔ پانچ گیان و پانچ کرم اندریوں کو وشیوں سے ہٹا کر قابو کرنا دم ہے۔

(۶) یگ۔ یعنی تکمیل فرائض مذہبی شاشتر وہت کرم وشیش یعنی تکمیل فرائض مذہبی کو یگ کہتے ہیں۔ یہ اوپر لکھے ہوئے تین لکشن گرہستی کیواسطے فرمائے ہیں۔ معلوم ہو یگ دو قسم کے ہیں ایک شروت یگ و دوم سمارت۔ پہلے قسم کے یگ کی قسمیں اگنی ہوتر۔ درس پورن ماس۔ سوم یگ وغیرہ۔ دویم قسم کے یگ کی قسمیں۔ دیو یگ پتری یگ۔ بھوت یگ۔ نش یگ وغیرہ۔

اسی طرح یگ بھی شری کرشن جی مہاراج نے ادھائے ستره سلوک ۱۱-۱۲-۱۳ میں تین طرح کے فرمائے ہیں۔

جو یگ پھل کی امید نہ رکھ اور فرض سمجھ کر اور باقاعدہ ویدو شاشتر انوسار کیا جاوے وہ ستوگنی یگ ہے۔ جو یگ کسی مطلب نکالنے یعنی سوارتھ کے خیال پر جھوٹی شردھا سے کیا جاوے وہ رجوگنی یگ ہے اور جو یگ آہوتی منتر و دچھنا اور بغیر شردھا کے کیا جاوے وہ تموگنی یگ ہے۔

(۷) سوادھیائے یعنی تحصیل علم۔ یہ برہمچرج کیواسطے ہے ویدو شاشتر اور دھرم پستک کے پڑھنے کو تحصیل علم یا سوادھیائے کہتے ہیں۔ ؏

زبس بر مکتب عشق لاغری کردم | تنم بہ کاغذ مسطر کشید مے مانم
چو شمع از پئے علم باید گداخت | کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

(۸) تپ۔ یعنی ریاضت ہے۔ یہ بھی تین طرح کا ہے۔ مانسک۔ واچک۔ شاریرک یعنی قلبی۔ زبانی۔ جسمانی پہلے شاریرک تپ۔ دیوتا برہمن گورو اور عام لوگوں کی تعظیم کرنا۔ پاک و صاف و پوتر رہنا۔ شیہ کرمونکا پابند اور برہم ودیا یعنی علم الہی کا پابند اور کسی کو دکھ نہ پہنچانا۔ دویم واچک تپ صلح آمیز یعنی سب سے ملاپ رکھنے والا سچ

بولنا اور میٹھا بولنا اور علم حاصل کرنا ۔ سویم مانسک تپ تسلی رکھنا اور نرمی و شانتی لینا اندریوں کو قابو رکھنا ۔ صفائی قلب یعنی یوگ ابھیاس میں لگا رہنا ۔ مندرجہ بالا تینوں قسموں میں سے جس کسی قسم کا تپ پھل کی آسا چھوڑ کر کیا جاتا ہے ۔ اُسے مہاتما ستوگنی تپ کہتے ہیں اور جو تپ ناموری یعنی سنسار میں جسکا نام ہو عزت و بڑائی کیواسطے فریب سے کیا جاوے وہ رجوگنی تپ ہے کیونکہ وہ بے ثبات و فانی ہوتا ہے جو تپ حماقت یعنی آسں کیوجہ سے اپنے تئیں تکلیف دے کر اوروں کو تکلیف پہنچانیکے واسطے کیا جاتا ہے وہ تموگنی تپ ہے ۔

(۹) ارجوم ۔ یعنی دگر بھاؤ کا تیاگ یعنی راست بازی ۔ جو من شرھا دان شرھا میں اور جو اُتم جگیا سُو میں اُن سے بھید کی بات نہ چھپانا اور جو سچی بات ہو کہنا ۔ اسی کا نام آرجوم یعنی راست بازی ہے ۔

(۱۰) اہنسا ۔ پرانیوں کی جیو کا روپ برتی کا جو چھیدن ہے اس کا نام اہنسا ہے ۔ یعنی جس انسان کا کسی روزگار کے گپت بھید کے ذریعہ پالن پوشن یعنی ذریعہ معاش ہو رہا ہے اور گپت بھید پر واقف ہو کر پام لوگوں کے سامنے اُسکے بھید کو ظاہر کرنا یہ ہنسا ہے اور پروہ رکھنا اہنسا ہے یعنی جس جس پرانی کا جس جس برتی ہے جیون ہوتا ہے تس تس پرانی کی تس تس برتی کا کداچت بھی چھیدن نہیں کرنا ۔ اس کا نام اہنسا ہے ۔ انتشکرن کے پرانایام کا نام برتی ہے ۔

(۱۱) ست یعنی سچائی ۔ ہمیشہ یتھارتھ ارتھ کے بودھک بچن کو ست کہتے ہیں یعنی جس میں جھوٹ کا نام و نشان بھی نہ ہو ہمیشہ اسکو ست یا سچائی کہتے ہیں ۔

(۱۲) اکرودھ ۔ یعنی تحمل ۔ سچی بات سے اگر کسی کا دل دکھتا ہے تو اس سچی بات کو کرودھ کر کے نہ کہے بلکہ اس کو برداشت کرے ۔ اگر اس کے برداشت کرنے کے پہلے وہ کلام اسکی زبان سے نکل گیا تو جس کے واسطے سچی بات کہی گئی وہ برداشت کرے اور اسکا نام اکرودھ یعنی تحمل ہے ۔

(۱۳) تیاگ ۔ یعنی ترک ۔ شاستروں کے مطابق جو سب کاموں کا سنیاس

ہے ۔اسکا نام تیاگ ہے ۔

(۱۴) شانتی ۔یعنی ۔اطمینان ۔ انتشکرن کے جو نانا پرکار کے سنکلپ بکلپ ہیں وہ اٹھتے نہیں اس کا نام شانتی ہے یعنی سکون واطمینان ہے یعنے اُپ شم ہونا ۔

(۱۵) اُپیئشُن ۔ کسی کے عیبوں کو جو دوسرے کے آگے ظاہر کرتا ہے اس کا نام پیئشن ہے یعنی کسی کی چغلی کھانا ۔ اس خیال سے جو دوسروں کی نظر میں حقیر و ذلیل سمجھا جاوے اسکو چغل خور کہتے ہیں ۔ کسی کی چغلی نہ کھانا اس کا نام اپیئشُن ہے یعنی عیب پوشی ہے ۔

(۱۶) دیا ۔ یعنی رحمدلی ۔ دُکھی ۔ پرانیوں کے اوپر جو کرپا ہے اسکا نام دیا ہے یعنی رحمدلی ہے ۔

(۱۷) الولُپتونگ ۔ یعنی قناعت اور لالچ کا نہونا وشیوں کی سمیپ پراپت ہوئے بھی اور بھوگ کی سامرتھ کے ودمان یعنی ہوتے ہوئے بھی جو اندریوں کا روکنا اس کا نام الولپتونگ ہے ۔

(۱۸) ماروَو ۔ یعنی حلم و نرمی ۔ سخت یعنی کرور سبھاؤ سے رہت ہونے کا نام ماروَو ہے یعنی سخت طبیعت کا نہ ہونا ۔

(۱۹) ھری ۔ یعنی حیا ۔ جو کام لذات محسوسات کے متعلق ہیں ۔ ان کے شروع میں ہی ایسا خیال کرنا کہ بزرگوں نے اس کو نشیدھ ۔ ناجائز و خلافِ تہذیب مانا ہے اس کو ہری لجّا و حیا کہتے ہیں ۔ اور ایسے کاموں کو علانیہ کرنا اور ادب کسی کا نہ رکھنا وہ بے حیا اور بے شرم اور بے عزت ہے ۔

(۲۰) اچاپل ۔ یعنی سنجیدگی ۔ جو بغیر مطلب کے ہاتھ پاؤں چلاتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں ۔ وہ کام چاپل پرشوں کے ہیں اور چاپل کا نہونا اچاپل ہے ۔ معلوم ہو کہ اہنسا سے لیکر اچاپل تک برہمنوں کے دیوی سمپت روپ دہرم ہیں ۔

(۲۱) تیج ۔یعنی جلال ۔ پرگل بھتا کا نام تیج ہے یعنی استری بالک آدمی موڑھ جنوں کرکے ابھی بھوکو نہیں پراپت ہونا اس کا نام تیج ہے یعنی اگر معمولی آدمی دھوکا، مکر۔فریب سے جس پرش کو اپنے جال میں پھنسانا چاہتا ہے مگر سامنے ہونے سے اس کے تیج سے مکر و فریب بھول جانا اس کا نام تیج ہے۔

(۲۲) چھما ۔یعنی استقلال ۔ سامرتھ ہونے پر بھی جو بری کبھو کرنیوالے پرشوں پر کرودھ نہ کرے اسکا نام چھما ہے یعنی حالانکہ طاقت رکھتا ہے تاہم گستاخی کرنیوالے پر غصّہ نہ کرنا یعنی دنڈ نہ دینا۔ عفو کہلاتا ہے۔

(۲۳) دھرتی ۔یعنی استقلال ۔ رنج و غم یعنی بے چینی کی حالت میں قائم رہتا ہے اور گھبراتا نہیں ہے اور دوسرے پر اسکی وہ حالت ظاہر نہیں ہوتی اس کو دھرتی کہتے ہیں۔

(۲۴) شئوچ یعنی پاکبازی ۔ دھن آدک ارتھونکی سمپادن آدکوں دکھے جو مایا ۔انرت آدکوں ہے جو رہت پنا ہے اس کا نام شئوچ ہے یہ شئوچ انتر کا شئوچ ہی جاننا مرتکا جل آدکون کرکے شریر کی شدھی روپ باہری ج کا یہاں پر شئوچ شبد کرکے مانا ہتا اس شئوچ سے منشا انتہ کرن کی واسناؤں سے رہت ہونا ہے

(۲۵) آدروھ ۔یعنی صلح جوئی ۔کسی پرانی کے ہنن کرکے کی اچھیا کرکے جو شستر آدکو نکا گرھن ہے اس کا دروہ ہے ماس دروہ سے جو نورتی ہے وہ ادروہ ہے ۔شوچ دادروہ یہ دوویش ورن کے دیوی سمپت روپ اسادھا دہرم یعنی اعلےٰ درجہ کے دہرم ہیں۔

(۲۶) ناتی ماننتا ۔ ابھیمان نہ کرنا۔انکساری اتیت مانی پنے کا نام ناتی ماننتا ہے ۔ارتھات اپنے کرکے جو پوجن ہیں۔ انہوں کے آگے جو نمر بھاؤ ہے اس کا نام ناتی ماننتا ہے ۔جو پرسنتش کے لائق ہیں انکے ساتھ نمر تا بھاؤ سے پیش آنے کو ناتی ماننتا کہتے ہیں۔

(۲۲۵) ایک روز ارشاد ہوا کہ بھگوت گیتا کے سولھویں ادھیائے میں جو دیو اسر سمپت کا بیان ہوا ہے اسکی مہا بھارت میں پانڈو اور کوروکی اور رامائن میں رام اور راون مثال ہیں۔ انکے قبضہ اختیارات کا حال اس طرح پر سمجھنا چاہئے کہ پرتھوی جل اگنی وایو اور آکاش جو پانچ تتو ہیں۔ ان میں سے پرتھوی ایسا تتو ہے کہ اس پر ہر ایک فریق کا باری باری سے یکے بعد دیگرے قبضہ و دخل ہوتا رہتا ہے اور اوپر کے جو چار تتو ہیں ان میں سے جل اور اگنی اسر سمپت کے قبضہ میں داخل ہیں اور وایو اور آکاش دیوی سمپت کے ادھین۔ سورج اگنی تتو کا مرکز ہے اور کرن اس کا ہنز مانا گیا ہے۔ دُریودھن کا تعلق جل سے بتاتے ہیں اسکو جل پر اتنی قدرت ہے کہ وہ چاہے جتنے عرصہ تک کتنے ہی گہرے جل میں رہ سکتا تھا اور جل اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ بلکہ آخری وقت وہ ہار مان کر اور میدان سے بھاگ کر تالاب میں ہی جاکر چھپا بھی تھا۔ یہ دونوں اسُر سمپت کے سردار تھے اور بھیم سین کو وایو کا اوتار مانا گیا ہے اور اندر جو آکاش کا راجہ ہے ارجن اس کا ہنز تھا۔ یہ دونوں دیوی سمپت کے سرگروہ تھے رامائن میں بھی ہنومان جی پون کا اور لچھمن جی شیش ناگ کا جو وشا یعنی آکاش کے مالک ہیں اوتار مانے گئے ہیں اور راون اور کنبھ کرن جل اور اگنی کا اوتار ہیں ان کی عقل کی رسائی انہیں تتووں کی طاقت معلوم کرنے اور ان پر قبضہ حاصل کرنے تک محدود رہے اور یہ ہی ان کے اعلےٰ معیار رہے اس کے آگے کے جو دو تتو ہیں ان پر ان کا پورا قبضہ نہیں ہوا تھا اور نہ ان کی قوت کو پورے طور سے دریافت کر سکے۔ موجودہ وقت کو کل جگ کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں آج کل ادہرم و پاپ کا زور ہے اسکے ساتھ آج کل کی ترقی کا اعلےٰ معیار بھی جل اور اگنی تتو ہے۔ جہاز اگن بوٹ وغیرہ کے ذریعہ سے سمندر پر ایسا قبضہ حاصل کر لیا ہے جیسا کہ زمین پر ہوا کرتا ہے اور ریل اگن بوٹ و دیگر کل کلا کوشل بھی یا تو پانی کے زور سے چلتے ہیں یا پانی اور آگ کی ملی جلی طاقت سے۔ اب حال میں جو بجلی کی طاقت پر قبضہ حاصل کر لیا ہے اس

سے دنیا میں ایک نئی ترقی کا ظہور ہو گیا ہے۔ اور جل یا بھاپ کی طاقت سے کام کرنے والی کلا کوشل کچھ کم کارآمد ثابت ہونے لگی ہیں۔ جب رفتہ رفتہ بجلی کی طاقت سے گذر کر ہوا کی طاقت پر قبضہ کر لیا جاوے گا۔ وہ ایک اعلےٰ ترقی کا وقت ہو گا اسوقت بجلی کی طاقت سے کام کرنے والی کلیں سب ناکارہ ثابت ہونگی۔ اسوقت دیوی سمپت کی ترقی کا ظہور ہو گا۔ کیونکہ جل ڈبونی اور اگنی ناش کرنے والی طاقتیں ہیں اور وایو پرورش کرنیوالی اور آکاش سب کو جگہ دینے والی شکتی کا نام ہے۔ پہلے جو جہاز و کشتی وغیرہ ہوا کے زور سے چلائے جاتے تھے۔ وہ اس بات کا پتہ دیتے تھے کہ گذشتہ زمانہ میں زیادہ کام ہوا سے لیا جاتا تھا مگر جوں جوں زمانہ پلٹتا گیا۔ نیوں نیوں اعلیٰ طاقتیں انسان کے قبضہ سے نکلتی گئیں اور عناصر کی پوری طاقت پر قبضہ حاصل نہ رہا۔ صرف ہوا کی کم سے کم طاقت سے جو آسان طریقہ سے حاصل ہو سکتی تھی کام لیتے گئے اور جہاز و کشتی پر چادر و بادبان لگا کر کام نکالتے تھے اور دیوتاؤں کے جو بمان وغیرہ کا پُرانوں میں ذکر ہے وہ بھی ہوا کی طاقت سے چلائے جاتے تھے۔ آج کل جو ہوائی جہاز بجلی و بھاپ کی طاقت سے چلائے جاتے ہیں وہ کچھ نمایاں ترقی تب کر سکیں گے۔ جب ہوا کی طاقت سے کام لیا جاوے گا مگر آج کل کی ترقی کی رفتار ہی اس کا ثبوت دیتی ہے کہ وہ زمانہ نزدیک تر ہے کہ جب ہوا اور آکاش کی طاقتیں دریافت ہو جاوینگی اور اسوقت جل اور اگنی بجلی قوت ناکارہ سمجھی جاویگی۔

(۲۲۶)

ایک روز ارشاد ہو کہ اول طبقہ نرمل چیتن کا ہے۔ دوسرا طبقہ نرمل چیتن اور شدھ مایا کا ہے تیسرا طبقہ نرمل چیتن اور ملین مایا کا ہے نرمل چیتن کے استھان سے روح کی دھار اُتر کر شدھ مایا میں قرار پائی ہے۔ وہاں سے نکل کر ملین مایا میں بھرتی ہے۔ نرمل چیتن کو بجائے والد کے فرض کر لو۔ جب والد کو خواہش یعنی کامنا تولید کی ہوتی ہے تو بیرج برہم رندھر یعنی ام الدماغ سے

جواس کا اصلی بھنڈار ہے۔ اُتر کر اوّل آنکھ کے مقام میں آتا ہے اس وقت
اسکی آنکھ سے جوش محبت و عشق کا صاف ظہور ہوتا ہے اور پھر ویرج میر و دنڈ
یعنی ریڑھ کی ہڈی کے ذریعہ سے استری کے گربھ میں جاتا ہے اس وقت
نطفہ بوند یعنی بندو کی شکل میں ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ بڑھ کر شکل انسانی اختیار
کرتا ہے اور معیاد مقررہ کے بعد گربھ سے باہر آتا ہے اور سلسلہ سے بڑا ہو کر شادی
بیاہ ہونے پر استری کی محبت اور دام الفت اور سنسار کی خواہش میں مبتلا ہو
جاتا ہے۔ لڑکا اصل میں کوئی اور نہیں بلکہ والد خود ہی خواہش کے بس ہو کر دو صورت
اختیار کرتا ہے۔ اس لئے لڑکا یا لڑکی والد یا والدہ کی شکل و شباہت سے کم و
بیش مشابہ ہوتی ہے اور انھیں کی خو، بو عموماً ان میں پائی جاتی ہے۔ والدہ
اور عورت دونوں ہی استری یعنی مایا کا روپ ہوتی ہیں مگر والدہ بجائے شدھ مایا
کے ہوتی ہے اور استری بجائے ملین مایا کے جس سے مل کر انسان موہ پھند
میں پھنس جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال ہم کو یاد آئی کہ ضلع سارن کا ایک آدمی آسام
دیش میں ہم کو ملا اور ہم سے کہا کہ میری طبیعت والدین کے پاس جانے کو بہت
بہت چاہتی ہے۔ مگر یہاں پر ایک عورت کے دام محبت میں ایسا پھنس گیا ہوں کہ
چھوٹ نہیں سکتا وہ ایسی خدمتی ہے کہ مجھ کو جادو کی طرح اپنے بس میں کر لیا ہے۔
کہتے ہیں کہ راگ روپ آدھنیتا سیوا کھیلی پرکار۔ یہ چار دن بشی کرن منتر ہیں۔ ہم
نے کہا کہ اس نے تجھ کو پکڑ تو نہیں رکھا ہے چلا کیوں نہیں جاتا۔ وہ بولا کہ جب آپ کے
پاس آتا ہوں تو میرا ایسا خیال ہو جاتا ہے جب اس کے پاس جاتا ہوں تو سب
بھول جاتا ہوں۔ اگر جانے کا خیال اس پر ظاہر کروں تو جانے نہ دے گی میرے
پاس گاڑی بیل ہیں اگر آپ اُنکو بکوا دیں اور کسی کو معلوم نہ ہو تو میں چلا جاؤں۔
ہم نے ایک سیٹھ سے کہہ دیا۔ اس نے کل سامان اس کا خرید لیا اور وہ شخص
ٹکٹ لے کر اسی روز سارن واپس چلا گیا۔ اس شخص کو اپنے ماں باپ سے اور
وطن سے محبت تھی ویسے ہی روح یعنی چینتن کو اس مایا کے دیس سے نفرت اور

اپنے وطن کو جانے کی جس قدر تیز خواہش اور تڑپ ہوتی ہے اتنی ہی جلدی اس کی یہاں سے رہائی ہوتی ہے۔ جیسے کسی شخص کو پانی میں غوطہ دے دیا جائے تو کتنی کوشش اور کتنا زور اس سے باہر آنے کو کرتا ہے۔ اگر اتنا ہی شوق اور اتنی ہی کشمکش اس سے نکلنے کی کی جاوے تو یہاں سے چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد شدھ مایا یعنی برہمانڈ کے عجائبات اور غرائبات اور مایا اسکو پھسانے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر اس سے بھی نکل گیا تو پھر وطن اصلی میں داخل ہو جاتا ہے جیسے گرجو رد کے دام الفت سے چھوٹ گیا تو والدہ اپنی محبت مادرانہ کے نقشے دکھلا کر اس کو پھنسایا چاہتی ہے۔



یہ جو کتابوں میں کُل مقامات وغیرہ کا لکھا ہے وہ صرف اس لئے ہے کہ انسان کو پڑھ کر ان کے دیکھنے کا شوق پیدا ہو جیسے آگرہ کے روضہ تاجگنج کا نام سُنکر یا حال پڑھ کر اس کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور خواہ پا پیادہ یا گاڑی بہیلی۔ موٹر کار ریل یا ہوائی میں بیٹھکر وہاں جاتا ہے۔ ویسے ان طبقوں کا حال معلوم کر کے ان کو دیکھنے کا جب شوق پیدا ہوتا ہے تو کسی راہ رو سے سفر اور سواری وغیرہ کا حال دریافت کرتا ہے اور سفر شروع کرتا ہے۔ یہ جو پپیلکا د مرکٹ و بھنگم و مین مارگ وغیرہ کہے ہیں وہ ان طبقوں کے سفر کی سواری ہیں۔ یہ مارگ سب اپنی اپنی حالت اور ضرورت کے لحاظ سے درست ہیں جیسے چیونٹی کہیں جانا چاہے تو اس طرف کے جانیوالوں کے کپڑے یا سامان میں لپٹ کر بہ آسانی تمام بغیر صعوبات سفر کے برداشت کئے منزل پر پہنچ جاتی ہے اور اگر چل کر بھی جائے تو راہ میں دریا میں نہیں ڈوبتی ویسے ہی پپیلکا مارگ ہے مرکٹ یعنی بندر جیسے کود پھاند کر مقام پر جا پہنچتا ہے اور بھنگم یعنی چڑیا ایک مقام سے اُڑ کر

دوسری جگہ چلی جاتی ہے نہ پہاڑ سدراہ ہوسکتا ہے نہ دریا روک سکتا ہے یا مین مارگ جیسے مچھلی اوپر سے گرتے ہوئے پانی پر بھی چڑھ جاتی ہے ویسے ہی ان جگتیوں کے ذریعہ سے وہ سفر طے ہو جاتا ہے۔

(۲۲۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ پران وغیرہ کتابوں کو مثل جغرافیہ سمجھنا چاہیئے جس کو پڑھ کر طالب علموں کو جگہوں اور مقاموں کے نام معلوم ہو جاتے ہیں اور جب وہ ان کو اچھی طرح سے سمجھنے کے لئے دیکھنا چاہتے ہیں تو استاد ان کو نقشہ میں شہروں اور ملکوں اور دریاؤں کے مقامات دکھا کر ان کو سمجھاتے ہیں لیکن نقشہ کے مقامات اصل ملک و شہر و دریا نہیں ہوتے صرف بطور ارشارہ نقش ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر پرانوں وغیرہ کتابوں کو پڑھ کر جب متلاشی ان دیوتاؤں کے حالات سمجھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں تو آچاریوں نے یہ دیوتاؤں کی مورتیں ان کو سمجھانے اور مطلب ذہن نشین کرانیکے لئے بنائی ہیں۔ اس پر ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ ان کا دھیان کرنے سے تو کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ دیوتا تو سوکشم صفتیں ہیں۔ ستھول مورتوں کے دھیان سے کیا فائدہ۔ آپ نے فرمایا جس قدر حروف تہجی ہیں۔ یہ سب سوکشم شبد ہیں ہر ملک کے لوگوں نے اپنی رُچی اور مرضی کے مطابق نشکشا دینے کے لئے ان کی ستھول صورتیں بنا لیں ہیں۔ ان حرفوں کے دھیان سے اور ان کو یاد کرنے سے کیسے کیسے عالم فاضل کی ڈگری حاصل کر لیتے ہیں اور جج اور بیرسٹر اور منصف اور حاکم کیسی کیسی اعلےٰ پدوی پر پہنچ جاتے ہیں پھر ان دیوتاؤں کی ستھول مورتوں کے دھیان سے فائدہ کیوں نہیں اٹھا سکتے۔ اقلیدس کے نقطہ یعنی پوائنٹ پر خیال کیجئے اسکی یہ تعریف ہے کہ لمبا نہ موٹا نہ چوڑا یعنی اس کا کوئی آکار نہیں پھر بھی جب استاد سمجھانے کھڑا ہوتا ہے تو اسکول بورڈ یعنی تختہ پر کھریا سے ایک نقطہ قائم کرتا ہے اور اسی سے لڑکوں کو فرض کرا کر سمجھاتا ہے آئندہ کیسی کیسی

شکلیں تیار ہوتی ہیں اور انجینیری۔ معماری اور جہاز رانی اور کیسے بڑے بڑے کام اس اقلیدس کی فرضی شکلوں کے دھیان اور یاد کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نقطہ کی شکل کو فرض کروں تو پھر اس علم کا پڑھنا ہی نہیں ہو سکتا جب انکی فرضی شکلوں کے یاد کرنے اور ان کو دھیان میں رکھنے سے ایسے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں تو دیوتاؤں کی فرضی شکلوں کے تصور سے فائدہ کیوں نہ ہوگا۔

(۲۲۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ بعض دل اپنا اثر دوسرے پر نہیں ڈال سکتے اور بعض آہستہ آہستہ ڈالتے ہیں اور بعض فوراً ہی ڈال سکتے ہیں۔ اسکی مثال ہی طرح پر ہے کہ جیسے سورج ایک ہے اور اسکی روشنی ایک مقام پر رکھی ہوئی چیزوں پر برابر کا اثر رکھتی ہے لیکن فرضاً اگر ایک مقام پر چار چیزیں برابر برابر رکھی ہوئی ہیں ایک لوہا۔ دوئم چاندی۔ سوئم آئینہ۔ چہارم آتشیں شیشہ اب دیکھو کہ لوہے پر اثر کم نظر آتا ہے۔ چاندی پر لوہے سے زیادہ۔ آئینہ پر اتنا زیادہ کہ اس عکس سے دوسری مقابل کے اندھیری جگہ روشن ہو جاوے اور آتشیں شیشہ تو اتنا زیادہ اثر کرتا ہے کہ آگ لگا سکتا ہے۔ اسی طرح سے جسکا دل جتنا زیادہ صاف ہوتا ہے اتنا ہی اثر کر سکتا ہے۔ مالک کا اثر سب جگہ بلا فرق برابر یکساں ہے۔ صرف دلوں کی صفائی کا فرق ہے جو دل مثل شیشہ آتشیں صاف ہو جاتا ہے۔ فوراً دوسرے دل کو بھی ایک ہی نظر سے کیمیا بنا سکتا ہے لیکن ایسا دل نادرات سے ہے کیوں کہ ارزاں بہ علت دگراں بہ حکمت۔

(۲۲۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ شری وید دیاس جی مہاراج نے بھاگوت وغیرہ پرانوں کے بنانے میں کمال ہی کر دیا معرفت کے سمندر کو کوزہ میں بھر دیا

مگر ان لیلاؤں اور اتہاسوں کو سوائے الوہی پرش کے اور کسی کو جیبوں کا تیوں سمجھنے کی مجال نہیں۔ اور نہ زبان سے پورے طور پر یہ بیان ہو سکتی ہیں جیسے گڑ۔ شکر۔ قند۔ بورا۔ مصری سب کے ذایقہ کی نسبت عام طور پر صرف یہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ سب میٹھے ہوتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک دوسرے سے زیادہ میٹھا اور لطیف ہوتا ہے لیکن اصل ذائقہ کا لطف اور فرق اپنی ہی زبان پر رکھنے سے معلوم ہو گا۔ ان لیلاؤں اور اتہاسوں کے لطف وہی جان سکتے ہیں جو خود کھیلتے ہیں یا وہ بھی کچھ کچھ جان سکے گا جو کھیلنے کی مشق کرتا رہے گا۔ شطرنج کے شاطر ہی شطرنج کے کھیل سے مزہ پاتے ہیں اناڑی گھوڑے، فیل کو اِدھر اُدھر رکھ ایک آدھ الٹی سلٹی چال چل ہنس کر پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں واہیات جھگڑے ہیں اور زہر جانتے ہیں۔ ان کی طبیعت گھبرانے لگتی ہے یا تو بازی پلٹ دیتے ہیں۔ یا سخت سست کہتے ہیں یا مجبوراً آپ اٹھ کر چل دیتے ہیں یا کسی کھیل میں طبیعت بہلانے لگتے ہیں خواہ ان کو بہتیرا کہا جاوے لیکن مطلق دھیان نہیں دیتے۔ اب ذرہ ذرہ سے دنیاوی کھیلوں کا یہ حال ہے کہ کتنی مشکل سے حاصل ہوتا ہے تو اس وگیان کے کھیل کا کیا ٹھکانہ ہے۔ لیکن اگر آنکھیں کھول کر ست سنگ کرے اور ہمت مردانہ سے کام لے تو بیشک بیڑا پار ہو سکتا ہے لیکن جبتک مرشد کامل نہ ہو خوفِ مرگ ہے۔ مگر ایک بات یہ سمجھنے کی ہے کہ شطرنج کی چال چوسر ہیں۔ گنجفہ ہیں۔ غرض دوسرے کھیل میں کام نہ آوے گی۔ اسی طرح سے اس کھیل کی چال ویدانت شاستر ہے اگر اس کی چالوں پر عمل کرنے کی بجائے حجت کی جاوے گی یا دوسرے شاستر کی چال چلی جاوے گی تو کھیل نہ ہو سکے گا۔ کھیل شطرنج کا اناڑی اگر اس بات پر ہی ضد کر بیٹھے کہ میں تو چوسر ہی کی چال شطرنج میں بھی چلوں گا۔ کیونکہ میں چوسر ہی کی چال ٹھیک مانتا ہوں تو شطرنج کا کھلاڑی حیران ہو کر خاموش رہ جائیگا اور یہی جواب دیگا اگر تم شطرنج کے اصولوں کو نہیں

تسلیم کرتے ہو تو تم اس کھیل کو نہیں سیکھ سکتے ہو۔

(۲۳۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کسی ساہوکار کے گھر پارس پتھر تھا۔ چور اسکا حال معلوم کر کے اور پتہ لگا کر اس کے گھر گھس گئے اور خزانہ توڑ کر پارس کی تلاش شروع کی اور ہر ایک چیز کو خوب غور و فکر سے دیکھتے اور کھولتے اور ٹٹولتے رہے۔ ایک لوہے کی ڈبیہ ملی وہ بند تھی تو اس کو یہ سمجھا کر لوہے کی ڈبیہ میں پارس کس طرح سے رہتا ہے۔ اس خیال پر اٹھا کر ایک طرف پھینک دی جب بہت ڈھونڈ ڈھکور کر چکے اور پارس نہ ملا تو ہار کر چلے گئے۔ ساہوکار کو چوری کا حال معلوم ہوا تو خزانہ کو جا کر دیکھا لوہے کی ڈبیا کو بدستور پڑے پایا خوشی کے ساتھ کھول کر دیکھا تو اس میں پارس رکھا ہوا تھا مگر اوپر اور نیچے ایک بہت ہلکا کا غلاف رکھا ہوا تھا۔ اس پردے کی وجہ سے لوہا جوں کا توں بنا رہا۔ اور پارس کے سپرش نہ ہونیکی وجہ سے سونا نہ بن سکا۔ گرنتھ وید شاستر پران۔ قرآن وغیرہ سب لوہے کی ڈبیا ہیں۔ اس میں نفس مضمون پارس کی طرح پر رکھا ہوا ہے مگر مہاتماؤں نے ہلکا سا پردہ اس پر ڈال رکھا ہے۔ اس پردے کا بھید سنت مہاتما اور گرو کامل کی مدد سے ملتا ہے۔ عام آدمی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ اپنی ودیا اور بدھی سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ان کتابوں میں کیا دھرا ہے۔ یہ بالکل فضول ہیں اور اس کو پڑھ کر اس کے نفس مضمون کی تلاش کا ان کو موقعہ تک نہیں ملتا۔ اور مہاتماؤں نے اس بھید کو چھپا رکھنے میں یہ مصلحت سمجھی ہے کہ عوام میں اسکی۔۔۔۔۔ بے قدری نہ ہو۔ کیونکہ جو چیز سہل میں ملجاتی ہے۔ اسکی کون قدر کرتا ہے اگر سونا اور پارس عام طور پر ملنے لگیں تو شاید لوہے اور پتھر سے زیادہ ان کی قدر نہ ہو۔

(۲۳۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ اکثر پڑھا سنا اور دیکھا گیا ہے کہ روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں انتقال کر سکتی ہے تو گویا جن مہاتماؤں کو یہ طاقت ہے

یعنی انتقال روح کا کسب حاصل ہوا ن کو آتم شناس اور گیانی سمجھنا چاہئے۔ مگر ایسے شخصوں میں یہ آتم شناسی کا کمال نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ جو روح ایک قالب سے دوسرے قلب میں انتقال کرتی ہے وہ اکشر پرش کہلاتی ہے اور پرانوں میں جو عکس پڑتا ہے وہ کشر پرش کہلاتا ہے۔ پرماتما جس کو گیتا میں پرشوتم ... کہا گیا ہے اس کا گیان جاننے کو آتم شناسی کہتے ہیں اس کا ان انتقال روح کے ابھیاسیوں کو اگر درشن بھی ہو جاوے تو ان کے ہوش ٹھکانے نہ رہیں۔ وہ چیز ہے جو قائم بالذات ہے نہ اس کا انتقال ہے۔ نہ آنا جانا ہے۔ ان لوگوں کو اس کی ہوا تک نہیں لگتی۔

(۲۳۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ (۱) پرماتما تمام مخلوق کے لئے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ اور ہر ایک کا خبر گیر ہے۔ (۲) ہر ایک کو نہایت درجہ پیار کرتا ہے۔ (۳) بڑا حکیم ہے کہ اس کے کام میں کہیں غلطی نہیں تمام دنیا کو ایک ایک کر کے جانتا ہے۔

(۴) وہی کل ہے اور اپنے آپ اپنا آنند انوبھو کرتا ہے دوسرا کوئی نہیں۔ اور دیکھو کہ دنیا بھی چار قسم کی ہے جمادات معدنیات نباتات اور حیوانات اور انسان کے اندر بھی اعلیٰ چیزیں چار ہیں جسم۔ دل۔ عقل۔ روح۔ لہٰذا جسم سے انسان کو فعل لازمی ہے اور سست ہونا یا جسم کو بیکار کر دینا خلافِ قانون قدرت نظر آتا ہے۔ تمام قوائے افعالی اور حسی اسی غرض سے بنائے گئے ہیں۔ اور جس طرح سے مالک نیک کام کرتا ہے ایسے ہی انسان کو ہمیشہ نیک کرم جسم سے کرتے رہنا چاہئیں۔ اس درجہ کا نام کرم کانڈ یا شریعت ہے۔ دوئم دل سے مالک کو کام کرنا چاہئے۔ ہر وقت چلتے پھرتے سوتے جاگتے کھاتے پیتے اسی میں لگے رہنا چاہیئے۔

دوہا

جوں تریا پیہر بسے سُرت رہے پیو ماہیں
تیسے گیانی جگت میں ہری کو بھولیں ناہیں

(دل بیار دست باکار رکھنا چاہئے) جس طرح سے مالک سب کو

پیار کرتا ہے اس طرح سے سب کو چاہیئے کہ مالک کو پیار کریں۔ اس کا نام بھگتی یا طریقت ہے۔ سوئم عقل سے معرفت حق اور علم دنیا کو حاصل کرے۔ ہنایت درجہ تحقیقات برہم اور مایا یا دین دنیا کی کرے۔ اس کا نام معرفت یا گیان ہے۔ چہارم آتما یا روح سے حقیقت کو سمجھے کہ میرے اور مالک کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اپنی روح کو اس سے واصل کرے اسی کا نام جوگ یا وِگیان یا حقیقت ہے جو اس طرح سے جسم دل عقل اور روح سے کرم بھگتی گیان اور جوگ کو ادا کرتا رہتا ہے اس کی وصلت مالک سے ہر پہلو میں ہے۔

(۲۲۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ شری بھگوت گیتا میں ابھیاس کے متعلق چار درجے رکھے ہیں۔ (۱) کرم یوگ (۲) کرم سنیاس یوگ (۳) سنیاس یوگ (۴) حقیقت و معرفت۔ اوّل کرم جوگ۔ اندریوں کے وشیہ کو جیتنا۔ بذریعہ ترک خواہش یا پاس انفاس اندریوں کے وشیہ کو یکے بادیگرے قابو کرنا اور مارنا۔ اسکو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسے شہر کے چاروں طرف شہر پناہ بنانا۔

(۲) کرم سنیاس یوگ۔ من ـــ کو جیتنا بذریعہ پاس انفاس۔ یعنی انتش کرن کو قابو میں کرنا۔ یہ ایسے ہے جیسے شہر کے اندر انتظام درست کرنا۔ اصل میں یہ دونوں ایک ہیں۔

(۳) سنیاس یوگ۔ دربار عام کی نگاہ داشت۔ جسکو عقل سلیم کہتے ہیں۔

(۴) حقیقت و معرفت۔ یعنی آتما میں لے ہونا۔ گویا دربار خاص کی شمولیت یعنی وصال۔

(۲۲۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ راہ سلوک کے چار منازل ہیں۔ ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت۔ جن کو جاگرت۔ سوپن۔ سکھپتی اور تریا کبھی کہتے ہیں۔ ناسوت مادی اشیاء مثلاً جمادات، نباتات، حیوانات اور خاک۔ آب آتش کا مقام ہے۔ حیوانات کی دو قسم ہیں۔ ناطق و مطلق اس میں سے ناطق انسان ہے جس کو عقل اور تمیز ہے اور اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اور ضمیر کا ظہور ہونے سے جو نیک و بد کی تمیز موجود ہے۔ اِس سے بیحد آنند کی تلاش کا فطرتی مادہ

اس میں موجود ہے۔ اس پہلی منزل کو طے کرنے کا نام شریعت ہے جس کو کرم کانڈ بھی کہتے ہیں اور چونکہ حواس ظاہری سے اس میں کام لیا جاتا ہے اس لئے اسکو جاگرت کہتے ہیں۔ اس میں جیو آتما ۱۲۴ انش مایا کا ساکشی ہو کر آنکھ میں نواس کرتا ہے۔ اس میں ذکر کو فضیلت ہے۔ اس کو سیرالی اللہ کہتے ہیں۔

دوسرا مقام ملکوت۔ فرشتوں۔ جنوں اور دیوؤں کا ہے۔ اس میں پہنچ کر بہت ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے تاکہ بہت کھانے، بہت سونے، شراب خوری تکبر وغیرہ جنوں کی عادتیں اس میں جڑ نہ پکڑیں۔ بلکہ خوب بھجن و عبادت کرنی چاہیئے تاکہ محبت وغیرہ جو فرشتوں کی عادتیں ہیں وہ پیدا ہو جائیں۔ دیو اسر سنگرام اسی جگہ ہوتا ہے اور من کا میدان یہی ہے۔ جس طرح سپنے میں حواس اندرونی کام کرتے ہیں اسی طرح من کو مارنے کے لیئے حواس اندرونی سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس لئے اسکو سپن اوستھا کہتے ہیں۔ دوھا:

تلسی رن میں جو جھنا گھڑی ایک کا کام
نت ادھڑ من سے جو جھنا بن کھانڈے سنگرام

اس منزل کے راستہ کو طریقت یا دھرم کہتے ہیں۔ اس میں فکر کو فضیلت ہے اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں۔

تیسری جبروت ہے یہ دیوتاؤں اور پاک روحوں کا مقام ہے۔ اس میں بڑی بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں۔ شکتی رسدھی۔ کشف و کرامات۔ اس میں آتے ہیں اور لالچ اور دھوکے دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے انسان کو چاہیئے۔ من و اندریوں کو خوب قابو میں رکھے اور شکتی سدھیوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو۔ اگر ان آزمائشوں میں پورا اتر گیا تو پھر ان دیوتاؤں سے خوب مدد ملتی ہے۔ اس منزل کی راہ کا نام حقیقت یعنی انوبھو ہے۔ چونکہ اس میں حواس ظاہری و باطنی سب کو معطل کرنا پڑتا ہے اور صرف انوبھو کی حالت ایسی ہوتی ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا جیسے گہری نیند سے جگنے پر کسی سے اس کی بابت دریافت کرو تو وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ حواسوں کی وہاں رسائی نہیں ہوتی۔ اس میں جیو آتما

ایک انش کا ساکشی ہو کر کنٹھ میں نواس کرتا ہے۔ اس کو سکھپت کہتے ہیں۔ اس میں تصور یا دھیان کو فضیلت ہے۔ چونکہ خودی دور نہیں ہوتی اس لئے یہاں سے انسان لوٹ سکتا ہے۔ جیسے گہری نیند سے جاگ اٹھتا ہے اس کو سیر مع اللّٰہت کہتے ہیں۔ اس میں صرف ایک پردا سا رہ جاتا ہے لیکن جیسے پردے سے چھن چھن کر روشنی دکھائی دیتی ہے اس طرح سے جمالِ یار نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ سے بے خودی سی ہو جاتی ہے اور اس کے آنند سے متوالہ سا رہتا ہے۔ ؎

مجھے بے خودی یہ تو نے بھلی چاشنی چکھائی — کسی آرزو کی دل میں نہیں اب رہی رسائی
نہ خدا ہے نہ خطرہ ہے نہ رجا ہے نہ دعا ہے — نہ خیال بندگی ہے نہ تمنائے خدائی
نہ مقامِ گفتگو ہے نہ محل جستجو ہے — نہ وہاں حواس پہنچے نہ خرد کو ہے رسائی
نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے نہ زماں ہے نہ زمیں ہے — دل بے نوا نے میرے وہاں چھاؤنی ہے چھائی
نہ وصال ہے نہ ہجراں نہ سرور ہے نہ غم ہے — جسے کہئے خوابِ غفلت سو وہ نیند مجھ کو آئی

چوتھی لاہوت ہے یہ پرماتما یعنی خاص خدا کا نام ہے۔ اس راہ میں سفر کرنے سے رفتہ رفتہ دوئی اور خودی دور ہو جاتی ہے اور طالب و مطلوب اور عاشق و معشوق ایک ہو جاتے ہیں۔ محویت اور فنا فی اللہ اسی کو کہتے ہیں۔ اس میں جیو آتما پہلے تینوں اوستھاؤں کا ساکشی ہو کر اور مایا سے رہت ہو کر برہم رندھر میں بشرام کرتا ہے۔ اس کو تریا پد کہتے ہیں کیونکہ خودی دور ہو جاتی ہے اس لئے یہاں سے بازگشت نہیں ہوتی۔ اس کے راستے کا نام معرفت یعنی گیان ہے۔ یعنی چیز کو جیوں کا تیوں جاننے سے پھر بھول نہیں ہوتی۔ اس میں استغراق یعنی گیان سمادھ کو فضیلت ہے۔ فنا کے بعد بقا ہے۔ اس کو سیر من اللہ کہتے ہیں۔ اس کا نام تریاتیت ہے۔ اس میں چیتن درشٹا بھاؤ کا سمپورن تیاگ کر دیتا ہے۔ ان راستوں میں سات مقام امتحان کے یہ ہیں۔ (۱) ناداری و بیماری (۲) ذلت و رسوائی (۳) آرام و راحت (۴) عزت و احترام (۵) کشف (۶) سیر ملکوت (۷) حصولِ قدرت یعنی شکتی سدھی۔ اگر ان میں ثابت قدم رہا تو سچدآنند کی پراپتی ہوتی ہے۔ نظم:-

نظم

یکے منزل کہ آں ناسوت نام ست | درآں اوصاف حیوانی تمام ست
ازاں منزل اگر خود بگذرد کس | رسد در منزل دوئم ملک بس
درآں عالم چو او معروف گردد | ملایک ز آسماں مکشوف گردد
چو برگیرد قدم را او ز ملکوت | رسد در منزل سوئم بہ جبروت
مقام روح بر من حیرت آمد | نشاں از من بہ گفتن غیرت آمد
درآں منزل بود کشف و کرامات | ولے باید گذشتن زاں مقامات
اگر دنیا و عقبےٰ پیش آید | نظر کردن برآں ہرگز نشاید
نبود ذکر ناید در گذشتن | بہ آب توبہ باید دل بشستن
چو گردد جان و دل از غیر حق پاک | رسد در عالم لاہوت بے باک
درآں منزل چہارم جست و جوئے | نباشد با خدا جز گفتگوئے
مقام قرب بس اعلیٰ مقام ست | منی مائی درآں منزل حرام ست
بجز صادق نیابد رہ بداں سو | بجز عاشق نہ گنجد کس درآں کو
لباس زہد و تقویٰ تا نہ پوشی | شراب معرفت را کے بنوشی
کسے کو معرفت را کرد حاصل | مقام قرب حق را گشت واصل
مسافر باش دائم راہ مے رو | قدم راہ ہوش دار از چاہ وزگو
چو رہ دور ست و منزل بے نہایت | یقین را توشہ کن بحر خدایت
ہر آں منزل کہ آں در پیش آید | اقامت کردن اندر وے نشاید
زہوت پائے بیروں نہ رواں شو | رہ حق پیش گیر و پس رواں شو
بہر ملکے عجائب ہا بہ بینی | بہر عالم غرائب ہا بہ بینی
سفر اندر دل خود بایدت کرد | نہ در دنیا زمیں مے بایدت گرد

سفر از خود بدل از دل بجاں رد نہ از اجسام بر ملک جہاں رد

رہ نزدیک از دورِ دو تائی

اگر یکتا شوی مردِ خدائی

۲۳۵

ایک روز ارشاد ہوا کہ انسان کی زندگی میں امتحان کے سات مقامات یہ ہیں۔ (۱) ناداری دبیماری (۲) ذلت و رسوائی (۳) راحت و آرام (۴) عزت واحترام (۵) کشف (۶) سیر ملکوت (۷) حصول قدرت۔ جگیاسو کو چاہیئے کہ اس میں ثابت قدم رہے۔ تکلیف اور ذلت سے نہ بھاگے اور نہ آرام وعزت میں مصروف ہو۔

۲۳۶

ایک روز ارشاد ہوا کہ برہم گیانیوں کے تین درجے سنتوں نے مقرر کئے ہیں اوّل برہم شروتریہ یعنی ودیا وان گیانی یہ اوّل سیڑھی ہے لیکن ایسے آدمیوں سے جیو کا کارج نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ پڑھے اور سُننے کے مطابق نشٹھا یعنی ابھیاس نہ کرے یہ درجہ علم الیقین کا ہے۔

دوسرے برہم نشٹھ ابھیاسی کو کہتے ہیں۔ وہ ابھیاس کر کے برہم پد میں پہنچنا چاہتا ہے اور اُس پد کو جس کی بابت سُنا یا پڑھا ہے۔ دیکھنا چاہتا ہے اور دیکھتا ہے اس کو عین الیقین کہتے ہیں۔

تیسرے برہم مستشٹ اس کو کہتے ہیں جو برہم پد کو پا کر مستشٹ ہو گیا۔ یہ درجہ حق الیقین کا ہے۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ آج کل کے عموماً کل گیانی و یادان گیانی ہی ہیں۔ جو کیشر گیانیوں کی بانی سُن کر اور پڑھ کر برہم کا نشچے کر لیا ہے۔ اُس پد کو دیکھنے یا اُس میں بسرام کرنے کے لیے کچھ جتن نہیں کرتے۔

۲۳۷

ایک روز ارشاد ہوا کہ قلب المومنین عرش اللہ۔ انسان کا دل خداوند کریم

کے رہنے کی جگہ ہے یعنی خدا انسان کے دل میں بستا ہے۔ جو کوئی کسی کا دل دُکھاتا ہے وہ دراصل خدا کو دُکھاتا ہے۔

کُن تا توانی دلِ خلق ریش　　اگر این کنی مے کنی بیخ خویش

توڑ مسجد پھاڑ مصحف کر زنا اور پی شراب
جو تو کرتا ہے سو کر پر مردم آزاری نہ کر

یعنی زنا وشراب وغیرہ کاموں کے کرنے سے انسان صرف اپنی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے کسی اور کو ضرر نہیں پہنچا مگر کسی کا دل دُکھانے سے وہ دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے اور خود بھی اس کا خمیازہ بھرتا ہے۔

۲۲۸

ایک روز ارشاد ہوا کہ گنی اپنے گن سے پہچانا جاتا ہے۔ جیسے مچھلی پانی میں رہتی ہے۔ اس سے باہر نہیں رہ سکتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو پانی سے رغبت اور خشکی سے نفرت ہے ایسے ہی انسان کی حالت پر غور کیا جائے تو اس کی نفرت اور رغبت کا حال معلوم ہو سکے گا کہ اس کو کس بات کی خواہش ہے۔ وہ تین باتیں ہیں جو انسان کو سب سے زیادہ اچھی لگتی ہیں۔ اوّل وہ آنند یا خوشی چاہتا ہے دُکھ سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔ دوسرے زندگی چاہتا ہے۔ موت کے نام سے گھبراتا ہے۔ تیسرے گیانی اور سمجھدار ہونا چاہتا ہے۔ مُورکھتا اور جہل کو پسند نہیں کرتا۔

ہستی اور زندگی ست کو کہتے ہیں۔ گیان اور پرکاش کا نام چِت ہے اور خوشی وسُکھ کا نام آنند ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان ست، چِت، آنند کا متلاشی ہے۔ اور یہی اس کا خواص ہے۔ دیکھو دکھی سے دکھی اور غریب سے غریب آدمی سے پوچھو کہ کیا تم مرنا پسند کرتے ہو تو ہمیشہ وہ انکار ہی کرے گا۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں ہمیشہ سے زندگی کا پیار ہے۔ کیڑے کو چھیڑ کر دیکھو وہ سکڑتا چلا جائے گا، بل کھا جائے گا، بچنے کی کوشش کرے گا کیونکہ وہ مرنے کو پسند نہیں کرتا اور اکثر دنیا میں جو شخص خودکشی کرتے ہیں وہ بھی مرنے کے خواہشمند نہیں ہیں۔ بلکہ موجودہ ناخوشگوار حالت کی معدومیت کی فکر میں اور اس سے

رہائی پاکر سُکھ کی حالت کی تلاش میں ایسا کر بیٹھتے ہیں۔ مگر زندگی کی ہوس دل میں بنی رہتی ہے اس کی حالت اور مدارج میں چاہے تبدیلی آجائے۔ مگر یہ ایک دم کے لئے بھی جیو سے علیحدہ نہیں ہوتی کیونکہ یہ ہستی اس کی ذات اور اس کی صفت ہے اور ذات وصفت کیسے وجود سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ دوسرا نام چت ہے۔ چت نام ہے چیتن یا پرکاش یا گیان کا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹے سے چھوٹے آدمی کو بھی مور کھتا، جہالت اور تاریکی سے نفرت ہے۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ جاننے کا خواہشمند ہے۔ بچوں کو دیکھو ماں باپ سے ہر ایک بات کی دریافت میں کیسے کیسے سوال کرتے ہیں۔ اگر دو آدمی کچھ بات چیت کر رہے ہوں تو تیسرا آدمی رستہ چلتے چلتے ٹھٹھک جاتا ہے اور اس بات کو معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اپنے وقت ضائع ہونے کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اندر جالی کے تماشوں کو جھوٹا جان کر بھی اس کے راز کو معلوم کرنے اور اس سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے روپے اور وقت صرف کرتے اور سر بچاتے ہیں اور اکتاتے نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علم جیو کا خاصہ ہے۔ بہت سے لوگ جو غلطی اور مور کھتا کا اقرار کرنے سے ہچکچاتے ہیں اور اس بات کو بنا کر یا جھوٹ بول کر چھپانا چاہتے ہیں۔ اس جھوٹ بولنے میں بھی جہالت کی پردہ پوشی ہی منظور ہے یہ تمام علوم وفنون کے نظارے بھی اس چیتن شکتی کے اظہار کی مختلف ومتعدد صورتیں ہیں تیسرا خاصہ آنند ہے۔ ہر شخص سُکھ کا خواہشمند ہے۔ دُکھ سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔ پڑھنا لکھنا، راج پاٹ، دھن دولت، استری پتر، کھانا پینا سب سُکھ کی پراپتی کے لئے ہیں۔ پیدائش سے مرنے تک انسان کو اسی کی دھن لگی رہتی ہے اور اسی کا سادھن کرتا رہتا ہے کبھی اس سے غافل نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ مرنے سے پہلے آخرت وعاقبت کے سکھ کا بھی جیتے جی ہی بندوبست کرتا ہے اور اوس کی تدبیریں سوچتا اور جتن کرتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی غلط طریقے سے سُکھوں کی تلاش کرتا ہے مگر اس غلط راہ پر بھی اسکو سکھ کی تلاش کا جذبہ ہی لے جاتا ہے۔ چور سے چوری و ٹھگ سے ٹھگی، جواری سے جوا بھی یہی جذبہ کراتا ہے۔ یہ سب کام سُکھ کی خواہش پورا کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ چور کو چوری کی سزا ملے گی۔ اس وقت وہ تجربہ کی وسعت سے سچی راہ پر آجائے گا۔ جس طرح اس

کی عقل کے پردے ہٹتے جائیں گے اسی طرح وہ سچّا بنتا جائے گا۔ البتہ فعل کسی کا کچھ بھی کیوں نہ ہو مگر غرض سب کی ایک آنند کی تلاش ہوتی ہے۔ اور وہ غرض ہی سب کو طرح طرح کے فعل کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔

ان تینوں اوصاف پر غور کرنے سے انسان کے خاصہ طبعی کا پتہ لگتا ہے اور چونکہ یہ ایک پل کو بھی اس سے جدا نہیں ہوتے اس لئے یہ ست چت آنند اس کا روپ ہیں۔ ست چت آنند کہنے کو تین ہیں۔ حقیقت میں ایک ہی شے ہیں۔ صرف سمجھانے کے لئے یہ نام فرض کر لئے گئے ہیں۔ جو ست ہے وہی چت ہے اور وہی آنند ہے۔ ست ہستی محض کو کہتے ہیں۔۔۔ چت علم یا گیان یا پرکاش محض ہے۔ آنند سُکھ و سرور محض ہے جو اپنی ہستی محسوس کرتا ہے اس میں ہستی کے محسوس کرنے کا گیان ہے اور جس میں گیان ہے وہ سُکھ و آنند ہے کیونکہ سکھ گیان کا روپ ہے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ یہ حالتیں ویاپک اور محیط بھی ہیں یا نہیں۔ کائنات ہی ایشور ہے۔ مٹی ہی پانی ہے۔ کیڑے ہیں۔ غرض یہ "ہے" پنا ست ہے کیونکہ سب میں ہستی ہے۔ ہستی سے کوئی خالی نہیں۔ اگر ہستی نہ ہوتی تو پھر ہم تم اس کو کیسے کہتے۔ اس لئے ان سب موجودات و مخلوقات کی ہستی ست ہے اور وہ بیاپک ہے۔ کیونکہ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں ہستی نہ ہو۔ اس لئے یہ محیط کل ہے۔ اسی طرح جہاں ہستی ہے وہاں چت پنا بھی ہے۔ ایشور جانتا ہے میں ہوں اور انسان جانتا ہے میں ہوں۔ کیڑا جانتا ہے میں ہوں۔ مٹی و پانی کے دیوتا جانتے ہیں کہ ہم ہیں۔ البتہ ظاہراِن کے جسمی تعلقات اور من کے نشو و نما کے درجے کے موافق چت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس میں جزوی فرق آدے مگر گیان تو سب میں ہے اگر کوئی یہ کہے کہ مٹی پانی درخت میں چت نہیں ہے۔ یہ اس کی غلطی ہے۔ ذرّہ ذرّہ میں چت ہے اور اپنی محدود ہستی کے موافق ان میں علم بھی ہے۔ بعض درخت تاریکی کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ چھوئی موئی کا پیڑ چھونے سے سُکڑ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خوشگوار و ناخوشگوار حالت کو اپنی حیثیت کے موافق سمجھتا ہے۔ لوہا، پیتل، سردی، گرمی سے سکڑتے بڑھتے ہیں۔ ان سے ان کے محدود سمجھ کا گیان ہوتا ہے۔ یہ چت سرشٹی میں سب جگہ ہے اس لئے وہ بیاپک ہے۔ اسی طرح جہاں ست و چت ہے وہاں آنند بھی ہے۔ کون شے برہمانڈ میں ایسی ہے جو آنند و سُکھ

کو نہیں چاہتی۔ سُکھ و آنند ہستی و علم کا خاصہ ہے۔ اِنسان سُکھ کے لیے پڑھتے لکھتے ہیں۔ درختوں کو پانی ملتا ہے سرسبز و شاداب ہو کر لہلہاتے ہیں اگر پانی نہ ملے تو سوکھ کر مرجھا جاتے ہیں۔ جانور کیڑے مکوڑے کو ذرا چھیڑ دو فوراً اُن کی حالت کا پتہ لگ جائے گا۔ معدنیات کو گرمی سردی میں رکھنے سے اُن کی حالت میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ غرض ذرّہ ذرّہ میں آنند ہے۔ تتوؤں میں تن ماتراؤں میں بھُوتوں میں یہ سکھ ہے۔ کوئی اس سے خالی نہیں۔ اس لئے یہ آنند ہی محیط کل اور دیا پک شے ہے۔ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں یہ نہ ہو۔ جب یہ اوصاف ست چت آنند آتما کے ہوئے اور وہ ہی اوصاف جیو میں بھی موجود ہیں تو جیو اور آتما کی ایگانیت ہیں کیا فرق رہا صرف محدودیت کا فرق ہے اس جیو نی اس شریر کو اپنا روپ سمجھ لیا ہے جیسے کوئی شخص اپنے سامنے بہت سے آئینے رکھ کر اور ان میں اپنے بہت سے عکس دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے اور اپنے روپ کو بھول کر اُن عکسوں پر توجہ جما لیتا ہے اور رنگ برنگ اور مختلف صورتوں اور عجیب و غریب تماشہ دکھانے والے آئینوں میں جیسے رنگ برنگ کی صورت اور ٹیڑھا میڑھا منہ اور موٹا چپٹا و چھوٹا بڑا روپ دکھائی دیتا ہے اُن کو دیکھ کر انسان کو اپنے اصلی روپ کی نسبت بھرم و شبہہ ہوتا ہے کہ دراصل اس کا روپ کیسا ہے۔ ویسے ہی ان مختلف اجسام میں آتما کے عکس کو دیکھ کر حیرت کی حالت ہو گئی ہے۔ اسی کا نام بھرم اگیان و مایا جال ہے۔ جس کی وجہ سے اپنے روپ کی طرف سے ہٹ کر اور طرف مخاطب ہو گیا ہے۔ یہ نقص صرف اس میں ہوتا جو عکسوں میں اپنی توجہ قایم کر لیتا ہے۔ مگر جو کوئی اپنے روپ کا خیال اور اس کی سنبھال رکھتا ہے وہ اس سے بری ہے۔ اسی طرح سے یہ نقص صرف جیوں میں ہے۔ برہم میں نہیں ہے کیونکہ برہمہ سامانیہ چیتن ہے۔ سامانیہ میں نقص نہیں ہوتا۔ جیو میں نیون پنا اور ادھکتا ہے۔ اس لئے اگر یہ جیو اس کو اچھی طرح سمجھ لے اور جیو آتما کا دیا پک پنا اس کی سمجھ میں آجائے تو پھر اس میں اور برہم میں کوئی بھید نہ رہے۔

(۲۳۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک جاٹ اور ایک مہاجن کسی فقیر کے پاس گئے اور اُپدیش لینے کا خیال ظاہر کیا۔ فقیر صاحب نے دونوں سے دریافت کیا کہ تم کو کون سی چیز پیاری ہے۔

جاٹ نے کہا کہ مجھ کو میری ایک بھینس بہت پیاری ہے۔ اور مہاجن نے کہا کہ مجھ کو اپنی عورت بڑی پیاری ہے۔ فقیر صاحب نے جاٹ سے کہا کہ تم اپنی بھینس کا دھیان کرو اور مہاجن سے کہا کہ تم اپنی بیوی کا دھیان کیا کرو۔ وہ دونوں اپنے اپنے گھر آکر ایک کوٹھری میں بیٹھ گئے اور اپنا اشغل کرنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد فقیر صاحب اُس طرف آنکلے۔ مہاجن کے گھر جاکر دیکھا کہ کوٹھری میں بیٹھا شغل میں مشغول ہے اس سے کہا کہ بچہ باہر آؤ مہاجن نے جواب دیا کہ مہاراج میں تو ننگی ہوں۔ اسی طرح پر جب جاٹ کے گھر میں جاکر اس کو دھیان میں دیکھ کر باہر بلایا تو کہنے لگے کہ مہاراج میرے سینگ دروازے میں اڑتے ہیں۔ میں باہر کس طرح سے نکلوں۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ کیسی عورت اور کہاں کے سینگ مگر خیال کو بڑی طاقت ہے جو جس کا خیال و تصور کرتا ہے وہ اسی کا روپ ہو جاتا ہے۔

(۲۴۰)

ایک روز ارشاد ہوا کہ دل میں جو تخم بویا جاتا ہے اس کا نام کرم ہے۔ کوشش حرارت سورج ہے۔ پریم پانی ہے۔ اگر تخم دنیا کا دل میں جہل نے بویا لیکن اسی وقت نکال کر پھینک دیا گیا تو بھی غنیمت ہے اور خواہشات محسوسات کا پانی لگنے سے اُگ گیا۔ اگر اسوقت بھی پھینک دیا گیا تو بھی غنیمت ہے۔ اگر چھوٹا درخت ہونے پر بھی اوکھاڑ دیا گیا تو بھی کم کوشش سے کام نکل سکتا ہے۔ اگر پورا درخت ہو گیا اور پھل پھول لے آیا اور اپنی پوری طاقت میں پہنچ گیا تو بغیر گیان روپ کلہاڑے کے نہیں کاٹا جا سکتا۔ اس درخت کی جڑ تو ایک ہے لیکن پیڑ دو ہیں۔ ایک دنیا اور دوسرا عقبےٰ۔ ان پیڑوں میں دو دو بڑے تنے ہوتے ہیں یعنی دنیا میں علم و جہل اور عقبےٰ میں بہشت و دوزخ۔ پھر تنوں میں علیحدہ علیحدہ شاخیں نکلتی ہیں۔ جیسے آنند ودکھ کی مختلف صورتیں پھر شبھ اشبھ کرم روپ پھول آتے ہیں اور دکھ سکھ روپی پھل لگتے ہیں جن کو جیو آتما کھانے لگتا ہے اور ان کے مزے میں پھنس جاتا ہے مگر جس دل میں اس کی بو پائی بھی نہ جائے اس کو داتا کہتے ہیں۔ جس کے دل میں دنیا کا اثر مطلق حمل کی حالت سے بھی نہ ہو اور لکھا بھی ہے کہ اوتاروں کو حمل میں بھی پورا گیان ہوتا ہے۔ بے شک جس دل میں سیاہی روپ دنیا کا اثر نہ ہو اس دل میں ایسی روشنی ہوتی ہے جسکا

بیان قلم سے باہر ہے۔ ایسے دل کے کلاموں کو بھی وہی سمجھ سکے گا جو ویسا ہی دل رکھتا ہو۔ ایسے دل میں گیان کی عجب کیفیت ہوتی ہے کہ جس کا بیان نہیں۔ لہریں ایسے زور شور سے موجزن ہوتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ ایک دم سے باہر نکل آویں۔ جس طرح سے پانی فوارے کی راہ سے چاہتا ہے کہ ایک دم سے باہر جاؤں۔ مگر تنگیٔ راستے کی وجہ سے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سے تنگیٔ الفاظ کی وجہ سے وہ دل اپنی پوری معرفت کو ظاہر نہیں کر سکتا۔

(۲۴۱)

ایک روز ارشاد ہوا کہ کبیر صاحب، بابا نانک، گورو گورکھ ناتھ، دادو جی مہاراج وغیرہ مہاتماؤں کا آپس میں ست سنگ ہوا مگر بھجن کے طریقے کے بارے میں ان سب کا آپس میں اتفاق رہا۔ صرف پر برتی مارگ یعنی کھانے پینے پہننے کے بارے میں اختلاف لیکن حال میں جو تین بزرگوں یعنی شوامی دیانند سرستی، رادھا شوامی پنتھ کے اچاریہ و میڈم بلوٹسکی تھیوسیفیکل سوسائٹی کے بانی کا جو آپس میں ست سنگ ہوا تو ان کا اتفاق بھجن کے معاملات میں بھی نہ ہوا۔ شوامی جی مہاراج نے تو صرف ویدوں کو مکھ ٹھہرا اور مورتی پوجن وغیرہ اور بھجن کے دوسرے طریقوں پر جو اگلے مہاتماؤں نے جاری کئے تھے پانی پھیر دیا۔ میڈم صاحبہ نے بھجن کے معاملات میں عام طور پر کوئی طریقہ جاری نہیں رکھا۔ البتہ ایسوٹیرک یعنی انتر نگ سبھا کے ممبروں میں بھجن کا طریقہ جاری رکھا ہے۔ مگر اس کی تعلیم و تلقین صرف بذریعہ خط و کتابت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا نتیجہ اب تک ایسا نہیں نکلا جیسا بھجن کا نکلنا چاہیئے۔ گرو کی تو انھوں نے ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ اور بعدہٗ اس پنتھ میں جب مسز انی بسنٹ نے اِس بات کا اعلان دیا کہ "ہم کو گرو مانو" تو سخت مخالفت پیدا ہوئی اور بہت سے ممبر علیحدہ بھی ہو گئے۔ مورتی پوجن کے خلاف انھوں نے مصلحتاً زبان نہیں کھولی کیونکہ ان کو بہت سے فرقے کے آدمیوں کو ایک میں ملانا منظور تھا۔ چونکہ ہندو بہت تھے اس لئے ان کی دل آزاری نہ کرنے کے خیال سے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ رادھا شوامی پنتھ میں بھی مورتی پوجن کے خلاف بہت کچھ کہا گیا ہے مگر بھجن کا طریقہ انھوں

نے دہی رکھا جو کبیر جی صاحب وغیرہ اگلے مہاتماؤں نے آپس کے ست سنگ اور وچار سے قائم کیا تھا اور ان کے پنتھ میں اسی کا پرچار ہے۔

(۲۴۲)

ایک روز ارشاد ہوا کہ سنسار میں عام طور سے چار طرح کے منش نظر آتے ہیں۔ اگر ان کی حالت غور سے دیکھی جائے تو یہ صرف نام کے منش ہیں۔ ورنہ اصلیت میں پشو ہیں۔

(۱) نرپشو (۲) گروپشو (۳) تریاپشو (۴) ویدپشو۔

(۱) نرپشو۔ وہ ہے جو بغیر جانچ کئے کسی کے کہنے پر وشواش کر کے اس کا پیچھا کرے جیسے کسی نے کہا کہ کوا تیرا کان لے گیا تو وہ شخص اپنے کان کو تو ٹٹولے نہیں اور کوے کے پیچھے دوڑ پڑے۔

(۲) گروپشو وہ ہیں جو بغیر وچار کئے گرو دھارن کر لیں۔ گرو کو سمجھ بوجھ کر اور جانچ پرکھ کر دھارن کرنا چاہیئے اور دیکھ لینا چاہیئے کہ اس کی یکت سے ہمارا اُدھار ہو سکے گا اور جس مالک کی یہ بھگتی بتلاتا ہے وہ ہمارا کلیان کر سکے گا اور آواگون سے ہم کو چھڑا سکے گا۔ گرو سات ہیں ؎

گرو گرو کہت سکل سنسارا ۔۔۔ گرو سوئی جن تتو بچارا
پرتھم گرو ہیں پتا و ماتا ۔۔۔ رج ویرج کے سوئی داتا
دوسر گرو ہے من کی دائی ۔۔۔ گرہ داس کی بندھ چڑھائی
تیسر گرو جو دھریا ناما ۔۔۔ لے لے نام پکارے گاما
چوتھے گرو جن دیکشا دینا ۔۔۔ جگ ویوہار رہت سب چینا
پانچویں گرو جن وشنو کینا ۔۔۔ رام نام کو سمرن دینا
چھٹویں گرو جن بھرم گڑھ توڑا ۔۔۔ دبدھا میٹ ایک سے جوڑا
ستویں گرو ست شبد لکھایا ۔۔۔ جہاں کا تت نے تہاں سمایا

کبیر سات گرو سنسار ہیں سیوک سب سنسار
ستگرو سوئی جانئے بھوجل اُتارے پار

(۳) تریا پشو وہ جو استری کے بندھن میں پھنس کر بالکل زن مرید بن جاتے ہیں۔ اُن کے لئے سب سے بڑی آگیا ان کی استری کا وچن ہے۔

(۴) وید پشو وہ ہیں جو ویدوں کو پڑھتے تو ہیں مگر اس کا اصلی مطلب نہیں سمجھتے ہیں۔ لفظوں کی جھنجھٹ اور بکھیڑے میں پڑے ہوئے ہیں اور صرف لفظوں کی اُدھیڑ بُن میں لگے رہتے ہیں۔

اِن کے علاوہ اصلی مُنش کی بات ہی اور ہے جس کی صورت انسان کی سی ہے۔ وہ انسان نہیں بلکہ انسان وہ ہے جس میں ست۔ دھیرج۔ شیل۔ شور بیرتا۔ دیا سنتوکھ وغیرہ گن ہوں۔ ورنہ کھانا پینا سونا وغیرہ کریا تو جیسے مُنش کی ویسے ہی پشو کی۔

(۲۴۳)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک بادشاہ بڑا لشکر لے کر کسی مہم پر روانہ ہوا راستے میں ایک قلعہ آیا جس کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا تھا نہ کوئی اندر سے باہر آتا نہ باہر سے اندر جاتا۔ اس کے اندر کا حال کسی کو معلوم نہ تھا۔ قلعہ تھا بھی ایسا سنگین کہ اس کا ٹوٹنا بھی مشکل تھا۔ آخر کمند اور سیڑھیوں کے ذریعے سے لوگوں نے چڑھ کر اندر کا حال معلوم کرنا چاہا مگر جو شخص لب بام تک پہنچ کر اندر کی طرف جھانکتا وہ فوراً قلعہ کے اندر کود پڑتا۔ اس طرح بہت سے سپاہی اندر کود گئے اور واپس کوئی نہ آیا۔ نہ کچھ قلعے کا حال ملا۔ تب وزیر دوراندیش کمر سے رسی باندھ کر اندر کا حال معلوم کرنے کو اوپر چڑھا اور حکم دیا کہ جب میں اندر کودنے لگوں تو مجھ کو باہر گھسیٹ لینا۔ غرض جب وزیر لب بام پر پہنچ کر اندر کودنے لگا تو لوگوں نے بموجب ارشاد رسّی کو پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا۔ جب نکل آیا تو اس سے اندر کا حال معلوم کرنا چاہا مگر وہ تو گُم سُم ہو گیا۔ نہ اپنی کہے نہ دوسرے کی سُنے۔ غرض بہت سر مارا مگر کچھ حال نہ کھلا۔

دیدار دلربا کا دیوانہ قہقہہ ہے — جو اس طرف کو جھانکا وہ اس طرف کہاں ہے

مدعیاں در طلبش بے خبر اند — کاں راکہ خبر شد خبرش باز نہ آید

زبان گنگ شو زلب خاموش — بے خبرواں دریں معاملہ گوش

(۲۴۴)

ایک روز ارشاد ہوا کہ برہم گیانی دنیاداروں کو جاہل سمجھتے ہیں اور دنیادار عارفوں کو جاہل کہتے ہیں۔ برہم گیانی کہتے ہیں کہ برہم ہی برہم ہے۔ دنیا والے کہتے ہیں کہ دنیا ہی دنیا ہے۔ برہم ہے تو ضرور لیکن صرف سماعی اور قیاسی ہے۔ اور اسکا سُراغ نہیں لگتا۔ عارف کہتے ہیں کہ دنیا محض سماعی اور وہمی ہے۔ حقیقتاً نہ تھی نہ ہے نہ ہوگی۔ اگر باریک نظر سے غور کرو تو دونوں راست اور دونوں دروغ ہیں۔ باریک غلطی یہ ہے کہ نہ تو دنیا جھوٹی ہے اور نہ خدا۔ جس طرح سے کہ گو دن میں رات نظر آتی ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ رات کہیں چلی گئی بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ موجود تو ہے لیکن سورج کی روشنی نے اپنی طاقت سے اندھیرے کو زیر کر لیا ہے۔ یعنی ہٹا دیا ہے۔ جسوقت سورج ہٹے گا فوراً رات اپنی موجودہ طاقت سے برآمد ہو جائے گا۔ بلکہ اتنا اور زیادہ ہے کہ یہاں چاندنا دوسری شئے کے سہارے ہے اور اندھیرا خود بخود اسی طرح سے جہل جبلی یعنی قدرتی ہے اور علم صنعتی پس دنیاداروں سے یہ کہنا کہ دنیا نہیں ہے۔ اِس سے جنگ کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ ہاں اگر ممکن ہو سکے تو ان کے اندر سورج کو چمکا دو تاکہ وہ خود ہی مقر ہو جائیں۔ گیان اگیان دونوں انادی ہیں۔ اگیان میں دنیا اور گیان میں برہم نظر آتا ہے۔ لیکن نہ تو گیان میں دنیا غارت ہو جاتی ہے نہ جہل میں۔ برہم صرف اتنا فرق ہے کہ ایک کی طاقت دوسرے کو زیر کر لیتی ہے۔ اور زیر و زبر کا نام ہی دنیا اور برہم ہے۔

(۲۴۵)

ایک روز ارشاد ہوا کہ ایک فلاسفر صاحب دریا میں بذریعہ کشتی سفر فرماتے تھے۔ راستے میں آسمان کی طرف نگاہ کر کے اپنے ملاح سے پوچھا۔ "کہو بھائی تمہیں کچھ علم ہیئت بھی آتا ہے۔" ملاح بولا۔ "صاحب میں کیا جانوں" آپ نے فرمایا۔ "افسوس کہ تمہاری زندگی کا ایک چوتھائی حصّہ تو یوں ہی گیا۔" آگے چل کر دریا کے دونوں طرف اناج کے سبز اور لہلہاتے کھیت نظر آئے۔ دریافت کیا کچھ علم نباتات بھی جانتے ہو جواب ملا۔ حضور میں نے تو یہ نام آپ ہی کی زبان سے سُنا ہے۔ ارشاد ہوا حیف تمہاری

عمر کا دوسرا چوتھائی حصہ اکارت گیا۔ تھوڑی دیر میں حکیم صاحب کا خیال دریا میں پانی کی تیز رفتاری پر پڑا تو بولے میاں ملاح ریاضی میں تو تمہیں ضرور دخل ہو گا۔ ملاح غریب کیا کہتا خاموش ہو رہا۔ جواب نفی سمجھ کر فلاسفر نے کہا۔ افسوس اُس شخص کی زندگی کا تیسرا چوتھائی حصہ بھی مفت برباد ہوا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ یکایک ہوا زور سے چلنے لگی اور کشتی اِدھر اُدھر ڈگمگا کر گویا ڈوب ہی تو گئی۔ ملاح کب کا پانی میں کود کر تیر رہا تھا۔ جاتے ہوئے اُس نے حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ "حضور بھی تشریف لے آئیں"۔ فرمایا بھئی کیسے آئیں ہمیں تیرنا نہیں آتا۔ اِن کی باتوں سے ملاح جلا بھنا تو تھا ہی۔ بولا تو حضور کی ساری ہی زندگی غارت گئی۔ اب سفر آخرت کے لئے تیار ہو جایئے۔ غرض یہ ہے کہ وہ علم نہیں جہالت ہے جو انسان کو موت کی تکلیف سے بچنے میں کچھ بھی امداد نہ دے سکے۔ پس کوشش کر کے وہ ودیا حاصل کرنی چاہیئے جس کی روشنی میں موت کا تنگ و تاریک راستہ ہنسی خوشی طے کرنے کے قابل ہو جائے اور جس کے ذریعے دریائی ہستی کی تیز اور تند موجوں پر طعنہ زنی کرتے ہوئے پار اُتر جائے۔

(۲۴۶)

ایک روز ایک صاحب نے عرض کیا کہ مہاراج جیو تو جسم سے الگ ہے پھر اس کو دکھ سکھ کیسے ہوتا ہے اور گیانی کے کرم تو ناش ہو جاتے ہیں۔ پھر جسم کس طرح سے قائم رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص آپ کے گھر کو گرا دے یا آپ کے فرزند کو مارے تو آپ کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔ آپ کے تو چوٹ نہیں لگتی۔ صرف محبت اور الفت کی وجہ سے رنج ہوتا ہے اگر اس اُلفت کے رشتہ کو ابھیاس کر کے توڑ دیا جائے تو رفتہ رفتہ اپنا جسم غیر کا سا نظر آئے گا۔ کیونکہ اصل سے ہی غیر ہے گیانی کے شریر کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگلے یعنی آگامی کرم تو اب ہوتے ہی نہیں۔ کیونکہ فاعل ہی نہ رہا۔ سنچت گیان سے بھسم ہو گئے۔ پرالبدھ سے جسم بن گیا اور پرالبدھ کرم سے ہی جسم کی کارروائی ہوتی ہے۔ کیونکہ جو پیالا شراب کا پی چکا

اس کا نشہ ضرور ہوگا آگے نہ پیئے گا نہ سہی۔

(۲۴۷)

ایک روز ارشاد ہوا کہ عقل و حواس کے ذریعے سے اس پرماتما کا پتہ نہیں چل سکتا اور اس تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ صرف وشواس یعنی یقین ہی وہ چیز ہے جو اس مالک سے ملاتی ہے۔ اس کے تین درجے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔ جیسے ہندوستان میں خبر آئی کہ انگلستان میں ہوائی جہاز ایجاد ہو گیا ہے۔ اس کو سن کر یا اخبار و کتاب میں پڑھ کر یقین کر لیا جاتا ہے اس کو علم الیقین کہتے ہیں۔ مگر جب تک آنکھ سے دیکھ نہ لیا جاوے اس وقت تک دل کو پورا بھروسہ نہیں ہوتا۔ اور اس کی ساخت و صورت کی بابت طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اگر کسی موقعہ پر اس کو بچشم خود دیکھ لیا جاوے تو شک و شبہہ مٹ جاتا ہے اور وشواش بڑھ جاتا ہے۔ اس کو عین الیقین کہتے ہیں۔ مگر تاہم اس کے پرپرزے و چال ڈھال کے دیکھنے کا شوق و خیال دل کو چین نہیں لینے دیتے اور اطمینانِ کُلّی حاصل نہیں ہوتا۔ جس وقت اس پر سوار ہو کر اور پرواز کر کے اس کے سب پرزوں کو اور اس کی اُڑان کو بغور ملاحظہ کر لیا جاوے۔ اس وقت پورا اطمینان ہو جاتا ہے اور جہاز کا کل حال عیاں و روشن ہو جاتا ہے۔ یہ درجہ حق الیقین کا ہے۔

(۲۴۸)

ایک روز ارشاد ہوا کہ پنچ رنگے یا ست رنگے کپڑے میں سب رنگ علیحدہ علیحدہ دکھلائی دیتے ہیں لیکن ان سب کا آدھار ایک کپڑا ہے اور اس کپڑے کے اوپر سے نیچے تک سب سوت ایک سے ایک ملے ہیں یعنی نیچے سے اوپر تک رشتہ قائم ہے لیکن جس جس رنگ کی جہاں جہاں پر ملونی ہوتی ہے وہاں پر وہ رنگ ہی نظر آتا ہے ایسے ہی پرماتما یعنی مالک کُل سب جگہ بھرپور اور سب کا آدھار ہے۔ مگر جس جس جگہ مایا کی جیسی جیسی ملونی ہوتی گئی ہے اس جگہ ویسی ہی صورت دکھلائی پڑتی ہے۔ سنتوں کے کہے ہوئے تین دیس یعنی دیال دیش و برہمانڈ و پنڈ وغیرہ کی تفریق و طبقات

اعلیٰ و ادنیٰ مایا کی ملونی اور پردوں کی کمی بیشی کی وجہ سے ہی موسوم ہوئی ہیں ورنہ مالک کُل سب جگہ ایکسان بھرپور ہے اور اس کا سوت سب جگہ لگا ہوا ہے۔

(۲۴۹)

ایک روز ارشاد ہوا کہ جس وقت جگت کی اُتپتی ہوئی تھی۔ اسوقت سب کے آچاریہ نارائن بھگوان تھے۔ جس وقت جگت کی اِستھتی ہوئی یعنی درمیانی وقت میں برہما وشنو مہیش آچاریہ ہوئے۔ جب بالکل پورے طور سے سرشٹی کی اِستھتی ہوگئی اور برن آشرم کا وچار و جگ وغیرہ کا وبھاگ قائم ہوا۔ اس وقت بیشتر یعنی ست جگ میں وسشٹھ جی آچاریہ ہوئے۔ ترتیا جگ میں شکتم رشی ان کے بعد پراشر جی آچاریہ ہوئے۔ شروع دواپر جگ میں ویاس جی اور آخیر دواپر میں شکھدیو جی آچاریہ ہوئے۔ پھر ان کے بعد شنکر سوامی آچاریہ ہوئے۔ شنکر آچاریہ کے بعد ان کے چار شش پدما آچاریہ، سروپا آچاریہ، نرا ٹوٹکا چاریہ اور پرتھوی دھاری آچاریہ ہوئے اور انھوں نے علیحٰدہ علیحٰدہ چار مٹھ قائم کئے جن کی تفصیل ذیل میں ہے۔ ان کے بعد جس قدر فقراء مذہب اہل ہنود میں ہوئے وہ ان میں سے کسی نہ کسی مٹھ کے متعلق ہوئے۔ اِن کے علاوہ کوئی علیحٰدہ فرقہ نہ تھا۔

نمبر سلسلہ	نام مٹھ	مقام مٹھ	پہلے آچاریہ	نام آشرم جو مٹھ کے متعلق ہیں	برہمچاری کا لقب	مارگ یعنی بھجن کا طریقہ	کس وید کا اُپدیش ہے	مہاواکیہ	وید کا اُصول
۱	گوبردھن مٹھ	متصل جگدیش	پدما چاریہ	بن اور اَرینہ	پرکاش	بھوگ بار پانی	رگ وید	پرگیانم آنند برہم	عقل کل اونکار کی سادھنا
۲	شاردا مٹھ	متصل دوارکا جی	سروپا چاریہ	تیرتھ و آشرم	سروپ	کیٹ بار کیرا یا جیونٹی	شام وید	تت توم اسی یا تتو مسی	عشق کی طریقت کا بیان ہے
۳	جوشی مٹھ	متصل بدری کا آشرم	نراٹوٹکا چاریہ	گری پربت ساگر	آنند	بھور بار	اتھر وید	ایم آتما برہم	توحید و عرفان سرب برہم
۴	شرنگیری مٹھ	متصل رامیشر	پرتھوی دھاری	سرستوتی بھارتی پوری	چیتن	پرتھوی یا زمین	یجر وید	اہم برہم اسمی	اسٹانگ یوگ اونکار کے عملی طریقوں کا بیان

۲۵۰

ایک روز ایک عزیز سے فرمایا کہ تم کچھ منتر وغیرہ سیکھ لو۔ اس نے عرض کیا کہ مجھ سے جاپ وغیرہ نہ ہوگا۔ میں تو مہا آلکسی ہوں۔ فرمایا کہ جس قدر جاپ کی عام طور سے ضرورت ہوتی ہے۔ تم کو اتنی محنت نہ کرنی پڑے گی۔ اس نے پھر عرض کیا کہ کچھ نہ کچھ محنت تو کرنی ہی پڑے گی۔ اور مجھ سے وہ بھی ہوتی نہیں۔ تو ہنس کر فرمایا کہ تم بھی اپنی دھن کے پکے ہو۔ کسی وقت میں ہم کو بھی ان چیزوں سے ایسی ہی نفرت تھی مگر خیر داشتہ آید بکار۔ گرچہ بود سرمار۔ جو کچھ بتا دیں۔ یاد کر لو دو چار جمعرات کو ہی جپ لینا۔ اور یہ فرمایا۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۝ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۝ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ ۝ ایام حمل میں عورت کے خون جاری ہو جائے یا مثانہ روگ ہو یا جس عورت کے بالک مر جاتے ہوں اس کو قرار حمل سے پہلے یا حمل دو ماہ کا ہو اس وقت یہ تعویذ کر دے۔ حمل قرار نہ پانے کی صورت میں عورت حیض کے چوتھے دن اشنان کر کے برت رکھے اور دودھ یا کوئی اچھی غذا اپنے پتی سے سیت پرشاد کرا کے کھاوے اور اس تعویذ کو کپڑے یا سونے یا چاندی وغیرہ کے دھات میں منڈھ کر گلے میں پہنے مگر شرط یہ ہے کہ اس تعویذ پر کسی قسم کا پانی نہ پڑنے پاوے ورنہ بیکار ہو جاوے گا اور جس دن سے باندھے اسکے بعد سے ہر ساتویں روز۔ لوبان کی دھونی دیتے رہنا چاہیئے۔ برھسپت کے دن کنواری لڑکی سے سوت کتوا کر اور جس عورت کے واسطے تعویذ بنانا ہو اس کی چوٹی سے ایڑی تک ڈورے سے ناپ کر اور پھر اس ڈورے کے برابر گیارہ تار کچے سوت کے لے لے۔ تعویذ اسی دن یا سکر کو بنا دینا چاہیئے۔ اس کے شروع میں گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر گیارہ گانٹھیں تاگے میں لگاوے۔ پھر پانچسو مرتبہ اس آیت کو پڑھے۔ بعد میں پھر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر ہر ایک گانٹھ پر انگلی پھیرتا جاوے۔ اور دیگر کل ترکیب بھی اس منتر کی بتائی۔ اور اس کے سدھ کرنے کا طریقہ بھی بتایا بلکہ ایک مرتبہ راولپنڈی کی دھرم شالہ میں

سری مہاراج مقیم تھے اور وہ شخص بھی ہمرکاب تھا کہ جناب ماسٹر ملورام جی صاحب جو آج کل وکیل ہیں۔ معہ اپنی دھرم پتنی کے تشریف لائے اور شری مہاراج کو اپنے مکان پر لے گئے۔ وہاں ان کی دھرم پتنی نے اپنی بیماری کا ذکر کیا۔ ان کی اسی قسم کی بیماری از قسم ہسٹیریا تھی۔ آپ نے حال سن کر ان سے فرمایا کہ تم کسی کنواری لڑکی سے سوت کتوالاؤ۔ اور اس شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بڑا اچھا منتر جانتے ہیں۔ ابھی تم کو جنتر بنا دینگے۔ جب وہ سوت لینے کو گئے تو اس نے عرض کیا کہ آپ جنتر بتا دیں گے تو فائدہ ہوگا۔ بھلا میں کیا جانوں۔ میں نے تو ابھی اس پر کوشش بھی نہیں کی ہے۔ ہنس کر فرمایا کہ "ہمتِ مردانِ مددِ خدا۔ نیک نیتی سے جو کام کیا جاوے اس میں سب سدھ ہے۔ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۵ ....

انھیں امراض کے دفعیہ کے واسطے دوسرا منتر بھی فرمایا۔ اس کے جپنے کی کل ترکیب بتلائی۔ منتر یہ ہے "سدا شو" اس کو ایک سو اکیس (۱۲۱) مرتبہ جپ کر ایک گانٹھ تاگے میں لگاوے اسی طرح سے گیارہ گانٹھیں لگاوے۔ دھونی صرف معمولی دھوپ کی دی جاوے۔

(۲۵۱)

ایک روز ایک سیوک کو یہ منتر بتلایا۔ اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور فرمایا کہ حاکم کو طابع کرنے دشمن کا حملہ دور کرنے۔ شیر وغیرہ درندگان کے حملے سے محفوظ رہنے کے لئے یہ عمل کرنا چاہیئے۔ اس کو پڑھ کر دم کر دینا کافی ہے۔ درود شریف اس سے پہلے پڑھنا چاہیئے۔ اور اس کے سدھ کرنے کی کل ترکیب بھی تلقین فرمائی۔

(۲۵۲)

ایک روز ایک شخص کو یہ منتر ارشاد فرمایا۔ "وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۵ درود شریف اس کے بھی پہلے پڑھنا چاہیئے اس سے عمل میں استحکامت آجاتی ہے۔ جنات کو دور کرنے۔ بھوت پریت یا آسیب کو ہٹانے

کے لئے اس کو پڑھ کر دم کرے۔ اس کے جاپ کرنے کا طریقہ بھی اس کو سمجھا دیا۔

(۲۵۳)

ایک روز ایک شخص کو یہ اپدیش کیا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اور فرمایا کہ یہ آیت کریم ہے۔ اس کے شروع اور آخیر میں سو سو بار درود شریف پڑھے اور پانچسو بار اس آیت کو پڑھے۔ اوّل درجہ اس کا پڑھنا بارہ بجے رات سے چار بجے رات تک ہے۔ روزمرہ۔ مگر یہ جفاکش لوگوں کا کام ہے۔ اِس کے پڑھنے سے کسی قسم کی بلایات زماں اور گردشِ دوراں میں انسان نہیں پڑتا۔ نازک مزاج آدمیوں کے واسطے آٹھ بجے رات سے گیارہ بجے رات تک روزمرّہ یا جمعرات کی رات یا علی الصبّاح روزمرّہ۔ یا صرف جمعرات کے دن پڑھے۔ اور اس کی کل ترکیب بتلائی۔ نواب زادہ صاحب ٹیڑی کو بھی آپ نے یہ تلقین فرمائی تھی۔

(۲۵۴)

ایک ست سنگی مقام گاڈھا ریاست جودھپور میں شری دیال جی مہاراج کے بھنڈارہ پر آئے۔ سادھوؤں کا بڑا مجمع تھا ان میں ایک مہاتما کے درشن کا اتفاق ہوا بالکل مست و بیخودی کی حالت میں معلوم ہوتے تھے۔ نہ کسی سے مانگتے تھے نہ کوئی دیتا تو کچھ لیتے نہ کسی سے سوال کرتے نہ کسی کی بات کا جواب دیتے تھے۔ جسم پر ایک بہت ہی پھٹی سی لنگوٹی تھی۔ ہاتھ میں کبھی تو بنا کبھی مٹی کی ہانڈی کہیں سے اٹھا لیتے تھے۔ منتظمان بھنڈارہ جو کھانا دیدیتے وہ ہاتھ پر رکھ کر کھا لیتے۔ اکثر سادھوؤں اور دیگر آدمیوں کا ہجوم ان کے پاس ہو جاتا تھا۔ جب زیادہ مجمع ہوتا تو اٹھ کر کسی اور طرف چلدیتے تھے متواتر تین دن تک ان کے پاس جاکر بیٹھنا ہوا۔ کچھ التفات نہ کی۔ تیسرے دن جب بہت مجمع ہوا تو اٹھ کر چلدیئے۔ لیکن ایسا معلوم ہوا کہ آنکھ سے کچھ اشارہ کیا کہ آؤ جہاں جاکر وہ بیٹھے وہ ست سنگی بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ لیکن وہاں بھی مجمع ہو گیا۔ پھر اٹھ کر کھڑے ہوئے اسی طرح سے اشارہ کیا اور درگاہ سے نکل کر جنگل کی راہ لی۔ وہ بھی پیچھے ہو لیا بہت دور ایک قبرستان میں جاکر ایک ایسی جگہ میں داخل ہوئے جس کے چاروں طرف

شکستہ چہار دیواری تھی اور قبر کے سرہانے بیٹھ کر اس کو قبر کی پائنتی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہنے کے بعد بولے کہ تم تین دن سے کیوں ہمارے پاس آرہے ہو۔ کس چیز کی تمنا ہے اس نے عرض کیا کہ آپ کو مردِ خدا سمجھ کر درشنوں کو آجاتا ہوں۔ تمنا تو کوئی نہیں ہے۔ فرمایا کہ اس موذی من سے تم کو بڑا خوف لگا ہوا ہے اور اس کو مارنے خیال دامنگیر ہے یہ من مرا نہیں کرتا۔ اس کے ساکشی ہو جاؤ پھر سرکشی چھوڑ دے گا۔ اس نے عرض کیا کہ اس کی کچھ ترکیب بھی تو بتلایئے۔ فرمایا کہ اس منتر کو یاد کر لو اور اس کا جاپ کیا کرو اور ایک بہت لمبا منتر پڑھا۔ اورس نے عرض کیا کہ بہت ٹھیک یہ منتر بہت بڑا ہے دس دس لفظ روز یاد کر لوں گا۔ آپ یہاں ہی ملا کریں گے یا جہاں آپ فرمادیں وقت معینہ پر حاضر ہو جایا کروں۔ یہ سُن کر کھلا کر ہنسے اور کہنے لگے کہ تم ہماری جان عذاب میں ڈلوانا چاہتے ہو۔ ہم تو مونی بنے بیٹھے ہیں اب تم ہم سے ملنے کبھی نہ آنا۔ منتر ہم کل تمہاری جائے مقام پر آکر لکھا دیں گے اس نے عرض کیا کہ آپ کو میری جائے قیام کا پتہ لگانے میں تکلیف ہوگی میں خود حاضر ہوں گا۔ بولے کہ ہرگز نہیں ہم کو پتہ ہے۔ دوسرے روز قریب تیسرے پہر دن کو خود ہی تشریف لے گئے اور یہ منتر اس لکھوایا اور اس کے جاپ کی کل ترکیب۔ بھی

دادو ابچل منتر رام منتر نج سار۔ سرجیون سبھی رچ سندر منتر سروون نرمل منتر نراکار جاپ کی اکل منترا کل منتر رام منتر نج سار۔ سرجیون سبھی رچ سندر منتر سرودن نراکار۔ الک منترا کل منترا گادا پار انت منتر رایا نور منتر تیج منتر جوت منتر پرکاش پرم منتر پایا اپدیش دیکھیا دادو سبھی گر کے دیس پنچھی بن رائی۔

تین لوک گن پنچ سے سب ہی مائیں خدائی۔ جے پہلے ست گر کہے سو نینوں دیکھی آئی۔ ارش پرش مل ایک رس دادو رہے سمائی۔

اس کے ساتھ یہ گرمہا پڑھنے کو بھی فرمایا۔ نمو نمو گرو یوتے بند ننگ سرب سادھوا پرنا منگ پار نگستے پر برہم پرا برہم سوہم دیو نرجننگ نراکار نرملنگ پرش دادو بند ننگ کیسرنگ مردرنگ شوامی نورتے سدا مہنگ دادو دیال دیا کرم ترنگ سرب

بگھن بنا نسنگ جو پربھوجگ میں جوت میں کارن کرتا۔ بھوبگھن ہرن منگل کرن شری نمونرنجن دیو۔ ستگرو دیال مہاراج شوامی راجہ آپ سوائے میرے داتا دوسرا نہیں ہے کوئی

(۲۵۵)

ایک روز شری یوگانندجی سے فرمایا کہ اکثر اصحاب ہمزاد کو تسخیر کیا کرتے ہیں۔ وہ ہمزاد نیچے چار شریروں میں سے ہوتا ہے۔ اِس ہمزاد سے کام بھی ادنیٰ درجہ کے ہی لئے جا سکتے ہیں۔ اعلیٰ شریر کا جو ہمزاد ہے۔ اس سے بہت ہی اعلیٰ طبقات کے کام بھی لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کی تسخیر بہت مشکل ہے اور بڑے حوصلہ کا کام ہے۔ جب اس کا چلّہ کیا جاتا ہے تو وقت اور دیگر کل باتوں کی بڑی سخت پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اگر ایک منٹ بھی آگے پیچھے شغل شروع کیا جاوے تو درست نہیں ہو سکتا۔ چلّہ کے ایام میں ہمزاد ہر طرح سے یہ کوشش کرتا ہے کہ کام پورا نہ ہو۔ زخمی شیر کی طرح سے غضبناک ہو کر ڈراتا ہے۔ کوئی نہ کوئی ایسی بات درمیان میں ڈال دیتا ہے کہ شغل کا وقت ٹل جاوے یعنی عین وقت معینہ پر کسی رشتہ دار کی سخت بیماری یا موت کی خبر آجانا وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے شاغل کو بڑے دھیرج سے کام لینا چاہیئے اور اس کے غصّہ اور غضب کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ چلّہ کے ایام میں شغل کے وقت سامنے کھڑا ہو کر ڈراتا دھمکاتا اور لالچ دیتا ہے کہ شغل سے شاغل باز آجاوے۔ کیونکہ کوئی بھی کسی کے بس میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ وعدہ کرلیتا ہے کہ اچھا میں تمہارے کل کام کر دوں گا اور کل احکام کی پابندی کروں گا مگر صرف ایک بات نہ کروں گا اور وہ کوئی ایسی خفیف سی بات ہوتی ہے کہ شاغل بے پرواہی سے کہدے کہ اچھا اس کے نہ ہونے سے کیا ہرج ہوگا لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یہی کہنا چاہیئے کہ خواہ چھوٹی بات ہو خواہ بڑی تم کو میرے احکام کی پابندی کرنی ہوگی۔ کوئی مستثنیات سے نہ ہوگا۔ جب تک وہ اُس کو منظور نہ کرے حلقہ سے کبھی باہر نہ ہو ورنہ کوئی ایسی صورت پیدا کر دیتا ہے کہ عامل اُسی کام کے واسطے اس سے کہے کہ جس کے واسطے نہ کہنے کا وعدہ کر چکا ہے۔ بس اسی وقت قابو سے نکل جاتا ہے بلکہ

جان سے بھی مار سکتا ہے۔ اس کا منتر ان کو بتلایا اور پھر سب کو یا اس کی سکھلائی۔ وہ منتر یہ ہے اور حلقہ بھی درج کیا جاتا ہے۔

منتر

یوگی مہان یوگی مہاشی یوگی۔ سنیاسی ابرسا۔ صبرسا۔ آرسا۔ رسا۔ شیرشاہ۔ صورشاہ۔ ٹُت ٹِت۔ طیّب۔ انیساً برجونس سوئے بحق لاالہ اللہ

صیا

یہ منتر محض اس خیال سے لکھدیا ہے کہ موکشو اور شاغل کو معلوم ہو کہ بزرگانِ سلف نے آئندہ نسلوں کی بہتری اور بہبودی کے واسطے کیسے کیسے راستہ جاری کیے ہیں لیکن اتنا لکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ منتر جلالی ہے کسی پورے مُرشد کی نگہبانی کے بغیر کوئی صاحب قصداً اس کی آزمائش یا امتحاناً کرنے کا بھی نہ کریں ورنہ خوف ہلاکت کا ہے۔

ایک روز جناب لالہ پربھودیال جی صاحب کو مندرجہ ذیل دو منتر تلقین فرمائے اور ان کی کل کر با بھی سمجھائی۔ منتر نمبر ۱ ست گورو کے بندے پانو۔ ۳ ہاتھ چاروں بیت چاروں درگا چاروں مار بیس تو کو چاروں ارے ھہنا تو کو چاروں۔ جہاں بیکھ تھا جانا ہیں بیکھ باتیں جا۔ बीस بیش اچھت کپٹ کرے مہادیو کی پوجا بائیں ٹارے شیو بانچا۔ رودر بانچا۔ ۳۳ کو کوٹ دیوتا بانچا۔ بانچے بو پنچے دھو بانے کنڈ پڑے... جتھک जथक گائے ورھاگ विहाग رٹے۔ تتھک پاتک تیرے کندھے چڑھے۔ دُہائی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کی۔ دُہائی میران محی الدین کی۔ دُہائی اسمٰعیل جوگی کی۔ دُہائی نینا جوگن کی۔ دہائی بڑی بی بی کی۔ ست گرو بانو جانے۔ یہ منتر سانپ کے کاٹے کا ہے۔ سانپ کے کاٹے ہوئے کو دونوں پاؤں جوڑ کر کھڑا کر دیا جائے اور سانپ کاٹے کی جگہ تک ہاتھ چلائے۔

یہ منتر سدھی کرنے کے لئے بھی کام میں آتا ہے۔ ٹیڑی کے ایک دیوان صاحب کو بتلایا تھا۔

منتر نمبر ۲۔ کش کش منڈا ٹھریا پانی ٹہر بسارہ ایتی جتی۔ گھومن سیا اور سب سیا بھر سے جا بھر سائے جا سو بھی ہم دیکھی لو کون کٹاری کاٹی بو۔ سب نے گوٹی ماری بو ایلے پھہنی ہاتھ بکھہ پوچھی تورے آگے ناہیں بیس تھالے ہو۔ نربیں دُہائی ایشور مہادیو گورا پاروتی کی۔

جناب بابو صاحب موصوف کے حال پر شری مہاراج کی بڑی کرپا تھی اور اکثر آپ کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے کہ بڑے خاندانی ہیں۔ آپ کا خاندان قانون گویان کے نام سے مشہور ہے۔ اور مہابن ضلع متھرا میں علاؤ الدین غوری کے وقت کی دی ہوئی جاگیر آپ کے خاندان میں اب تک چلی آ رہی ہے۔ آج کل آپ محلہ آٹھ کھمبہ میں برندربن باس فرماتے ہیں۔

اس کتاب کے چھاپنے کے واسطے بھی جناب بابو برجی صاحب نے خاکسار کی بہت حوصلہ افزائی کی اور فرمایا کہ برہم وِدّیا اور تصوف وچار کا کام ہے اور وچار وان آدمی کے لئے اس میں بہت مصالحہ ہے۔

ختم شد ....

